وفاقی اُردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس وٹیکنالوجی

مارشل لاء اور جمہوری ادوار میں

روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا تقابلی جائزہ 1977ء سے 2007ء

مقالہ برائے پی ایچ ڈی (Ph.D.)

مقالہ نگار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شرجیل نوید

نگراں مقالہ (Supervisor)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پروفیسر ڈاکٹر سیمی نغمانہ طاہر

پیش خدمت ہے **کتب خانہ** گروپ کی طرف سے
ایک اور کتاب ۔
پیش نظر کتاب فیس بک گروپ کتب خانہ میں
بھی اپلوڈ کر دی گئی ہے 👇
https://www.facebook.com/groups
/1144796425720955/?ref=share
میر ظہیر عباس روستمانی
📱 0307-2128068
❣️❣️❣️❣️❣️❣️❣️ @Stranger

بسلسلہ جزوی تکمیل برائے تحصیل ڈاکٹر آف فلاسفی (ابلاغ عامہ)

وفاقی اُردو یونیورسٹی فنون، سائنس وٹیکنالوجی، کلیہ فنون، عبدالحق کیمپس۔ کراچی

2019

انتساب

والدین کے نام

صداقت نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ شرجیل نوید ولد ناظم الدین نے پی ایچ ڈی شعبہ ابلاغ عامہ وفاقی جامعہ اُردو برائے فنون، سائنس وٹیکنالوجی میری نگرانی میں اپنا تحقیقی مقالہ بعنوان '' ''، مکمل کرلیا ہے۔ میں تحقیق کار کے منتخب کردہ اسلوب معیار، تجزیہ سے مطمئن ہوں اور سفارش کرتی ہوں کہ میرے طالب علم شرجیل نوید کو اس مقالے کی بناء پر تحصیل سند برائے پی ایچ ڈی دی جائے اور ایسے باقاعدہ وفاقی جامعہ اُردو کے مجلس اعلیٰ تعلیم و تحقیق GRMC میں جمع کرانے کی اجازت دی جاتی ہے۔

نگراں

پروفیسر ڈاکٹر سیمی نغمانہ طاہر

چیئرپرسن شعبہ ابلاغ عامہ (Mass Communication)

جامعہ کراچی، کراچی

اظہار تشکر

اللہ کا بہت شکر ہے کہ آج تحقیقی مقالہ کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب رہا۔اس طویل عرصہ میں کئی مشکلات درپیش آئیں مگر شفیق اساتذہ کرام، سنیئر صحافیوں اور دوستوں کی بدولت تحقیقی مقالہ مکمل کیا گیا۔ میں بہت شکر گزار ہوں پروفیسر ڈاکٹر سیمی نغمانہ طاہر صاحبہ کا جو میری سپروائزر رہیں اور انہوں نے مجھے اتنے سال برداشت کیا بلکہ بڑی مہارت اور ذاتی دلچسپی سے میرے تحقیقی موضوع پر مجھے معاونت فراہم کی اور قدم قدم پر رہنمائی فرمائی اور آج مجھے تحقیقی مقالہ نامہ جمع کرانے کی اجامت مرحمت فرمائی۔

تحقیق کے دوران میرے مرحوم استاد ڈاکٹر یاسر رضوی (وحید الرحمن) کی مکمل معاونت حاصل رہی اور کورس ورک سے لیکر Synopsis کی تیاری تک میری رہنمائی فرمائی اور مختلف لٹریچر ریوتک رسائی دلوائی۔ڈاکٹر توصیف احمد خان نے بھی میری بھرپور مدد کی اور تحقیقی مقالہ کا جائزہ لیا اور معاونت فرمائی، میں ان دونوں اساتذہ کا انتہائی شکر گزار ہوں۔

میرے والدین نے میری قدم قدم پر رہنمائی فرمائی اور میری شریک حیات کا مکمل تعاون حاصل رہا اور گھریلو مسائل میری تحقیق پر اثر انداز نہیں ہوسکے جس کے لئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ میرے ہم جماعت ڈاکٹر نورین علیم اور ڈاکٹر سیف اللہ کا بھی شکریہ جنہوں نے مختلف اباب کی تکمیل میں میرے ساتھ تعاون فرمایا اور ڈیٹا تک رسائی میں معاونت کی۔ اس کے علاوہ وہ تمام لائبریرین جنہوں نے اپنی لائبریری میں ڈیٹا اکٹھا کرنے کا موقع فراہم کیا قابل ستائش ہیں میں ان کا بھی بہت شکر گزار ہوں۔

آخر میں جناب ظفر محی الدین صاحب اور خرم مشتاق صاحب کا ذکر ضرور کروں گا کہ انہوں نے بھی اپنی خدمات سے نوازا اور پروف ریڈنگ میں میری مدد فرمائی جس کیلیئے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

شرجیل نوید

Abstract

This thesis has been concerned with Urdu Columns writing in daily Jang Karachi. Urdu Columns are important resource in the country to provide information and critical advice to thousands of readers. Columns are published daily in the Newspapers with different titles. My research is about Columns particularly Daily Jang from 1977 to 2007. The study consider only political Columns era of martial law and democracy in Pakistan. What Daily Jang publish columns by different writers on daily basis. Column writers present their analysis of various situations to stimulate readers' opinion on an issue and influence it with their own through columns,

Qualitative data was elicited and presented a summary of recommendations on how to columns were written in these period of time and what is the finding of against the research. How columns writer of Daily Jang presented with information and analysis on various issues including but not limited to political, social, ethical, economy, religious etc. Urdu Column writers draw attention towards Political issues for making good and bad of the society and enjoy significant influence on public opinion.

خلاصہ

محقق نے صحافت کی اہم صفت کالم پر تحقیق کی ہے۔کالم نویسی اخبارات میں مستقل بنیادوں پر شائع ہوتی ہے اور اس میں کالم نویس اپنا تجزیہ اور رائے پیش کرتا ہے جو قاری کو کسی خاص نکتہ پر سوچنے اور سمجھنے پر مجبور کرتا ہے۔اردو صحافت میں کالم نویسی کی روایت بہت پرانی ہے جو تقریباً ایک صدی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔اردو کالم نگاروں نے ہماری عام سماجی خوبیوں اور برائیوں کی نشاندہی کی ہے اور رائے عامہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔روزنامہ جنگ پاکستان میں اُردو کا ایک بڑا روزنامہ ہے جو قیام پاکستان سے قبل سے اب تک اُردو صحافت میں اپنی ایک پہچان رکھتا ہے۔روزنامہ جنگ کے قارئین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اور پورے پاکستان میں اس روزنامہ کو پڑھا جاتا ہے۔پاکستان کے تمام سیاسی اور سماجی معاملات پر خبریں' اداریے، فیچرز اور کالم مسلسل شائع ہوتے رہتے ہیں روزنامہ جنگ کے صحافی اور کالم نویس پاکستان کی تاریخ سے بخوبی واقف ہیں اور قارئین کو اپنی رائے سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔کالم سماجی اور سیاسی زندگی کا عکاس اور ترجمان ہوتے ہیں اور ہر موضوع اور معاملہ پر کالم لکھے جاتے رہے ہیں۔ پاکستان میں اب تک کئی مارشل لاء اور جمہوری حکومتیں رہی ہیں۔ان جمہوری اور فوجی حکومتوں میں روزنامہ جنگ کے سیاسی کالم نویس کس نوعیت کے کالم لکھتے رہے، کیا فوجی حکومت کے دباؤ کے باوجود آزادانہ اپنی رائے کا اظہار کیا۔جمہوری حکومت میں سیاسی کالم نویس رائے عامہ ہموار کرنے میں کامیاب رہے؟ محقق نے روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ روزنامہ جنگ میں کالم مختلف موضوعات پر تحریر کیے جاتے رہے ہیں جن میں معاشرتی مسائل' سیاسی مسائل' بین الاقوامی مسائل' ادبی مسائل' تعلیمی مسائل' اقتصادی مسائل' مذہبی مسائل اور صحت کے مسائل شامل ہیں۔ پاکستان میں سیاسی سطح پر 1977ء سے لے کر 2007ء تک مختلف سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔اس دور میں دو فوجی حکومتیں اور دو جمہوری حکومتیں قائم ہوئی ہیں' لہٰذا محقق نے مارشل لاء اور جمہوری ادوار میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا تجزیہ کیا ہے اور اس دوران شائع ہونے والے روزنامہ جنگ کے سیاسی کالموں کا مارشل لاء اور جمہوری حکومتوں کی بنیاد پر تجزیہ کیا ہے۔مارشل لاء اور جمہوری ادوار میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا تقابلی جائزہ 1977ء سے 2007ء ہے۔ اس موضوع پر تحقیق کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ معلوم کیا جا سکے کہ اس دور میں کالم نویس مارشل لاء اور جمہوری ادوار میں کس نوعیت کے سیاسی کالم لکھ رہے تھے۔کیا مارشل لاء ان کالم نویسوں کے لیے رکاوٹ کا باعث بنا اور کیا جمہوری ادوار میں حکومتی حمایت کے باعث کالم نگاری آزادانہ کی گئی۔ 1977ء سے 2007ء تک پاکستان کی سیاست میں وہ دور تھا جب بڑی بڑی تبدیلیاں

آئیں۔ 1977ء میں جنرل ضیاءالحق نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ 1979ء میں ایک منتخب جمہوری وزیراعظم کو پھانسی دے دی گئی۔ ضیاءالحق کے دور کے بعد بے نظیر بھٹو اور نواز شریف کی جمہوری حکومتیں قائم ہوئیں۔ جمہوری دور کے بعد پھر جنرل پرویز مشرف کی فوجی حکومت قائم ہوئی۔ 1977ء سے 2007ء تک دو فوجی اور دو جمہوری حکومتیں آئیں۔ ان حکومتوں کی موجودگی میں کالم نویس کس طرح کالم لکھتے رہے، کب کب حکومت کی حمایت میں لکھا گیا اور کن کن مواقع پر حکومت کی مخالفت کی گئی، سیاسی طور پر ہونے والی تبدیلیوں کو کالم نویسوں نے کس طرح تحریر کیا، سیاسی کالم زیادہ لکھے گئے یا غیر سیاسی، ان کے کیا مقاصد تھے، کن موضوعات پر سب سے زیادہ لکھا گیا، کالم نویسوں نے سماجی مسائل کو کس حد تک پیش کیا یا سیاسی کالم نگاری پر ہی اکتفا کیا گیا، روزنامہ جنگ کے سیاسی کالم مارشل لاء اور جمہوری ادوار میں نزاعی معاملات میں فیصلہ کن رائے اور تجزیہ پیش کر سکے اور کالموں میں سیاسی موضوع کو کس طرح زیر بحث لایا گیا۔ مارشل لاء کے مقابلے میں جمہوری ادوار میں سیاسی کالم زیادہ لکھے گئے اور آزادانہ رائے پیش کر سکے۔ تحقیق کو سائنسی انداز میں آگے بڑھانے کے لیے درج ذیل سوالات کو مدنظر رکھا گیا ہے:

تمہید وتعارف

محقق نے صحافت کی اہم صفت کالم پر تحقیق کی ہے، لہذا یہاں پر کالم Column سے مراد مستقل عنوان کے تحت کسی بھی اخبار میں شائع ہونے والی تحریر ہے۔ کالم نویسی اخبارات میں مستقل بنیادوں پر شائع ہوتی ہے اور اس میں کالم نویس اپنا تجزیہ اور رائے پیش کرتا ہے جو قاری کو کسی خاص نقطے پر سوچنے اور سمجھنے پر مجبور کرتا ہے۔ کالم بنیادی طور پر اپنی اپنی موضوعات کے ماہرین لکھتے ہیں جنہیں اپنے موضوع پر عبور حاصل ہوتا ہے تا کہ کسی بھی سیاسی، سماجی، اخلاقی، اقتصادی، مذہبی اور دیگر معاملات میں قاری کو تمام تفصیلات اور رائے پیش کر دی جاتی ہے تا کہ ایک عام قاری ماہرین کی رائے کے مطابق فیصلہ کر سکے۔ اردو صحافت میں کالم نویسی کی روایت بہت پرانی ہے جو تقریباً ایک صدی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اردو کالم نگاروں نے ہماری عام سماجی خوبیوں اور برائیوں کی نشاندہی کی ہے اور رائے عامہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کے مطابق:

''ہر اخبار میں کچھ مستقل عنوان ہوتے ہیں بعض کے تحت خبریں، اعلانات یا معلومات پیش کی جاتی ہیں اور بعض کے تحت مزاحیہ، دینی، طبی، سائنسی اور پس منظری مواد دیا جاتا ہے موخر الذکر صحافتی اصطلاح میں کالم کہتے ہیں''۔

یہ درست ہے کہ ہر اخبار میں مستقل عنوانات کے تحت مختلف موضوعات پر تحریر کیا جاتا ہے۔ مستقل عنوانات کے تحت لکھی جانے والی یہ تحریر کالم کہلاتی ہے جس میں کالم نویس اپنی سوچ اور رائے کے مطابق تجزیہ کر کے قاری کو مواد فراہم کرتا ہے۔

معروف کالم نویس عبدالقادر حسن کے مطابق:

''جس موضوع پر خبروں یا اداریہ میں اظہار خیال نہ کیا جائے اس متعلق مستقل عنوان کے تحت کسی اخبار میں شائع ہونے والی تحریر کو کالم کہا جاتا ہے۔ اس عنوان کے تحت یہ تحریریں اخبارات میں باقاعدگی سے شائع ہوتی ہیں''۔

عبدالقادر حسن معروف کالم نویس رہے جو روزنامہ جنگ میں کافی عرصے سے کالم نویسی کرتے رہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ عام طور پر خبروں اور اداریوں میں عام رونما ہونے والے واقعات کی صرف نشر کر دی جاتی ہے اور ان کے حقائق اور تشریح نہیں کی جاتی ہے کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔ لہذا کسی بھی خبر کی تفصیلات کو مکمل تجزیے اور رائے کے ساتھ پیش کرنے کو کالم نویسی کہا جاتا ہے اور یہ سلسلہ مسلسل اخبارات میں جاری رہتا ہے۔ کالم کے ذریعے سیاسی، سماجی اور معاشی غرض کہ تقریباً ہر طرح کے مسائل کو پیش کیا جاتا ہے۔ کالم نگار اپنی وسعت نظر، تیز قوت مشاہدہ کی بدولت معاشرے کے ان مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں جو کہ عام آدمی کے خیال سے دور ہوں اور خبروں تک محدود ہوں۔ ان خبروں کو کالم نویس اپنی دلچسپ ومنفرد اور عام فہم تحریروں سے واضح کرتے ہیں اور لوگوں کو باشعور بنانے کے ساتھ ساتھ سیاسی شعور بیدار کرتے رہے۔ کالم نگار اونچ نیچ، چھوت چھات، استحصال، غریب کاری اور مکر کو بڑی تیکھی نظروں سے دیکھتے ہیں اور ان موضوعات پر کبھی ہلکے پھلکے اور کبھی تیکھے انداز سے کالم لکھتے ہیں تا کہ معاشرے کے حقیقی مسائل کی عکاسی ہو سکے۔

روزنامہ جنگ پاکستان میں اُردو کا ایک بڑا روزنامہ ہے جو قیام پاکستان سے قبل سے اب تک اُردو صحافت میں

اپنی ایک پہچان رکھتا ہے۔ روزنامہ جنگ کے قارئین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اور پورے پاکستان میں اس روزنامہ کو پڑھا جاتا ہے۔ پاکستان کے تمام سیاسی اور سماجی معاملات پر خبریں، اداریے، فیچرز اور کالم مسلسل شائع ہوتے رہتے ہیں روزنامہ جنگ کے صحافی اور کالم نویس پاکستان کی تاریخ سے بخوبی واقف ہیں اور قارئین کو اپنی رائے سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ کالم سماجی اور سیاسی زندگی کا عکاس اور ترجمان ہوتے ہیں اور ہر موضوع اور معاملے پر کالم لکھے جاتے رہے ہیں۔ پاکستان میں اب تک کئی مارشل لاء اور جمہوری حکومتیں رہی ہیں۔ ان جمہوری اور فوجی حکومتوں میں روزنامہ جنگ کے سیاسی کالم نویس کس نوعیت کے کالم لکھتے رہے، کیا فوجی حکومت کے دباؤ کے باوجود کیا، آزادانہ اپنی رائے کا اظہار یا جمہوری حکومت میں سیاسی کالم نویس رائے عامہ ہموار کرنے میں کامیاب رہے۔ محقق نے روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ روزنامہ جنگ میں کالم مختلف موضوعات پر تحریر کیے جاتے رہے ہیں جن میں معاشرتی مسائل، سیاسی مسائل، بین الاقوامی مسائل، ادبی مسائل، تعلیمی مسائل، اقتصادی مسائل، مذہبی مسائل اور صحت کے مسائل شامل ہیں۔ پاکستان میں سیاسی سطح پر 1977ء سے لے کر 2007ء تک مختلف سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس دور میں دو فوجی حکومتیں اور دو جمہوری حکومتیں قائم ہوئی ہیں۔ لہٰذا محقق نے مارشل لاء اور جمہوری ادوار میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا تجزیہ کیا ہے اور اس دوران شائع ہونے والے روزنامہ جنگ کے سیاسی کالموں کا مارشل لاء اور جمہوری حکومتوں کی بنیاد پر تجزیہ کیا ہے۔ ذیل میں موضوع کی ضرورت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔

موضوع کی ضرورت اور اہمیت

مارشل لاء اور جمہوری ادوار میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا تقابلی جائزہ 1977ء سے 2007ء ہے۔ اس موضوع پر تحقیق کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ معلوم کیا جاسکے کہ اس دور میں کالم نویس مارشل لاء اور جمہوری ادوار میں کس نوعیت کے سیاسی کالم لکھ رہے تھے۔ کیا مارشل لاء ان کالم نویسوں کے لیے رکاوٹ کا باعث بنا اور کیا جمہوری ادوار میں حکومتی حمایت کے باعث کالم نگاری آزادانہ کی گئی۔ 1977ء سے 2007ء تک پاکستان کی سیاست میں وہ دور تھا جب بڑی بڑی تبدیلیاں آئیں۔ 1977ء میں جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ 1979ء میں ایک منتخب جمہوری وزیراعظم کو پھانسی دے دی گئی۔ ضیاء الحق کے دور کے بعد بے نظیر بھٹو اور نواز شریف کی جمہوری حکومتیں قائم ہوئیں۔ جمہوری دور کے بعد پھر جنرل پرویز مشرف کی فوجی حکومت قائم ہوئی۔ 1977ء سے 2007ء تک دو فوجی اور دو جمہوری حکومتیں آئیں۔ ان حکومتوں کی موجودگی میں کالم نویس کس طرح کالم لکھتے رہے، کب کب حکومت کی حمایت میں لکھا گیا اور کن کن مواقع پر حکومت کی مخالفت کی گئی، سیاسی طور پر ہونے والی تبدیلیوں کو کالم نویسوں نے کس طرح تحریر کیا، سیاسی کالم زیادہ لکھے گئے یا غیر سیاسی، ان کے کیا مقاصد تھے، کن موضوعات پر سب سے زیادہ لکھا گیا، کالم نویسوں نے سماجی مسائل کو کس حد تک پیش کیا یا سیاسی کالم نگاری پر ہی اکتفا کیا گیا، روزنامہ جنگ کے سیاسی کالم مارشل لاء اور جمہوری ادوار میں نزاعی معاملات میں فیصلہ کن رائے اور تجزیہ پیش کر سکے اور کالموں میں سیاسی موضوع کو کس طرح زیر بحث لایا گیا۔ مارشل لاء کے مقابلے میں جمہوری ادوار میں سیاسی کالم زیادہ لکھے گئے اور آزادانہ رائے پیش کر سکے۔ تحقیق کو سائنسی انداز میں آگے بڑھانے کے لیے درج ذیل سوالات کو مدنظر رکھا گیا ہے:

مفروضہ

1۔ روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر مارشل لاء ادوار میں زیادہ تر سیاسی کالم حکومت کی حمایت میں لکھے گئے اور سیاسی کالم نویسوں نے جو تجزیہ پیش کیا اس میں مارشل لاء حکومت کے اقدامات اور پالیسی کی حمایت کی گئی۔

2۔ روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر مارشل لاء ادوار کے مقابلے میں جمہوری ادوار میں سیاسی کالم زیادہ لکھے گئے اور جمہوری آزادیوں کے سبب سیاسی کالم نویس حکومت مخالف رائے اور تجزیہ پیش کر سکے اور حکومتی پالیسیوں اور اقدامات پر کھل کر تبصرہ و بحث کی گئی اور رائے عامہ ہموار کی گئی۔

طریقہ تحقیق

محقق نے اس تحقیق کے لیے کیفیتی Qualitative طریقہ اختیار کیا۔ پاکستان میں 1977ء سے 2007ء تک دو مارشل لاء حکومتیں اور دو جمہوری ادوار رہے۔ اسی مناسبت سے روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا مارشل لاء اور جمہوری ادوار میں لکھے گئے کالموں کی بنیاد پر تجزیہ کیا گیا ہے اور چار دن کے حساب سے نمونہ بندی کی گئی اور حاصل DATA کے مطابق تجزیہ مشتملات Content Analysis کے مطابق نتائج حاصل کئے گئے ہیں۔

نمونہ بندی

اس تحقیق کے لیے روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے کالموں کے اعداد و شمار اکٹھے کیے گئے جس کی چار دنوں اتوار، پیر، بدھ، جمعہ کے حساب سے نمونہ بندی کی گئی۔

تجزیہ مشتملات

روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ میں شائع ہونے والے کالموں میں سے سیاسی کالموں کو منتخب کر کے ان کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ چھ ابواب پر مشتمل ہے جن کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں:

باب اول : برصغیر پاک و ہند میں اُردو کالم نویسی کا آغاز۔ کالم بطور صنف صحافت اور رائے سازی میں اس کی اہمیت وافادیت

باب دوم : ضیاء الحق دور میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا تجزیہ

باب سوم : بے نظیر بھٹو دور میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا تجزیہ

باب چہارم : نواز شریف دور میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا تجزیہ

باب پنجم : جنرل پرویز مشرف دور میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا تجزیہ

باب ششم : حاصل مطالعہ و تجزیہ

باب اول میں محقق برصغیر میں اُردو کالم نویسی کی روایت اور پاکستان میں اُردو کالم نویسی کا آغاز کے حوالے سے مواد کا جائزہ لیتے ہوئے کالم نویسی سے متعلق روایت اور آغاز پر تحقیق کرے گا ۔

باب اول

برصغیر پاک و ہند میں اُردو کالم نویسی کا آغاز۔ کالم بطور صنف صحافت اور رائے سازی میں اس کی اہمیت وافادیت

اس باب میں محقق نے برصغیر پاک و ہند میں اُردو صحافت کا ارتقاء بیان کرنے اور یہ پرکھنے کی کاوش کی کہ برصغیر پاک و ہند میں اُردو صحافت نے کب باقاعدہ کالم نویسی کا آغاز کیا اور ان کالموں میں اقتصادی' سیاسی اور سماجی مسائل پر بات کی جاتی تھی یا صرف برصغیر میں خبروں کے ذریعے ہی عوام الناس کو اطلاعات فراہم کی جاتی تھیں۔

محقق نے اس باب میں برصغیر پاک و ہند میں اُردو صحافت کے ارتقاء کا جائزہ لیا ہے کہ اُردو صحافت میں کب کالم نویسی کا آغاز ہوا اور برصغیر میں اُردو صحافت کی ترویج میں کالم نویسی نے کس طرح کردار ادا کیا اور جدید تقاضوں کو کس طرح آہستہ آہستہ برصغیر پاک و ہند میں رائج کیا گیا۔

اردو کا پہلا اخبار جام جہاں نما 1922ء میں جاری ہوا اس کے بعد برصغیر سے دیگر علاقائی اخبارات کا آغاز ہوا۔ جہاں تک کالم نگاروں کا تعلق ہے اس وقت باقاعدگی سے اس کا آغاز نہیں ہوا تھا لیکن کہا جاسکتا ہے کہ اخباری تحریر کی یہ صنف کسی حد تک جاری تھی۔ برطانوی اخبارات کے جواثرارات سے ابھی تک برصغیر کے اخبارات محفوظ تھے اور اس دوران بھی اُردو صحافت کا اپنا ایک مقام رہا۔ اُردو صحافت نے بھی ہندوستان کے تمام سیاسی انقلابات میں اہم کردار ادا کیا۔۔ اُردو صحافت کا آغاز 1822ء سے جام جہاں نما سے ہوتا ہے اور ابتدائی طور پر اُردو صحافت میں اداریہ نویسی' کالم نگاری' اور فیچر نگاری کا تصور نہیں تھا البتہ اخبارات کے مدیر اور مالکان اپنے اخبارات میں خبروں کے آخر میں تجزیہ یا اپنی رائے کا اظہار کر دیتے تھے۔

1837ء سے 1857ء تک کو اُردو صحافت کا پہلا دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں صحافت کا اجراء تیزی سے ہوا اور اردو صحافت نے اپنی منازل طے کرنا شروع کیں۔ نئے اخبارات تیزی سے منظر عام پر آنا شروع ہوئے۔ اس دور میں روزنامہ صحافت کی ابتداء نہیں ہوسکی تھی لہٰذا اخبارات زیادہ تر ہفت روزہ تھے اور کچھ اخبارات پندرہ روزہ بھی تھے۔ اُردو اخبارات کا حلقہ خریداری برائے نام تو تھا ہی ساتھ ہی وہ وسائل سے بھی محروم تھے۔ دور اول میں بے شمار اخبار طلوع اور غروب ہوئے۔ اکثر اخبارات بند ہونے کا سبب 1857ء کی جنگ آزادی تھی۔ جنگ آزادی کی وجہ سے اُردو صحافت کو زبردست صدمہ پہنچا تھا۔ 1857ء کے بعد اُردو صحافت کے نقوش منتقل ہو رہے تھے، اس کی اصناف خام شکل میں تھیں، زبان ارتقاء و تبدیلی کے عمل سے گزر رہی تھی اور اخبارت میں ابھی تفتیشی رپورٹنگ' اداریہ نویسی' کالم نویسی، فیچر لکھنے کی ابتداء باقاعدہ طور پر نہیں ہوئی تھی۔ حالات حاضرہ اور سیاسی موضوعات پر مضامین کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع نہیں ہوا تھا۔ اخبارات میں واضح صورت میں تو خبریں ہی چھپتی تھیں لیکن بعض اخبارات نے سائنسی' سماجی اور طبی موضوعات پر مضامین چھاپنے کا آغاز کر دیا تھا۔ ایک آدھ اخبار میں مراسلے کی صورت میں مضامین شائع ہونے لگے تھے اور خبروں میں تبصروں کی شمولیت سے اداریے کے خدوخال ابھر رہے تھے۔ اُردو صحافت نے استعمار کی آغوش میں آنکھ کھولی تھی اور انگریزی نظامِ حکومت وسیاست کے زیر سایہ پروان چڑھ رہی تھی تاہم اس کی جڑوں میں باغیانہ رجحانات کی تخم ریزی ہو چکی تھی۔ اگر ان اخبارات کی خبروں اور مضامین پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان اخبارات نے عام طور پر محتاط ہونے کے باوجود کمپنی کی حکومت سے کہیں کھلم کھلا اور کہیں ڈھکے چھپے الفاظ میں بیزاری کا اظہار کیا۔ نٹ راجن نے اپنی کتاب ''اے ہسٹری آف جرنلزم'' میں جنگ آزادی کے بعد اُردو صحافت کی صورتحال کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ 1853ء میں اُردو کے 35 اخبارات نکلتے تھے۔ 1858ء میں ان کی تعداد گھٹ کر صرف 12 رہ گئی تھی ان میں بھی 6 پرانے اخبارات تھے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر میں ایک نئے عہد کا آغاز ہوا۔ 1857ء کی جنگ آزادی جس نے اُردو صحافت کو خوف زدہ کر دیا تھا 1870ء تک آتے آتے اُردو صحافت میں بھی

اعتماد آچکا تھا اور وہ سماجی مسائل اور حالات حاضرہ پر کھل کر اظہار خیال کرنے لگی تھی۔اس صدی کی اُردو صحافت میں متعدد رجحانات کے حامل اخبارات نکلے لیکن غالب رجحان سیاسی وسماجی صحافت کا ہی رہا۔اردو صحافت کی ترقی کا دور صحیح معنوں میں 1870ء کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔1877ء میں ترکی اور روس کی جنگ نے اخبار بینی کے ذوق کو عام کیا اور اسی جنگ کے دوران تازہ ترین جنگی صورتحال سے آگاہی کی طلب نے اُردو میں روزنامہ صحافت کو پہلی مرتبہ فروغ دیا،لیکن جنگ کے خاتمے کے بعد اخبار بینی کا پہلے جیسا خوش خروش باقی نہ رہا،لہٰذاااس دور میں ہفت روزہ اخبارات نے ترقی کر کے روزناموں کا روپ دھارلیا۔جدید اخبار نویسی کی داغ بیل پڑی اور اداریہ نویسی کا باقاعدہ رواج پڑا۔اخبارات سنجیدہ‘ معلوماتی اور دلچسپ مضامین سے لبریز نظر آنے لگے۔انیسویں صدی میں ہی طنزیہ ومزاحیہ صحافت کا رجحان پوری قوت سے ابھرا۔ان اخبارات نے ظریفانہ رنگ میں حکومت کی پالیسیوں اور والیان ریاست کے معاملات پر تبصرہ تنقید کی روش اختیار کی۔اردو میں صحافت کی روایات کی ابتداء اس وقت شروع ہوئی جب 1822ء میں کلکتہ میں اخبار ’’جام جہاں نما‘‘ منظر عام پر آیا۔بعض صحافیوں نے جام جہاں نما کی سن اشاعت 1823ء تحریر کی ہے۔اس میں اس لیے شبہ ہے کہ 1822ء میں یہ اخبار اردو میں منظر عام پر آیا لیکن چھ سات شماروں کے بعد ناشر کو یہ خیال گزرا کہ اس وقت بھی اہل علم کی زبان فارسی ہے،چنانچہ اسی نے اس اخبار کو فارسی میں شائع کیا اور 1923ء میں اس کے چار صفحات ضمیمہ کے طور پر اردو میں شائع کرنے شروع کیے۔جام جہاں نما ہفتہ وار اخبار تھا،اس کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے مقصد کے تحت جاری کیا تھا اس لیے اس کو کبھی اردو اور کبھی فارسی میں شائع کیا گیا۔اس اخبار کے مالک ہری ہروت تھے،ایڈیٹر لالہ سراسکن اور شروع میں اس کے پرنٹر انگریز ولیم ہوپ کنگ تھے۔دہلی سے اُردو کے پہلے اخبار کے اجراء سے قبل متعدد فارسی اخبارات طلوع ہوئے اور ان اخبارات نے اُردو صحافت کا اسلوب اور مزاج متعین کرنے میں ماڈل کا کردار ادا کیا۔اُردو صحافت کی شاندار ابتداء 1837ء دہلی اُردو اخبار کے اجراء سے ہوئی۔اُردو کا پہلا دور بڑا حوصلہ افزاء تھا،1857ء کے بعد حالات نہایت حوصلہ شکن تھے نئے اخبارات نکل رہے تھے مگر بڑے خوف کے ساتھ مایوسیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں سرسید کی شخصیت امید کی کرن بن کر نمودار ہوئی۔انہوں نے مسلمانوں اور انگریز حکمرانوں میں بدگمانیاں دور کرنے کے لیے اپنی کوششوں کا آغاز کیا۔سرسید کی کوششوں سے حالات بہتر ہوئے تو اخبارات کے اجراء کی رفتار میں تیزی آئی۔

اردو صحافت نے انیسویں صدی میں خواندگی کی کمی‘ محدود وسائل اور اخبار بینی کے ذوق کے نہ ہونے کے باوجود حیرت انگیز طور پر ترقی کی اور اسی صدی کے آخر تک اس زبان میں کثیر اشاعت رکھنے والے اخبارت بھی منظر عام پر آ گئے۔یہ صحیح ہے کہ ہندی اردو تنازعے اور انگریزی تعلیم کے فروغ نے اُردو صحافت کو کسی قدر نقصان بھی پہنچایا۔بالخصوص شمالی ہند میں اُردو اخبارات کی اشاعت متاثر ہوئی لیکن اس عرصے میں اُردو صحافت کی روایت اتنی مستحکم ہو چکی تھی کہ اسے آگے بڑھنے سے روکنا ممکن نہیں رہا۔چنانچہ جب سیاسی حالات بدلے تو ایسے اخبارات نکلے جنہوں نے سیاسی میدان میں زبردست معرکے سر کیے اور اپنے مضامین اور خبروں سے بدیسی راج کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔اس دور میں اخبارات کی تعداد بڑھنے کے باوجود اخبارات کی اشاعت میں اضافہ ہوا۔اشاعت بڑھنے کی وجہ عوام میں اخبار بینی کا شوق تھا جس کی وجہ سے اخبارات میں مقابلے اور سابقت کا سلسلہ شروع ہوا۔ہر اخبار کی کوشش ہوتی تھی کہ اُس کا مقام دوسرے کے مقابلے میں بہتر ہو۔اس دور میں مزاحیہ کالم مستقل عنوان کے تحت شائع ہونا شروع ہوئے۔

پاکستان میں اُردو صحافت کا جائزہ: تقسیم ہند کے بعد کی صورتحال

پاکستان وجود میں آیا تو اُس وقت مسلمانوں کے پاس وسائل کی شدید کمی تھی۔ابتداء میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے اخبارات کی تعداد انتہائی کم تھی۔قیام پاکستان سے قبل لاہور صحافت کا اہم مرکز تھا۔یہاں سے ہندو اپنے اخبارات اور رسائل ساتھ ہندوستان لے گئے تھے اور ساتھ ساتھ دیگر شہروں سے بھی اخبارات کے دفاتر تبدیل کر دیئے گئے تھے۔لاہور میں صرف

زمیندار' انقلاب' نوائے وقت' شہباز' سول اینڈ ملٹری گزٹ اور پاکستان ٹائمز موجود تھے۔ راولپنڈی سے بھی کوئی قابل ذکر اخبار نہیں نکلتا تھا۔ جہاں تک اُردو اور سندھی اخبارات کا تعلق ہے کراچی میں ابتدائی طور پر یہ اخبارات موجود نہیں تھے، بعد میں جنگ' انجام اور ڈان ہندوستان سے کراچی منتقل ہو گئے تھے۔ آہستہ آہستہ پاکستان کی سیاسی صورتحال نے صحافت کو متاثر کیا۔ اخبارات کے نامساعد حالات کے باوجود قومی زندگی میں صحافت نے اپنا اہم مقام حاصل کیا۔ پاکستان میں کئی ایسے اخبارات ہیں جو تحریک آزادی کے دور میں جاری ہوئے اور آج تک اپنی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ ان میں سے چند اخبارات نے تو بڑی ترقی کی ان میں روزنامہ جنگ اور نوائے وقت وغیرہ شامل ہیں اور کچھ اخبارات ایسے بھی ہیں جن کے ذکر کے بغیر پاکستان میں اُردو صحافت کا جائزہ ممکن نہیں ہوسکتا۔ (1)

1948ء میں لاہور سے امروز اخبار پروگریسو پیپرز لمیٹیڈ کے تحت شائع ہوا جس کے ایڈیٹر چراغ حسن حسرت تھے۔ روزنامہ امروز کی اہم خصوصیت چراغ حسن حسرت کے فکائیہ کالم تھے۔ امروز کے نامور مدیران میں احمد ندیم قاسمی نمایاں تھے۔ امروز نے اخبارات کے لے آؤٹ میں تزئین و آرائش کا سلسلہ شروع کیا۔ (2) اعلیٰ معیار کے اداریئے اور تنقیدی مضامین اس کی خصوصیات تھیں۔ امروز میں احمد ندیم قاسمی اپنا فکاہیہ کالم ''امروزِ فردا'' لکھتے تھے۔ جب جنرل ایوب کی حکومت نے امروز کو سرکاری تحویل میں لیا تو احمد ندیم قاسمی مستعفی ہو گئے۔ (3)

1949ء میں ''مسلمان'' کراچی سے شائع ہوا۔ 1953ء میں وزیراعظم محمد علی بوگرہ کی دوسری شادی کے بارے میں درست خبر شائع کرنے پر حکومت نے اخبار کو بند کر دیا۔ (4) 1949ء میں راولپنڈی سے روزنامہ ''تعمیر'' شائع ہونا شروع ہوا۔ اس اخبار کے مدیر ناول نگار نسیم حجازی تھے۔ یہ اپنے وقت کا مقبول اخبار تھا۔ اس میں بھی خبریں' اداریہ اور مضامین وغیرہ لکھے جاتے تھے۔ (5) 1950ء کو لاہور سے ہفت روزہ ''آفاق'' جاری ہوا جو بعد میں روزنامہ ہو گیا۔ لاہور میں قادیانیوں کے خلاف مظاہروں میں آفاق نے اہم کردار ادا کیا۔ بعد میں مارشل لاء لگنے کے بعد اخبار پر ایک سال کے لیے پابندی لگادی گئی۔ (6) 1953ء میں راولپنڈی سے ''کوہستان'' جاری ہوا پھر یہ لاہور سے بھی شائع ہونے لگا اور اس کے بعد اس کا ایک ایڈیشن ملتان سے نکلنے لگا۔ (7) کوہستان جدید صحافت کا ایک نمونہ تھا۔ اس کے مدیر نسیم حجازی تھے۔ یہ جنگ کے بعد اس وقت کے مغربی پاکستان کا دوسرا بڑا اخبار بن گیا۔ کوہستان کی مقبولیت میں عنایت اللہ مرحوم کا ایک اہم کردار تھا۔ مگر وہ کوہستان سے اپنے ساتھیوں سمیت علیحدہ ہو گئے۔ کوہستان کو دو ماہ کے لیے بند کر دیا گیا تو اس کا زوال شروع ہوا۔ اسے برسرِ اقتدار جماعت کنونشن مسلم لیگ نے خرید لیا۔ اس کے تین سال بعد جماعت اسلامی کے رہنما اشرف طاہر نے خرید لیا لیکن انتظامیہ اور کارکنوں کے درمیان باہمی کشمکش کے نتیجہ میں یہ اخبار ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ معروف فیچر نگار ریاض بٹالوی نے فیچر نگاری کا سلسلہ کوہستان سے ہی شروع کیا تھا۔ (8)

1960ء میں ''حریت'' کراچی سے جاری کیا گیا۔ گجراتی اخبار ملت کے مدیر فخر ماتری اس کے مالک تھے۔ حریت 60ء کی دہائی کا کراچی کا مقبول اخبار تھا۔ اس اخبار میں سب سے پہلے شہر کا علیحدہ صفحہ (City Page) کا تصور متعارف ہوا۔ حریت میں اردو زبان کی صحت، معروضی خبریں وتصویریں نمایاں طور پر شائع کرنے پر زور دیا جاتا تھا۔ کراچی کی صحافتی دنیا میں ایک ایسا وقت بھی آیا تھا جب محسوس ہوتا تھا کہ حریت سب سے بڑا اخبار بن جائے گا مگر فخر ماتری کے انتقال اور مالیاتی بحران کی بناء پر حریت تنزلی کا شکار رہا۔ 70ء کی دہائی میں حریت ڈان گروپ نے خرید لیا اور یہ ڈان کی عمارت سے شائع ہونے لگا۔ (9)

1963ء میں ''مشرق'' اخبار لاہور سے عنایت اللہ نے جاری کیا۔ عنایت اللہ نے یورپ کے رنگین اخبارات کا تجربہ مشرق پر کیا۔ خواتین' بچوں' کھیلوں اور عالمی امور کے رنگین صفحات شائع ہونے لگے اور فیچر رائٹنگ میں تحقیقی خبر نویسی کو لازمی کیا

گیا۔ہم عصر اخبارات سے مقابلہ تھا اور ہر کوئی خبر بہتر انداز میں پیش کرنے کی دوڑ میں شامل تھا۔مشرق نے اخبار کی سرخیوں کو بہتر بنانے کے لیے مناسب میک اپ اختیار کیا۔مشرق اخبار نے خبریں اور دیگر تحریری مواد کو پیش کرنے کے لیے میک اپ کا سہارا لیا اور خبریں اور اداریے و مضامین وغیرہ شائع کرتا رہا۔(10) 1970ء میں روزنامہ ''مساوات'' پاکستان پیپلز پارٹی کی زیر سرپرستی شائع ہونا شروع ہوا۔اس کے پہلے مدیر حنیف رامے تھے جو اپنے دستخط کے ساتھ اداریے لکھتے تھے۔مساوات بعد میں کراچی اور فیصل آباد سے بھی شائع ہونے لگا۔اس اخبار میں منو بھائی نے اپنا کالم ''گریبان'' شروع کیا تھا۔اس کے علاوہ حسین نقی کا ہفتہ وار سیاسی کالم' ظہیر الدین رفتار عالم اور رفتار وطن بھی شائع ہوتے تھے۔اس اخبار میں خبریں' مضامین اداریہ' کالم اور فیچرز وغیرہ شائع کیے جاتے تھے۔جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں روزنامہ مساوات پر پابندی لگا دی گئی۔مساوات کے بند ہونے کے بعد منو بھائی نے امروز میں کالم لکھنا شروع کیا۔جنرل ضیاء کے بعد روزنامہ مساوات 1988ء سے لاہور سے شائع ہو رہا ہے۔(11)

1970ء روزنامہ ''جسارت'' کراچی سے جاری کیا گیا۔اس کے پہلے مدیر الطاف حسین قریشی تھے۔یہ اخبار جماعت اسلامی کے زیر اہتمام شائع کیا جاتا تھا۔محمد صلاح الدین کو ایک اور متنازعہ اداریہ لکھنے پر 3 ستمبر 1973ء کو گرفتار کر کے جسارت پر پابندی عائد کر دی گئی۔6 ستمبر 1977ء کو طویل پابندی کے بعد جسارت دوبارہ شائع ہونے لگا۔(12) روزنامہ ''صداقت'' کراچی سے صحافی بشیر رانا نے جاری کیا۔اس کے پہلے مدیر نیر علوی تھے۔اس اخبار نے 1977ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف خبروں کی اشاعت سے شہرت حاصل کی۔جب ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کر لیا تو صداقت نے فوجی حکومت کی مخالفت میں خبریں، اداریہ اور مضامین شائع کیے۔اس زمانے میں ممتاز دانشور وادیب اور صحافی محمد میاں صداقت نے اخبار میں جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت کے خلاف زوردار اداریے اور مضامین تحریر کیے۔(13)

1970ء میں روزنامہ ''آزاد'' کو عبداللہ ملک، حمید اختر اور آئی اے رحمٰن نے جاری کیا۔تیز اور مختصر سرخیوں اور مدلل اداریوں کی بناء پر یہ اخبار جلد مقبول ہو گیا۔مگر جنرل یحییٰ خان نے 1971ء میں مشرقی پاکستان میں فوج کشی کی تو اس کے مدیر عبداللہ ملک کو فوجی ایکشن کی مخالفت پر فوجی عدالت نے ایک سال قید کی سزا دے کر جیل بھیج دیا۔اخبار نے حکومتی پالیسی کی مزاحمت کی مگر بعد میں ناموافق حالات کی بناء پر اخبار بند ہو گیا۔(14)

1970ء روزنامہ ''امن'' کراچی سے جاری کیا گیا۔اجمل دہلوی اور افضل صدیقی نے یہ اخبار جاری کیا تھا۔24 اکتوبر 1947ء میں ایک مقالہ کی اشاعت پر اخبار کے مدیر افضل صدیقی کو گرفتار کر لیا گیا مگر بعد میں انہیں رہا کر دیا گیا۔روزنامہ امن نے جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں مخالف سیاسی جماعتوں، مزدور یونینوں اور طلبہ تنظیموں کی خبروں کی اشاعت کے ذریعے پورے ملک میں شہرت حاصل کی اور اس کی اشاعت اسی ہزار روزانہ تک پہنچ گئی۔اس زمانے میں اخبار کا جمعہ خان کا کالم بہت مشہور ہوا۔16 اپریل 1992ء کو افضل صدیقی کے انتقال کے بعد اجمل دہلوی اس کے مدیر بنے۔بعد ازاں انہوں نے 1987ء میں امن کو متحدہ قومی موومنٹ کا ترجمان بنا دیا جس کے بعد اس کی اشاعت کم ہونا شروع ہوئی۔(15)

1973ء میں روزنامہ ''اعلان'' کراچی سے رحیم اختر نے جاری کیا جس نے بھٹو حکومت کی مخالفت میں خبریں شائع کیں جس پر حکومت نے 17 جولائی 1974ء کو اخبار کے مدیر رحیم اختر کو گرفتار کر لیا اور جنرل ضیاء الحق کے دور میں ممتاز صحافی محمود شام کو اس کا مدیر مقرر کیا گیا۔محمود شام کے بعد نیر علوی کو اس کا مدیر مقرر کیا گیا مگر انتظامیہ کے ناروا رویہ کی بناء پر اخبار بند ہو گیا۔(16) 1990ء میں روزنامہ ''پاکستان'' کو لاہور سے صحافی ضیاء شاہد نے جاری کیا۔یہ اخبار خبروں کے منفرد انداز کی سرخیوں کی بناء پر جلد مقبول ہو گیا۔بعد میں ضیاء شاہد کے اخبار سے الگ ہونے کے بعد اس اخبار کی مقبولیت متاثر

ہوئی۔ممتاز صحافی مجیب الرحمٰن شامی کی ادارت میں روز نامہ پاکستان پھر ایک نئے انداز سے شائع ہو رہا ہے۔(17)

1992ء میں روز نامہ ''خبریں'' لاہور سے ممتاز صحافی ضیاء شاہد نے جاری کیا۔ضیاء شاہد کی تخلیقی صلاحیتوں کی وجہ سے یہ اخبار جلد ہی مقبول ہو گیا۔خبریں آج کل کراچی، ملتان، اسلام آباد اور پشاور سے بھی شائع ہوتا ہے۔خبریں اخبار میں مضامین ،فیچر، کالم اور اداریے شامل ہوتے ہیں جبکہ خبروں پر تبصرہ کی روایات بھی برقرار ہے۔(18)1997ء میں روز نامہ ''دن'' محمود صادق نے جاری کیا۔ یہ اخبار 8 رنگین صفحات پر مشتمل تھا اور قارئین کو خبریں' مضامین' اداریے' کالم اور دیگر مواد انتہائی سستے داموں فراہم کیا جاتا تھا۔(19)

2000ء میں روز نامہ ''ایکسپریس'' کراچی سے شائع ہونا شروع ہوا۔معروف صحافی نیر علوی اس کے پہلے مدیر مقرر ہوئے۔ یہ پہلا مکمل طور پر کمپیوٹرائزڈ اخبار ہے۔ نیر علوی کے انتقال کے بعد طاہر نجمی مدیر بنے۔ پھر معروف صحافی عباس اطہر کو گروپ مدیر مقرر کیا گیا۔اس اخبار میں خبریں اور اداریے ادارے کی پالیسی کو واضح کرتے ہیں جبکہ ایکسپریس اخبار نے اسپورٹس صفحات جاری کر کے زیادہ سے زیادہ کھیلوں کی خبروں کو شائع کرنا شروع کیا اور ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر کالم اور اداریے بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔اس وقت یہ ملک کے گیارہ شہروں سے بیک وقت شائع ہوتا ہے۔(20)

آزادی کے بعد پاکستان کے اخبارات کے جائزہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیرونی دنیا کی طرح پاکستان میں بھی طباعت و اشاعت کے ایک ادارے کی جانب سے کئی کئی اخبارات اور رسائل شائع ہوتے رہے ہیں جن میں روز نامہ نوائے وقت' جنگ' ایکسپریس اور خبریں وغیرہ شامل ہیں۔جدید سہولتوں نے کئی کئی شہروں سے ایک اخبار کی بیک وقت اشاعت کو بہت آسان بنا دیا ہے۔روز نامہ جنگ' نوائے وقت' خبریں اور مشرق وغیرہ میں سیاسی صورتحال پر باقاعدہ ایڈیشن شائع ہوتا تھا۔(ماضی میں اُردو اخبارات میں کبھی کبھار ایک آدھ تصویر چھپ جاتی تھی لیکن آج تین اور چار کالمی تصاویر قارئین کو خبری حقائق سے آگاہ کر رہی ہوتی ہیں)اور عام طور پر یہ تمام تصاویر رنگین ہوتی ہیں جس سے خبر کی اہمیت میں اضافہ ہوتا ہے اور قارئین ان خبروں اور تصاویر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔اس دور میں تصاویر کو کم جگہ دی جاتی تھی اور آج کل بہت اہمیت حاصل ہے۔اخبارات نے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے چکر میں سنجیدہ مزاج صحافت کو انتہائی متاثر کیا اور تصاویر کی تعداد اور جدت میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ اخبارات نے جدید طرز طباعت اور ٹیکنالوجی کے دیگر ذرائع استعمال کر کے اخبارات کو دلچسپ اور پرکشش بنا دیا ہے جس سے ان اخبارات کی سرکولیشن میں بھی اضافہ ہوا ہے اور ان کی سرکولیشن ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک جا پہنچی ہے۔ان اخبارات میں باقاعدہ اداریۂ کالم اور مضامین کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ماضی میں میں مزاحیہ شائع ہونے والے اخبارات تو اب شائع نہیں ہوتے بلکہ اب مزاحیہ یا فکاہیہ طرز کی کالم نویسی کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔اسی طرح آج مقابلے کے دور میں جہاں ہر چیز کی اہمیت ایک تجارت کے طور پر ہوتی ہیں وہیں اخبارات نے بڑے بڑے اشتہارات شائع کرنے شروع کر دیئے ہیں جس سے صحافتی کارکنوں اور صحافیوں کی تنخواہوں میں بھی مناسب اضافہ ہوا ہے اور اخبارات کے اخراجات بھی پورے ہوئے ہیں۔اشتہارات کے رجحان سے اکثر اخبارات کا مزاج خالص کاروباری ہو گیا ہے۔مختلف اخبارات میں مسابقت اور مقابلے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔جن کے لیے اخبارات اپنی اپنی جگہ صحافت میں جدت پیدا کر رہی ہیں اور قارئین کو ان کی پسند کے مطابق مواد پیش کر رہے ہیں جس کے لیے باقاعدہ طور پر شوبز' اسپورٹس' کاروباری اور سیاست کے صفحات کا اضافہ کیا گیا ہے اور اسپیشل ایڈیشن کے ذریعے بھی قارئین کو تفریح فراہم کی جا رہی ہے۔

پاکستان کے قیام کے بعد سے اب تک مختلف روز نامے شائع ہونا شروع ہوئے۔ان اخبارات نے قارئین کو معلومات فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور صحافت کو پھلنے اور پھولنے کا موقع فراہم کیا اور ان اخبارات کی بدولت ہی آج

الیکٹرونک میڈیا اتنا طاقت ور ہوگیا ہے کہ بڑی سے بڑی خبر چند منٹوں میں عوام کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے اور عوام کو تازہ ترین خبروں کے لیے صبح کے اخبارات کا انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کے شائع ہونے والے اخبارات اس فکر میں مبتلا ہوگئے کہ اب وہ اپنی بقاء کی جنگ کیسے لڑیں کیونکہ ٹیلی ویژن اور جدید میڈیا نے اخبارات کی اہمیت کو متاثر کیا ہے اور لوگ خبروں کا حصول الیکٹرانک میڈیا سے ممکن بنا رہے ہیں۔ لہٰذا تمام اخبارات اور دیگر پرنٹ میڈیا نے اپنی بقاء کے لیے صحافت کے دیگر اصناف پر توجہ دینا شروع کر دی ہے اور اب اداریوں، مضامین اور کالموں میں نئے رجحانات پیدا کیے جا رہے ہیں کہ ان کی بدولت معاشرے میں بالکل الگ تاثر پیش کر سکیں اور قارئین کو وہ اطلاعات فراہم کریں جو رائے عامہ ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کریں۔ یہ اطلاعات عام طور پر الیکٹرانک میڈیا میں پیش کی جانے والی اطلاعات سے یکسر مختلف ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اب اخبارات میں شائع ہونے والے کالموں کی بدولت اخبارات اپنی اہمیت اور منفردیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ان کالموں میں حقائق کے ساتھ ساتھ شدت، جذبات اور انسانی ہمدردی کے جذبات کا احساس بھی پایا جاتا ہے اور کالم نویس معاشرے میں ہونے والے بعض واقعات اور تقریبات کو اپنے نقطہ نظر کے مطابق پیش کرتا ہے جبکہ اس کی خبر شائع ہو چکی ہوتی ہے اور اس کا مفہوم قارئین سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں جنہیں کالم نویس بہتر بنا کر پیش کرتا ہے اور اپنا مشاہدہ بھی شامل کرتا ہے۔ کالم نگاروں کی شخصیت اور اظہار خیال ہی کی وجہ سے آج کے اخبارات دیگر ذرائع ابلاغ سے مقابلہ کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ پرنٹ میڈیا کی اہمیت ابھی تک قائم ہے۔

اُردو میں کالم نویسی کا باقاعدہ آغاز:

1912ء سے 1937ء تک کا دورانیہ اُردو صحافت کے لیے سب سے بہتر رہا۔ اداریوں میں واقعات بہتر انداز میں پیش کیے جانے لگے اور فن اداریہ نگاری میں نکھار پیدا ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ ادوار میں کالم نویسی نے ترقی کی اور مزاحیہ کالم ادارتی صفحہ کا لازمی حصہ بن گئے۔ (21) عبدالکلام آزاد نے فکاہیہ کالم کا آغاز 1912ء میں کیا اور ادارتی صفحہ پر مزاحیہ کالم کا آغاز مولانا عبدالمجید سالک نے کیا۔ اس کالم کا عنوان ''افکار و حوادث'' تھا اور زمیندار میں چھپتا تھا۔ تمام اخبارات نے اس کی تقلید میں مزاحیہ کالم جاری کیے۔ وہ دن اور آج کا دن ہے کسی اخبار کا ادارتی صفحہ مزاحیہ کالم کے بغیر مکمل نہیں سمجھا گیا۔ (22) اس کے بعد آہستہ آہستہ مختلف اخبارات نے مزاحیہ کالم نگاری کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ''سیاست'' اخبار میں ''راز و نیاز اور پرتاب میں گپ شپ'' کے عنوان سے مزاحیہ کالم لکھا جانے لگا۔ ان اخبارات کے ادارتی صفحات بہتر ہوگئے کیونکہ اس میں سنجیدہ اور مزاحیہ مواد ایک دوسرے کے پہلو در پہلو مہیا کیا جانے لگا۔ قارئین کو بیک وقت سنجیدہ اور مزاحیہ موضوعات پڑھنے کا موقع ملا اور اس طرح ادارتی تبدیلی کے سبب قارئین کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر اس صفحہ کی ظاہری حالت بہتر ہوگئی۔ ترتیب و تزئین میں زیادہ گنجائش پیدا ہوئی اور نئے لکھنے والوں کے لیے موضوعات میں تنوع پیدا ہوا اور زیادہ سے زیادہ مواقع میسر آئے۔ اُردو صحافت کے ابتدائی دور میں کالم نویسی کا تصور نہیں تھا لیکن اخبار کا مالک خبروں میں اکثر اپنے رائے کا اظہار کرتا تھا اور خبروں میں تنقید بھی شامل کی جاتی تھی۔ ابتدائی اُردو صحافت میں نہ تو باقاعدگی سے کوئی تحریر شائع کی جاتی تھی اور نہ ہی مستقل عنوانات موجود تھے، صحافت کی تمام اصناف اور اسلوب خبر نگاری میں یکجا تھے مدیر کی رائے یا تنقید خبر کا حصہ تصور ہوتی تھی اور قارئین بھی اس سے محظوظ ہوتے تھے۔ انیسویں صدی میں مختلف اصناف اپنی علیحدہ علیحدہ حیثیت میں نظر نہیں آئیں۔

کالم نویسی کی ابتداء کے بارے میں عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں:

''اب سے تقریباً نصف صدی قبل اُردو صحافت میں کالم کی صنف قریب نایاب تھی پھر مزاحیہ صحافت کا آغاز ہوا اور چند سال کے اندر اندر صحافت کا جزو لاینفک بن گیا۔ پھر دلچسپ معلومات و اقتباسات کے ہفت روزہ

مستقل عنوان سے سائنسی اور نیم سائنسی اور دلچسپ جغرافیائی معلومات پیش ہونے لگیں ۔اس کے بعد گرد و پیش اور پس منظر کے عنوانوں کے تحت بعض اخبار خبروں میں آنے والے مقامات اور شخصیتوں اور اصطلاحات کی تشریح بیان کرنے لگے ۔ بعد ازاں ڈائری کا رواج ہوا جس میں نیم مزاحیہ اور بعض اوقات سنجیدہ انداز میں سیاسی' تہذیبی واقعات ور جحانات پر تبصرے ہونے لگے ۔اسی ڈائری سے وہ تبصرہ نگاری ابھری جس میں شہر کی علمی وادبی ثقافتی اور تہذیبی مجالس کا حال منظر عام پر آنے لگا اور جب صحافت عوام کے زیادہ قریب آئی تو ایسے کالم بھی مستقل طور پر تحریر کیے جانے لگے جن میں دینی' طبی اور قانونی معلومات پیش کی جاتی تھیں ۔اس طرح صحافتی موضوعات کا دائرہ وسیع تر ہو گیا'' ۔(23)

بیسویں صدی کے ساتھ ساتھ صحافت کی دیگر اصناف الگ الگ نظر آنا شروع ہوگئیں ۔مختلف اخبارات میں مضمون نگاروں کی تحریریں ناموں کے ساتھ شائع ہونے لگیں ۔اُردو صحافت میں مستقل عنوان سے کالم کا باقاعدہ آغاز 1912ء میں ہوا ۔اس سال مولانا ابوالکلام آزاد نے ''الہلال'' میں ''افکار و حوادث'' کے عنوان سے ایک کالم شروع کیا ۔مولانا اپنے کالم پر کبھی اصل نام اور کبھی قلمی نام لکھا کرتے تھے ۔مولانا اپنے کالم پر برصغیر کے سیاسی' سماجی حالات پر اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے اور سیاسی معاملات کو زیر بحث لاتے تھے ۔ 1917ء میں مولانا ظفر علی خان کے کالم مکافات اور جواہر ریزے میں حالات حاضرہ کو موضوع بنایا جاتا تھا ۔ یہ کالم فکاہیہ کالم ہوتے تھے ۔ 1920ء اور 1921ء کے دوران مولانا چراغ حسن حسرت نے کالم نگاری کا آغاز ''سند باد جہازی'' کے مستقل عنوان سے کیا ۔ 1924ء میں ہفت روزہ ''منادی'' میں خواجہ حسن نظامی کا کالم ''حسن نظامی کا روزنامچہ'' کے مستقل عنوان کے تحت چھپتا تھا ۔عبدالمجید سالک کا فکاہیہ کالم ''افکار و حوادث'' روزنامہ ''زمیندار'' میں 1924ء میں لکھا جانے لگا ۔ بعد میں عبدالحمید سالک کا یہ کالم انقلاب سے شائع ہونے لگا ۔اردو صحافت میں افکار و حوادث کو پہلے باقاعدہ کالم کا درجہ حاصل ہے جو اخبار کے ادارتی صفحہ پر شائع ہوتا تھا ۔(24)

روزنامہ ''زمیندار'' میں مولانا ظفر علی خان نے فکاہات کے مستقل عنوان سے کالم شائع کیا جسے 1928ء میں مولانا چراغ حسن حسرت نے لکھنا شروع کیا ۔اسی طرح دلی کے روزنامہ ''ہمدرد'' میں ''کشکول'' کے عنوان سے فکاہیہ کالم چھپتا رہا ۔ یہ کالم 1924ء سے 1928ء تک لکھا جاتا رہا ۔مولانا چراغ حسن حسرت 1935ء میں لاہور کے روزنامہ ''احسان'' میں سند باد جہازی کے ساتھ ساتھ مطائبات کے کالم بھی لکھنے لگے ۔ 1937ء میں شیرازہ میں مولانا عبدالمجید سالک حوادث افکار کے عنوان سے اور چراغ حسن حسرت اشارات کے مستقل عنوان سے کالم لکھتے رہے ۔حمید نظامی نے فکاہیہ کالم ''جہنم میں'' کے مستقل عنوان سے ادبی ماہنامہ میں کالم لکھنے کا سلسلہ شروع کیا اور بعد میں ہفت روزہ ''نوائے وقت'' میں غریب شہر کے قلمی نام سے سخن ہائے گفتنی کے مستقل عنوان سے فکاہیہ کالم لکھنا شروع کیا ۔(25)

قیام پاکستان سے قبل ہندو اخبارات ''پرتاب'' اور ''ملاپ'' لاہور سے شائع ہوتے تھے ۔ان اخبارات میں ایک ہی مستقل عنوان ''گپ شپ'' کے نام سے کالم شائع کیا جاتا تھا ۔قیام پاکستان سے قبل تمام کالم فکاہیہ ہی ہوتے تھے ۔اسی طرح تین غیر مسلم اخبارات ''ویر بھات''، ''بندے ماترم'' اور ''اجیت'' میں بھی فکاہات کے عنوان سے مستقل کالم چھاپا جاتا تھا ۔(26)

جدید صحافت کے آغاز کے ساتھ ساتھ نئے رجحانات اور موضوعات پر کالم نویسی کی ضرورت پیش آنے لگی ۔ صحافت کے غیر شخصی کردار کے ابھار کے ساتھ شخصی صحافت کی ضرورت محسوس ہونے لگی جو اخبار کے انفرادی شخصیت کی پہچان بن گئی ۔ قیام پاکستان کے بعد انقلاب میں عبدالمجید سالک کا فکاہیہ کالم افکار و حوادث' روزنامہ احسان میں مولانا چراغ حسن حسرت کا کالم سند باد جہازی اور روزنامہ آزاد میں مجید لاہوری کا کالم مطائبات کے عنوان سے شائع ہو رہے تھے ۔اس کے

علاوہ نوائے وقت میں حمید نظامی کا کالم سرراہ بھی شائع ہوتا تھا۔ مجید لاہوری کچھ عرصے بعد کراچی آ گئے اور وہاں روزنامہ جنگ میں حروف حکایات کے عنوان سے کالم لکھنا شروع کیا۔ یہ کالم عوام میں بہت پسند کیا گیا۔ 1948ء میں روزنامہ امروز میں مولانا چراغ حسن حسرت نے حروف حکایات کے نام سے کالم لکھنا شروع کیا اور اسی دور میں کالم کو متنوع موضوعات پر لکھا جانے لگا۔ کھیلوں سے متعلق ایک کالم بھی امروز میں شائع ہوتا تھا جو سلطان عارف ''گاہے گاہے'' کے مستقل عنوان کے تحت شائع کرتے تھے۔ 1950ء میں نوائے وقت میں ظہیر کاشمیری کا سماجی وثقافتی کالم شہر خیال شائع ہوتا تھا۔ جنگ اخبار میں شوکت تھانوی کا کالم وغیرہ وغیرہ اور پہاڑ تلے شائع ہوتے تھے۔ روزنامہ امروز میں 1952ء میں ندیم احمد قاسمی نے پنج دریا کے قلمی نام سے حرف وحکایات کے فکاہی کالم کو لکھنا شروع کیا۔ احمد ندیم قاسمی امروز سے علیحدہ ہونے کے بعد ہلال پاکستان میں موج درموج کے مستقل عنوان کے تحت کالم لکھنے لگے۔ 1964ء میں روزنامہ جنگ میں احمد ندیم قاسمی مستقل عنوان لاہور لاہور ہے کالم لکھنے لگے۔ لاہور لاہور ہیں میں سادہ پیرائے میں سیاسی اور سماجی موضوعات پر اظہار خیال کیا جاتا تھا۔ 1972ء میں دوبارہ امروز سے حروف وحکایت کا کالم لکھنا شروع کیا۔ 1961ء میں کوہستان میں احسان بی اے میری ڈائری کے عنوان سے کالم لکھتے رہے۔ 1959ء میں حافظ مظہرالدین کا اسلامی کالم نشان راہ شروع ہوا۔ اس کالم کو دینی حلقوں میں بہت پذیرائی ملی اور اس کالم کے پڑھنے والوں میں اضافہ ہوتا گیا۔

1964ء میں روزنامہ کوہستان میں ایم ارشد ''جائزہ'' کے مستقل عنوان کے تحت اسلامی کالم لکھتے رہے۔ یہ کالم بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس میں عالم اسلام کے حالات و واقعات پر روزانہ تبصرہ کیا جاتا تھا۔ 1965ء میں روزنامہ جنگ کراچی میں فکاہی کالم تلخ وشیریں انعام درانی لکھتے رہے۔ جنگ کراچی میں ہی ابن انشاء کا کالم دخل درمعقولات بھی بہت مقبول ہوا۔ پیر محمد راشدی نے اپنا علیحدہ کالم مشرق ومغرب کے عنوان سے جاری کیا۔ اس میں بین الاقوامی حالات اور مسائل کا تجزیہ کیا جاتا تھا۔ لاہور سے روزنامہ مشرق جاری ہوا تو اس میں ارشاد احمد خاں کے فکاہی کالم آج کی باتیں جاری ہوا شروع ہوا یہ کالم بہت مقبول ہوا۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے واقعات عالم کے عنوان سے کالم شروع کیا جس میں بین الاقوامی حالات اور مسائل کا تجزیہ کیا جاتا تھا۔(27)

عالمگریت کے عہد میں پرنٹ میڈیا کی بقاء اور کالم نویسی کی اہمیت

عالمگریت Globalization کی راہ میں سب سے اہم کردار speech نے ادا کیا ہے۔ اس کی بدولت ہی آج گلوبلائزیشن کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب speech کی وجہ سے اسے oral communication کا نام دیا گیا ہے۔ انسان نے جہاں ہزاروں برسوں کا سفر طے کیا ہے اس کی زندگی میں، رہن سہن میں اور ثقافت میں بہت سے تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں مگر ایک چیز یکساں طور پر قائم ہے وہ ہے speech۔ Speech دو ہزار سو برسوں سے اپنی خدمات انجام دے رہی ہے۔ اسی طرح script یعنی طریقہ لکھائی سات سو برسوں سے اور ڈیجیٹل ٹیکنالوجی پچاس برسوں سے گلوبلائزیشن میں اثر پذیر ہو رہے ہیں۔ پرنٹنگ پریس کی ایجاد کے بعد انفارمیشن کا ایک انقلاب برپا ہو گیا تھا اور زیادہ سے زیادہ معلومات آسانی سے اور سستے طریقے سے لوگوں تک پہنچائی جا رہی تھی، اس سے پہلے معلومات حاصل کرنا انتہائی مہنگا اور مشکل ترین طریقہ ہوتا تھا۔ پرنٹنگ کی بدولت پمفلٹ، اخبارات، اشتہارات، کتابوں اور دیگر لٹریچرز کی تیاری میں بہت آسانیاں پیدا ہو گئیں اور پرنٹنگ پریس اپنا اثر قائم کرتا گیا۔ پرنٹنگ پریس کے بعد ٹیلی گراف اور ریڈیو نے اپنی سروس کے ذریعے معلومات کو جلد از جلد عوام تک پہنچا کر ایک نیا انقلاب برپا کر دیا اور اسی طرح آہستہ آہستہ ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ نے پرنٹنگ پریس کو بہت پیچھے چھوڑ دیا اور اب سوشل اور اکنامک کی تبدیلی کی بدولت ایک ملک سے دوسرے ملک تک معلومات، ثقافت کی تبدیلی اور دیگر معاملات تک رسائی انتہائی عام ہو گئی ہے۔(28)

عالمگیریت آج کل بہت اہمیت اختیار کر گئی ہے۔معاشی صورتحال میں اس کی اثر پذیری بہت معنی رکھتی ہے۔ میڈیا اور ابلاغی ادارے عالمگیریت کی اثر پذیری میں سب سے اہم عنصر سمجھے جاتے ہیں۔ٹیلی کمیونکیشن کے دور میں عالمگیریت کی ترقی گزشتہ دو دہائیوں سے جمود کا شکار تھی۔ثقافت اور انٹرنیٹ کی بدولت معاشرتی اقدار بھی تبدیل ہوئی ہیں۔طاقتور ایجنٹ کے طور پر میڈیا اپنا کردار ادا کرتا ہے۔میڈیا کمرشلائز ہو چکا ہے اور تعلیم اور ترقی کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کی ترقی کا سبب بنتا ہے۔گزشتہ پندرہ برسوں میں کئی تاریخی' معاشی اور سیاسی تبدیلی کے ساتھ ساتھ عالمگیریت کا میڈیا بھی تبدیل ہوا ہے۔ عالمگیریت سول سوسائٹی پر غیر یقینی اثرات مرتب کر چکی ہے۔اس سول سوسائٹی میں این جی اوز' ٹریڈ یونین اور آرگنائزیشن وغیرہ شامل ہیں اور مقامی آرگنائزیشن بھی عالمگیریت کا سامنا کر رہی ہیں۔عام طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عالمگیریت کا مطلب ایک باؤنڈری سے معلومات کا بہاؤ دوسری نیشنل باؤنڈری تک رسائی ہے۔

گزشتہ ایک سو برس یہ بات بھی عیاں کرتے ہیں کہ انسانی ذہن کو جس طرح انسانی فلاح کے لیے استعمال کیا گیا اس سے پہلے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔عالمگیریت نے ہر خطہ کو یہ موقع فراہم کیا۔دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ ٹیکنالوجی میں آگے بڑھنے کے مواقع بلا تفریق ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر امریکا، روس، چین اور جاپان جیسے مختلف نظریات کے حامل ممالک اور کوریا' سنگاپور اور تائیوان جیسے چھوٹے ممالک اس میں ایک ساتھ کیسے حصہ دار ہوتے۔دوسری جانب دیکھا جائے تو اسی ٹیکنالوجی کی ترقی نے ایسے ایسے ہتھیاروں کو عام کر دیا کہ چھوٹے چھوٹے گروپس بھی انسانیت کے لیے عذاب بن گئے ہیں۔ دہشت گردی ایک جنگ عظیم کی شکل اختیار کر چکی ہے جس سے ہر ملک متاثر ہو رہا ہے۔ہر ناراض' محروم اور نظریاتی کے پاس خوفناک ہتھیار ہیں جسے آزادی سے استعمال کیا جاتا ہے۔ان تمام سیاسی تبدیلیوں کے باوجود دیکھنا ہے کہ آج دنیا سیاسی طور پر ایک زیادہ محفوظ جگہ ہے یا نہیں اور جمہوری انداز زیادہ بہتر رہا ہے یا مارشل لاء نے بہتر انداز میں عالمگیریت میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

عالمگیریت کے عہد میں جہاں معلومات عام آدمی کی رسائی تک انتہائی آسان ہو چکی ہے اور عالمی منظر نامہ اس کے سامنے ہوتا ہے اور دنیا میں رونما ہونے والا کوئی بھی واقعہ سے عام قاری اب غافل نہیں ہوتا اور لحہ لحہ کی خبر اور معلومات سے آگاہی ہوتی ہے ایسے میں پرنٹ میڈیا اپنی بقاء کی جنگ کے لیے ضروری ہے۔اخبارات اپنے قارئین کو ایسا مواد پیش کریں جس سے ان کی کسی معاملے پر رہنمائی ہو سکے اور قاری اپنی پسند کے مطابق اخبار کا مطالعہ کر سکے۔آج کل خبریں تو تمام ٹیلی ویژن اور دیگر میڈیا پر فوری نشر ہو جاتی ہیں مگر اپنی اہمیت برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ نامور کالم نگاروں کے ذریعے ایسے کالم لکھوائے جائیں جس سے قاری کی ذوق کی تسکین ہو سکے اور دیگر معاملات میں کالم نویس کے تجربے کی بدولت وہ ہر اُس چیز سے متعلق جان سکیں جن کی ایک ریاست کو ضرورت ہوتی ہے۔لہٰذا آج کے دور میں کسی اخبار یا پرنٹنگ پریس کی بقاء کالم نویسی کی بدولت ہی ممکن ہے۔

کالم نویسی کی ابتداء اگرچہ پاکستان کے وجود میں آنے سے قبل ہو چکی تھی اور کالم باقاعدہ طور پر لکھے جا رہے تھے مگر آزادی کے بعد سے اب تک کالم نے ایک مستقل اور خصوصی اہمیت حاصل کر لی ہے اور اُردو اخبارات نے پاکستان میں بڑے بڑے کالم نگاروں کو متعارف کرا لیا ہے جنہیں اب خصوصی اہمیت حاصل ہے اور یہ کالم نگار اپنے کالموں کے ذریعے رائے عامہ آسانی سے قائم کرتے ہیں اور قارئین کو کسی ایک نقطہ پر سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

کالم نویسی بطور صنف صحافت

اخباری اصطلاح میں کالم سے مراد صحافت کی وہ صنف ہے جو اخبار میں کسی مخصوص جگہ پر کالم نویس کے نام کے

ساتھ مستقل عنوان کے تحت دی جائے ۔ ہر اخبار میں خبریں شائع ہوتی ہیں' اداریے شائع ہوتے ہیں ان میں اعلانات' پیغامات اور تفریح فراہم کی جاتی ہے اور سائنسی اور پس منظری مواد دیا جاتا ہے ۔ اسی طرح کالم میں بھی شخصی رائے کو تفصیلات کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے ۔ لہٰذا اخبارات میں مستقل عنوانات کے ساتھ کالم لکھا جاتا ہے جس میں اظہار خیال بھی کیا جاتا ہے اور قارئین کو معلومات تفصیلات اور تجزیہ کے ساتھ بتائی جاتی ہیں ۔ کالم کے ذریعے سیاسی' سماجی' مذہبی اور معاشی ہر طرح کے مسائل کو پیش کیا جاتا ہے ۔ کالم نویسی میں جہاں تنقید اور اہم سنجیدہ موضوعات پر قلم اٹھایا جاتا ہے وہیں طنز و مزاح کا انداز بھی اختیار کیا جاتا ہے ۔ کالم صحافت کی اہم صنف ہے جس میں قاری کی ضرورت کے تحت مزاحیہ و سنجیدہ موضوعات پر اظہار خیال کیا جاتا ہے اور ان موضوعات سے متعلق قارئین کو اطلاعات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تحقیق کر کے اس کے پس منظر کو واضح کرتے ہوئے حقائق کا نقشہ بھی پیش کیا جاتا ہے تا کہ قاری اپنی رائے قائم کر سکے ۔ کالم کی تحریروں کے ذریعے معاشرتی اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے ۔ صحت و صفائی' بدعنوانی' رشوت خوری' اسمگلنگ' ملاوٹ' سیاسی پارٹیوں کے منافقانہ رویوں اور سیاسی معاملات کو زیر بحث لایا جاتا ہے ۔ اس طرح کالموں کے مطالعہ سے عام آدمی سماجی مسائل سے باخبر بھی رہتا ہے اور سنجیدہ مسائل سے آگاہ ہوتا ہے ۔(29)

اخباری اصطلاح میں کالم ایک خاص طرز تحریر کے طور پر استعمال ہوتا ہے ۔ صحافت کی تاریخ میں کالم نویسی کا رجحان بہت بعد میں آیا ۔ کالم نویسی نے شخصی صحافت کے خاتمے کے بعد ایک دوسرے روپ میں جنم لیا ہے ۔ کالم نویسی کے ذریعے دوسروں کے احساسات' جذبات و معاشرے کے دوسرے پہلوؤں کی عکاسی کی جاتی ہے ۔ اس لیے عام طور پر کالم ایسے لوگ لکھتے ہیں جنہیں وسیع علم' تجربہ' بصیرت اور فکر و نظر ہو جنہیں حالات اور واقعات کو بیان کرنے کا فن حاصل ہو ۔ اگر کالم میں انفرادیت نہ ہو تو اسے کالم نہیں کہا جا سکتا ۔(30)

صحافتی دنیا میں کالم ترغیبی مواد کے تحت آتا ہے اور یہ صحافتی صنف قارئین کے خیالات ، احساسات اور ردعمل کو پیش کرتی ہے ۔ عام طور پر کالم اخبار کے ادارتی صفحہ پر جگہ پاتے ہیں ۔ آج کی رواں دواں زندگی میں جو ہر لمحہ تیز و تر ہوتی جا رہی ہے اور نئے نئے مسئلے پیدا ہو رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں خبروں کے حجم اور تنوع میں اضافہ ہوا ہے عام آدمی خود نئی نئی معلومات اور اخباروں کی مہیا کردہ اطلاعات اور خبروں کے سیلاب میں ڈوبتا ہوا پاتا ہے ۔ اسے یہ سب کچھ سمجھنے کی ضرورت ہے اور یہ مدد کالم فراہم کرتے ہیں ۔ اب کالم موضوع کے اعتبار سے وسیع ہو گیا ہے ۔ کالم صرف سماجی موضوعات پر ہی نہیں بلکہ ہر سیاسی' معاشی' طبی' کھیل کود اور فلم جیسے موضوعات پر بھی لکھے جا رہے ہیں اور قارئین کو آگاہی فراہم کر رہے ہیں ۔ اُردو صحافت میں اخبارات میں ایڈیٹر کے علاوہ دیگر اہل قلمکاروں کی تحریریں شائع ہوتی تھیں نہ تو ان میں باقاعدگی تھی اور نہ مستقل عنوانات تھے ۔ صحافت کی تمام اصناف اور اسلوب خبری نگاری کے رویے میں یکجا اور آپس میں گڈ مڈ ملتے تھے ۔ مدیر اور نامہ نگار کی رپورٹ خبر کا حصہ معلوم ہوتی تھی ۔ جب خبر کو واقعاتی حقائق تک محدود کیا گیا تو کالم نویسی کے علاوہ بہت سی اصناف صحافت منظر عام پر آئیں ان میں ایک کالم بھی تھا ۔ آج کالم نویسی ایک فن بن گئی ہے ۔ کالم نگار بحیثیت کالم نگار حالات و واقعات زندگی اور معاشرے کے مختلف پہلوؤں اور اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربے کے حوالے سے قارئین کو معلومات فراہم کرتا ہے ۔ کالم نگار چونکہ اپنے تجربے کی بنیاد پر حاصل کردہ معلومات کا تجزیہ کرتا ہے اور اپنے ذرائع اور اطلاعات کے مطابق قاری کو وہ تجزیہ پیش کرتا ہے جو کالم نگار کی رائے کے مطابق حقائق اور سچائی پر مبنی ہوتا ہے اور اس تجزیہ کو شائع ہونے والی خبروں سے عام طور پر ہٹ کر پیش کیا جاتا ہے تا کہ قاری اپنی رائے قائم کر سکے اور حقائق سے آگاہ ہو سکے ۔(31)

ایک کالم خبر اور فیچر سے کس طرح مختلف ہوتا ہے یہ سوال بہت اہم ہے کیونکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب اخبارات میں خبروں اور فیچر کے ذریعے سے تمام اطلاعات اور معلومات فراہم کر دی جاتی ہیں تو پھر کالم نویس کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے ؟ کالم نویس کی تحریر اور رپورٹر کی خبر میں ایک بہت اہم فرق ہے کہ رپورٹر کسی واقعہ کی اطلاع دیتا ہے جبکہ کالم نویس اس واقع کی

تشریح اور توجیہہ کرتا ہے۔ رپورٹر کی تحریر میں لازم ہے کہ اس میں رپورٹر کی رائے شامل نہ ہو جبکہ کالم نویس کو یہ آزادی حاصل ہے کہ کسی بھی واقعہ پر تحریر کی تشریح اپنی سوچ اور نقطہ نظر سے کرسکتا ہے۔(32) لہٰذا اس سے یہ بات واضح ہے کہ کالم نویس فیچر اور خبروں سے ہٹ کر اپنی رائے پیش کرتا ہے جو اُس کالم نویس کے تجربے اور معلومات کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ خبروں میں پیش کیا جانے والا مواد انتہائی کم نوعیت کا ہوتا ہے اور اکثر قاری خبروں کے ذریعے فراہم کردہ حقائق سے مطمئن نہیں ہوتا لہٰذا قاری کو مطمئن کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کالم نویس اپنی رائے کا اظہار کرے۔

کالم نویسوں نے معاشرے میں آنے والے ایسے روزمرہ کے واقعات کو پیش کرنے کا طریقہ اپنایا جو عام آدمی کی نظر سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ کالموں میں حقائق کے ساتھ ساتھ جذبات اور انسانی ہمدردی کے جذبات کا احساس بھی پایا جاتا ہے۔ انہی کالموں کی وجہ سے معاشرے میں ہونے والی بعض ایسی تقریبات کو کالم نویس اپنے نقطہ نظر سے بیان کرتا ہے جن کے بارے میں خبر چھپ چکی ہوتی ہے مگر خبریت کے لحاظ سے بہت اہم نہیں ہوتی۔ تاہم یہ تقریبات کالم نویس کے لیے ایک اچھا میدان مہیا کرتی ہیں جن سے کالم نویس مختلف تنظیموں یا افراد کے رجحانات اور سوچ پر اظہار خیال کرتا ہے۔ کالم نویس رائے عامہ ہموار کرنے کا کام کرتے ہیں۔ آج کل پاکستان کے تمام اخبارات میں کالم ایک مقبول صنف کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور ہر اخبار میں ایک سے زائد کالم نویس مستقل طور پر کام کر رہے ہیں۔(33)

کالم نویسی صحافت کی ایک اہم صفت ہے جس میں کالم نگار اہم معاشی، سماجی، سیاسی یا بین الاقوامی مسائل پر اپنے ذاتی خیالات و احساسات پر مبنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ کالموں کے ذریعے عوام میں سیاسی اور سماجی شعور بیدار کیا جاتا ہے۔ کالم ایک آرٹیکل یا مختصر مضمون ہے جو مستقل عنوان کے تحت شائع ہوتا ہے۔ یہ کالم نویس پر منحصر ہے کہ وہ اپنے کالم میں تفریح فراہم کرتا ہے، ایجوکیشن فراہم کرتا ہے یا اطلاع فراہم کرتا ہے۔ کالم نویس کی شخصیت اور شہرت اس کے اٹھائے گئے نقطہ کی اہمیت میں اضافہ کر دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کالم عام طور پر کالم نویس کے نام کے ساتھ شائع کیے جاتے ہیں۔(34)

کالم نویس معاشرے کا نبض شناس ہوتا ہے۔ وہ اپنی قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت معاشرہ کی بہتر انداز میں اصلاح کرتا ہے۔ کالم نگار اپنی تحریروں کے ذریعے رائے عامہ پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ کالم نگار مستقبل کی پیش گوئی کرتا ہے۔ کالم نگار اپنے کالموں میں عوامی مسائل کو زیر بحث لاتا ہے۔ کسی حکومتی یا عدالتی فیصلہ کے خلاف یا حق میں پائی جانے والی رائے عامہ کو اپنے تجربے اور مشاہدے کی بناء پر اپنے کالموں میں جگہ دیتا ہے۔ اس طرح رائے عامہ کی ترجمانی کے فرائض انجام دیتا ہے۔(35)

کالم ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والی ایسی تحریر ہے کہ جس میں تجزیہ، تبصرہ اور وضاحت پیش کی جاتی ہے۔ کالم نویسی قاری کو اخبار کی ریڈر شپ بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور قاری کو اخبار پڑھنے کے لیے مجبور کرتی ہے۔(36)

کالم کی ہر دور میں اہمیت رہی ہے۔ کالم قارئین اور اخبار کے مابین رابطے کا ایک ذریعہ ہے، اس کے ذریعے قارئین کو تفریح اور ذہنی آسودگی ملتی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اداریہ جیسی خشک تحریر کے بعد کالم پڑھنے سے سکون ملتا ہے کیونکہ کالم اگر سنجیدہ بھی ہو تو اس کے لئے شگفتگی لازمی ہے۔ انگریزی اخبارات میں کالم نویس کو اخبار کی جان تسلیم کیا جاتا ہے۔(37)

تفتیشی صحافت یا کالم نگاری وہ ہے جس میں صحافی سیاسی بدعنوانی، اہم جرائم، اداروں میں بدعنوانی، بدانتظامی و دیگر جرائم وغیرہ کی اطلاع قارئین تک پہنچاتا ہے۔ پروفیسر ایسٹو وائین برگ کا کہنا ہے کہ تفتیشی رپورٹنگ یا کالم نگاری صحافی کی اپنی دلچسپی اور کام سے سچا لگاؤ پر منحصر ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جو جرم ہوا یا واقعہ ہوا اس کی تہہ تک جا کر جو بھی معلومات حاصل ہو سکیں

وہ خبر یا کالم کے ذریعے قاری تک پہنچا دوں۔(38)

مختلف معاملات میں بہت سے ایسے کیس ہوتے ہیں جو حکومت سے، نجی اداروں یا سرکاری اداروں سے یا کسی اہم فرد سے متعلق ہوتے ہیں جو واقعہ کو چھپانے کی سعی کرتے ہیں کیونکہ یہ معاملات دوسروں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔اگر کوئی صحافی اس واقعہ کی چھان بین کر کے حقائق عوام کے سامنے لے آتا ہے تو یہ تفتیشی رپورٹ/کالم کہلائے گا۔(39)

اخبار میں کالم کی اصطلاح ایک خاص اور مخصوص صنف تحریر کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے اور اس تحریر کو لکھنے والے کو کالم نگار کہتے ہیں۔صحافت میں کالم کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ اس کے بغیر کوئی اخبار مکمل نہیں ہو سکتا۔ایسے حالات میں جب خبروں پر سنسر شپ ہو تو کالم نویس اپنے خاص اسلوب اور علامتی طرز تحریر کے ذریعے حالات و واقعات کی صحیح تصویر قارئین تک پہنچاتے ہیں۔زندگی اور معاشرے کے ہر پہلو کو کالم کا موضوع بنایا جا سکتا ہے۔سیاست' معیشت' معاشرت' تعلیم 'اقتصادیات' نفسیات' سائنس' طبعیات' تاریخ' اسپورٹس غرض ہر موضوع پر کالم لکھا جا رہا ہے۔ لہٰذا صحافت کا کام بھی ایک قاری تک اطلاعات پہنچانا ہے اور کالم بھی قاری تک اطلاعات پہنچاتے ہیں، لہٰذا کالم صحافت کی ایک اہم صنف ہے۔لہٰذا یہ کہنا مشکل نہ ہو گا کہ رائے عامہ کی تشکیل میں کالم اہم کردار ادا کرتے ہیں اور کالم نویسی کی بدولت رائے عامہ کی تشکیل کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔

رائے عامہ کی تعریف

رائے عامہ کی اصطلاح دو الفاظ کا مرکب ہے۔رائے عامہ Public Opinion جس سے مراد ایسا عمل ہے جس کے ذریعے بہت سے افراد یعنی عوام کسی معاملہ یا معاملات کے بارے میں اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں اور ان پر اپنے احساسات اور جذبات کا اظہار کرتے ہیں یہ ایک اجتماعی عمل ہے۔

"Public opinion is one of the most frequently evoked terms. At the most basic level, public opinion represents people's collective preferences on matters related to government and politics.''(40)

مہدی حسن اپنی کتاب ابلاغ عامہ میں رائے عامہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں''رائے عامہ سے مراد عوام الناس کا وہ رویہ ہے جو مختلف مسائل کے بارے میں عوام الناس اختیار کرتے ہیں۔'' رائے عامہ کی بنیاد بحث و تمحیص اور مختلف نظریات کے باہمی تبادلے پر ہوتی ہے اس لیے کوئی مسئلہ جتنا زیادہ موضوع بحث ہو گا اس پر رائے عامہ اتنی ہی بہتر اور مضبوط ہو گی۔کسی بھی معاشرے میں اخبارات بحث و مباحثہ میں اپنا بہترین کردار ادا کرتے ہیں اور ان اخبارات میں شائع ہونے والے کالم رائے عامہ کی تشکیل اور رائے عامہ پر اثر انداز ہونے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں-دنیا میں آج رائے عامہ کی جو اہمیت ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ہر ملک اور ہر حکومت کو اپنے ملک کے علاوہ عالمی رائے عامہ کا احترام بھی ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔رائے عامہ کی اہمیت دنیا میں جمہوری معاشرے کی تشکیل اور جمہوری نظریات کے فروغ کے ساتھ بڑھی ہے۔رائے عامہ کی تشکیل کے لیے عوام کے مختلف طبقوں اور گروہوں کا ایک دوسرے کے نظریات سے آگاہ ہونا ضروری ہے، اس لیے جب بھی دلائل اور جوابی دلائل دیئے جائیں گے اور اس سلسلے میں کالم نگار بہترین کام کرتے ہیں اور رائے عامہ کی تشکیل دیتے ہیں۔(41) قائداعظم محمد علی جناح کے مطابق''صحافت ایک بہت بڑی قوت ہے جو فائدہ بھی پہنچا سکتی ہے اور نقصان بھی اگر

یہ ٹھیک ہوتو رائے عامہ کی رہنمائی بھی کرسکتی ہے۔''انیسویں صدی میں رائے عامہ کی تشکیل اخباروں کے اداریوں' کالموں اور مضامین سے ہوتی تھی۔(42) اداریہ کسی بھی اخبار یا رسالے کی پالیسی اورنظریات کا عکس ہوتا ہے جس میں دن کے اہم واقعات کا جائزہ قارئین کی علمی رہنمائی تعلیم وتربیت رائے عامہ کی تشکیل شامل ہے۔ادارتی صفحہ اخبار کی روح اوراس کی شخصیت کا مظہر ہوتا ہے اوراس کا اصل کام رائے عامہ کی تشکیل اورعوام کی صحیح رہنمائی کرنا ہے۔(43) اس میں شک نہیں کہ موجودہ زمانہ رائے عامہ کی تشکیل کا فرض اخبارات اور پریس سے متعلق ہے لیکن حالات میں بڑی تبدیلی آگئی ہے۔تعلیم کی توسیع نے لوگوں کے دماغ روشن کردیئے ہیں اوران میں شعور پیدا ہوگیا ہے۔کوئی کالم نگار آسانی سے کسی خیال' نظریہ اور آزادی کی حمایت میں انہیں اب آسانی سے ہموار نہیں کرسکتا۔جب تک استدلال سے کام نہ لیا جائے ان کے جذبات سے نہیں کھیلا جاسکتا۔علاوہ ازیں رائے عامہ کی تشکیل بڑا مشکل کام ہے۔جب قاری کے دل میں کالم نگاروں کی عزت وعظمت قائم نہ ہووہ اپنے پڑھنے والوں کی رائے کو متاثر نہیں کرسکتا اس لیے ضروری ہے کہ کالم نگار صحافتی فرائض کا احساس کرتا ہواور اہل وطن کے خیالات اوراحساسات کی بھی ترجمانی کرتا ہو۔(44) لارڈ برائس نے رائے عامہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رائے عامہ اجتماعی اورمشترک مسائل کے بارے میں افراد کی عمومی رائے کا نام ہے تاکہ اجتماعی مفادات کا تحفظ کیا جاسکے۔اس میں ہرقسم کے خیالات' عقائداورتصورات موجود ہوتے ہیں۔شروع شروع میں یہ مبہم ہوتی تھی مگر وقت کے ساتھ ساتھ زیادہ واضح ہوتی چلی گئی۔سلٹاؤ نے رائے عامہ کی تعریف کچھ یوں کی ہے کہ رائے عامہ عین وہ چیز نہیں جو کچھ لوگ سوچتے ہیں اورنہ ہی ان کی سوچ کا وہ پہلو ہے جس کا وہ محفل میں ذکر کرتے ہیں، یہ تو وہ چیز ہے جو وہ عملی طور پر موثر بنانا چاہتے ہیں۔دراصل رائے عامہ اجتماعی سوچ کے زوایئے کا نام ہے۔کسی بھی مسئلے کے بارے میں عوام کی اجتماعی سوچ وفکر کا نام رائے عامہ ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ کسی بھی مسئلے پر تمام افراد کی ایک ہی سوچ ہو، یہ سوچ مختلف بھی ہوسکتی ہے۔رائے عامہ محض ایک فرد کی سوچ نہیں ہوتی بلکہ پوری عوام کی سوچ کا نام رائے عامہ ہے،البتہ عوام کی اس سوچ میں فرق ضرور ہوسکتا ہے۔رائے عامہ بنیادی طور پر قومی استحکام کے لیے ایک مطلوب دباؤ اور چیک ہے جسے حکمرانوں اورریاستی اداروں کو نظرانداز کرنا مشکل ہوتا ہے۔رائے عامہ ان لوگوں کی رائے کو کہیں گے جو معاشرتی علوم اورفلسفہ سے واقف ہوں اورجن کی گفتگو مدلل اورمعقولیت کی حامل ہواور لوگ ان کی رائے کو اہمیت دیتے ہوں۔رائے عامہ کی تعریفوں کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ رائے عامہ وہ واضح منطقی رائے ہے جو معاشرے کے معقول افراد نے اپنے اجتماعی معاملات کو طے کرنے کے لیے قائم کی ہو۔رائے عامہ کی تشکیل میں کالم نگاروں کا بڑا عمل دخل ہے۔کالم نگاروں کی بدولت حکومتیں اورادارے عوامی رائے سے آگاہ ہوتے ہیں پھراس رویے کی روشنی میں آئندہ کا رلائحہ عمل مرتب کرتے ہیں۔چنانچہ ہرنئی پالیسی پر عوامی ردعمل یا رائے عامہ کے بارے میں کالم نگاروں سے مشورہ لینا مفید سمجھا جاتا ہے۔کالم نویس عوام اورحکومت کے درمیان بہتر افہام وتفہیم کی فضاء پیدا کرتا ہے۔

کالم نویسی کسی بھی اخبار میں قارئین کو مناسب تجزیہ اورمشاہدات کے ساتھ پہنچائی جانے والی اطلاعات کا اہم ذریعہ ہے۔اس کا حلقہ اثر وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت میں بھی اضافہ ہو چکا ہے۔ایک وہ وقت تھا جب صرف ایک مخصوص طبقہ ہی کالم سے مستفید ہوتا تھا۔کالم لوگوں کو مطلع کرتا ہے کہ ان کے اردگرد کیا ماحول ہے اور دنیا میں کیا ہورہا ہے۔حالات حاضرہ کے متعلق عوام کی رہنمائی کرتا ہے اور کالم نویسی صحافت کی ایک اہم صنف ہے۔ رائے عامہ کی تشکیل اور استحکام میں کالم نگاروں کی تحریر کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔سماجی برائیوں کو ختم کرنے اور معلومات لوگوں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ہرقوم اورمعاشرے کی اپنی تہذیب وثقافت ہوتی ہے۔اس تہذیب کا تحفظ اور پرچار کالم نگار کی ذمہ داری ہے اور کالم نگار یہ خوبی بہت اچھے سے انجام دیتے ہیں،سماجی برائیوں اورحکومت کے انتظام وانصرام پر تنقید کرکے کالم نگار حکومتی احتساب کا وسیلہ بھی بن جاتے ہیں اوراس کا فائدہ عوام کو پہنچتا ہے۔عوام کو ان کے آئینی حقوق سے روشناس کرانا اوراس کے مطابق ایسے حقوق کے لیے آواز بلند کرنا صحافتی ذمہ داریوں میں شامل ہے اور کالم نگار یہ ذمہ داری خوب نبھاتے ہیں۔

رائے عامہ کی تشکیل میں کالم نویسوں کا کردار

رائے عامہ کی تشکیل اور استحکام میں کالم کے کردار کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ سنجیدہ قارئین کسی ایک کالم نویس سے منسلک ہوجاتے ہیں اور پھر وہ کالم نویس ان کے رہنما کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ کالم میں لکھے ہوئے ہر لفظ کی صداقت پر یقین رکھنا ہر معاملے کو پسندیدہ کالم نویس کی نگاہ سے دیکھنے کی روایت عام ہوجاتی ہے، اپنی اس قوت کو استعمال کرتے ہوئے کالم نویس عوام کے ذہنوں میں سنجیدگی اور مستحکم رائے کو رواج دے سکتے ہیں۔(45)

کالم نویسی صحافت کی ایک اہم صنف ہے جس میں کالم نگار کسی اہم معاشی، سماجی، سیاسی یا بین الاقوامی مسئلہ پر اپنے ذاتی خیالات و احساسات پر مبنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ کالم نویسی درحقیقت شخصی صحافت کا ہی دوسرا روپ ہے جس میں کالم نویس اپنے ذاتی تجربات مشاہدے اور وسیع النظری کے باعث قارئین کی معلومات میں اضافہ کرتا ہے۔ کالم نویسی اپنی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر معاشرے میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔ اس کی مقبولیت کی وجہ سے کالم نویس اپنے قارئین کی رائے سازی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ کالم نگار اپنی وسعت نظر، تیز قوت، مشاہدہ اور وسیع علم کی بدولت معاشرہ کے ان مسائل پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں جو کہ عام آدمی کے خیال سے بہت دور ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ کالم نگار اپنی دلچسپ، منفرد اور عام فہم تحریوں کی بدولت لوگوں میں شعور بنانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ کوئی بھی قوم جس قدر باشعور اور تہذیب یافتہ ہوگی اس قدر تہذیب ترقی کی راہ پر گامزن ہوگی۔ کالم نویس اپنے کالموں کے ذریعے عوام میں سیاسی اور سماجی شعور بیدار کرتا ہے جو کہ انہیں برے اور بھلے کی تمیز سیکھاتا ہے اور لوگ برائی کو چھوڑ کر نیکی کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ کالم نویس معاشرہ کا نبض شناس ہوتا ہے۔ وہ اپنی قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت معاشرے کی بہتر انداز میں اصلاح کرتا ہے۔ کالم نگار اپنی تحریروں سے رائے عامہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ کالم تحریر کرتے وقت مذکورہ واقعہ کے پس منظر و پیش منظر پر نظر ڈالی جاتی ہے اور کالم نگار مستقبل کی پیش گوئی بھی کرتا ہے۔ عام قاری چونکہ اتنا وسیع النظر نہیں ہوتا اور تحقیقی صلاحیت بھی نہیں رکھتا کہ وہ اپنے طور پر واقعہ کی صحیح جانچ پڑتال کر سکے، اس لیے وہ کالم نگار کو اپنا رہنما تسلیم کرتا ہے۔ یوں کالم نگاری اپنی تحریر کے ذریعے رائے عامہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔(46)

کالم نویس رائے عامہ کے رہنما کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ جو رائے عامہ تشکیل دیتے ہیں جو عوامی موضوعات پر بحث کرتے ہیں عام قاری یا عام آدمی کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ سیاسی معاملات کو سمجھے اور کسی حتمی رائے پر پہنچ سکے مگر کالم نویس اپنے تجربے اور معلومات کی بنیاد پر تجزیہ کر کے عام قاری یا عام آدمی کو اپنے کالم کے ذریعے رائے عامہ کی تشکیل میں کردار ادا کرتے ہیں۔ رائے عامہ کی تشکیل میں کالم اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کالم قارئین کو حقائق سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ غور و فکر کا موقع فراہم کرتے ہیں اور انہیں اہم قومی مسائل پر غور و فکر کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ قارئین ان صفحات کو پڑھنے کے بعد اپنے خیالات کو تحریر سے ہم آہنگ کر لیتے ہیں یا پھر رد کر دیتے ہیں، اس طرح عوامی رائے تشکیل پاتی ہے۔(47)

کالم نویسی صحافتی سرگرمیوں کے تمام میدانوں کا احاطہ کرتی ہے۔ معاشرہ، کھیل، تھیٹر، معیشت، کاروبار اور سیاست وغیرہ کالم کی صورت میں قارئین کو سوچنے سمجھنے والے اور ماہر لوگوں کے متنوع خیالات میسر آجاتے ہیں۔ ان کی آراء سے وہ اپنی پسند کی کوئی رائے اور نظریہ اپنا سکتے ہیں اور ان کی روشنی میں اپنی رائے خود بھی تعین کر سکتے ہیں۔ کالم نگار قارئین کے ضمیر کو جھنجوڑنے کا کام بھی کرتے ہیں۔ کالم میں عام طور پر کالم نویس کے ذاتی احساسات اور نظریات ہوتے ہیں، اسی وجہ سے بیشتر کالم لکھنے والوں کے ذاتی تجربات اور محسوسات پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس لیے کالم نویس معاشرے میں پیش آنے والے ایسے روزمرہ کے واقعات کو بیان کرنے کا طریقہ اپناتے ہیں جو عام آدمی کی نظر سے پوشیدہ رہتے ہیں اور اگر عام آدمی اسے دیکھتا ہے تو اسی اتنی شدت سے محسوس نہیں کرتا ہے۔ کالم نویس ان پر اپنا نقطہ نظر بیان کرتا ہے اور ایک رائے تشکیل دیتا ہے۔ قومی بین

الاقوامی مسائل پر کالم لکھ کر قارئین کو قومی اور بین الاقوامی مسائل اور سیاست سے آگاہ کر کے رائے عامہ کو ہموار کرنے کی کام کرتے ہیں۔(48)

پاکستان کے تمام اخبارات میں کالم ایک مقبول صنف کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور ہر اخبار میں ایک سے زائد مستقل کالم نویس باقاعدگی سے کالم لکھ رہے ہیں۔ فکاہی کالموں سے لے کر سنجیدہ' سیاسی معاشرتی اور معاشی مسائل کے بارے میں طویل کالم لکھے جا رہے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کالم اپنے قارئین کے حلقے اہمیت کے حامل ہیں۔(49) کالم نگار اپنی وسعت نظر، تیز قوت، مشاہدہ اور وسیع علم کی بدولت معاشرے کے ان مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں جو کہ عام آدمی کے خیال سے بہت دور ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ کالم نگار اپنی دلچسپ اور منفرد اور عام فہم تحریوں کی بدولت لوگوں کو باشعور بناتے ہیں(50)

یہ کہنا شاید مشکل ہے کہ موجودہ دور کے اخبارات میں کیا نہیں ہوتا۔ دراصل آج کل کے اخبارات میں زندگی کے تمام شعبوں کا ذکر ملتا ہے۔ مختلف اطلاعات اور قابل مطالعہ مواد ہوتے ہیں، تاریخ، حالات حاضرہ، سرکاری اعلانات، عدالتوں کے فیصلے، عوامی رائے، کھیل کود، تفریحات، فیچر، سیاست، تہذیب وتمدن، پیار، محبت، شاعری، پیدائش، موت، تقریبات، جرائم، کارٹون، اشتہارات، مضامین، خبروں کے تجزیہ، قارئین کے خطوط، سماجی، معاشی، سیاسی سرگرمیاں، تعلیم، صحت، ملازمت، طب، سائنس وٹیکنالوجی کے متعلق معلومات، قومی و بین الاقوامی خبریں، ایجادات، انکشافات، موجودہ حالات، دوسروں پر اس کا اثر، قسمت کا حال، فلکیات، ماحولیات، لطیفے، چٹکلے، جلسے، جلوس، کانفرنس، ورکشاپ، طبی کیمپ، میلے، فلم، تجارت، صنعت وحرفت وغیرہ سے اطلاعات معلومات۔ دوسرے لفظوں میں آج کے اخبارات زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہیں۔(51)

کالم عام طور پر عوامی رائے عامہ پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ کالم تحریر کرتے وقت مکمل جائزہ لیا جاتا ہے اور کالم میں مستقبل کی پیش گوئی کی جاتی ہے۔ عام طور پر قارئین تحقیقی صلاحیت نہیں رکھتے وہ واقعہ کی صحیح تحقیق نہیں کر پاتے اس لیے وہ کالم کی تحریر کے ذریعے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور کالم نگار کو اپنا رہنما تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح کالم رائے عامہ کی تشکیل کرتا ہے اور پہلے سے موجود رائے عامہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ امریکی صحافی ڈان مارکوہٹس کہتا ہے کہ کالم میں جو تجاویز' آراء اور خیالات مختلف طریقوں سے پیش کیے جاتے ہیں وہ ادارے کے براہ راست پروپیگنڈا سے زیادہ دلچسپ اور موثر ہوتے ہیں۔ پوری دنیا میں اخبارات کے کالم اور کالم نگار جمہوری معاشروں میں رائے سازی کا سب سے اہم ذریعہ بن چکے ہیں۔ رائے عامہ ریاستی سطح پر پالیسی سازی میں عوامی ضروریات وجذبات واحساسات کو متاثر کرتی ہے۔ کالم نگاروں کے موضوعات کے انتخاب کا مرکز ومحور حالات حاضرہ کے وہ واقعات ہوں جو خبروں کی شکل میں آتے ہیں اور ان پر کالم نگاروں کی رائے زنی اور تجزیوں سے رائے سازی کا عمل شروع ہوتا ہے۔ بلاشبہ تحریک قیام پاکستان سے لے کر جمہوریت کے تحفظ' استحکام ریاست اور دفاع وطن تک میں پاکستانی میڈیا کی خدمات گراں قدر ہیں۔ پیشہ ورانہ اعتبار سے قومی میڈیا سے وابستہ رائے سازوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خبروں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں سے ایسی خبروں کا انتخاب کریں اور انہیں ترجیح دیں جن پر اہل نظر کی رائے زنی قوم وملک کے لیے شدت سے مطلوب ہوتی ہے۔ یعنی ان پر رائے عامہ کی تشکیل ہونا اور درست سمت میں ہونا اہم ترین قومی ضرورت ہے کہ حکومتی پالیسیوں اور فیصلوں کی درست تشکیل اور اس پر مطلوب عملدرآمد سے ہی ہوسکتا ہے۔ کالم نگاروں کے کالم کے ذریعے رائے سازی کے عمل کا آغاز اور درست سمت میں تشکیل کا عمل بہت حساس ہے۔ کالم نویس رائے عامہ بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تمام اخبارات اہم قومی اور بین الاقوامی مسائل کو موضوع بحث بنا کر

دلائل کے ساتھ اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔ ہر کالم نویس کا نقطہ نظر اس کی اپنی پالیسی اور نظریات سے ہم آہنگ ہوتا ہے، چناچہ ہر کالم نویس کی کوشش ہوتی ہے کہ اہم مسائل پر مضبوط دلائل کے ساتھ اپنا نقطہ نظر پیش کر کے قارئین کو اپنا ہمنوا بنائے اور رائے عامہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرے۔ کالم نگار رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے مخصوص مواد کو نمایاں کر کے شائع کرتے ہیں تا کہ قارئین کو متوجہ اور متاثر کیا جا سکے۔ عموماً پڑھے لکھے افراد کالم پڑھتے ہیں، لہٰذا وہ کالم پڑھنے کے بعد اپنی رائے تشکیل دیتے ہیں اور پھر اس رائے کو مزید آگے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرح اپنی فکر کا راستہ متعین کرتے ہیں اور اس طرح رائے عامہ کی تشکیل ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہمارا میڈیا تیزی سے فروغ پا رہا ہے۔ ریاستی اداروں کے جملہ امراض اور خامیوں کو دور کرنے میں یہ اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ مگر ابھی بھی ہم رائے سازی کے سب سے بڑے ذریعے میڈیا کا رائے سازی اور رائے عامہ کی تشکیل میں صحیح استعمال نہیں کر رہے ہیں۔ ہماری قومی رائے سازی کے لیے کالم نگار جو موضوعات کا چناؤ کرتے ہیں کیا وہ اہمیت کے حامل ہیں، کہیں ایسا تو نہیں ہمارے ادارتی صفحات ایسے موضوعات سے بالکل خالی پڑے ہوں جن کی قومی اہمیت ہو؟ حالات حاضرہ کے موضوعات پر اہل نظر کی رائے سازی شدت سے مطلوب ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ ان موضوعات پر رائے سازی کا عمل تیز ہو اور رائے کی تشکیل کے لیے رہنمائی بھی ملے۔

اپنا نقطہ نظر دیگر تک پہنچانے کے لیے کالم نویس اخبارات میں اپنے نظریات کا پرچار کرتے ہیں۔ کالم نویس قارئین کو ایک خاص نقطہ نظر پیش کرتے ہیں کہ اسے ہم مفاد پرستانہ رائے کہہ سکتے ہیں۔ اب قارئین کا فرض ہے کہ وہ ان تحریروں کے لیے جج کے فرائض انجام دیں۔ ان تحریروں کو جانچنے اور پرکھنے کے بعد اسے منظور یا نامنظور کریں۔ اہم قومی اور بین الاقوامی واقعہ پر تجزیہ اور چھان بین کے بعد جب کالم نگار کوئی انقطہ پیش کرتا ہے تو اس کے بعد اس پر کوئی رائے قائم کرتا ہے جسے ہم رائے عامہ کہتے ہیں۔ آج کل کوئی بھی اطلاع اور نظریہ دیگر تک پہنچانے اور اس کے بارے میں اپنا مؤقف واضح کرنے کے لیے کالم اہم کردار ادا کرتے ہیں، اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کے رائے عامہ کی تشکیل میں کالم اہمیت کے حامل ہیں۔ کالم نویسوں کی ذمہ داری رائے عامہ تشکیل کرنا ہوتی ہے۔ کسی بھی اہم مسئلہ پر عوام کو فیصلہ کرنے کے لیے کالم نگار مواد مہیا کرتے ہیں۔ کالم نگار رائے عامہ کی تشکیل کے لیے عوام کے ذہنوں تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

باب دوئم میں محقق ضیاء الحق دور کے واقعات بیان کرتے ہوئے اس دور میں شائع ہونے والے روزنامہ جنگ کے سیاسی کالموں کا تجزیہ پیش کرے گا اور اس دور میں کس نوعیت کے سیاسی کالم لکھے گئے اور ان پر کیا کیا پابندیاں عائد کی گئیں اور ان کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے تجزیہ پیش کیا جائے گا، نیز سیاسی کالموں پر پر روشنی ڈالی جائے گی۔

حوالہ جات

(1)۔ صدف، مشتاق ''اُردو صحافت، زبان، تکنیک وتناظر'' سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ص154

(2)۔ حسن، ڈاکٹر مہدی ''صحافت'' عزیز پبلشرز، لاہور، 2001ء، ص258

(3)۔ حجازی، مسکین ڈاکٹر ''پنجاب میں اُردو صحافت کی تاریخ''، ص339

(4)۔ S.M. Feroz, 1957, Press in Pakistan, National Publication Lahore, P-168

(5)۔ حسن، ڈاکٹر مہدی ''صحافت'' عزیز پبلشرز،۔ لاہور 2001ء، ص202

(6)۔ Hasan Dr. Mehdi, Khurshed Dr. Abdus Salam " Journalism For All "Aziz book Depot , Lahore, 2007. P- 66

(7)۔ حسن، ڈاکٹر مہدی ''صحافت'' عزیز پبلشرز، لاہور، 2001ء، ص202

(8)۔ حجازی، مسکین ڈاکٹر ''پنجاب میں اُردو صحافت کی تاریخ''، ص339

(9)۔ حسن، ڈاکٹر مہدی ''صحافت'' عزیز پبلشرز، لاہور، 2001ء، ص261

(10)۔ حسن، ڈاکٹر مہدی ''صحافت'' عزیز پبلشرز، لاہور، 2001ء، ص260

(11)۔ تہامی، عابد ''جرنلسٹ'' عظیم اکیڈمی پبلشر اینڈ بک سیلرز، لاہور، 2009ء، ص98

(12)۔ فریال رشید، 2001ء، اکابر صحافت، شعبہ ابلاغ عامہ، جامعہ کراچی، ص15، 19

(13)۔ محمد میاں، دانشور، اداریہ نویس، روزنامہ صداقت کراچی، 2006ء، ذاتی انٹرویو، کراچی

(14)۔ حجازی، مسکین ڈاکٹر ''پنجاب میں اُردو صحافت کی تاریخ''، ص339

(15)۔ روزنامہ امن، کراچی

(16)۔ طاہر نجمی، سابق مدیر خبر، روزنامہ امن کراچی 2008ء، ذاتی انٹرویو، کراچی

(17)۔ خانم، شازیہ سلطانہ ''عزیز آسان صحافت'' عزیز بک ڈپو، لاہور 2004ء، ص307

(18) - Hasan Dr. Mehdi, Khurshed Dr. Abdus Salam " Journalism For All "Aziz book Depot , Lahore, 2007. P- 69

(19)۔ خانم، شازیہ سلطانہ ''عزیز آسان صحافت'' عزیز بک ڈپو، لاہور 2004ء، ص309

(20)۔ روزنامہ ایکسپریس، کراچی

(21)۔ خورشید، عبدالسلام ''صحافت پاکستان وہند میں'' مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، لاہور، ص252

(22)۔ خورشید، عبدالسلام ''صحافت پاکستان وہند میں'' مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، لاہور، ص100

(23)۔ خورشید،عبدالسلام ''فن صحافت'' مکتبہ کاررواں،لاہور،ص177

(24)۔ بدر،محمد زاہر سعید ''فیچرز' کالم اور اداریہ''،مکتبہ دانیال،لاہور،ص157

(25)۔ بدر،محمد زاہر سعید ''فیچرز' کالم اور اداریہ''،مکتبہ دانیال،لاہور،ص158

(26)۔ بدر،محمد زاہر سعید ''فیچرز' کالم اور اداریہ''،مکتبہ دانیال،لاہور،ص161

(27)۔ بدر،محمد زاہر سعید ''فیچرز' کالم اور اداریہ''،مکتبہ دانیال،لاہور،ص ص162-167

Lue . Jack, Globalization and Media, Rowman & Little field, Inc.2012 (28) U.K.

(29)۔ خانم،شازیہ سلطانہ ''عزیز آسان صحافت'' عزیز بک ڈپو،لاہور2004ء،ص142-146

(30)۔ محمد یعقوب،پروفیسر،محمد اسلم،پروفیسر،''صحافت''،ص199

(31)۔ علی،صفدر ''صحافت'' عبداللہ برادرز اُردو بازار،لاہور،ص ص204-205

(32)۔ حسن،مہدی ''صحافت''،حامد جمیل پرنٹرز ریٹی گن روڈ،لاہور،ص125

(33)۔ حسن،مہدی ''صحافت''،حامد جمیل پرنٹرز ریٹی گن روڈ،لاہور،ص127-128

(34)۔ خانم،شازیہ سلطانہ ''عزیز آسان صحافت'' عزیز بک ڈپو،لاہور،2004ء،ص169

(35)۔ خانم،شازیہ سلطانہ ''عزیز آسان صحافت'' عزیز بک ڈپو،لاہور،2004ء،ص150

(36)۔ ظریف،محمد،''جدید ابلاغیات''،مکتبہ فریدی اُردو بازار،کراچی،ص119

(37)۔ بدر،محمد زاہر سعید،''فیچر' کالم اور اداریہ''،مکتبہ دانیال لاہور،ص144

StiveWenberg, Reports Handbook, st: Marlin press, 1996(38)

(39)۔ خواجہ عبدالخالق،'' کالم نگاری خصوصیت،اہمیت''،ص207

L. Paletz, David "21st Century American Government and Politics" (40)

(41)۔ حسن،مہدی ''ابلاغ عامہ'' مکتبہ کاررواں،لاہور،ص117

(42)۔ حسن،مہدی،''صحافت'' عزیز پبلشرز،کراچی،ص122

(43)۔ محمد نوید بٹ،پروفیسر،''پاکستان میں ذرائع ابلاغ''،ایور نیو بک پیلس لاہور،ص142

(44)۔ محمد نوید بٹ،پروفیسر،''پاکستان میں ذرائع ابلاغ''،ایور نیو بک پیلس لاہور،ص142

(45)۔ محمد نوید بٹ،پروفیسر،''پاکستان میں ذرائع ابلاغ''،ایور نیو بک پیلس لاہور،ص145

(46)۔ بدر،حمد زاہر سعید،''صحافت سے ابلاغیات تک''،مکتبہ دانیال لاہور،ص372

(47)۔ اقبال،نوید،''دور جدید اور ابلاغ عامہ''،یونیورسل پبلشرز کراچی،ص21

(48)۔ حسن،مہندی،''صحافت''،حامد جمیل پرنٹرز ریٹی گن روڈ،لاہور،ص ص 127-126

(49)۔ حسن،مہندی،''صحافت''،حامد جمیل پرنٹرز ریٹی گن روڈ،لاہور،ص 128

(50)۔ حسن،مہندی،''صحافت''،حامد جمیل پرنٹرز ریٹی گن روڈ،لاہور،ص 149

(51)۔ ڈاکٹر،افضل مصباحی،''اردو صحافت،آزادی کے بعد''،مطبوعہ دہلی،(ایک جائزہ)،ص 18

باب دوئم

جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے منتخب سیاسی کالموں کا تجزیہ

دوسرے باب میں تحریر کیا گیا ہے کہ کالم کس طرح صحافت میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور رائے عامہ کی تشکیل میں کالم نویسی کی کیا اہمیت ہے ۔ رائے عامہ کی تشکیل کالم کی بدولت ممکن ہوتی ہے ۔ محقق نے ضیاء الحق کے دور میں روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے منتخب سیاسی کالموں کا تجزیہ کیا ہے اور اس دور میں رونما ہونے والے واقعات پر تحریر کردہ سیاسی کالموں کو اکٹھا کر کے تجزیہ کیا ہے۔

ضیاء الحق دور کے سیاسی حالات اور صحافت کو درپیش چیلنجز

پاکستان میں جنرل محمد ضیاء الحق نے 1977ء سے 1988ء تک حکومت کی ۔ یہ گیارہ سالہ دور مارشل کی تاریخ کا سب سے بدترین اور طویل دور تھا۔ جنرل محمد ضیاء الحق 1976ء میں چیف آف آرمی اسٹاف تعینات ہوئے۔ ضیاء الحق نے منتخب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کیا تھا اور 1978ء میں صدر کے عہدے پر براجمان ہوئے۔ اگر ہم تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ 1977ء میں منصفانہ انتخابات کرانے کے لیے مطالبہ کیا جارہا تھا مگر ذوالفقار علی بھٹو انتخابات کرانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ پاکستان قومی اتحاد نے جو 9 جماعتوں پر مشتمل سیاسی اتحاد تھا الیکشن 1977ء میں مبینہ دھاندلیوں کے خلاف مہم چلانے کا اعلان کیا اور بھرپور تحریک چلائی۔ بھٹو اکثر کہتا تھا کہ اس سے ملک ٹوٹ سکتا ہے اس لیے وہ ریفرنڈم کرانے کو تیار ہے مگر پی این اے نے اس ریفرنڈم کی پیشکش کو بھی ٹھکرا دیا۔ بھٹو صاحب اس صورتحال میں بھی مذاکرات کو طول دے رہے تھے۔ اس ساری صورتحال پر افواج پاکستان نے پوری نظر رکھی ہوئی تھی۔ فوجی ہائی کمان اور فیلڈ کمانڈروں کی متعدد میٹنگ ہوئیں۔ 5 اور 6 جولائی 1977ء کی درمیانی رات اچانک فوج نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو حراست میں لے لیا۔ ملک میں جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ جب 1977ء میں ضیاء الحق نے مارشل لاء نافذ کیا اور منتخب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا گیا تو ذوالفقار علی بھٹو کی بیگم نصرت بھٹو نے مارشل لاء کو عدالت میں چیلنج کر دیا اور ضیاء الحق کے اقدام کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے جمہوری حکومت کو بحال کرنے اور گرفتار ذوالفقار بھٹو کی رہائی کا مطالبہ کر دیا۔ اس کیس کو 9 ججوں کی بنچ کے سامنے پیش کیا گیا۔ نصرت بھٹو کی جانب سے کہا گیا کہ یہ عمل 1973ء کے دستور

کی خلاف ورزی ہے جو کہ آئین کے تحت ملک سے غداری ہے(1)

1977ء کے انتخابات میں حزب اختلاف کی جماعتوں نے دھاندلیوں کا الزام لگایا تھا۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد جنرل ضیاءالحق نے قوم سے پہلے خطاب میں وعدہ کیا کہ وہ 90دن کے اندر اندر اکتوبر 1977ء میں انتخابات کرائیں گے اور سیاستدانوں کا احتساب بھی کیا جائے گا۔ اس کے بعد 16 ستمبر 1978ء کو جنرل ضیاءالحق نے صدر کے فرائض بھی سنبھال لیے۔(2) ضیاءالحق نے اسلامی نظام کے نفاذ اور احتساب کا نعرہ لگا کر عام انتخابات اسی سال میں کرانے کا اعلان بھی کیا تھا۔ انتخابات کے انعقاد کی تاریخ سے ایک ماہ قبل ان انتخابات کو غیر معینہ مدت ملتوی کر دیا گیا اور سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ سیاسی کارکنوں اور صحافیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور گرفتار کیا گیا اور صحافت پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ جنرل ضیاءالحق نے احتساب کو بنیاد بنا کر انتخابات کو منسوخ کیا اور پیپلز پارٹی کے خلاف احتساب کے نام پر سیاسی انتقام کا عمل تیز کر دیا گیا۔ ٹریڈ یونین اور طلبہ یونین پر پابندیاں عائد کر دی گئیں اور صحافیوں کو سزائیں دی گئیں۔(3) ضیاءالحق نے انتخابات کے التواء کے بعد اپنی تمام تر توجہ اپنے اقتدار کی مضبوطی کی جانب مرکوز کر لی اور اس مقصد کے لیے آئین کا حلیہ بگاڑ دیا گیا۔ مسلم لیگ اور جماعت اسلامی کے رہنماؤں کو ضیاءالحق نے خاص اہمیت دی جو ہر مشکل وقت میں ضیاءالحق کی مدد کے لیے کمربستہ تھے۔(4)

8فروری 1981ء کو دیگر سیاسی جماعتوں کا اتحاد برائے بحالی جمہوریت (Movement for Restoration of Democracy) وجود میں آیا جس کا مقصد جمہوریت کی بحالی اور ضیاء آمریت کا خاتمہ تھا۔ آمریت کے خاتمے کے لیے تحریک چلانے کا فیصلہ کیا گیا جس کے لیے مظاہرے اور احتجاجی جلوس بھی نکالے گئے۔ اس تحریک کو دبانے کے لیے جنرل ضیاءالحق کی فوجی حکومت نے تمام پر تشدد ہتھکنڈے استعمال کیے۔ اتحاد برائے بحالی جمہوریت یا عرف عام میں ایم آر ڈی تحریک میں پاکستان پیپلز پارٹی، ولی خان کی سربراہی میں عوامی نیشنل پارٹی، پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی، جمعیت علمائے اسلام، عوامی تحریک، تحریک استقلال اور مزدور کسان پارٹی شامل تھے۔ اس تحریک نے خصوصاً صوبہ سندھ میں بہت منظّم احتجاج برپا کیا۔ یہ اتحاد سات برس سے زائد عرصہ تک آمادہ احتجاج رہا اور اس وقت تحلیل ہوا جب جنرل ضیاءالحق ایک فضائی حادثے میں جاں بحق ہوئے۔ بہت سے سیاستدانوں کو جیل کی ہوا بھی کھانی پڑی اور دیگر مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اسی دوران نصرت بھٹو کی جانب سے سپریم کورٹ میں مارشل لاء کو چیلنج کر دیا گیا۔ سپریم کورٹ کی جانب سے نصرت بھٹو کو خاطر خواہ ریلیف نہیں ملا مگر ضیاءالحق نے اپنے مارشل لاء کو قانونی حیثیت دینے کے لیے 1980ء میں PCO کا اعلان کیا مگر اس کے خلاف کوئٹہ ہائی کورٹ نے فیصلہ دیا تو ضیاالحق نے 1981ء میں PCO کے تحت مارشل لاء کو تقویت بخشی۔ PCO 1981 کے تحت سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے تمام ججوں کا دوبارہ نئے سرے سے حلف اٹھانا ضروری تھا۔ کچھ ججوں نے اس کے تحت حلف اٹھایا اور کچھ ججوں نے مستعفی

ہونے کا فیصلہ کیا، جس کے بعد عدلیہ پر PCO 1981 کی چھاپ لگ گئی۔ معروف قانون دان احمد رضا قصوری کے والد محمد احمد خان کے قتل کے خلاف ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف مقدمہ درج تھا۔ بھٹو کی حکومت ختم ہوئی تو احمد رضا قصوری نے اس مقدمہ کی دوبارہ پیروی کی۔ ججوں کے ایک پینل نے اس مقدمہ کا فیصلہ کر کے ذوالفقار علی بھٹو کو مجرم قرار دیا۔ عدالتی فیصلے کے مطابق طے پایا کہ ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دے دی جائے۔ عدالتوں کا یہ فیصلہ منظر عام پر آیا تو دنیا بھر کی حکومتوں اور متعدد عالمی لیڈروں نے پاکستان کے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی جاں بخشی کی درخواستیں کیں تاہم جنرل ضیاء الحق نے ان تمام درخواستوں کو مسترد کر دیا۔ 4 اپریل 1979ء کو سابق وزیر اعظم اور پیپلز پارٹی کے قائد کو پھانسی دے دی گئی۔ یہ سزا لاہور ہائی کورٹ نے قتل کے الزام کو ثابت ہونے کی بناء پر سنائی تھی جسے سپریم کورٹ نے بھی تین کے مقابلے میں چار ججوں کے فیصلے کی بناء پر برقرار رکھا۔(5)

جنرل ضیاء الحق نے ملک کی باگ ڈور سنبھالنے کے تقریباً ایک سال بعد 6 جولائی 1978ء کو کراچی میں پہلی ایشیائی اسلامی کانفرنس کا اہتمام کیا۔ یہ ایشیائی اسلامی کانفرنس تین دن تک جاری رہی۔ اس کانفرنس میں ایشیا بھر کے اسلامی ملکوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں کئی اہم امور کو زیر بحث لایا گیا اور مسلمانوں کے عالمی اتحاد پر بھی زور دیا گیا۔ جنرل ضیاء الحق کی حکومت نے جولائی 1978ء میں ایک خود ساختہ پانچویں پنج سالہ منصوبے کا آغاز کیا۔ اس پنج سالہ منصوبے میں اسلام اور سیاست کو بنیاد بنا کر اپنے مقاصد کے حصول کی کوشش کی گئی۔ یہ منصوبہ جون 1983ء تک کے لیے مخصوص تھا۔ اس منصوبے کے لیے دوسو دس بلین روپے مختص کیے گئے تھے۔ اس پنج سالہ منصوبے میں بنیادی توجہ اس امر پر دی گئی تھی کہ ملک کی معیشت کو مضبوط کیا جائے۔ اس پنج سالہ منصوبے میں پاکستان کے لوگوں کی ترقی اور سوسائٹی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استوار کرنے پر خصوصی توجہ دی گئی تھی۔ ملک کی معاشی ترقی کو سب سے اہم مقام دیا گیا تھا اور صنعتی ترقی پر بھی خصوصی توجہ دی گئی تھی۔ 20 جون 1980ء کو جنرل ضیاء الحق نے اپنے اقتدار کے دوام کے لیے ملک میں زکواۃ آرڈیننس جاری کر دیا۔ یہ قانون پاکستان کے تمام مسلمانوں پر نافذ کیا گیا، چنانچہ اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا گیا۔ اس آرڈیننس کے ذریعے زکواۃ کی کٹوتی کا ملک گیر عمل لایا گیا۔ زکواۃ کی مستحقین میں تقسیم کے لیے زکواۃ کونسل کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ عشر کا نظام 1983ء میں شروع کیا گیا۔ اس کے مطابق عشر یا زکواۃ جس علاقے سے حاصل کیا جائے اُسی علاقے کی بہتری اور بھلائی کے لیے استعمال کیا جائے لیکن اس آرڈیننس کی وجہ سے سنی اکثریت نے خود کو اہل تشیع ظاہر کیا تاکہ ان کی زکواۃ کی کٹوتی نہ ہو۔ نظام اسلامی کے قیام کے سلسلے میں جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت نے چند اقدامات کیے جو دراصل اسلام کی آڑ میں اپنے غیر آئینی اقتدار کو جواز بخشنے کا ہتھکنڈہ تھے۔ سب سے پہلے حکومت نے تعزیرات اسلامی کا نفاذ ممکن بنایا۔ اس سے پیشتر پاکستان کا قانون ایک برطانوی دور کے قوانین کی ہی توسیع تھی اور مختلف حکومتوں نے اسے بدلنے کے اعلانات کیے لیکن وہ ان قوانین کو اسلام اور شریعت سے ہم آہنگ نہ کر سکے۔ چنانچہ ضیاء الحق کے دور میں حکومت نے اسلامی تعزیرات کے عملی نفاذ کے لیے مختلف

سطحوں پر شرعی عدالتیں قائم کیں جن میں ججوں کے علاوہ علماء کے پینل مقرر کیے گئے جو ان عدالتوں کے مشیر کے طور پر کام کرتے تھے اور شرعی عدالتوں سے رجوع کرنے والوں کی رہنمائی کرتے تھے۔(6) اسلامی قوانین کو مؤثر بنانے کے لیے اور نظام عدل کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اور قوانین کو نظام عدل میں مناسب مقام دلوانے کے لیے وفاقی شریعت کورٹ 1981ء میں قائم کی گئی۔ اس وفاقی شریعت عدالت کو سپریم کورٹ کی ایک حصہ قرار دیا گیا۔(7)

ضیاء الحق نے اپنے غیر آئینی اقتدار کو عوام میں مقبول بنانے کے لیے مختلف نوع کے اقدامات شروع کر دیئے جیسے کہ پاکستان میں تمام اداروں' انتظامیہ اور عدلیہ' سرکاری اور پرائیویٹ اداروں اور ایجنسیوں اور زندگی کے دیگر شعبوں میں ناانصافیوں' خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے کی غرض سے حکومت پاکستان نے 1981ء میں محتسب اعلیٰ کا قیام ممکن بنایا۔ محتسب اعلیٰ کو جو اختیارات دیئے گئے ہیں اُس کے تحت پاکستان کا ہر ادنیٰ و اعلیٰ فرد اپنے حق اور انصاف کی دادرسی کے لیے رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی حقیقت ہے کہ اس وقت محتسب اعلیٰ محض نمائشی ہوتا تھا اور اس کے پاس سوائے سفارشات پہنچانے کے کوئی اختیار نہیں تھا۔(8) جنرل ضیاء الحق نے فوجی حکومت میں عوام کی رائے شامل کرنے کے لیے 1981ء میں پہلی بار ایک نام نہاد مجلس شوریٰ قائم کی گئی۔ مجلس شوریٰ کے تمام ممبران نامزد کیے گئے، ان میں علماء، دانشور، صحافی، ادیب، ماہرین تعلیم واقتصادیات اور زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو شامل کیا گیا۔ یہ مجلس محض ضیاء الحق کے حمایتوں سے بھری تھی۔

یونین کاؤنسلوں کی سطح پر نظام حکومت اور انتظامات میں شرکت کے لیے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ستمبر 1979ء میں انتخابات کرائے۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک میں اپنے نام نہاد اسلامی نظام کے لیے جن کوششوں اور منصوبوں کا آغاز کر رکھا تھا اس عمل کے تسلسل کے ساتھ رکھنے کے لیے جنرل ضیاء الحق نے لوگوں کی رائے اور تائید حاصل کرنے کی خاطر ملک میں ریفرنڈم کرانے کا اعلان کیا۔ صدر نے نظام اسلام کے نفاذ کو جاری رکھنے کے لیے یکم دسمبر 1984ء کو ایک اعلان میں کہا کہ اس مقصد کے لیے ملک میں ریفرنڈم کرایا جائے گا۔ ملک کی سیاسی صورتحال کو بہتر بنانے اور ملک کے اندر اپنے تشریح کردہ اسلامی جمہوری نظام کے لیے صدر ضیاء الحق نے 12 اگست 1983ء کو اس سے پیشتر بھی اعلان کر دیا تھا کہ ملک میں اسلامی جمہوریہ نظام قائم کرنے کے لیے دو مرحلوں میں انتخابات کرائے جائیں گے۔ لہٰذا اس وعدے کی بجا آوری کے لیے صدر ضیاء الحق نے سب سے پہلے ملک میں 19 دسمبر 1984ء کو ریفرنڈم منعقد کرنے کا اہتمام کیا۔ اس ریفرنڈم نے ایک جانب تو جنرل ضیاء الحق کی پچھلے 7 برسوں کی پالیسیوں اور کوششوں کی تائید کی اور دوسری طرف منظّم اور پر امن اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو جلد از جلد حوالے کرنے کی حمایت کر دی۔(9) جنرل ضیاء الحق نے 1984 دسمبر کی تقریر میں صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں توازن پیدا کرنے اور اسلام کو مذکورہ آئین میں مناسب مقام دینے کے لیے ترامیم کا اعلان بھی دیا گیا۔(10)

1983ء میں جب جنرل ضیاء الحق نے حتمی طور پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ ملک میں عام انتخابات فروری 1985ء میں کرائیں گے تو ان کے سامنے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ وہ کس طرح بھٹو کی پیپلز پارٹی اور بعض مخالف سیاستدانوں کو انتخابات سے دور رکھیں۔ ضیاء نے انتخابات سے قبل ہی حالات کو سو فیصد اپنے حق میں کرنے کے لیے کچھ اقدامات کیے مثلاً فروری 1984ء میں پیپلز پارٹی کی شریک چیئر پرسن اور ضیاء الحق کی سب سے بڑی حریف بے نظیر بھٹو کو ملک بدر کر دیا گیا جو پہلے ہی مارشل لاء کے تحت نظر بندی کی زندگی گزار رہی تھیں، طلبہ یونین پر پابندی لگا دی گئی، انتخابات میں مخالف جماعتوں کو اسمبلی میں پہنچنے سے روکنے کے لیے غیر جماعتی انتخابات کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا اور ایم آر ڈی نے ان انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔ انتخابات سے قبل ریفرنڈم کے ذریعے جنرل ضیاء الحق نے خود کو آئندہ مدت کے لیے صدر منتخب کروالیا۔ آئین میں ترمیم کر کے تمام تر اختیارات صدر کو منتقل کر دیئے گئے۔(11)

12 اگست 1983ء کے سیاسی منصوبے کے تحت طے پایا کہ ملک میں دو مرحلوں میں انتخابات منعقد کرانے کے بعد بہر صورت 23 مارچ 1985ء تک اقتدار منتخب عوامی نمائندوں کو سونپ دیا جائے گا اور مارشل لاء بھی اٹھا لیا جائے گا۔ 25 اور 29 فروری 1985ء کو مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات منعقد ہوئے۔ یہ انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر ہوئے۔ ان انتخابات میں لوگوں نے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ووٹ کا حق استعمال کیا۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے 23 مارچ 1985ء کو نئی اسمبلی کو اقتدار منتقل کر دیا اور حکومتی ذمہ داریاں پاکستان کے نئے وزیر اعظم محمد خان جونیجو کو سونپ دی گئیں۔ اس طرح قریب آٹھ سال بعد سول حکومت بحال ہوئی۔ وزارت عظمٰی کا قلمدان محمد خان جونیجو کے سپرد کر دیا گیا اور صدر کا عہدہ ضیاء الحق کے پاس رہا۔ محمد خان جونیجو صوبہ سندھ سے تعلق رکھنے والے سیاستدان تھے جنہیں حروں کے روحانی پیشوا پیر صاحب پگارو کی آشیر باد حاصل تھی۔ جنرل ضیاء الحق ایم آر ڈی کی سندھ میں احتجاجی تحریک سے فکرمند تھے اس لیے انہیں پیر پگارا صاحب کی صورت میں ایک اتحادی سندھ سے میسر آیا جس نے سندھ سے ہی تعلق رکھنے والے محمد خان جونیجو کو وزارت عظمٰی کے لیے منتخب کر کے سندھ میں ایم آر ڈی کی تحریک کا زور توڑنے کا داؤ چلا۔

جمہوری حکومت قائم ہونے کے بعد ملک میں کسی نہ کسی حد تک قومی اسمبلی نے اپنا سیاسی کردار ادا کرنا شروع کر دیا تھا لیکن اس سے قبل اکثر سیاست دان مارشل لاء کو یوں ہی بغیر کسی مصلحت انگیزی اور منصوبہ بندی کے ختم کرنے کو تیار نہیں تھے، لہٰذا انہوں نے 1973ء کے آئین میں 11 نومبر 1985ء کو آٹھویں ترمیم کی اور پھر 30 دسمبر 1985ء کو ملک کا سب سے طویل مارشل لاء اٹھا لیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی 1973ء کا ترمیم شدہ آئین بھی بحال ہو گیا۔ اس طرح مارشل لاء کے خاتمے پر ماہرین نے بتایا کہ جنرل ضیاء نے سول حکومت کے قیام کے لیے بڑی بھاری قیمت وصول کی کیونکہ 1973ء کے آئین میں آٹھویں ترمیم کے بعد صدر ضیاء الحق کو بے پناہ اختیارات حاصل ہو گئے تھے۔ اس

کے ساتھ ہی تمام صوبوں میں گورنر بھی مقرر کیا گیا۔

1973ء کے آئین میں ترمیم کئی حوالوں سے اہم تھی۔ اس کے ذریعے 1977ء تک فوج کی کارروائیوں کو آئینی تحفظ فراہم کر دیا گیا۔ ریفرنڈم اور آر سی او یعنی ری وائیول آف کانسٹی ٹیوشن آرڈرز کو بھی محفوظ بنا دیا گیا۔ 1990ء کے بعد قومی اسمبلی کو اس لائق سمجھا گیا کہ وہ اپنا وزیر اعظم منتخب کرنے کی مجاز ہوگی۔ اس ترمیم کے حوالے سے صدر ضیاء الحق نے اپنے آپ کو 1990ء تک محفوظ کر لیا تھا۔ بہر صورت آئین میں کی گئی اس آٹھویں ترمیم کو جب مجلس شوریٰ اور قومی اسمبلی نے اکثریت رائے سے منظور کیا تو اس کا فوری طور پر اطلاق شروع ہوگیا اور فوجی حکومت کے سابقہ آٹھ سالہ دور کو آئینی تحفظ مل گیا۔ ان آئینی ترامیم نے صدر مملکت کو عدلیہ، مقنّنہ اور انتظامیہ پر ہر طرح سے فائق اور برتر کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ پارلیمنٹ بھی صدر کی ایک مشاورتی کونسل بن کر رہ گئی اور اس کا اپنا اعلیٰ کردار ختم ہوگیا۔ (12)

وزیر اعظم محمد خان جونیجو اگرچہ سندھی تھے تاہم وہ سندھ میں پیدا ہونے والے سیاسی اور امن عامہ کے حالات سے نمٹنے سے قاصر تھے۔ سندھ میں رفتہ رفتہ سیاسی بے اطمینانی بڑھتی گئی۔ اس کے علاوہ 1986ء میں پاکستان پیپلز پارٹی باضابطہ طور پر سیاسی سرگرمیوں کا آغاز کر چکی تھی۔ بے نظیر بھٹو نے نئے انتخابات اور 1973ء کے آئین کی بحالی کا مطالبہ بھی کر دیا تھا۔ اس صورتحال سے فوجی ایوانوں میں ایک طرح کی کھلبلی مچ گئی تھی۔ اس دوران اگست 1986ء میں پاکستان پیپلز پارٹی نے سندھ میں سول نافرمانی اور احتجاجی تحریک شروع کر دی تھی۔ اس طرح اب فوجی حکمرانوں کی واحد حریف جماعت پیپلز پارٹی تھی۔ اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے فوجی جنرل ضیاء الحق نے ہر اقدام کو جائز اور روا رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کراچی اور حیدرآباد میں فسادات کا بازار گرم ہوگیا۔ سندھ میں پنجابی، پٹھان اور مہاجر ایک دوسرے سے دست وگریباں ہونے لگے۔ جنوری 1987ء میں گورنر جہانداد خان کو ہٹا کر اشرف تابانی کو گورنر بنا دیا گیا۔ اسلام آباد کے قریب راولپنڈی میں اسلحہ کا ایک ڈپو اوجڑی کیمپ کئی برسوں سے زیر استعمال تھا۔ اس میں وافر مقدار میں ہر طرح کا اسلحہ موجود تھا۔ 10 اپریل 1988ء کی صبح اس کیمپ میں آگ بھڑک اٹھی اور کئی حساس میزائل اور راکٹ بھی اس زد میں آگئے اور دھماکے ہونے لگے۔ ان دھماکوں کے باعث کئی گھنٹوں تک تقریباً دو سو مربع میل کا علاقہ میدان جنگ کا نقشہ پیش کرتا رہا۔ اس واقعہ کی تحقیقات کے لیے ایک انکوائری کمیٹی بنا دی گئی۔ اس کمیٹی نے رپورٹ 10 دن میں پیش کرنی تھی۔ رپورٹ کی روشنی میں دو جنرلز کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا کہا گیا۔ اس سے وزیر اعظم یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ منتخب حکومت ہر طرح کی کارروائی کرنے کی مجاز ہے۔ (13)

جب اوجڑی کیمپ کا واقعہ رونما ہوا اور وزیر اعظم پاکستان نے انکوائری کمیٹی کی رپورٹ پر کارروائی کرنے کا ارادہ کیا تو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے 29 مئی 1988ء کو قومی اسمبلی اور جونیجو کابینہ کو برطرف کر دیا۔ اسمبلیوں کی برطرفی کے حکم کی وضاحت میں صدر پاکستان نے کہا کہ جس مقصد کے لیے قومی اسمبلی منتخب ہوئی تھی وہ مقصد پورا نہیں

ہوا۔ضیاءالحق نے اعلان کیا کہ انتخابات آئندہ 90 دن کے اندر اندر منعقد ہونگے ۔(14) پاکستان پیپلز پارٹی اور دیگر سیاسی جماعتوں نے انتخابات کی محض ابتدائی تیاریاں ہی کی تھیں کہ 17 اگست 1988ء کو جنرل ضیاءالحق بہاولپور کے قریب طیارے میں اپنے سنئیر ساتھیوں سمیت ایک فضائی حادثے میں جاں بحق ہوگئے۔ 29 مئی 1988ء کو جنرل ضیاءالحق نے کابینہ اور اسمبلیوں کو برطرف کردیا تھا، فقط وفاقی سینیٹ کو برقرار رہنے دیا تھا۔اس وقت سینیٹ کے چیئر مین غلام اسحاق خان تھے اس لیے آئینی طور پر غلام اسحاق خان نے صدارت کا عہدہ سنبھالا اور بطور صدر اعلان کیا کہ انتخابات پروگرام کے مطابق 16 نومبر ہی کو ہونگے ۔ سیاسی جماعتوں کے مطالبے کے پیش نظر انہوں نے یہ اعلان بھی کردیا کہ نومبر 1988ء میں انتخابات جماعتی بنیادوں پر ہوں گے۔(15)

جنرل ضیاءالحق بہت ہی زیرک اور ہوشیار جرنل تھے۔انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ اقتدار کو طول دینے کے لیے اپنے سے قبل حکمرانی کرنے والے فوجی جرنیلوں کی حکمت عملیوں کا جائزہ لینے کے بعد نئی حکمت عملی مرتب کی جائے۔ جب جولائی 1977ء میں انہوں نے اقتدار سنبھالا تو ان کے سامنے ان کے دو فوجی پیشروؤں یعنی جنرل ایوب اور جنرل یحیٰی کی مثالیں موجود تھی ۔ جنرل ضیاءالحق' ایوب اور یحیٰی کے بعض اقدامات کو ان کی غلطی اور ان کے زوال کا سبب سمجھتے تھے، مثال کے طور پر ضیاء سمجھتے تھے کہ جنرل ایوب کا خود کسی جماعت کا سربراہ بننا اور سیاست میں آنا ایک غلط قدم تھا جس کا نقصان انہیں اٹھانا پڑا۔ضیاء کے خیال میں یہ کام وہ چند موقع پرست سیاستدانوں سے باآسانی لے سکتے تھے۔اسی طرح جنرل ضیاء سمجھتے تھے کہ جنرل ایوب نے آرمی چیف کا عہدہ چھوڑ کر سب سے غلط فیصلہ کیا تھا جس سے ان کی گرفت فوج اور انتظامیہ پر کمزور پڑ گئی تھی ۔ جبکہ دوسری جانب جنرل یحیٰی کے بارے میں ضیاء کا خیال تھا کہ یحیٰی کی سب سے بڑی غلطی ان کا جلد اور وہ بھی بالغ رائے دہی کے تحت آزاد' شفاف اور منصفانہ انتخابات کرانے کا فیصلہ تھا۔لہٰذا ضیاءالحق نے ان تمام باتوں اور غلطیوں سے اجتناب برتا ۔ ایوب خان کی غلطیوں سے اجتناب برتتے ہوئے ضیاء نے آرمی چیف کا عہدہ نہیں چھوڑا۔انہوں نے اپنی سیاسی پارٹی بنائی تو ضرور لیکن اس کی سربراہی سے خود کو دور رکھ کر بحیثیت صدر مملکت پارٹی سیاست سے بالاتر ہونے کا تاثر دینے کی کوشش کی۔(16)

ضیاءالحق دور میں صحافت کو درپیش چیلنجز

جنرل ضیاءالحق کے سیاسی عزائم تو تھے ہی لہٰذا جب بھٹو اور اپوزیشن کی باہمی چپقلش سے ملکی حالات بگڑنے لگے تو انہوں نے مارشل لاء نافذ کردیا اور بھٹو کو جیل میں ڈال دیا۔صحافت پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کی گئیں، لوگوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھا گیا اور اخبارات پر سنسر شپ سخت کردی گئی ۔(17) مارشل لاء حکومت کے آتے ہی چیف آف آرمی اسٹاف جنرل ضیاءالحق نے ٹی وی اور ریڈیو پر قوم سے اپنے پہلے خطاب میں کہا کہ میں حقیقی طور پر محسوس کرتا ہوں کہ اس ملک کی بقاء جمہوریت اور صرف جمہوریت میں مضمر ہے ۔ میں یہ بات پوری طرح سے واضح کردینا

چاہتا ہوں کہ نہ تو میرے کوئی سیاسی عزائم ہیں اور نہ مسلح افواج اپنے سپاہیانہ پیشے سے توجہ ہٹانے کی خواہش مند ہے۔ میرا واحد مقصد آزادانہ اور شفاف انتخابات کرانا ہے۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے خطاب یا بعد میں جاری ہونے والے مارشل لاء کے احکام میں پریس سنسر شپ کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔ بعد میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے ملک بھر کے اخبارات کے ایڈیٹرز سے خطاب کیا۔ انہوں نے ایڈیٹروں کو مشورہ دیا کہ وہ سیاسی تنازعات کو ہوا دینے سے گریز کریں کیونکہ اس سے انتخابات کرانے کی فضاء آلودہ ہوسکتی ہے۔ ضیاء الحق کو توقع تھی کہ قومی پریس مارشل لاء حکام سے تعاون کرے گا کیونکہ ان کے مطابق اس عبوری حکومت کے سامنے بنیادی مقصد جمہوریت کی بحالی ہے۔ مارشل کے باوجود چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے ایک پالیسی قومی پریس پر سنسر شپ نافذ نہیں کی کیوں کہ انہیں یقین تھا کہ پریس ہماری تاریخ کے اس نازک دور میں خود ہی ضبط سے کام لے گا۔ اس خطاب کے اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اندر دو اخباروں انجام کراچی اور یادگار سکھر کے ڈیکلریشن فوری طور پر بحال کر دیئے گئے جنہیں بھٹو دور میں منسوخ کیا گیا تھا۔ پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے صدر منہاج برنا نے چیف لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق سے مطالبہ کیا کہ پریس اینڈ پبلیکشن آرڈیننس منسوخ کیا جائے۔ نیشنل پریس ٹرسٹ کو توڑا جائے جو سابقہ فوجی آمر جنرل ایوب خان کے دور حکومت کی یادگار تھا۔ (18) 3 ستمبر 1977ء کو پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے صدر منہاج برنا کو نیشنل پریس ٹرسٹ ختم کرنے کے بارے میں آرٹیکل لکھنے پر پاکستان ٹائمز سے برطرف کر دیا گیا۔ منہاج برنا نے یہ آرٹیکل کراچی سے شائع ہونے والے اردو کے ہفت روزہ الفتح میں تحریر کیا تھا۔ (19) نیوز پرنٹ کی تقسیم پر حکومت کا کنٹرول ختم کرنے کا فیصلہ کیا گیا اس کے ساتھ ساتھ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے حکم پر بعض اخباروں پر سے یہ پابندی ختم کر دی گئی کہ انہیں سرکاری اشتہارات نہیں دیئے جائیں گے۔ 20 جولائی کو روزنامہ مساوات لاہور کے ایڈیٹر ایس ایم بدر الدین کو گرفتار کر لیا گیا۔ پی ایف یو جے اور اپینک کے صدر نے ایک بیان پر چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے ایڈیٹر کی رہائی کی اپیل کی۔ انہوں نے کہا کہ بدرالدین ایک تجربہ کار اور لائق ایڈیٹر ہیں اور کسی غلط فہمی کی بنیاد پر نشانہ بنے ہیں، وہ کسی قانون یا حکام کی خلاف ورزی کے قائل نہیں ہیں، بعدازاں انہیں 23 جولائی کو رہا کر دیا گیا۔ (20)

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر کی کوئی پریس کانفرنس یا تقریر بھی پی آئی ڈی کی ایڈوائس کے تحت، ''مناسب کانٹ چھانٹ'' کے بغیر شائع نہیں کی جاسکتی تھی۔ یہاں تک کہ بیرونی ذرائع ابلاغ کو دیئے گئے انٹرویو بھی ''ایڈوائس'' کے تحت شائع کیے جاتے تھے۔ (21)

4 دسمبر 1977ء کو پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس اور آل پاکستان نیوز پیپرز ایمپلائز کنفیڈریشن نے روزنامہ مساوات کراچی کی بحالی کے لیے کراچی پریس کلب سے احتجاجی تحریک شروع کی۔ 48 گھنٹے کی اس بھوک ہڑتال میں دو خواتین صحافی بھی شامل تھیں۔ اس دوران 21 صحافیوں کو کراچی پریس کلب سے گرفتار کر لیا گیا مگر حکومت

نے روزنامہ مساوات کو پرنٹنگ پریس تبدیل کرنے کی اجازت دے دی۔(22)

لاہور ہائی کورٹ نے ہفتہ وار زندگی کی اشاعت پر عائد کی گئی پابندی کے خلاف جاری کیا گیا حکم امتناعی منسوخ کردیا اور ہدایت جاری کی کہ اس رسالے کی اشاعت فوری طور پر بحال کی جائے جس پر 1971ء میں پابندی لگائی گئی تھی۔ ہفتہ وار معیار کراچی کے ایڈیٹر اور منیجنگ ڈائریکٹر محمود شام کو اس بناء پر گرفتار کرلیا گیا کہ انہوں نے اسٹیٹ بینک کے نام وزارت داخلہ کا جاری کیا ہوا ایک خفیہ ہدایت نامہ شائع کردیا جس میں بعض افراد کے ملک سے باہر جانے پر پابندی لگائی گئی تھی۔ اگست 1977ء کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے کہا کہ پریس جس سے چاہے جواب طلب کرسکتا ہے اور جو شخص چاہے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا کر پریس سے جواب طلب کرسکتا ہے۔ مارشل لاء کے باوجود پریس اور عدالتیں آزاد ہیں۔(23)

ماہنامہ اُردو ڈائجسٹ کے ایڈیٹر الطاف قریشی اور مساوات لاہور کے ریزیڈنٹ ایڈیٹر نذیر ناجی کو مارشل لاء ریگولیشن 13 کے تحت گرفتار کرلیا گیا، ساتھ ہی کراچی کے دو اخبارات مساوات اور ہلال پاکستان کی اشاعت کو پیپلز فاؤنڈیشن پر حکام کے قبضے کے بعد معطل کردیا گیا۔ ہفتہ وار ویو پوائنٹ کے مطابق ہر چند پیپلز فاؤنڈیشن کی نئی انتظامیہ کا کہنا تھا کہ تینوں اخباروں کی اشاعت معطل کیے جانے کی کوئی سیاسی وجوہ نہیں ہیں اور ان سے محض ان کے بھاری واجبات ادا کرنے کو کہا گیا ہے۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے دوسری بار عام انتخابات ملتوی کرتے ہوئے اخباروں پر مکمل پری سنسر شپ نافذ کردے کا اعلان کردیا۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے کہا کہ اخبار اور جرائد جو صحافت کی آڑ میں ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث تھے اور عوام کے ذہنوں کو مسموم کررہے تھے لہٰذا بند کردیے گئے اور دیگر اخبارات پر سنسر شپ عائد کردی گئی۔ امن عامہ کے نام پر دو روزناموں کے ایڈیٹر ابراہیم جلیس اور صدات کے ایڈیٹر بشیر احمد رانا کی اشاعت پر مارشل لاء ریگولیشن 49 کے تحت پابندی لگادی گئی۔(24)

دسمبر 1979 میں ضیاء الحق حکومت نے ایک ترمیمی آرڈیننس کے ذریعے ضابطہ فوجداری اور تعزیرات پاکستان کی دفعہ تین میں ترمیم متعارف کرائی۔ ضابطہ فوجداری کی دفعات 499 اور 500 میں ترمیم کے ذریعے حقائق پر مبنی مواد کی اشاعت کو بھی قابل دست اندازی پولیس جرم قرار دیا گیا۔ ملک بھر کے صحافیوں نے اس کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ مارشل لاء دور میں نیشنل پریس ٹرسٹ کام کرتا رہا اور پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس نافذ رہا۔ اخبارات پر مختلف حربوں سے دباؤ ڈالا جاتا رہا۔(25)

کراچی کے بعض علاقوں میں فرقہ وارانہ فسادات کے بعد کراچی کے اخباروں پر پری سنسر شپ کی پابندی دوبارہ عائد کردی گئی۔ حکومت کے اس فیصلے کا اعلان کرتے ہوئے ایک سرکاری ترجمان نے کہا کہ تمام اخبارات اپنی خبریں اور دوسرا مواد چھاپنے سے پہلے سندھ کے افسران اطلاعات کے سامنے پیش کریں گے۔(26) 1983ء کو نیشنل

پریس ٹرسٹ نے مشرق' امروز اور پاکستان ٹائمز کے دس صحافیوں کو ملازمت سے برطرف کردیا جن میں سے اکثر اس ادارے سے بیس سال سے زیادہ عرصہ سے وابستہ تھے۔ٹرسٹ کی انتظامیہ کے مطابق ان صحافیوں کو جرم یہ تھا کہ انہوں نے لاہور کے 155 ادیبوں، شاعروں اور صحافیوں کی جانب سے تیار کی گئی ایک یادداشت پر دستخط کیے تھے جس میں سندھ کے عوام سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا تھا، ان کے بحالی جمہوریت کے مطالبے کی حمایت گئی تھی اور پرامن مظاہرین پر طاقت کے استعمال کی مذمت کی گئی تھی۔(27)

اخبارات کا نیوز پرنٹ کا کوٹہ 90 فیصد سے گھٹا کر انتہائی کم کردیا گیا جس سے مالکان اخبار کے صفحات کی تعداد کم کرنے پر مجبور ہو گئے۔(28) سوسائٹی میگزین اور ڈائجسٹ و مجلّات کے فروغ وارتقاء کا دور رہا۔ان اخبارات کے مخصوص صفحات اور سپلیمنٹ سے کوشش کی گئی کہ عوام کے ذہنی رجحانات کو بدلا جاسکے اور سنجیدہ سوچ اور فکر کو تفریحی رویوں کی طرف منتقل کیا جاسکے۔لیکن سیاسی مجلّات کی اہمیت بھی واضح رہی۔البتہ علمی وادبی مجلّات کے لیے اس دور میں گنجائش پیدا نہ ہوسکی۔(29) چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق نے اقتدار سنبھالنے کے فوراً بعد مخالف اخبارات کے خلاف سخت اقدامات کیے۔پیپلز پارٹی کے ترجمان اخبار مساوات کی اشاعت کو مختلف طریقوں سے معطل رکھا گیا اور ضمانت طلب کی گئی۔پی ایف یو جے نے آزادیٔ صحافت پر پابندیوں کے خلاف مہم شروع کی۔(30) 1978ء میں پریس کونسل کے قیام کا اعلان کردیا گیا۔پی ایف یو جے اور اپینک نے پریس کونسل کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ پریس کونسل جمہوری ماحول میں پروان چڑھتی ہے۔(31)

پی ایف یو جے اور اپینک کی قیادت نے روزنامہ مساوات اور دیگر اخبارات پر پابندی اور گرفتار صحافیوں کی رہائی کے لیے حکومت سے مذاکرات کیے مگر اس حکومت نے صحافیوں کے مطالبات کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔لہٰذا حکومت کے اس اقدام کے تحت پی ایف یو جے اور اپینک کی مشترکہ سنٹرل کمیٹی نے احتجاجی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔اسی دوران حکومت نے منہاج برنا کو 2 ماہ کے لیے پنجاب بدر کردیا۔30 اپریل 1978ء کو پی ایف یو جے کے صدر منہاج برنا نے پنجاب سے نکالے جانے کے بعد کراچی پہنچنے پر کہا کہ آزادیٔ صحافت کا مسئلہ اس طرح حل نہیں ہوگا۔انہوں نے کہا کہ آزادیٔ صحافت صرف پنجاب کا نہیں بلکہ پورے ملک کا مسئلہ ہے۔صحافیوں کو جرمانے اور سزائیں سنائی گئیں، فوجی عدالتوں نے تقریباً سو صحافیوں کو جیل بھیج دیا اور ایک ایک سال قید کی سزا عائد کردی۔11 مئی 1978ء کو حکومت سندھ نے پی ایف یو جے کے سربراہ منہاج برنا پر تقریر کرنے، بیان دینے اور انٹرویو دینے پر پابندی لگادی۔جنرل ضیاء کی حکومت نے گرفتار شدہ صحافیوں اور اخباری کارکنوں کی سرسری سماعت کی فوجی عدالتوں کی جانب سے سزاؤں اور جرمانوں کا سلسلہ شروع کیا۔ان صحافیوں کو پنجاب کی دور دراز کی جیلوں میں منتقل کیا جانے لگا۔ان صحافیوں سے جسمانی مشقت لی جانے لگی۔یہ ملکی تاریخ کی بدترین صورتحال تھی۔13 مئی 1978ء کو لاہور میں سرسری سماعت کی

فوجی عدالت سے چار صحافیوں کو قید اور کوڑوں کی سزا دی گئی، ان صحافیوں کو کوٹ لکھپت جیل لاہور میں کوڑے مارے گئے۔ برصغیر میں آزادئ صحافت اور صحافیوں کی جدوجہد کی تاریخ میں صحافیوں کو کوڑے مارنے کا واحد واقعہ تھا۔ فوجی حکومت کی اس کارروائی کی پوری دنیا میں مذمت کی گئی۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کی کوریج کرنے والے صحافیوں نے اس اقدام کو وحشیانہ قرار دیا۔(32) کراچی یونین آف جرنلسٹس اور پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس نے الفتح کے دفتر پر پولیس کے چھاپے اور گرفتاریوں کی مذمت کی۔ دونوں یونینوں کے جاری کردہ بیان میں کہا گیا کہ حکومت کی یہ کارروائی آزادئ صحافت پر حملہ ہے۔ بیان میں کہا گیا کہ ان صحافیوں کے خلاف کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے۔ 1985ء میں کراچی میں کچھ پریشر گروپوں کا وجود عمل میں آیا۔ یہ پریشر گروپ سیاسی، مذہبی ولسانی جماعتوں اور ان کی ذیلی تنظیموں کے کارکنوں پر مشتمل تھے۔ 22 اپریل کو طلبہ کے ایک گروہ نے جماعت اسلامی کے ترجمان اخبار جسارت کراچی کے دفتر پر حملہ کیا اور دفتر کو نقصان پہنچایا۔ نومبر 1985ء میں وزیراعظم جونیجو کے اخبارات پر پابندیوں کے خاتمے کے اعلانات کے باوجود روزنامہ امن کراچی اور روزنامہ معیار پر سے سنسر شپ ختم نہیں کی گئی۔ (33)

صابر ابومریم سیکریٹری جنرل برائے فلسطین فاؤنڈیشن پاکستان اور کالم نگار کے مطابق: ''یہ حقیقت ہے کہ مارشل لاء نے سخت پابندیاں لگائی ہوئی تھیں۔ اس کے اثرات پوری صحافت پر پڑے اور روزنامہ جنگ اس میں شامل ہے۔ مگر معروف کالم نگار کیونکہ جنگ اخبار میں تھے جس کی وجہ سے نسبتاً جنگ کے کالموں کا معیار اور تنقید بہتر تھی جس میں ارشاد حقانی اور عبدالقادر حسن کے کالم قابل ذکر ہیں''۔ سینئر صحافی نصیر خان کے مطابق: ''ضیاءالحق کے دور میں زبردست سنسر شپ تھی۔ مارشل لاء حکومت کے حاشیہ پرور کالم نویس حکومت کی ستائش کرتے تھے۔ جنگ سمیت پوری انڈسٹری مارشل لاء دور کے سیاہ قوانین سے متاثر ہوئی، پریس کا گلا دبا دیا گیا تھا''۔ روزنامہ عوام کے ایڈیٹر نشید آفاقی کے مطابق: ''ضیاءالحق دور میں اخبار پر سخت سنسر شپ لاگو تھی۔ اس لیے جہاں نیوز ڈیسک کو مشکلات کا سامنا تھا وہیں کالم نگار بھی سخت دباؤ میں تھے۔ اخبار کی کاپی محکمہ اطلاعات سے چیک کرائی جاتی تھی جس کے بعد اخبار پریس میں بھیجا جاتا تھا''۔ روزنامہ جنگ نیوز ایڈیٹر علی کامران کے مطابق: ''ضیاءالحق کا دور صحافت کے لیے بدترین دور تھا۔ کالم نویسوں کی طرح صحافیوں کو بھی سختی کا سامنا تھا۔ ضیاءالحق جنگ اور عام میڈیا پر اثر انداز ہوئے''۔ روزنامہ جنگ لندن کے ایڈیٹر محمد ہمایوں عزیز کے مطابق: ''اس دور میں پیپلز پارٹی کے کٹر حامی ضیاءالحق حکومت کا نشانہ تھے، شروع میں یقیناً سختی تھی لیکن بعد ازاں صورتحال بہتر ہوگئی۔ تمام کالم نویسوں کو سختیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا''۔ افسر عمران سنیئر صحافی کی رائے میں: ''جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ پاکستان میں اردو صحافت کے ابتدائی دور میں ادارتی صفحہ پر مزاحیہ کالموں کا رواج آگے بڑھا لیکن اس کے بعد جیسے جیسے ملک میں سیاست کو فروغ ہوا اخبارات کے کالم بھی سیاسی اثرات کے خوگر ہوتے گئے، یہاں تک کہ جنرل ضیاءالحق کے دور میں جب صحافت پر پابندیاں عائد کی گئی تھیں سیاسی کالم اپنے مخصوص انداز میں سیاست

اور معاشرت پر اثر انداز ہوتے چلے گئے جس کے باعث صحافیوں اور کالم نویسوں نے سختیاں جھیلیں۔ اس دور میں مارشل لاء حکومت نے اخباری مالکان پر سختیاں کیں اور سرکش صحافیوں کو لگام دینے کا پابند کیا۔ حکومت پر تنقید کرنے والے اور حکمرانوں کے احکامات نہ ماننے والے صحافیوں کو طاقت کے زور پر ملازمتوں سے نکلوادیا۔ روزنامہ جنگ سے بھی متعدد صحافی نکالے گئے، متعدد صحافیوں کو کوڑوں کی سزائیں دی گئیں۔ جنرل ضیاء کے مارشل لاء نے ایک طرف زندہ معاشرہ کو مردہ کیا تو دوسری طرف سچ لکھنے سے باز نہ آنے والے قلم کاروں کے لیے ٹکٹکی کو رواج دیا۔ یہ ٹکٹکی کھلے میدان میں لگائی جاتی جس پر صحافیوں کو باندھ کران پر کوڑے برسائے جاتے۔ اگر چہ جنرل ضیاء کے دور میں آمریت کو للکارنے اور غلط کو غلط کہنے والے صحافیوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی جن کو پابند سلاسل کیا گیا اور جن قلم کاروں نے عدالت میں کھرے ہو کر زباں بندی کی پیشکش کو ٹھکرایا اور آزادیٔ اظہار کا حق مانگا ان کو سر عام میدان میں کھڑا کر کے ننگی پیٹھ پر کوڑے برسائے گئے۔ ان میں مسعود اللہ خاں، اقبال جعفری، ناصر زیدی اور خاور نعیم ہاشمی جیسے آزادیٔ صحافت کے مجاہدین شامل ہیں۔ اس دور میں اخبارات پر سنسر عائد کیا گیا اور تمام اخبارات و جرائد کی اشاعت سے قبل ایک ایک سطر حکومتی اہلکار پڑھتے تھے اور جس خبر یا مضمون کو چاہیں نکال دیتے تھے۔ ضیاء الحق کے دور میں صحافت میں دائیں بازو اور بائیں بازو کے صحافیوں کے درمیان واضح تفریق پیدا کی گئی۔ پی ایف یو جے ابھی تک ایک ہی مرکزی تنظیم تھی مگر اس دور میں پی ایف یو جے رشید صدیقی گروپ کے نام سے ایک دھڑا کھڑا ہو گیا اور جنرل ضیاء الحق نے اس گروپ کی کھل کر سرپرستی کی۔ ایک مرحلہ پر انہوں نے کہا ''میں تو صحافیوں کے ایک ہی گروپ کو جانتا ہوں وہ ہے رشید صدیقی گروپ۔ اس طرح صحافتی تنظیموں کی یہ گروپنگ آگے تک بڑھتی رہی جو آج تک قائم ہے۔ ملک بھر کے پریس کلبوں میں جن میں کراچی پریس کلب بھی شامل ہے یونین کے الیکشن ان ہی گروپوں کی بنیاد پر ہوتے ہیں''۔ سنیئر صحافی، ایڈیٹر اور کالم نگار محمود شام کے مطابق: ''اس دور میں زیادہ تر کالم نویس احتیاط سے لکھتے تھے۔ چند بلکہ ایک دو کالم نویس عتاب میں آئے۔ مارشل لاء حکومت کے احکامات اور مشورے جنگ کی انتظامیہ کالم نویسوں تک پہنچا دیتی تھی۔ قبل از اشاعت سنسر کے دور میں تو انفارمیشن آفیسر فیصلہ کرتے تھے کہ کن کا کالم شائع ہو سکتا ہے''۔

اب تو ہر شعبہ میں ایک سے زائد یونین آف جرنلسٹ موجود ہے جن کا اپنا اپنا ایجنڈا ہے اور ان کے عہدیداران اپنے اپنے مفادات کے مطابق سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔ اگر صرف کراچی شہر کی مثال دی جائے تو اس میں 4 کے قریب کراچی یونین آف جرنلسٹس اور 3 کے قریب پی ایف یو جے کام کر رہی ہیں۔

ضیاءالحق کے دور میں شائع کالموں کا تجزیہ

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
7 ستمبر 1977، بدھ	4L	سید محمد تقی (حمایت)	اخلاقی وسیاسی جرائم اور خانہ جنگی کی دھمکیاں	اس کالم میں فوجی حکومت کے خلاف خانہ جنگی کے متعلق بیان اور سابقہ حکومتوں کی کارگردیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔سابقہ حکمرانوں کے خلاف مقدمات اور انکی تصدیق کے ساتھ ساتھ بھٹو حکومت کی جانب سے جمہوریت کا غلط استعمال کرنے پر تنقید کی گئی ہے۔
9 ستمبر 1977، جمعہ	4L	حافظ بشیر احمد غازی آبادی (حمایت)	غلط قسم کی خوداعتمادی میں مبتلا قیادت منزل مقصود تک پہنچنے کی صلاحیت سے محروم ہوجاتی ہے۔	اس کالم میں کالم نگار نے چند پالیسیوں پر حکومت کی غلط خوداعتمادی میں مبتلا ہوجانے کا ذکر کیا ہے۔
16 ستمبر 1977، جمعہ	4L	حافظ بشیر احمد غازی آبادی (حمایت)	خود کو عوام قرار دینا بہت بڑی کج فکری ہے۔	اس کالم میں سابقہ حکومت پر تنقید کرتے ہوئے عوامی دور کو ایک حادثہ قرار دیا گیا ہے اور اس دور میں ہونے والی ناانصافیوں پر بحث کی گئی ہے۔
17 ستمبر 1977، اتوار	4U	جنگ فیچر (حمایت)	بھٹو اور گاندھی نے سیاست میں کیا گل کھلائے؟	اس فیچر میں بھٹو دور کی خامیاں اور انکی ناکامی کے اسباب کے ساتھ ساتھ ضیاءالحق کو مشورہ دیا گیا ہے کہ انصاف اور سیاست کے درمیان جو درجہ بندی ہے وہ ہر حال میں باقی رہنی چاہئے۔
21 ستمبر 1977، جمعرات	4U	زیڈ۔اے سلہری (حمایت)	جنرل محمد ضیاءالحق کی شخصیت کی چند جھلکیاں	اس کالم میں کالم نگار نے اپنی ایک ملاقات کا حوالہ دیتے ہوئے ضیاءالحق صاحب کی شخصیت بیان کی ہے اور بھٹو کو فرعون سے تشبیہ دی ہے کہ وہ قوم کو غلام بنانے پر تل گیا تھا۔
25 ستمبر 1977، پیر	4U	جے اے رحیم (حمایت)	بھٹو نے ملکی معیشت اور نظام حکومت کو تباہ کردیا	کالم نگار نے اپنی اسیری اور لاکھوں عوام پر بھٹو کے ظلم کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ انہوں نے آئین کو آمریت کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
25 ستمبر 19 77، پیر	4L	وزیر حسن انصاری (حمایت)	سابقہ حکومت اقتصادی اور سماجی حقائق کی روشنی میں	کالم نگار کے مطابق ملک سیاسی اعتبار سے مضبوط ہو ہی نہیں سکتا جب تک مالی اعتبار سے مضبوط نہ ہو۔ بھٹو کے اقدامات کی وجہ سے ملک کے مالی و اقتصادی حالات کی خرابی کا ذکر اور بھٹو کے مختلف کارنامے گنوائے گئے ہیں۔
12 اکتوبر 1977	4U	انور الایمان فاروقی (حمایت)	فلاحی مملکت میں تمام کارکنوں سے ایک جیسا سلوک ہونا چاہیئے سابقہ حکومت نے محنت کشوں پر ظلم، زیادتی اور تشدد کی حد کردی	کالم نگار نے مختلف ملازمین کے مسائل کا ذکر اور سابقہ دور میں ہونے والی زیادتیوں پر اشارہ دیا ہے اور آنے والی حکومت سے امید کی ہے کہ ان کے نقصانات کا ازالہ کیا جائے۔
23 اکتوبر 1977	4U	بدر عالم فاروقی (حمایت)	چودہ ارب کے قرضے اور 256 کروڑ پتی، بھٹو کے دور میں بینکوں کا حلیہ کیوں بگاڑا گیا	کالم نگار نے بھٹو دور میں قرضوں کی تفصیلات بیان کی ہیں اور اسٹیٹ بینک کے اعداد و شمار بیان کرتے ہوئے معیشت کو ہونے والے نقصانات اور بینکوں کے حال پر تبصرہ کیا ہے۔
4 دسمبر 1977	4U	قاضی محمد اکبر (حمایت)	قومی یکجہتی۔ وقت کی اہم ترین ضرورت	کالم نگار نے بھٹو دور میں اچھے کاموں کے ساتھ برے کاموں کا حوالہ دیتے ہوئے قومی یکجہتی کی ضرورت پر زور دیا ہے۔
6 جنوری 1978ء	4/I	حبیب الرحمٰن	پیپلز پارٹی کا یوم جمہوریت (حمایت)	کالم نگار نے بتایا ہے کے یوم جمہوریت منانے کے لیے ۱۵ اکتوبر ہی کو کیوں منتخب کیا گیا ہے۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور کی فسطائیت اور فاشزم کے مطابق بھٹو کی سیاسی موت واقع ہو چکی تھی اور پیپلز پارٹی یوم جمہوریت منا کر مشہور ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔
8 جنوری 1978ء	5/I،	میر خلیل الرحمٰن	جنرل محمد ضیاء الحق کا دورہ چین (حمایت)	کالم نگار نے جنرل کے دورہ چین کا ذکر کیا ہے۔ چین کے اہم راہنماؤں اور تاریخی پس منظر کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ چین نے پاکستان کو اسلحہ اور دیگر امور پر مدد کی یقین دہانی کروائی ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
20فروری1978ء	5/u	زیڈاے سلہری	بھٹوازم کا کس طرح قلع قمع کیا جائے (حمایت)	کالم نگار نے بھٹو صاحب کی ذات سے متعلق سیاست میں موجود عناصر کو کس طرح خاموش کروانے اور ان کے اقدامات کا اثر ختم کرنے کے متعلق اپنی رائے سے اگاہ کیا ہے۔بھٹوازم ختم کرنے کے لیے سیاسی متبادل کا مطالبہ کیا ہے۔
3اگست1978ء	5/u	میر خلیل الرحمٰن	شہر کی باتیں (حمایت)	کالم نگار نے ضیاء الحق کے متعلق بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے اپنے بیانات کا ذکر کیا ہے۔
22 ستمبر1978ء	5/l	میر شکیل الرحمٰن	بھٹوفارمولا یا حق فارمولا (حمایت)	کالم نگار نے عوام اور صحافیوں کے متعلق مختلف اسکیموں کے نام سے حکومت کی پیش کشوں کوتنقید کا نشانہ بنایا ہے۔
6 ستمبر1978ء	5/l	میر شکیل الرحمٰن (حمایت)	نظام مصطفیٰ کا خالی خولی نعرہ لگانے والے بتائیں کہ نظام مصطفیٰ کیا ہے؟	کالم نگار نے حکومت پر تنقید کی ہے۔۔۔۔
26فروری1979		زیڈاے سلہری (حمایت)	ہمارے سیاستدانوں کی غیر حقیقت پسندی	کالم نگار نے سیاستدانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ بھٹو صاحب کا دور ختم ہو چکا،ہمیں قومی سلمیت کے لیے انتخابی عمل سے گزرنا ہوگا۔لہٰذا عبوری حکومت کے دوران اچھا موقع ہے کہ سیاسی اصلاحات کر لی جائیں۔
9مارچ1979 جمعہ	4L	بشیر الدین خان (مخالفت	فوج کو سیاست میں ملوث نہ کیا جائے	کالم نگار نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ فوج کو غیر ضروری طور پر سیاست میں ملوث نہ کیا جائے ۔جلد انتخابات کروا کے اقتدار نمائندگان کے سپرد کر دیا جائے۔
19مارچ1979 بدھ،	2/L	محمود حامد (حمایت)	اسلامی نظام اور عوامی مسائل	کالم نگار نے 12 ربیع الاول کو اسلامی نظام کے قیام کا خیر مقدم کرتے ہوئے ضیاالحق کی خدمات کو سراہا ہے۔اور وہ سیاسی پارٹیاں جو اسلامی نظام قائم کرنے کا صرف اعلان کرتی رہیں ان کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ صدر ضیاالحق نے اسلامی نظام کے قیام کا اعلان کر دیا۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
24مارچ 1979		منیرعلوی (مخالفت)	مسلح افواج کا آئینی کردار	کالم نگار نے مختلف مارشل لاء ادوار اور ترکی کی مثال دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ فوج کا کوئی بھی آئینی کردار نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر فوج کو آئینی اختیار مل گیا تو اس کی کابینہ ایوان میں آسانی سے کام نہیں کر سکے گی ، کیونکہ وزرااور دیگر کو معلوم ہوگا کہ صدر کے پاس فوج چلانے کے اختیارات بھی ہیں۔
30مارچ 1979 جمعہ،	4L	میر شکیل الرحمٰن (مخالفت)		کالم نگار نے بھٹو پر بننے والے جوڈیشل کونسل کے فیصلے کے متعلق جو بھی کرنا ہے کرو کی رائے دی ہے۔اگر اس کے معاملات میں تاخیر ہوئی تو مسائل میں اضافہ ہوگا۔
31 مئی 1979 اتوار	4L	حافظ بشیر احمد (حمایت)	قومی مفاد میں اشتراک عمل	کالم نگار نے پاکستان کی قومی صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کو بنے ہوئے بتیس سال ہو گئے ، اور ہم نے یہ ملک اصلاح معاشرہ اور دین کی تبلیغ کے لیے حاصل کیا تھا۔نظام مصطفیٰ قائم کرنے کے لیے ہمیں صحیح لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔
6 مئی 1979 بدھ	4U	آغا مسعود حسین (مخالفت)	بلدیاتی انتخابات	آغا مسعود حسین نے اپنے کالم کے ذریعے عبوری حکومت کو تجویز دی ہے کہ بلدیاتی انتخابات سے قبل عام انتخابات کروائے جائیں ۔پاکستان کے موجودہ حالات میں بلدیاتی انتخابات کروا کے سیاسی مفادات حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔عبوری حکومت کی ذمہ داری ہے کہ مقررہ تاریخ پر انتخاب کروا کے فوج واپس بیرکوں میں چلی جائے۔
18 مئی 1979 پیر،	2U	سید عادل براہیم (مخالفت)	بلدیاتی انتخاب غیر سیاسی بنیاد پر کروائے جائیں	کالم نگار نے بحث کی ہے کہ سیاسی جماعتیں بلدیاتی انتخابات عام انتخابات سے قبل نہ کروانے کے لیے حکومت پر زور ڈال رہی ہیں۔حکومت عام انتخابات کروانے مں مخلص نہیں۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
24 مئی1979		بشیر احمد (مخالفت)	صدر کے اختیارات اور آئین میں ترمیم	کالم نگار نے صدر کے اختیارات اور آئین میں ترمیم کے حوالے سے اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے۔اگر آئین کے تحت صدر کو اختیارات دیئے گئے تو وہ مطلق العنان ثابت ہو سکتا ہے۔
28 مئی1979		سعید اللہ کاظمی (حمایت)	اسلامی جمہوریت یا خالص اسلام	میں کالم نگار نے سابقہ حکومتوں پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر دور میں اسلامی جمہوریت کے دعوے کیے گئے لیکن اس پر عمل نہیں کیا گیا، اس عبوری حکومت کے دور میں اسلامی اصولوں پر کام کیا جا رہا ہے۔صدر کو مشورہ دیا ہے اسلامی نظام کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔
25 جون1979، پیر	4U	سید محمد تقی (مخالفت)	انتخابات اور بھیانک آمریت	کالم نگار نے آمریت کے زیر اثر ہونے والے انتخابات پر تنقید کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ موجودہ دستور میں جو حکومت بنے گی وہ جمہوریت کو ذبح کرنے کے مترادف ہو گی۔انتخابات کروانے میں اصرار کیا گیا تو سمجھ لیں کہ دال میں کچھ کالا ہے۔
22 جولائی1979، اتوار،	2L	ایس ایم یعقوب (حمایت)	متناسب نمائندگی کا طریقہ انتخاب	کالم نگار نے صدر ضیا الحق کے متناسب نمائندگی والے بیان کا ذکر کیا ہے کہ وہ اس طرح کے انتخاب کروانا چاہتے ہیں۔
3اگست 1979، جمعہ،	3L	میر شکیل الرحمٰن (مخالفت)	جنرل صاحب !ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں	کالم نگار نے جنرل ضیا الحق پر تنقید کی ہے کہ آپ نے امریکی صحافی کو انٹرویو تو دے دیا، مگر ہمیں ابھی تک ٹائم نہیں دیا اور ملاقات کی کوئی بات نہیں کی۔
5اگست1979، جمعہ،	3L	عبادت یار خان (حمایت)	وزیر اعظم اور صدر کے اختیارات میں توازن کا فیصلہ انتخابات سے پہلے کیا جائے	اس کالم میں کالم نگار نے سابقہ حکومت پیپلز پارٹی پر تنقید کی ہے اور تجویز دی ہے کہ صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات کے حوالے قبل از الیکشن فیصلہ کیا جائے۔

خلاصہ	عنوان	کالم نگار	کالم سائز	تاریخ
اس کالم میں کالم نگار نے موجودہ نظام کے تحت یہ بتانے کی کوشش کی ہے یہ ممکن ہے کہ ایک سیاسی جماعت ملک میں اکثریت حاصل کیے بغیر پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرے، اور اگر ایسا ہوا تو یہ عمل موجودہ نمائندہ جمہوریت کی روح کے مخالف ہوگا۔	متناسب نمائندگی کسی نہ کسی شکل میں سارے یورپ میں رائج ہے	کمال اظفر (مخالفت)	6L	2 1اگست 1979، اتوار،
کالم نگار نے متناسب نمائندگی کو غیر ضروری اور غیر اہم قرار دیا ہے، اور کہا ہے ہمارا ملک اسلامی ملک ہے اس میں مجلس شوری کا قانون ہونا چاہیے۔	متناسب نمائندگی کے تجربے سے اجتناب ہی بہتر ہے	جسٹس بشیر الدین خان (مخالفت)	2L	13اگست1979، پیر،
کالم نگار نے صدر پاکستان کی تجویز کی حمایت کی ہے اور لکھا ہے کہ جب سے متناسب نمائندگی کی تجویز آئی ہے اس کی مخالفت کی جارہی ہے، اس پر سیاست کی جارہی ہے اور بہت سے لوگ تو اس سے واقف بھی نہیں۔	متناسب نمائندگی سے اختلاف بے معنی ہے	ایک مبصر کے قلم سے (حمایت)		16اگست1979
کالم نگار نے متناسب نمائندگی کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نظام عاشرے اور ریاست کے فرق اور ضروریات کو بھول جاتا ہے۔	متناسب نمائندگی۔ایک تجزیہ	ثمین خان (مخالفت)		26اگست1979، بدھ
کالم نگار نے مسلح افواج کے سیاسی کردار پر بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔اور کہا ہے کہ ملک اب کسی مارشل لا کا متحمل نہیں ہوسکتا۔	مسلح افواج کا سیاسی کردار	نظام مصطفیٰ (مخالفت)	3L	17 ستمبر•1979،
فوج پاکستان کا اہم حصہ ہے، اس کو سیاست میں بالکل نہیں آنا چاہیے اور فوج کا کام ملک کی سرحدوں کی حفاظت ہے۔	توازن ،اختیارات اور فوج کا کردار	ضیاالدین کرمانی (مخالفت)		9 1 ستمبر 1979، بدھ
کالم نگار نے صدر پاکستان کی جانب سے 1962 کے پولیٹیکل پارٹی ایکٹ میں ترمیم کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ سیاسی جماعتوں کو اس بحث میں نہیں الجھنا چاہیے اور منفی رویے سے سیاستدانوں کو نقصان ہوگا۔	سیاسی جماعتوں کے ترمیمی ایکٹ کو محاذ آرائی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے	سید شہزاد منظر (حمایت)	4L	3اکتوبر1979، بدھ

خلاصہ	عنوان	کالم نگار	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے صدر ضیاالحق کے قوم سے خطاب میں مزدور کو دی جانے والی تجویز پر غصہ کا ظہار کیا ہے،اور مزدور کے مسائل کے ساتھ ساتھ سرمایہ داروں اور مل مالکان کی حرکتوں کا بھی ذکر کیا ہے اور ملک کی اقتصادی صورتحال پر صدر سے مداخلت کی اپیل کی ہے۔	صدر محترم اور بندہ مزدور	منظور احمد (مخالفت)	4L،	7اکتوبر1979،اتوار
کالم نگار نے پیر پگارا کے لگائے گئے الزامات کا جواب دیا ہے۔اس کے ساتھ پیپلز پارٹی پر بھی تنقید کی ہے۔	میری باتیں	بجل لغاری (حمایت)	2L	10اکتوبر1979،بدھ،
کالم نگار نے صدر پاکستان کو مشورہ دیا ہے کہ وہ سیاسی پارٹیوں کی باتوں میں نہ آئیں بلکہ وہی کریں جو قوم کے لیے بہتر ہو۔	سیاسی پارٹیاں اور قوم کا مستقبل	حبیب احمد (حمایت)	4L	10اکتوبر1979،بدھ
کالم نگار نے حکومت کی توجہ جیلوں کی طرف دلائی ہے اور کہا ہے کہ جیلوں کی حالت بہت خراب ہے اور قیدیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔حکومت کو چاہیے جیلوں کے حوالے سے خصوصی اصلاحاتی پیکج لے کر آئے۔	جیلوں میں اصلاحات	راشد سعید (مخالفت)	4L	3فروری1980،اتوار
کالم نگار نے ملک مین شکر کے بحران پر کالم لکھا ہے اور ساتھ ساتھ حکومت کے کیے گئے اقدامات کی تعریف کی ہے کہ اس نے بروقت کام کر کے عوام کی مدد کی ہے۔	پاکستان میں شکر کا بحران	ڈاکٹر شریف (حمایت)	3L	13جون1980،جمعہ
کالم نگار نے بجٹ کے سلسلے میں حکومت کے کیے گئے اقدامات کی تعریف کی ہے ۔اور کہا ہے حکومت کی صنعتی پالیسی نے جہاں صنعت کاروں کو ریلیف دیا ہے وہیں عوام کے لیے آسانیاں پیدا کی ہیں۔	صنعتی ترقی پر حکومت کی پالیسی کے اثرات	ڈاکٹر مشتاق احمد (حماہت)	3L	29جون1980،اتوار
کالم نگار نے موجودہ حکومت کی مشکلات بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ حکومت نے اس کھٹن وقت میں ملک کی درآمدی پالیسی تشکیل دی ہے کہ جو کہ لائق تحسین ہے۔	پاکستان کی حالیہ درآمدی پالیسی کا ایک جائزہ	پروفیسر اویس احمد (حمایت)	4L	14جولائی1980،پیر

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
24 ستمبر 1980، اتوار	4L	بشیر طاہر (حمایت)	صدر مملکت کا دورہ اقوام متحدہ	کالم نگار نے صدر ضیاالحق کے دورہ اقوام متحدہ کی تفصیلات درج کی ہیں اور ان کے اس دورے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ صدر صاحب نے ان مشکل حالات میں نہ صرف پاکستان کی نمائندگی کی بلکہ امت مسلمہ کی بھی ترجمانی کی۔
6 اکتوبر 1980، اتوار	3U	پروفیسر محمد خلیل اللہ (حمایت)	ایک تاریخ ساز تقریر	کالم نگار نے مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ اجلاس میں صدر پاکستان کی جانب سے کی جانے والی تقریر کی تعریف کی ہے اور کہا ہے صدر صاحب نے جرائتمندانہ موقف پیش کیا ہے۔
13 اکتوبر 1980، جمعہ	2U	ابوحشام تھانوی (حمایت)	صدر مملکت کی اقوام متحدہ میں تقریر	کالم نگار نے اقوام متحدہ کے حالیہ سیشن میں صدر ضیاالحق کی جانب سے کی جانے والی ولولہ انگیز تقریر کی تعریف کی ہے۔
9 دسمبر 1980، اتور	4L	شفیع ملک (مخالفت)	قومی لیبر پالیسی	کالم نگار نے ملک میں مزدور کی دگرگوں حالت بیان کرنے کے بعد ان کے لیے بہترین قومی پالیسی تشکیل دینے کی تجویز دی ہے۔ اور کالم نگار نے مزدور کی حالت کا ذمہ دار تمام حکومتوں کو قرار دیا ہے۔
25 جنوری 1981، جمعہ	3U	احمد ندیم قاسمی (مخالفت)	لاہور لاہور ہے	کالم نگار نے معاشی مسائل کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر عوام مسائل کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زمینی حقائق بول رہے ہیں اور ملک میں واقع میں ہی مسائل موجود ہیں اس لیے حکومت کو ان مسائل کی توجہ دینا چاہیے۔
1 مارچ 1981، اتوار	3U	احمد ندیم قاسمی (مخالفت)	قلم چلانے سے عوام کے مسائل حل نہیں ہونگے	کالم نگار نے حکومت کو متوجہ کر کے عوام کے مسائل کی طرف توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ صرف احکامات دینے سے مسائل حل نہیں ہونگے۔ بلکہ عملی اقدامات کرنے ہونگے۔
27 مئی 1981، اتوار	3L	بدر جعفری (مخالفت)	ہفتہ وار تعطیل اور اوقات کار	کالم نگار نے حکومت کی جانب سے جمعہ اور ہفتہ کی چھٹی کے فیصلے پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ حکومت خود پریشان ہے کہ اب اس معاملے کیسے حل کیا جائے۔

خلاصہ	عنوان	کالم نگار	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے موجودہ حکومت کی طرف سے پیش کیے جانے والے بجٹ کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ حکومت نے بیشتر محکموں میں اچھی پالیسی اپنائی ہے اور عوامی بجٹ پیش کیا ہے۔	وفاقی بجٹ کا اقتصادی جائزہ	آغا محمد غوث (حمایت)	3L	8 جولائی 1981، بدھ
کالم نگار نے حکومت کی طرف سے جاری کیے جانے والے مجوزہ وفاقی محتسب کے ادارے کی حمیے میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس ادارے سے عوام کی مشکلات حل ہونے میں مدد ملے گی اور عوام سرکاری افسران کے خلاف شکایات کر سکیں گی۔	محتسب اعلی	ایم شمس الدین (حمایت)	3L	16 ستمبر 1981، بدھ
اس کالم میں کالم نگار نے لیبیا میں موجو د پاکستانیوں کے مسائل کے حوالے سے بات کی ہے اور ۲۵۰ افراد کی حکومتی توجہ کی وجہ سے واپسی ممکن ہونے پر حکومت کی تعریف کی ہے۔	تلخ وشیریں	انعام درانی (حمایت)	2U	3 جنوری 1982، پیر
صدر کی جانب سے بنائی گئی وفاقی مشاورتی کونسل پر بات کی گئی ہے، اس کونسل کے لیے جو نام چنے گئے ہیں ان پر تنقید کی گئی ہے۔ اور اسلام کو نطور نعرہ استعمال نہ کرنے کی تجویز دی ہے۔	شوری کی ہئیت ترکیبی کیا محض اتفاقی ہے؟	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	5U	8 جنوری 1982
کالم نگار نے شوری پر تنقید کرتے ہوئے سیاسی عمل کے ارتقا پر زور دیا ہے۔ سیاسی عمل کو پا بندیوں سے آزاد کرنے اور اور الیکشن کا عمل پورا کرنے پر زور دیا ہے۔	سیاسی مسئلہ، سوچ کے دھارے تیزی سے بدل رہے ہیں	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	4U	2 جنوری 2 1982، ہفتہ
اخبارات پر سنسر شپ اٹھاتے ہوئے حکومت نے موقف واضح نہیں کیا اور بعد میں موقف تبدیل کر لیا گیا، اور سیاستدانوں کے بیانات پر کالم کی اشاعت نہ کرنے کے حکومتی موقف پر تنقید کی گئی ہے۔	سیاسی سرگرمیوں اور پریس پر حکومت سوچ سمجھ کر موقف طے کرے	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	3U	2 جنوری 9 1982، ہفتہ
کالم نگار نے صدر مملکت ضیا الحق کے بیان اور حکومتی تضاد کو بیان کیا ہے، جس میں صدر آزادیء صحافت کے قائل جب کے حکومت نے صحافت پر پابندیاں عائد کی ہوئی ہیں۔	آزادی صحافت کیوں اور کس لیے	ظہور الحسن چوہان (حمایت)	3L	23 فروری 1982، منگل

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
6مارچ1982 ،ہفتہ	3U	ارشاداحمدحقانی	نفاذ اسلام کے دعوے اورعملی پیش قدمی کی سست رفتاری	کالم نویس نے حکومت کے دعوے نفاذ اسلام پر عدم اتفاق کرتے ہوئے مختلف تجاویز دی ہیں۔
19مارچ1982 ،جمعہ	4L	ارشاداحمدحقانی	حکومت کی سیاسی سوچ ،ابہام اب ختم ہونا چاہیے	کالم نویس نے سیاسی سرگرمیوں پر پابندیوں پر مایوسی کا اظہار کیا ہے۔صدر ضیاالحق اور کابینہ کے ارکان کے مختلف بیانات پر اظہار کیا ہے۔
28مئی1982 جمعہ	3U	ارشاداحمدحقانی(حمایت)	پاکستانی معاشرے کو اسلامی بنانے کا تذکرہ	حقانی صاحب نے پاکستانی معاشرے کو اسلامی بنانے کے حکومتی اعلانات کی تائید کی ہے اور دنیا کے ردعمل کو ٹھکرایا ہے۔اس عمل میں تیزی لانے پر زور دیا ہے۔
25جون1982 ،جمعہ	3U	ارشاداحمدحقانی(مخالفت)	آئندہ مالی سال کا بجٹ،مثبت اور منفی پہلو	کالم نویس نے بجٹ کے حوالے سے مختلف طبقات کی بات کی ہے اور حکومت پر تنقید کی ہے۔
8 2جولائی،بدھ 1982	4U	ارشاداحمدحقانی(مخالفت)	سیاسی ڈھانچے کے بارے میں نظریاتی کونسل کی رپوٹ کی واپسی	حقانی صاحب نے اسلامی کونسل کی دو سال کی محنت کے بعد رپورٹ کی تیاری اور صدر صاحب کے اس پر عدم اتفاق کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔
3اگست 1982 ،منگل	5U	ارشاداحمدحقانی(مخالفت)	نفاذ اسلام ،پانچ سالہ پیشرفت کا جائزہ	حقانی صاحب نے سابقہ حکومتوں کے کاموں کا جائزہ اور موجودہ حکومت کے اسلامی نقطہ نظر کے نام سے اپنے نفاد پیدا کر رہی ہے ان کا تذکرہ کیا ہے۔اور ہر کام کو نفاذ اسلام کا نام دینے سے گریز کرنے کی تجویز دی ہے۔
29ستمبر 1982 ،بدھ	3U	غلام محمد شاہ(حمایت)	نفاذ اسلام اور حکومت کے مساعی	کالم نگار نے حکومتی اقدامات کی حمایت کی ہے جو کہ حکومت نفاذ اسلام کے حوالے سے کر رہی ،مثلا حدود آرڈیننس اور اس طرح کے مزید اقدامات پر زور دیا ہے۔
6ستمبر1982 ،پیر	3U	ارشاداحمدحقانی(حمایت)	اصلاح معاشرہ کی مہم اور اس کے نتائج حاصل کرنے کا طریقہ	کالم نگار نے صدر ضیاالحق کی جانب سے چلائی جانے والی مہم کی حمایت کی ہے اور معاشرتی برائیوں کو بے نقاب کرتے ہوئے اصلاحی تجاویز دی ہیں۔
8اکتوبر 1982 ،جمعہ	3U	ارشاداحمدحقانی(مخالفت)	عبوری آئین کا دوسرا ترمیمی بل ،نظر ثانی کا منتظر	کالم نگار نے یحییٰ خان کے دور میں برطرف کیے جانے والے افسران کے خلاف بل لانے کی مخالفت کی ہے اور اسے جائز قرار دیا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
01نومبر 1982، پیر	3L	جلال الدین احمد نوری (حمایت)	دلی میں ضیاء اندرا ملاقات تاریخ کے آئینے میں	کالم نگار نے ضیا اور اندرا ملاقات کے حوالے سے کالم لکھا ہے، جس میں کشمیر کے حوالے سے ضیاء صاحب کی تجویز کی حمایت کی ہے۔
8نومبر 1982، پیر	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	صدر کی گیند سیاستدانوں کی کورٹ میں	حقانی صاحب نے صدر کی سیاست دانوں پر تنقید کو درست قرار دیا ہے
9 1نومبر 1982، جمعہ	2L	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	خارجہ حکمت عملی ، پاکستان کے لیے درست لائحہ عمل	کالم نویس نے امریکی سفیر کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو دیکھ بھال کے تھام لیتے ہوئے اور روس سے بھی تعلقات کو بہتر کرنے کے حکومتی اقدامات کو سراہا ہے۔
17دسمبر 1982، ہفتہ	3U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	سیاسی دلچسپیوں کی وجہ سے بلدیاتی کونسلروں کے خلاف کاروائی کا امکان	کالم نگار نے ایسے حکومتی اعلان کی مذمت کی ہے جس میں کونسلروں کی سیاسی وابستگی کو ناپسند کیا گیا ہے۔
0 1جنوری 1983، پیر	3U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	اخبارات کو مضبوط ادارتی بورڈ قائم کرنے کا مشورہ	حقانی صاحب نے صدر ضیاالحق کے اخبارات کو اپنے ادارتی بورڈ مضبوط کرنے کے مشورے کی حمایت کی ہے۔
10جنوری 1983، پیر	5L	زیڈ اے سلہری (حمایت)	کیا پاکستان امریکا پر انحصار کر سکتا ہے	سلہری صاحب نے صدر کے دورہ امریکا کا تجزیہ کیا ہے اور اسے نہایت کامیاب قرار دیا ہے ۔اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے امریکا کے دوہرے معیار کا بھی تجزیہ کیا ہے۔
1 2 جنوری 1983، بدھ	3U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	پاکستانیوں کے قومی شعور اور جذبہ حب الوطنی پر عدم اطمینان	کالم نگار نے صدر ضیاالحق کی نشری تقریر کی مخالفت کی ہے جس میں انھوں نے پاکستانیوں کے قومی شعور اور جذبہ حب الوطنی کی کمی کی بات کی ہے۔
1 7 جنوری 1983، پیر	2U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	عشر کا نفاذ ایک اہم اور تاریخی فیصلہ	کالم نگار نے زکوۃ عشر آرڈنیس میں عشر کے معطل شدہ حصے کے نفاذ کے کابینہ کے فیصلے کو سراہا ہے۔
26جنوری 1983، بدھ	5U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	توانائی کا بحران	کالم نگار نے موجودہ حکومت کی توانائی کے بحران پر کیے گئے فیصلوں کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔
2فروری 1983، پیر	5U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	نفاذ اسلام توقعات اور نتائج	کالم نگار نے طویل کالم میں حکومت کے نفاذ اسلام کی کوششوں کو سراہا ہے لیکن ساتھ میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ بہر حال تمام باتیں جمہوری رویے اور جمہوریت کے بغیر غلط ہیں۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
2فروری1983، پیر	3L	پیر علی محمد راشدی (حمایت)	وفاقی محتسب کا تقرر	کالم نگار نے سابقہ حکومتوں کی تفصیل کے ساتھ بات کرتے ہوئے وفاقی محتسب کے قیام کو سراہا ہے اور کئی تجاویز بھی دی ہیں۔
28فروری1983، پیر	3U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	نئی نصابی کتب تیار کرانے کا ارادہ	کالم نگار نے حکومت کے اس منصوبے کو سراہا ہے جس کے تحت تمام نصابی کتب کو نئے سرے سے اسلامی ماحول کے مطابق تیار کیا جائے گا۔
4مارچ1983، جمعہ	2L	بشیر الدین خان (مخالفت)	توانائی کا مفروضہ بحران اور قیمتوں میں اضافہ	کالم نگار نے توانائی کے بحران کو مصنوعی قرار دیا ہے اور منصوبہ بندی کی کمی کو جواز بتایا ہے۔
27مارچ1983، اتوار	5U	زیڈ اے سلہری (مخالفت)	حکومت اور اشتہارات	کالم نگار نے جنگ کے اشتہارات کے حوالے سے کالم لکھا ہے اور حکومت کے اس اقدام کی سخت مخالفت کی ہے۔
8 مئی1983، اتوار	6L	زیڈ اے سلہری (حمایت)	کیا سیاسی دور شروع ہو چکا ہے	کالم نگار نے صدر کے ملکی دوروں کا تجزیہ کیا ہے اور انھیں ملک کی اہم ضرورت قرار دیا ہے جبکہ بھٹو صاحب پر تنقید کی ہے۔
8 مئی1983، اتوار	5U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	حکومت کی سیاسی سوچ اور اس کے مضمرات پر ایک نظر	حقانی صاحب نے صدر صاحب کے سیاسی ڈھانچے کو غیر مناسب قرار دیا ہے اور کسی بھی سیاسی سیٹ اپ کے لیے قوم کو اعتماد میں لینے کی بات کی ہے۔
11 مئی1983، بدھ	3L	پروفیسر محمد عثمان (مخالفت)	قومیائے ہوئے اسکول اور کالج	کالم نگار نے تعلیمی اداروں کی پستی کی بات کرتے ہوئے حکومتوں کی عدم توجہ پر بات کی ہے اور تجویز دی ہے کہ ان اداروں کو واپس NGO کو دے دیا جائے۔
27 مئی، 1983، جمعہ	5L	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	یوم آزادی کا مجوزہ اعلان	کالم نگار نے چھ سال بغیر کسی اخلاقی جواز کے حکومت میں رہنے اور اسے طول دینے کے خلاف کالم لکھا ہے۔ اور فورا سیاسی ڈھانچے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔
7 2جون 1983، منگل	8L	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	پاکستان کی اقتصادی ترقی میں اہم سنگ میل	کال نگار نے چھٹے پنج سالہ منصوبے پر کالم لکھا ہے اور اس کے کئی پہلوؤں پر توصیفی روشنی ڈالی ہے۔
8جولائی1983، منگل	4L	عبدالقادر حسن (حمایت)	مارشل لا طولعمرہ یا دام ظلہ	کالم نگار نے مارشل لا کا سابقہ حکومتوں سے موازنہ کیا ہے اور موجودہ حکمرانوں کو نعمت قرار دیا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
11 جولائی1983، جمعہ	2U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	مارشل لا کے چھ سال	مارشل لا کے چند نقصانات گنوا کر اس کا اختتام اس کی توصیف پر کیا ہے۔
1 اگست1983، جمعرات	5U	زیڈ اے سلہری (حمایت)	اقدار سنبھالے گا کون	سلہری صاحب نے ریفرینڈم کی تجویز کو دہرایا ہے اور ضیاالحق کو ملک کے لیے خدا کی جانب سے انعام قرار دیا ہے۔
21 اگست 1983، اتوار	5U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	صدر کی تقریر کے بعض ابہام اور خلا	کالم نگار نے صدر ضیاالحق کے صدارتی نظام کے حوالے سے قائداعظم کے کردار کی دلیل کو رد کرتے ہوئے صدارتی نظام کی مخالفت کی ہے۔
22 اگست، 1983، پیر	4L	زیڈ اے سلہری (حمایت)	ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں	کالم نگار نے صدر صاحب کے اقدامات کی تعریف کی ہے اور غیر سیاسی انتخابات کی بھرپور حمایت کی ہے۔
28 اگست، 19983، اتوار	3L	زیڈ اے سلہری (حمایت)	تعمیر جمہوریت یا تخریب ملت	کالم نگار نے ایم آر ڈی کی احتجاجی تحریک کی مخالفت کی ہے اور صدر مملکت کے تمام اقدامات کو بحالی جمہوریت کی جانب بہترین قدم قرار دیا ہے۔
14 ستمبر 1983، بدھ	2U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	۷۳ کے آئین کو آوٹ آف ڈیٹ ہونے سے بچایئے	کالم نگار نے چھ سالہ طویل مارشل لا کے خلاف عوامی ردعمل کو بنیاد بنا کر ۷۳ کے آئین کو فوری طور بحال کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔
26 ستمبر، 1983، پیر	3L	زیڈ اے سلہری (حمایت)	عمل احیائے جمہوریت اور تحریک رد جمہوریت	کالم نگار نے صدر ضیاالحق نے شوری میں جمہوریت یا الیکشن کے حوالے سے جو تجاویز پیش کی ہیں ان کو جمہوریت کا حسن بنا کر پیش کیا ہے۔
5 اکتوبر 1983، بدھ	3U	زیڈ اے سلہری (حمایت)	طاقت اور زمہ داری	کالم نگار نے صدر صاحب کی تقریر میں قائداعظم کی ڈائری کے حوالے پیدا ہونے والے شک و شبہ پر بات کی ہے اور صدر صاحب کی تقریر پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔
17 اکتوبر 1983، پیر	2U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	اعلی سرکاری حکام کی مراعات اور سرکاری وضاحت	حقانی صاحب نے گریڈ ۲۱ اور گریڈ ۲۲ کے ملازمین کو اضافی مراعات کی مذمت کی ہے اور تمام سرکاری ملازمین کے لیے یکساں پالیسی بنانے پر زور دیا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
6نومبر 1983، اتوار	4L	زیڈاے سلہری (حمایت)	خارجہ پالیسی کے ممکنات	کالم نگار نے خارجی صورتحال بیان کرنے کے بعد صدر صاحب کی خارجہ پالیسی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس پالیسی کی وجہ سے پاکستان اہم کامیابیاں حاصل کر رہا ہے۔
9دسمبر 1983، جمعہ	4L	عبدالقادر حسن (حمایت)	شائد گھوڑا ہی بول پڑے	کالم نگار نے انتخابات کے حوالے سے ممکنات پر کالم لکھا ہے۔اوار حکومت کے ارادے کو تو نیک لکھا ہے مگر حالات کے حوالے سے خدشات کا اظہار کیا ہے۔
11 جنوری،1984، بدھ	2U	ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن (حمایت)	نفاذ اسلام کی پیش رفت کا جائزہ	کالم نگار نے حکومت کے چھ سالہ کام کا تفصیلی جائزہ لے کر کالم لکھا ہے۔پچھلی حکومتوں کو نااہل قرار دے کر اس حکومت کی تعریف کی ہے۔
29 جنوری 1984، اتوار	4L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	صرف دو چھٹیاں	کالم نگار نے سرکاری محکموں میں ہفتے میں دو چھٹیوں کی مخلافت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسے نا اہلی اور کام چوری قرار دیا ہے۔
3فروری 1984، جمعہ	3U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	وفاقی وزیر تعلیم کا تشویشناک بیان	کالم نگار نے وفاقی وزیر تعلیم کے بیان پر کالم لکھا ہے اور انہیں تجاویز دیتے ہوئے ان کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔
9 مئی 1984، بدھ	4L	عبدالقادر حسن (حمایت)	مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ	کالم نگار نے صدر ضیاالحق کے فرمان کہ "مجھے پی ٹی وی پر کم دکھایا جائے" کی تعریف کی ہے۔
11 مئی 1984، جمعہ	3U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	وزیر دفاع کی تجویز	کالم نگار نے صدر اور وزیر دفاع کی اس تجویز پر بحث کی ہے جس میں عام انتخابات سے قبل صدارتی انتخابات کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔
23 مئی 1984، بدھ	3L	عبدالقادر حسن (حمایت)	صدر صاحب استقبالی بچے شکر گزار ہیں	کالم نگار نے ائر پورٹ پر آنے والے مہمانوں کے استقبال کے لیے بچوں کو نہ کھڑے کرنے کے فیصلے پر صدر صاحب کا شکریہ ادا کیا ہے۔
4جون 1984، اتوار	4L	عبدالقادر حسن (حمایت)	نماز کا امام کون	کالم نگار نے صدر صاحب کی نماز کی امامت کو موضوع بنایا ہے اور اسے اچھا اقدام قرار دیا ہے اور گمان کیا ہے کے وزیر اعلی اور گورنر بھی اس اقدام کی پیروی کریں گے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
20جون1984، بدھ	5U	میاں ظفیر احمد (حمایت)	اقامت صلوۃ واقامت زکوۃ کی دعوت وتحریک	کالم نگار نے صدر صاحب کیا اقامت صلوۃ واقامت زکوۃ کے حوالے سے کیے جانے والے اقدام کی تعریف کی ہے اور بھرپور حمایت کا یقین دلایا ہے۔
25جولائی1984، بدھ	4L	عبدالقادرحسن (حمایت)	دوسرا جوتا	کالم نگار نے صدر صاحب کے کالم پڑھنے اور اپنے عنوان پر بات کرنے کا شکریہ ادا کیا ہے اور الیکشن کی تاریخ پر بات کی ہے۔
01اگست1984، بدھ	5L	مختارزمن (حمایت)	اردو دفتری زبان	کالم نگار نے اردو کا دفتری زبان کے طور پر اعلان کرنے پر مرکزی حکومت کو سراہا ہے۔اور اس حوالے سے مزید تجاویز دیں ہیں۔
13اگست1984، پیر	4L	عبدالقادرحسن (مخالفت)	خانہ سیاست	کالم نگار نے سیاست دانوں پر لگنے والی پابندی اور آزادی کے پروانے کو حکومتی نا اہلی قرار دیا ہے۔اور پابندی اور آزادی کے اس کھیل کو ختم کرنے کا کہا ہے۔
22اگست1984، اتوار	4L	عبدالقادرحسن (حمایت)	بوریا بستر	کالم نگار نے صدر صاحب کے بار بار اصرار کہ وہ الیکشن کروانا چاہتے ہیں، شک کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کالم لکھا ہے۔
9 2اگست 1984، اتوار	5L	پیر علی محمد راشدی (مخالفت)	ٹریفک کے ایکسیڈنٹ میں غیر معمولی اضافہ	کالم نگار نے ٹریفک حادثوں میں مسلسل اضافہ ہونے پر حکومت پر تنقید کرتے ہوئے اس معاملے پر توجہ دینے کا کہا ہے۔اور حفاظتی اقدامات بڑھانے کا کہا ہے۔
3دسمبر19984، پیر	3U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	توانائی کا مسئلہ	حقانی صاحب نے حکام بالا کے رویے پر تنقید کی ہے جس میں بحران کی زمہ داری ۷ سال پرانی حکومت پر ڈالی جا رہی ہے۔بجلی کے رسد اور طلب کے فرق کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی جا رہی۔
9دسمبر1984، اتوار	3U	محمد فاروق (حمایت)	اسلامی نظام کی جانب ایک اور قدم	کالم نگار نے صدر ضیاالحق کے استصواب رائے کے عمل کو سراہا ہے اور اسلامی نظام کی جانب پیشرفت قرار دیتے ہوئے اسے وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
17دسمبر1984،پیر	5L	پروفیسر محمد خلیل اللہ (حمایت)	ایک سوال	کالم نگار نے صدر کی کوششوں کو سراہا ہے انہیں عالم اسلام کا ہیرو قرار دیا ہے۔کالم نگار کا کہنا ہے کہ صدر کے ریفرنڈم والے قدم کی مخالفت ضمیر فروشی کہلائے گی۔
19دسمبر1984،بدھ	4U	عبدالقادر حسن (حمایت)	ریفرنڈم	کالم نگار نے ریفرنڈم کو جمہوریت کی ابتدا قرار دیتے ہوئے اس کے بائیکاٹ کی مخالفت کی ہے۔اور صدر صاحب کی ذاتی خوبیوں کی تعریف کی ہے۔
24دسمبر1984،پیر	4L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	ہماری جہالتیں	کالم نگار نے تعلیم کی زبوں حالی پر کالم لکھا ہے۔اس حالت کی بنیادی وجہ کی ذمہ دار حکومتوں کی عدم توجہی کو قرار دیا ہے۔اور تعلیم کے لیے مؤثر اقدامات کی ضرورت پر زور دیا ہے۔
15مارچ1985،جمعہ	3U	قدیر الدین احمد (حمایت)	صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات	کالم نگار جو کہ سابق چیف جسٹس ہیں اپنے کالم میں دستور میں ہونے والی ترمیم پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ آئین میں عدم توازن تھا وہ دور ہو گیا ہے۔اور اس ترمیم کو انہوں نے صدر صاحب کے جمہوری رویہ کی ایک مثال قرار دیا ہے۔
20مارچ1985،بدھ	4U	نظام صدیقی (مخالفت)	انتخابی گوشوارے اور صدارتی فیصلہ	کالم نگار نے انتخابی گوشوارے کی عدم طلبی کے صدارتی فیصلے کو مایوس کن قرار دیا ہے اور اس فیصلے سے عدم اتفاق کیا ہے۔
27مارچ1985،بدھ	4L	عبدالقادر حسن (حمایت)	چلہ کشی کے بعد	کالم نگار نے صدر صاحب کے پارلیمنٹ سے خطاب کی تعریف کی ہے اور صاف و شفاف الیکشن کو صدر صاحب کا عظیم کارنامہ قرار دیا ہے۔
21اپریل 1985،اتوار	2U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	قومی معیشت پر خبروں کی گرم بازاری	کالم نگار نے بجٹ سے قبل حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے حکومتی اقدامات کی تعریف کی ہے،جس میں حکومت عوام وخواص ہر طبقہ فکر سے مشاورت کر رہی ہے۔
24اپریل 1985،بدھ	4L	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	گیند اب جونیجو حکومت کے کورٹ میں ہے	کالم نگار نے ایم آر ڈی کے اجلاس میں ہونے والے فیصلوں پر اعتماد کا اظہار کیا ہے اور مزید کام کرنے کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالا ہے۔

خلاصہ	عنوان	کالم نگار	کالم سائز	تاریخ
حقانی صاحب نے وزیراعظم جونیجو کی قائم کردہ ۲۹ رکنی کمیٹی پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔اور اسمبلی کے اندر مایوسی کے حوالے سے بات کی ہے۔	سیاسی نظام تجویز کرنے والی کمیٹی کی ذمہ داری	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	3L	9جون،1985،اتوار
حقانی صاحب نے صدر کے دورہ چترال کے حوالے سے بات کرتے ہوئے افغان پالیسی پر بات کی ہے اوراس پالیسی پر دوبارہ غور کرنے پر زور دیا ہے۔آغا شاہی کا بھی حوالہ دیا ہے جو اس پالیسی کے بانی مانے جاتے ہیں۔انھوں نے بھی اس پالیسی کی مخالفت کی ہے۔	سرحدوں پر خطرات	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	5U	2جون1985،بدھ
کالم نگار نے ۲۹ رکنی پارلیمانی کمیٹی سے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے مزید مہلت کو حکومے کی ناکامی جانا ہے۔اور حکومتی پارٹی کے قیام اور دیگر سیاسی جماعتوں کو کام سے روکنا جمہوری عمل کے لیے نقصان دہ قرار دیا ہے۔	سیاسی جماعتوں کی بحالی غیر واضح صورتحال	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	2U	30جون1985،اتوار
کالم نویس نے پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ میں ترامیم پر کالم لکھتے ہوئے سیاسی جماعتوں پر پابندی کو رد کرتے ہوئے ایوب خان، بھٹو اور اندرا گاندھی کا حوالہ بھی دیا ہے۔	بیجا پابندیاں کبھی کسی حکومت کو راس نہیں آئیں	خلیق نزیری (مخالفت)	3L	20نومبر1985،بدھ
کالم نگار نے مارشل لا کے جانے اور جمہوریت کی واپسی کے بعد سیاسی عناصر کے طرز عمل کو نامناسب قرار دیا ہے۔اور حکومتی اقدام کو سراہتے ہوئے مزید کام کرنے پر زور دیا ہے۔	جمہوریت کا سفر اور سیاسی عناصر	نجم الدین فخری (حمایت)	3U	20جنوری 1986،پیر
کالم نگار نے سیاسی قائدین کے لتے لیتے ہوئے تمام اپوزیشن راہنماؤں کو آئینہ دکھانے کی کوشش کی ہے اور حکومت کے ہاتھ مضبوط کرنے کو جمہوری رویہ قرار دیا ہے۔	مستحکم جمہوری ادارے ہی آمریت کے آگے بند باندھ سکتے ہیں	خلیق نزیری (حمایت)	3L	23فروری1986،اتوار
کالم نگار نے جونیجو کے ایسے اقدامات کی تعریف کی ہے جو انھوں نے مارشل لا اٹھانے کے بعد کیے ہیں اور قوم کے اندر عمومی اتفاق رائے پیدا کرنے کے حوالے سے بھی تجویز دی ہے۔	عمومی اتفاق رائے پیدا کرنے کا ایک اور تاریخی موقع	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	4U	26فروری1986،بدھ

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
3مارچ1986،اتوار	5U	خلیق نزیری (حمایت)	جلسے جلوس چھوڑیے اور اپنی جماعتوں کو منظّم کیجئے	کالم نگار نے مختلف سیاسی جماعتوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنا منشور عوام کے سامنے پیش کریں اور جونیجو صاحب نے سیاسی ماحول پیدا کیا ہے اسے قابل تعریف قرار دیا ہے۔
28اپریل1986، پیر	4U	سلیم یزدانی (حمایت)	ویر اعظم جونیجو کی حکومت کو کمزور سمجھنا سیاسی غلطی ہے	کالم نگار نے مختلف جہتوں سے جونیجو کی حکومت کو ضیا الحق کی تائید یافتہ اوار طاقتور حکومت گرانا ہے۔
7مئی1986، بدھ	5U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	مس بینظیر کی سیاست سے اختلاف اور اتفاق کرنے والے حضرات	کالم نگار نے بینظیر کے حوالے سے قاری کا ایک خط شائع کیا ہے اور حکومت کی کچی آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دینے کو تاریخی کارنامہ قرر دیا ہے۔
9مئی1986، جمعہ	2L	قاضی افتخار احمد اکبر (حمایت)	قومی مفاد میں ۱۹۹۰ء تک انتخابات کا انتظار کیا جائے	کالم نگار نے سیاسی جماعتوں کو صدر اور وزیر اعظم کے استعفے کے بجائے الیکشن کے انتظار کا مشورہ دیا ہے۔اور موجودہ حکومت اور صدر کی سیاسی بصیرت کی تعریف کی ہے۔
11مئی1986،اتوار	3L	خلیق نزیری (حمایت)	سیاسی جماعتوں کی ذمہ داری	کالم نگار نے جونیجو کے ۱۴اگست ۱۹۸۵ء کو مارشل لا اٹھانے والے عدے کو پورا کرنے اور حکومت کے مختلف کاموں کو سراہا ہے۔
23مئی1986، جمعہ	6L	سرفراز ذلفی (حمایت)	ملک عام انتخابات کا متحمل نہیں ہوسکتا	کالم نگار نے جونیجو کی شخصیت کو بے باک اور بے لوث قرار دیا ہے اور کسی قسم کے الٹی میٹم سے نہ ڈرنے کی تجویز دی ہے۔
15جون1986،اتوار	3L	سرفراز ذلفی (حمایت)	وفاقی بجٹ اور محنت کشوں کے مفادات	کالم نویس نے وفاقی بجٹ کو سابقہ بجٹوں سے بدرجہ بہتر قرار دیا ہے اور جونیجو صاحب کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔
25جون1986، بدھ	3U	نجم الدین فخری (حمایت)	ہماری تو دعا ہے کہ اللہ انجام اچھا کرے	کالم نگار نے پارلیمنٹ کی نئی عمارت کے افتتاح پر صدر اوار وزیر اعظم کی اخباری نمائندوں سے گفتگو کا ذکر کیا ہے اور حکومت نے اپوزیشن جماعتوں کو جو کھلی چھوٹ دی ہوئی ہے اس کی مثا ماضی میں نہیں ملتی۔
27جون1986، جمعہ	3L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	بلی اندر کی یا باہر کی	کالم نگار نے پارلیمنٹ کی ناقص تعمیر پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ عمارت کی کوئی کل سیدھی نہیں ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
3جولائی1986، بدھ	3L	قمرالدین خان (حمایت)	مس بینظیر بھٹو کا اگلا قدم	کالم نگار نے پیپلز پارٹی کے سابقہ دور میں پر تشدد اقدامات اور بینظیر کے حالیہ بیانات کو ملایا ہے۔اور حکومتی اقدامات کو سراہا ہے جس میں حکومت نے خاموشی سے سب کچھ سہا ہے۔
4جولائی 1986، جمعرات	3U	محمد امجد تھانوی (مخالفت)	تیل کی بین الاقوامی قیمتیں اور حکومت پاکستان	کالم نگار نے تیل کی بین الاقوامی قیمتوں اور پاکستان میں تیل کی قیمتوں کا موازنہ کیا ہے اور موجودہ قیمت کو زیادتی قرار دیا ہے۔
20جولائی 1986، اتوار	5L	خلیق نزیری (مخالفت)	لفظ جمہوریت کے کثرت سے استعمال سے جمہوریت نہیں آتی	کالم نگار کی رائے کے مطابق جمہوریت کا لفظ بار بار استعمال کرنے سے جمہوریت نہیں آتی بلکہ عملی اقدامات سے آتی ہے جو کہ ہمارے سیاستدان اور حکومت بالکل نہیں کرتی۔
11اگست1986، پیر	3L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	بنیادی حقوق مگر کس کے لیے	کالم نگار نے ایمرجنسی ختم کرنے کے حکومتی اعلان اور بنیادی حقوق کی بحالی پر کالم لکھتے ہوئے ایسے حقائق بیان کیے ہیں جن کی تردید ممکن ہی نہیں جیسے رشوت میں اضافہ،اسپتالوں کی حالت زار اور تعلیمی دااروں کی صورتحال وغیرہ
20اگست 1986، بدھ	3L	اشرف طارق (حمایت)	تشدد کا سبب	کالم نگار نے اپوزیشن کو تشدد کی سیاست کا سبب قرار دے کر جونیجو صاحب کی بردباری کی تعریف کی ہے اور اپوزیشن کی حب الوطنی صرف اقتدار کو قرار دیا ہے۔
31اگست1986، اتوار	3L	سرفراز ذلفی (حمایت)	کیا ملک میں چوتھا مارشل لا نا گزیر ہے	کالم نگار نے ملک میں ہونے والی افراتفری کا سبب اپوزیشن کی غلط حکمت عملی کو قرار دیا ہے اور جونیجو اور صدر ضیاالحق کی جمہوریت پسندی کی تعریف کی ہے۔
3ستمبر1986، بدھ	5U	فاروق علی خان (حمایت)	بحالی جمہوریت کے بعد سیاسی جماعتوں کا کردار	کالم نگار کا کہنا ہے کہ اب تک سیاسی جماعتوں کا جو ردعمل سامنے آیا ہے وہ مایوس کن ہے جس کا مطلب جمہوریت سے ناجائز فائدہ اٹھانا لگتا ہے ،بعض جماعتیں پھر سے مارشل لا لگوانا چاہتی ہیں۔

خلاصہ	عنوان	کالم نگار	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے صدر کے دورہ بھارت پر راجیو گاندھی سے ملاقات پر اور فوجیوں کی دور امن والی پوزیشن پر واپسی، پرامن حالات کی واپسی کو صدر صاحب کو کامیاب ڈپلومیسی قرار دیا ہے۔	صدر ضیاالحق کی کامیاب ڈپلومیسی	انور سعد (حمایت)	5U	9مارچ 1987، پیر
کالم نگار نے انڈیا اور افغانستان کے حوالے سے خارجہ پالیسی کے بنیادی ستون پر ضیاالحق کے مکمل کنٹرول پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کامیاب پالیسی قرار دیا ہے اور اسے ضیا اسٹائل ڈپلومیسی کا نام دیا ہے۔	کامیاب ڈپلومیسی ضیاء اسٹائل	سلیم یزدانی (حمایت)	4L	20اپریل1987، پیر
کالم نگار نے صدر کے دس سالہ دور کا تجزیہ کیا ہے اور اسے ایک کامیاب دور حکومت قرار دیا ہے ۔جو چند خصوصیات بیان کی ہیں وہ یہ ہیں،نظام زکوۃ ،عشر کا نظام،سود سے پاک بینکاری،شرعی عدالتوں کا قیام وغیرہ۔	صدر ضیاالحق کا دس سالہ دور حکومت	نسیم سحرا کبرآبادی (حمایت)	3L	5جولائی 1987،اتوار
کالم نگار نے وزیراعظم کی سادگی اختیار کرنے کی مہم کی حمایت کی ہے اور اسے وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔اس فیصلے سے ملک خود کفالت کی کئی منازل طے کرلے گا۔	وزیراعظم کا دانشمندانہ فیصلہ	سلیم یزدانی (حمایت)	2L	13جولائی1987، پیر
کالم نگار نے ملک کی خارجہ پالیسی برائے افغانستان اور امریکہ کے حوالے خدشات کا ظہار کیا ہیاور ترجیحات کی تبدیلی پر زور دیا ہے۔اور موجودہ پالیسی کو ملک کے لیے نقصان دہ اور غلامانہ ذہنیت کی عکاسی قرار دیا ہے۔	خارجہ پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت	ملک امجد حسین (مخالفت)	2L	12اگست 1987،بدھ
کالم نگار نے وزیر خارجہ کے یونیسکو کے ڈائریکٹر جنرل کے امیدوار بن کے پھر دستبردار ہونے کو تیسری دنیا کی شکست گردانا ہے اور اسے حکومت وقت کی غلط حکمت عملی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔	پاکستان کے وزیر خارجہ نے یونیسکو کا ڈائریکٹر جنرل بن کے اچھا نہیں کیا	احمد ندیم قاسمی (مخالفت)	2L	25اکتوبر1987،اتوار
کالم نگار نے حکومت کے ان اقدامات کی تعریف کی ہے جو ایٹمی معاملات کے حوالے سے چل رہے ہین،اور تجویز دی ہے کہ دنیا کو بتا دینا چاہیے کہ ایٹمی پروگرام رول بیک نہیں کریں گے۔	کیا خارجہ پالیسی بدلنے کی ضرورت ہے	زیڈاے سلہری (حمایت)	5L	15نومبر1987،اتوار

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
23دسمبر 1987، بدھ	5L	سید اشتیاق اظہر (حمایت)	بلدیاتی انتخابات کے بعض اہم پہلو	کالم نگار نے بلدیاتی انتخابات پر جونیجو صاحب کی فہم و فراست کی تعریف کی ہے اور بعض معاملات پر حکومت کو نظر رکھنے کی تجویز دی ہے۔
27دسمبر 1987، اتوار	4L	بریگیڈئر عبد الرحمٰن صدیقی (مخالفت)	فوج اور قوم کا ایک مستقل موضوع	کالم نگار نے ملک پر مسلط مارشل لا پر بات کی ہے اور سیاسی عمل کی طویل غیر موجودگی اور حالیہ زبوں حالی کے باعث ہم مجموعی طور اس سے بددل اور بیزار ہو چکے ہیں۔
10 جنوری 1988، اتوار	5U	سید اسعد گیلانی (مخالفت)	پاکستان کی خارجہ پالیسی کے خدوخال	کالم نگار نے خطے کی بدلتی ہوئی صورتحال میں پاکستان کی کمزور خارجہ پالیسی پر بات کی ہے ۔انڈیا اور افغانستان کے حوالے سے پالیسی پر بھی تجزیہ کیا ہے۔
19 فروری 1988، جمعہ	4L	لیفٹیننٹ جنرل (R) محمد اعظم خان (مخالفت)	فیصلے کی گھڑی	کالم نویس نے ملکی حالات کا ذمہ دار حکمرانوں کو قرار دیا ہے۔ کالا باغ ڈیم، سیاچن اور اس جیسے دوسرے مسائل حکومت کی نا اہلی کی نظر ہو چکے ہیں۔عوام کی پسند سے دوبارہ عوامی حکومت قائم کی جائے۔
11 مارچ 1988، جمعہ	3U	عبدالقادر حسن (حمایت)	سیاست دان اور جونیجو	کالم نویس نے جونیجو صاحب کی طرف سے افغانستان کے حوالے سیاستدانوں سے مشاورت کے لیے جونشست منعقد کی ہے اس پر ان کی فراست کی تعریف کی ہے۔
14 مارچ 1988، پیر	5U	زیڈ اے سلہری (حمایت)	پرنالہ وہیں گرا	کالم نگار نے جنیوا معاہدے کے حوالے سے جونیجو کی کوششوں کو سراہا ہے۔اور پارلیمانی جماعتوں سے مشاورت پر اپنا تجزیہ پیش کیا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
4 مئی، 1988، بدھ	2L	جاوید ہاشمی (مخالفت)	اوجڑی سے کابل تک	جاوید ہاشمی نے جنیوا معاہدے اور اوجڑی کیمپ کے حوالے سے حکومتی اقدامات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور حکومت سے سوال کیا ہے کہ آئندہ ایسے حادثات کو روکنے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں۔
29 مئی، 1988، بدھ	3L	عبدالقادر حسن (حمایت)	روس، افغانستان اور ضیاالحق	کالم نگار نے افغان جنگ کے حوالے صدر ضیا الحق کی تعریف اور توصیف کی ہے اور روس کو شکست دینے پر ضیاالحق کو وقت کا عظیم کمانڈر قرار دیا ہے۔
8 جون 1988، بدھ	3U	عبدالقادر حسن (حمایت)	ہاں تو میں عرض کر رہا تھا	کالم نگار نے ضیا الحق کے جونیجو اور کابینہ کی برخواستگی کے فیصلے کو درست قرار دیا ہے۔اور ان قدامات کو آئینی قرار دیا ہے۔
12 جون 1988، اتوار	5U	زیڈ اے سلہری (حمایت)	پس چہ باید کرد	کالم نگار نے جونیجو دور کی خرابیوں کا تذکرہ کیا ہے اور صدر کے اقدام کو آئینی اور دستوری قرار دیا ہے۔
17 جون، 1988، جمعہ	5L	جاوید جبار (مخالفت)	مئی الیکشن توقع کے مطابق امید کیخلاف	کالم نگار نے جونیجو کی رخصتی کو غلط قرار دیا ہے اور متبادل آئینی طریقے تجویز کیے ہیں اور صدر صاحب سے سوال کیا ہے ہے کہ ۱۸ نئے وزرا میں سے ۱۰ ارکان پرانے ہیں جن کو نا اہلی کی بنیاد پر رخصت کیا گیا تھا۔
13 جولائی 1988، بدھ	5U	بریگیڈیئر مظفر علی خان (حمایت)	تبدیلی کی ضرورت کا ایک جائزہ)	کالم نگار نے صدر ضیاالحق کے مارشل لا کی حمایت کی ہے اور بحالی جمہوریت کے اقدام اور جونیجو حکومت کی برخواستگی پر اسے ملکی ضرورت قرار دیا ہے۔
17 اگست 1988، بدھ	2L	محمد رمضان (حمایت)	احتساب یا اپریشن کلین اپ	کالم نویس نے صدر ضیاالحق کے فیصلے کی تعریف کرنے کے بعد سابقہ حکومتوں کی بداعمالیوں پر سخت احتساب کی بات کی ہے۔
25 ستمبر 1988، اتوار	5U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	حکومت پاکستان کی افغان پالیسی	کالم نگار نے صدر غلام اسحاق خان کی دفتر خارجہ آمد اور میٹنگ پر کالم لکھا ہے اور خارجہ پالیسی برائے افغانستان کی از سر نو جائزے کو سراہا ہے۔اور جرگہ کے اہتمام کی بات کی ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
19دسمبر1988، پیر	3L	نظام صدیقی (مخالفت)	محترمہ مشکلات بڑھانے کی نہیں کم کرنے کی ضرورت ہے	کالم نگار نے بلوچستان اسمبلی کے توڑے جانے کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے کہ بیشک یہ آئینی اقدام تھا لیکن طریقہ کار اور ٹائم فریم غلط تھا۔
19دسمبر1988، پیر	2L	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	بلوچستان اسمبلی کی تحلیل اور اس کے بعد	کالم نگار نے گورنر کے اسمبلی تحلیل کرنے کے اقدام کو وفاقی حکومت کا ہی قرار دیا ہے اور جمہوریت کے خلاف افسوناک واقعہ قرار دیا ہے۔
23دسمبر1988، جمعہ	3U	آغا مسعود حسین (مخالفت)	بلوچستان اسمبلی توڑنے کا فیصلہ	کالم نگار نے اسمبلی توڑنے کے حوالے سے حکومت پر کڑی تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ پوری دنیا میں اتنی جلدی نہیں توڑی جاتی جتنی پاکستانی سیاستدانوں نے یہاں ہلڑ بازی لگائی ہوئی ہے۔

محمد ضیاء الحق دور میں شائع ہونے والے سیاسی کالمز بمطابق نمونہ بندی (اتوار، پیر، بدھ، جمعہ)

نمبر شمار	کل شائع ہونے والے کالمز کی تعداد بمطابق نمونہ بندی	حکومت حمایت میں لکھے گئے کالم	حکومت مخالفت میں لکھے گئے کالم
1	**168**	106	63

Columns Published during Zia ul Haq Era at a Galance
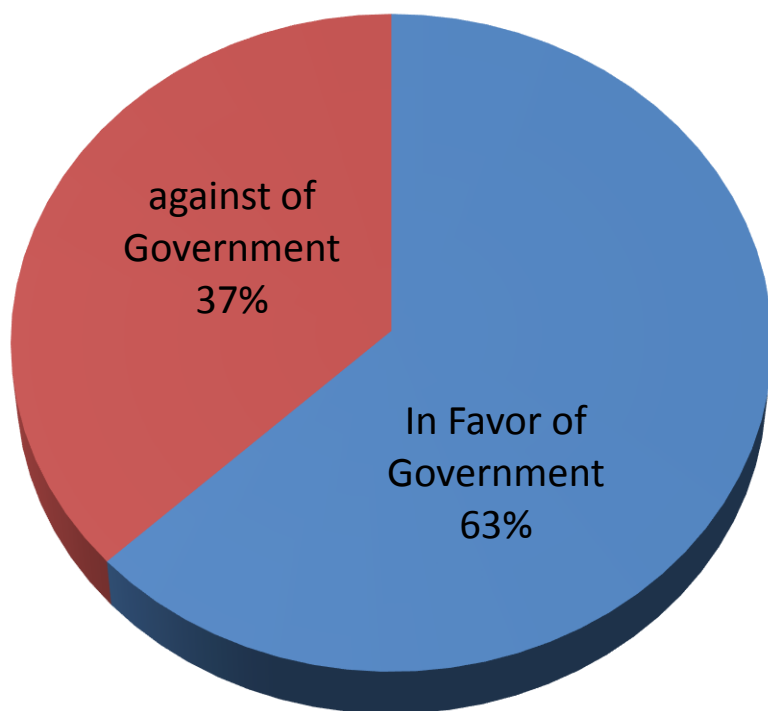
■ In Favor of Government ■ against of Government

حوالہ جات

(1)۔ڈاکٹر علی مبارک ''مارشل لاء کی تاریخ'' تاریخ پبلیکیشنز کراچی ص126

(2) چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2012 ص457

(3)۔قادری حافظ اسامہ ''پاکستان سازش اور سیاست'' پاک اکیڈمی کراچی 1999 ص132

(4)۔ قادری حافظ اسامہ ''پاکستان سازش اور سیاست'' پاک اکیڈمی کراچی 1999 ص133

(5)۔چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2012 ص468

(6)۔ چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2012 ص476

(7)۔ چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2012 ص478

(8)۔ چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2012 ص479

(9)۔ چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2012 ص485

(10)۔ چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2012 ص486

(11)۔ڈاکٹر علی مبارک ''مارشل لاء کی تاریخ'' تاریخ پبلیکیشنز کراچی ص107

(12)۔ چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2012 ص492

(13)۔ چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2012 ص495

(14)۔ چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2012 ص496

(15)۔ چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2012 ص497

(16)۔ڈاکٹر علی مبارک ''مارشل لاء کی تاریخ'' تاریخ پبلیکیشنز کراچی ص ص107-106

(17)۔محمد زاہر بدر سعید ''صحافت سے ابلاغیات تک'' مکتبہ دانیال۔لاہور ص227

(28)۔ڈاکٹر علی مبارک ''مارشل لاء کی تاریخ'' تاریخ پبلیکیشنز کراچی ص168

(19)۔روزنامہ ڈان 3 ستمبر 1977

(20)۔روزنامہ ڈان 22 جولائی 1977

(21)۔ نیازی ضمیر ''صحافت پابند سلاسل'' ترجمہ اجمل کمال 2004ء پاکستان اسٹڈی سینٹر کراچی یونیورسٹی ص ص181-177

(22)۔روزنامہ ڈان 9 فروری 1977

(23)۔روزنامہ ڈان 6 اگست (1977)

(24) بزنس ریکارڈ 18 اکتوبر 1979

(25)۔محمد زاہر بدر سعید ''صحافت سے ابلاغیات تک'' مکتبہ دانیال۔لاہور ص228

(26)۔روزنامہ ڈان 24 فروری 1983

(27)۔ نیازی ضمیر ''صحافت پابند سلاسل'' ترجمہ اجمل کمال 2004ء پاکستان اسٹڈی سینٹر کراچی یونیورسٹی ص ص294-258

(28)۔ نیازی ضمیر ''صحافت پابند سلاسل'' ترجمہ اجمل کمال 2004ء پاکستان اسٹڈی سینٹر کراچی یونیورسٹی ص308

(29)۔آراء روشن ''مجلّاتی صحافت کے اداراتی مسائل'' مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔ص198

(30)۔روزنامہ ڈان کراچی 22 مارچ 1978ء

(31)۔روزنامہ ڈان کراچی 21مارچ1978ء

(32)۔چراغ،محمد علی''تاریخ پاکستان''،سنگ میل پبلیکیشنز لاہور2012ص175

(33)۔چراغ،محمد علی''تاریخ پاکستان''،سنگ میل پبلیکیشنز لاہور2012ص189

باب سوئم

بے نظیر بھٹو دور میں روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے منتخب سیاسی کالموں کا تجزیہ

1۔ الف۔ بے نظیر بھٹو دور کے سیاسی حالات

اس باب میں سیاسی واقعات کے حوالے سے روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے مختلف سیاسی کالم نویسوں کے کالموں کا جائزہ پیش کیا جانا ہے اور یہ دور 1988ء سے 1990ء اور پھر 1993ء سے 1996ء تک محیط ہے۔

پاکستان کی پہلی خاتون وزیراعظم بے نظیر بھٹو 21 جون 1953ء کو کراچی میں پیدا ہوئیں۔انہوں نے ابتدائی تعلیم کراچی سے حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم امریکا اور برطانیہ سے حاصل کی 1976ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کی طلبہ یونین کی صدر منتخب ہوئیں۔ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی کے ساتھ ہی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔بے نظیر بھٹو کے مطابق:''مری میں دوران تعلیم میرے والد ذوالفقار علی بھٹو ہمیں ڈاک کے ذریعے سیاسی تعلیم دیا کرتے تھے۔صنم اور میں نے ابتداء ہی سے سیاست کے رموز سکھ لیے تھے''۔محترمہ بے نظیر بھٹو ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ مختلف سفر میں ساتھ ہوتی تھیں کیونکہ ذوالفقار علی بھٹو کہتے تھے کہ اس طرح بے نظیر کو سیاست میں دلچسپی پیدا ہوگی۔سلمان تاثیر کے مطابق:''بے نظیر بھٹو میں ذوالفقار علی بھٹو کی سیاست کی جھلک نظر آتی ہے''۔ (1)

سانحہ بہاولپور نے ملک میں جمہوریت کی بحالی کی راہ ہموار کی۔جنرل اسلم بیگ نے سیاست کے میدان کو سیاست دانوں کے لیے خالی چھوڑ دیا۔انتخابات کے نتیجے میں پیپلز پارٹی نے چاروں صوبوں میں کامیابی حاصل کی۔ (2) بے نظیر بھٹو نے مئی 1979ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کی قیادت سنبھالی اور ضیاء الحق کے دور اقتدار میں تقریباً چار سال نو ماہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔1984ء سے 1986ء تک لندن میں جلاوطن رہیں۔10 اپریل 1987ء کو آصف علی زرداری سے ان کی شادی ہوئی۔نومبر 1988ء میں عام انتخابات میں کوئی بھی جماعت واضح اکثریت حاصل نہیں کر سکی تھی بہر حال پاکستان پیپلز پارٹی نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کیے تھے اور عوام نے ان پر زیادہ اعتماد ظاہر کیا۔صدر پاکستان غلام اسحاق خان نے یکم دسمبر 1988ء کو بے نظیر بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی کو حکومت بنانے کی دعوت دی۔ 4 دسمبر 1988ء کو محترمہ بے نظیر بھٹو نے پاکستان اور مسلم دنیا کی پہلی خاتون وزیراعظم نے حلف اٹھایا اور اپنی کابینہ تشکیل دی۔(3) 12 دسمبر 1988ء کو پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی نے متفقہ طور پر غلام اسحاق خان کو صدر مملکت پانچ سال کے لیے منتخب کر لیا۔21 دسمبر 1988ء کو اسلام آباد میں منعقد ہونے والی سارک کانفرنس کی صدارت کی اور بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور کچھ معاہدے بھی کیے۔5 فروری کو زمین سے زمین تک مار کرنے والے میزائل کا کامیاب تجربہ کیا گیا۔بے نظیر بھٹو نے چین اور امریکہ کے ساتھ بہتر تعلقات پر توجہ دی اور اسلامی دنیا سے بہتر تعلقات کے لیے عراق کے حالات پر سنجیدگی سے توجہ دی اور کشمیر کے معاملے پر بھی اپنی نگاہ رکھی۔(4)

بے نظیر بھٹو نے اپنی حکومت کا آغاز محتاط انداز سے کیا۔جنرل ضیاء الحق کے دور میں کثیر تعداد میں ریٹائرڈ فوجی افسروں

کوسول محکموں میں لگایا گیا تھا بے نظیر نے انہیں فارغ کرنے سے گریز کیا تا کہ عسکری ادارے سے تعلقات پر منفی اثرات مرتب نہ ہوں۔(5) 24 جون 1984ء کو نئی امپورٹ پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ بے نظیر بھٹو کی حکومت قائم ہونے کے ساتھ ہی میر ظفر اللہ جمالی کی وزارت اعلیٰ بلوچستان تنازعات کا شکار ہوگئی۔ مفاہمت کی کوشش میں ناکامی کے بعد گورنر بلوچستان نے 15 دسمبر 1988ء کو بلوچستان اسمبلی توڑ دی۔ پھر 19 جنوری 1989ء کو بلوچستان ہائی کورٹ نے بلوچستان اسمبلی بحال کر دی۔اس کے بعد اکبر بگٹی بلوچستان کے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے۔ 18 اگست کو 1989ء کو پاکستان اور بھارت کے مابین سیاچن کے مسئلہ پر مذاکرات ہوئے۔ 28 ستمبر کو امریکہ کے ساتھ ایف سولہ طیارے دینے کے معاہدے پر دستخط کیے گئے۔اسلامی جمہوری اتحاد اور پاکستان پیپلز پارٹی کے درمیان سیاسی کشیدگی کا نقطہ اس وقت سامنے آیا جب یکم نومبر 1989ء میں بے نظیر بھٹو حکومت کے خلاف قومی اسمبلی میں عدم اعتماد کی تحریک پیش کی گئی جو ناکام رہی۔(6)

1990ء کا سال اپنے ساتھ مزید محاذ آرائیاں لے کر آیا۔اسلامی جمہوری اتحاد اور دیگر ہم خیال سیاستدانوں نے پیپلز پارٹی کی حکومت کو کام کرنے سے روکنے کے لیے حکومت کے خلاف مختلف محاذ کھول دیئے۔ صدر پاکستان غلام اسحاق خان اور چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اسلم بیگ بے نظیر بھٹو کے مخالفین کی پیٹھ تھپک رہے تھے۔حکومت بنانے کے لیے پیپلز پارٹی کی حکومت نے متحدہ قومی موومنٹ کے ساتھ معاہدہ کیا جو زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔ 22 اکتوبر کو یہ معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا گیا۔محترمہ کو اگرچہ تحریک عدم اعتماد کے بعد کامیابی کی کچھ امید نظر آنے لگی تھی اس کے باوجود حزب اختلاف آئین کے اندر پھر یہی تحریک پیش کرنے پر کام کرنے لگی تھی۔اس کے ساتھ حزب اختلاف نے شریعت بل کی منظوری دینے کے لیے زور دیا تو اس ضمن میں مرکزی حکومت کی طرف سے کئی بیانات جاری ہوئے۔ پھر 1990ء کے آغاز سے ہی اختلافات شدید ہو گئے۔اس کے بعد کراچی کے حالات بہت زیادہ خراب ہو گئے۔اس اندرونی صورتحال کو دیکھتے ہوئے ہندوستان نے بھی پاکستان کی سرحدوں پر دباؤ بڑھا دیا۔اس تمام صورتحال کی وجہ سے حکومت عدم استحکام کا شکار رہی۔ 1990ء کو غلام اسحاق خان نے آئین کی آٹھویں ترمیم کے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اسمبلیاں توڑ دیں جس کے ساتھ بے نظیر بھٹو کا پہلا دور اقتدار بھی ختم ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی غلام مصطفیٰ جتوئی نگراں وزیر اعظم بن گئے۔ بے نظیر بھٹو کی حکومت اپنے بیس ماہ کے دور اقتدار میں توقعات کے مطابق کارکردگی دکھانے میں ناکام رہی۔ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان سے غیر حقیقی توقعات وابستہ کر لی گئی تھیں حکومت کے دیگر اقدامات نے پیپلز پارٹی کو خود اپنی قبر کھودنے پر مجبور کیا۔اس کے ساتھ فوج کی پس پردہ مداخلت شامل تھی۔ کارکنوں کو بے نظیر کی پرائیوٹائز یشن اور امریکہ پالیسوں پر مایوسی تھی۔(7)

3 ستمبر 1990ء کو بے نظیر بھٹو کے 10 وزراء کے خلاف ریفرنس پیش کیا گیا اور ان کے شوہر آصف علی زرداری کو کئی مقدمات میں ملوث کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ 18 نومبر 1992ء کو پاکستان پیپلز پارٹی نے بے نظیر بھٹو کی قیادت میں نواز شریف حکومت کے خلاف لانگ مارچ کیا۔ 6 فروری 1993ء کو آصف علی زرداری کی ضمانت ہوگئی۔ بے نظیر بھٹو دوسری مرتبہ 19 اکتوبر 1993ء کو ایک بار پھر وزیر اعظم بنیں۔ وسیم سجاد نے قائم مقام صدر پاکستان کی حیثیت سے حلف لیا۔ 4 نومبر کو مرتضی بھٹو کو کراچی میں گرفتار کر لیا گیا۔محترمہ بے نظیر بھٹو نے کشمیر کے معاملے پر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا اور بین الاقوامی سطح پر مسئلہ کشمیر اجاگر کیا اور اپنی ترجیحات میں سرفہرست رکھا۔(8) بے نظیر بھٹو حکومت نے بھارت کی طرف سے کنٹرول لائن کی خلاف ورزیوں کی جانب بھی کئی بار عالمی توجہ مبذول کرائی۔ تنازعہ کشمیر کے حوالے سے بے نظیر کا واضح دوٹوک قسم کا مؤقف تھا یعنی کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے جس پر بھارت نے قبضہ کر رکھا ہے۔ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے اقوام متحدہ کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر جنرل اسمبلی کے ایک خصوصی اجلاس سے 24 اکتوبر 1995ء کو واشگاف الفاظ میں کشمیریوں کی جدوجہد کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ کشمیری بہادر قوم ہیں اور ان کے حوصلے کو بھارت کچل نہیں سکتا۔(9)

2 دسمبر 1993ء کو ملک میں بارہ سیٹوں پر ضمنی انتخابات کرائے گئے۔ 21 مارچ کو بمبئی میں پاکستانی قونصل خانہ بند

کر دیا گیا۔3 جون 1994ء کو ہفتے میں دو چھٹیوں کا اعلان کیا گیا۔6 اکتوبر 1994ء کو پاکستان اور ہانگ کانگ نے شعبہ توانائی میں ساڑھے سات ارب ڈالر کے منصوبے پر دستخط کیے۔فرانس سے خطیر رقم امداد کے طور پر لی گئی اور امریکہ نے 2 مارچ 1995ء کو پاکستان کا نام بلیک لسٹ سے خارج کر دیا۔(10)

بے نظیر بھٹو کے دوسرے دور کی کارکردگی کا اندازہ ان کی برطرفی کی چارج شیٹ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ بے نظیر بھٹو نے اپنے دوسرے دور اقتدار میں ابھی 3 سال ہی مکمل کیے تھے۔5 نومبر 1996ء کو صدر لغاری نے آئین کے تحت اسمبلی توڑ دی اور بے نظیر کی حکومت کو برطرف کر دیا۔20 ستمبر 1996ء کو بے نظیر بھٹو کے دور میں ان کے بھائی مرتضیٰ بھٹو کلفٹن کے قریب اپنے سات ساتھیوں سمیت مارے گئے۔اس قتل میں بے نظیر بھٹو کا نام بھی آیا جبکہ ان کے شوہر آصف علی زرداری کے علاوہ وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر اور سندھ کے وزیر اعلیٰ سید عبداللہ شاہ کو نامزد کیا گیا۔3 فروری 1997ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی نے مسلم لیگ سے شکست کھائی اور 19 فروری کو نواز شریف وزیر اعظم بن گئے۔بے نظیر بھٹو پر مختلف مقدمات بنے۔جسٹس عبدالقیوم نے انہیں سزا سنائی اس سے قبل کہ انہیں گرفتار کیا جاتا وہ پاکستان سے باہر چلی گئیں۔لاہور ہائی کورٹ کے احتساب بنچ نے قائد حزب اختلاف بے نظیر بھٹو اور ان کے شوہر آصف علی زرداری کو پانچ پانچ سال قید اور 86 '86 لاکھ ڈالر جرمانہ اور پارلیمنٹ کے لیے نا اہل ہونے کی سزا سنائی۔عدالت کا فیصلہ آنے کے بعد وہ قانونی طور پر مفرور تھیں۔سپریم کورٹ میں بے نظیر نے اپیل کر دی اور مختصر کی سماعت کے بعد ان کی اپیل منظور ہوگئی اور ان کی سزا ختم کر دی گئی۔(11)

2۔ بے نظیر بھٹو دور میں صحافت کو درپیش چیلنجز

1988ء انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی نے کامیابی حاصل کی۔اس کے تحت بے نظیر نے اقتدار میں آتے ہی پریس آزاد کرنے کا وعدہ کیا اور نیشنل پریس ٹرسٹ کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔پریس ایڈوائس کا سلسلہ بھی ختم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اسی دور میں ضیاء الحق دور میں پابند سلاسل ہونے والے صحافیوں کو رہا کر دیا گیا۔6 ستمبر 1988ء کو عبوری حکومت کے وزیر اطلاعات الٰہی بخش سومرو نے پریس اینڈ پبلی کیشن کی منسوخی کا اعلان کر کے اس کی جگہ رجسٹریشن پرنٹنگ اینڈ پبلی کیشن کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔پی پی او کے تحت ڈیکلریشن کا حصول بہت مشکل تھا بلکہ ناممکن تھا، پرنٹر کو پرنٹ لائن چھپوانا ضروری ہو گیا تھا اور خلاف ورزی پر جرمانہ مقرر کیا گیا۔آر پی او کے تحت ڈیکلریشن کا حصول نہایت آسان ہو گیا اور جرمانے اور تادیبی کارروائی بھی ختم کر دی گئیں۔دوسری جانب پنجاب حکومت نے ٹرسٹ کے اخبارات کے کچھ اشتہارات بند کر دیئے، وفاقی حکومت نے کاغذ کوٹا سسٹم ختم کر کے اخبارات کے لیے کاغذ کھلی مارکیٹ میں دے دیا اور ساتھ ہی کاغذ پر درآمدگی ڈیوٹی کا نفاذ کر دیا گیا۔(12) بے نظیر دور میں صحافت کی آزادی کے جو وعدے کیے گئے تھے اُن کی مکمل پاسداری نہیں کی گئی۔اس دور میں فوٹوگرافروں اور صحافیوں کو دھمکیاں دی گئیں، 50 فیصد کوٹہ کے اشتہارات کو ختم کر دیا گیا۔بے نظیر بھٹو نے وفاق میں اور نواز شریف نے پنجاب میں پریس کو کنٹرول کرنے کے لیے مختلف اقدامات کیے۔اسی دور میں متحدہ قومی موومنٹ کی جانب سے جنگ گروپ کے خلاف احتجاج کیا گیا اور الطاف حسین نے مہاجروں سے کہا کہ جنگ کا بائیکاٹ کریں اور یہ اخبار نہ خریدیں۔صحافیوں اور اخبار کے دفتر وں میں حملے ہوئے روزنامہ جنگ کے کوئٹہ اور لاہور آفس پر MSF 'BSF 'ApMSO کے لوگوں نے حملے کیے، مسلم لیگ کے کارکنوں نے جنگ کو دھمکی دی کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے حوالے سے پالیسی صحیح کرو ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔31 مئی 1990ء کو راحت قاضی 9 جون کو 1990 کو احمد خان پی پی آئی' خیر پور میں اور مطاہر نقوی' لاڑکانہ میں قتل کر دیئے گئے۔(13)

1993-96ء کا عرصہ صحافیوں کے لیے بہت خطرناک ثابت ہوا۔پریس کلب پر حملے ہوئے' اشتہارت پر پابندیاں لگائی گئیں، صحافیوں پر ہتک عزت کے دعوے کیے گئے اور اخبارات کے ڈیکلریشن منسوخ کر دیئے گئے۔نیوز پرنٹ پر ڈیوٹی بڑھا دی گئی تاکہ زیادہ ڈیکلریشن حاصل نہ کیے جائیں اور مشین کی خریداری پر دی گئی سہولت بھی واپس لے لی گئی۔تمام سرکاری

اور نیم سرکاری اداروں کو پابند کیا گیا کہ اشتہارات دینے کے لیے P.I.D کی سفارشات ضرور حاصل کریں، اس طرح حکومت کے زیر اثر اخبارات کو یہ اشتہارات زیادہ دیئے جانے لگے۔ صحافیوں نے 16 ستمبر 1995ء کو احتجاج کرتے ہوئے Black day منایا اور بھوک ہڑتال کی۔ 6 اکتوبر 1993ء کو نواز شریف حکومت ختم ہوگئی اور بے نظیر بھٹو ایک بار پھر وزیر اعظم بن گئیں۔ 20 جنوری 1994ء کو خالد کھرل کو وزیر اطلاعات بنا دیا گیا۔ اس دور میں پی ٹی وی اور حکومتی حامی اداروں کو مخالف جماعتوں اور سیاستدانوں کے خلاف استعمال کیا گیا۔ خبریں اور نوائے وقت کے اشتہارات بند کیے گئے۔ (14) 1994ء میں بے نظیر حکومت کی طرف سے نوائے وقت کو کھل کر نواز شریف کا ساتھ دینے کی بناء پر اشتہارات بند کیے گئے۔ روزنامہ خبریں بھی اپوزیشن کا ساتھ دینے کی پاداش میں آزمائش کے مراحل سے گزرتا رہا۔ سرکاری میڈیا پر اپوزیشن پر تنقید کی گئی۔ (15) بے نظیر کے دوسرے دور نومبر 1996ء تک اخبارات صحافیوں اور حکومت کے درمیان کشیدگی کی فضاء قائم رہی۔ اخبارات بے نظیر بھٹو اور وزراء کی مبینہ بدعنوانیوں کو سامنے لائے۔ اس دور میں بہت سے نئے اخبارات جاری ہوئے۔ روزنامہ جنگ کو وسعت ملی' شام کے دو کامیاب اخبار صحافت اور شام بھی شامل ہوئے، اسی دور میں این این آئی' ای این ایل' آن لائن نیوز ایجنسیاں بھی قائم ہوئیں۔ روزنامہ جرات لاہور اور عوام کراچی جیسے متعدد کم قیمت اخبارات میدان میں آئے۔ ایک قومی سطح کا اخبار دن لاہور سے جاری کیا گیا۔ (16) اسی دور میں پہلی بار ٹیلی ویژن کے ذریعے اخبارات کے خلاف تنقید کا باقاعدہ سلسلہ شروع کیا گیا۔ آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی اور کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز سے علیحدہ ہو جانے والے نوائے وقت اور ڈان کے مدیران اپنے ساتھیوں سمیت دوبارہ ان تنظیموں سے منسلک ہوگئے۔ اس طرح ان صحافی تنظیموں کو قوت اور اثر ورسوخ حاصل ہوگیا۔ (17)

سنیئر صحافی' ایڈیٹر اور کالم نگار محمود شام کے مطابق: ''بے نظیر بھٹو ادوار میں زیادہ تر صحافت آزاد تھی۔ بے نظیر بھٹو، ان کے میاں آصف زرداری اور پارٹی کے خلاف بہت سے کالم لکھے گئے اور شائع بھی ہوئے۔ کوئی قدغن نہیں تھی''۔ صابر ابو مریم سیکریٹری جنرل برائے فلسطین فاؤنڈیشن پاکستان اور کالم نگار کے مطابق: ''یہ حقیقت ہے کہ مارشل لاء کے بعد جو یہ جمہوری دور آیا تو پالیسیوں میں انیس بیس کا فرق آیا، صرف چہرے بدلے، اخبارات بھی اسی تبدیلی کے عکاس تھے۔ کچھ آزادیاں ملیں، مارشل لاء پر کڑی تنقید کی گئی، سیاست میں تقسیم کی وجہ سے کالم نگار دو حصوں میں بٹ گئے۔ اس میں لفافہ کلچر کو بھی فروغ ملا۔ اس کلچر کے تحت کسی بھی پریس کانفرنس کے بعد صحافیوں کو لفافے میں بند پریس ریلیز دی جاتی تھی جس میں پیسے ہوتے تھے۔ ایسے لوگ کم تھے جو غیر جانبدارانہ کالم نگاری کر رہے تھے۔ بہرحال جنگ اپنے کالم نگاروں کی وجہ سے دیگر اخبارات سے منفرد رہا''۔ سینئر صحافی نصیر خان کے مطابق: ''بے نظیر دور میں کسی حد تک آزادانہ کالم لکھے گئے۔ لیکن جنگ اخبار میں شائع ہونے والے زیادہ تر کالموں میں برسر اقتدار پارٹی کا رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ حکومت پر تنقیدی کالم بھی لکھے گئے''۔ روزنامہ عوام کے ایڈیٹر نشید آفاقی کے مطابق: ''بے نظیر بھٹو کے ادوار میں آزادانہ کالم نگاری کی گئی مگر بعض کالم نگاروں کو دباؤ کا سامنا بھی کرنا پڑا اور اس دباؤ کو حکومتی پالیسی نہیں کہا جا سکتا۔ اصل میں جاگیردار اور وڈیرے اپنے خلاف کوئی بات سننے کے روادار نہیں ہوتے اس لیے اگر کسی طاقتور مافیا کے خلاف قلم اٹھایا گیا تو کالم نگاروں کو مسائل کا سامنا کرنا پڑا''۔ روزنامہ جنگ کے نیوز ایڈیٹر علی کامران کے مطابق: ''بے نظیر دور میں صحافیوں کو مراعات دی گئیں۔ اسی طرح پسند کے کالم لکھوانے کے لیے صحافیوں کو راغب کیا جاتا تھا۔ سیاسی کالم قدرے بہتر اور بلوغت کے ساتھ لکھے گئے''۔ روزنامہ جنگ نیوز ایڈیٹر علی کامران کے مطابق: ''مشرف دور کالم نویسوں یا صحافیوں کا نہیں میڈیا مالکان کا دور تھا۔ ان کو سختیوں کا بھی سامنا رہا اور آزادانہ رائے بھی نہ دے سکے''۔ روزنامہ جنگ لندن کے ایڈیٹر محمد ہمایوں عزیز کے مطابق: ''بے نظیر حکومت میں لکھے گئے کالموں کو آزادانہ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ بے نظیر کی حمایت کرنے والوں کی Commitment بھٹو کے ساتھ تھی اور مخالفت کرنے والے بھی مخالفت کے لیے آزاد تھے''

افسر عمران سنیئر صحافی کی رائے میں: ''جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت کے دوران ملک میں مزاحمتی صحافت کو فروغ ملا

اور صحافتی تنظیموں مثلاً پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (P.F.U.J) اور اس کی ذیلی تنظیموں ''اپینک'' اور ضلعی سطحوں پر قائم یونین آف جرنلسٹس (U.Js) نے آزادیٔ صحافت کی تحریکوں کو آگے بڑھایا اور آزادیٔ صحافت کے اپنے حق کے لیے قربانیاں دیں۔ اس کے بعد جب بے نظیر بھٹو کا دور حکومت آیا تو اس وقت تک ملک میں صحافت مستحکم بنیادوں پر استوار ہو چکی تھی اور اس عمل میں سیاسی کالم اہم کردار ادا کر رہے تھے۔ حکومتوں کی تبدیلی کے ساتھ صحافت کے رخِ زیبا پر بھی نکھار آتا گیا اور آہستہ آہستہ صحافیوں کے حالات بھی تبدیل ہوتے گئے۔ یہ حکومتوں کی نوازشات کا نتیجہ تھا۔ بے نظیر دور میں بہت سے صحافیوں نے حکومت کے اعلیٰ حلقوں میں اپنا اثر ورسوخ بڑھایا اور بہت سے کالم نویس حکومتِ وقت کی خوشنودی کے لیے کالم لکھنے لگے جس میں حقائق کو پیشِ نظر نہیں رکھا گیا۔ سیاسی کالموں میں خوشامد در آئی اور یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ سیاسی کالم آزادانہ کالم نہیں ہوتے تھے۔''

بے نظیر بھٹو کے دونوں ادوار کے سیاسی حالات اوپر بیان کر دیئے گئے ان سیاسی حالات اور صحافت کو پیش چیلنجز کے پیشِ نظر ان ادوار میں جو سیاسی کالم روزنامہ جنگ میں لکھے گئے ان کو ٹیبل کی شکل میں پیش کیا گیا اور اس کے بعد ان کالم نویسوں کے کالموں کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ ان تمام سیاسی حالات کے باوجود کالم نویسوں نے سیاسی کالم لکھے اور اپنی رائے کا اظہار کیا۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
19 دسمبر 1988، پیر	3L	نظام صدیقی (مخالفت)	محترمہ مشکلات بڑھانے کی نہیں کم کرنے کی ضرورت ہے	کالم نگار نے بلوچستان اسمبلی کے توڑے جانے کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے کہ بیشک یہ آئینی اقدام تھا لیکن طریقہ کار اور ٹائم فریم غلط تھا۔
19 دسمبر 1988، پیر	2L	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	بلوچستان اسمبلی کی تحلیل اور اس کے بعد	کالم نگار نے گورنر کے اسمبلی تحلیل کرنے کے اقدام کو جمہوریت کے خلاف افسوناک واقعہ قرار دیا ہے۔
23 دسمبر 1988، جمعہ	3U	آغا مسعود حسین (مخالفت)	بلوچستان اسمبلی توڑنے کا فیصلہ	کالم نگار نے اسمبلی توڑنے کے حوالے سے حکومت پر کڑی تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ پوری دنیا میں اتنی جلدی نہیں توڑی جاتی جتنی پاکستانی سیاستدانوں نے یہاں ہلڑ بازی لگائی ہوئی ہے۔
6 مارچ 1989، پیر	3U	عبدالقادر حسن (حمایت)	طنبورے	کالم نگار نے وزیراعظم صاحبہ کی افہام وتفہیم کی پالیسی کی تعریف کی ہے۔ نواز شریف اور بینظیر صاحبہ سے گزارش کی ہے کہ دونوں اپنے ترجمانوں کو خاموش رہنے کا حکم دیں۔
15 مارچ 1989، بدھ	3L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	جنگ لاہور	کالم نگار نے وفاقی حکومت کی پیجاب میں دلچسپی کو پسند نہیں کیا اور کہتے ہیں کہ وفاقی حکومت زبانی مداخلت نہیں کر رہی بلکہ اس نے عملی طور پر نواز شریف کو بے دست و پا کیا ہوا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
23 جولائی 1989، اتوار	5U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	وزیر اعظم بے نظیر کی انڈیا پالیسی	کالم نگار نے حکومت کی انڈیا پالیسی کی بے حد تعریف کی ہے اور مخالفت کرنے والوں کو ضیا الحق کے جانشین اور وقت کی ضرورت سے نا بلد کہا ہے۔
21 اگست 1989، پیر	5U	زیڈ اے سلہری (مخالفت)	اسلم بیگ کا خطاب	کالم نگار نے اسلم بیگ کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے حکومت کی نا اہلی بیان کی ہے اور کہا ہے کہ وہ سورج ابھی طلوع نہیں ہوا جس کا ہم اور آپ خواب دیکھ رہے تھے۔
8 ستمبر 1989، جمعہ	2L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	مزید او ایس ڈی	کالم نگار نے حکومت کے مزید او ایس ڈی بھرتی کرنے اور سرکاری ملازمین کو تیزی سے او ایس ڈی بنانے کے فیصلے کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔اور اس پر حیرت کا اظہار کیا ہے۔
29 ستمبر 1989، جمعہ	4U	محمود شام (حمایت)	حالات کی تبدیلی یا حکومت کی تبدیلی	کالم نگار موجودہ حالات کو مایوس کن لکھ رہے ہیں اور ان حالات کا سبب پنجاب حکومت کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حکومت تو حالات تبدیل کرنا چاہتی ہے مگر نواز شریف اس میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔
13 نومبر 1989، پیر	5U	عبدالستار افغانی (مخالفت)	تحریک عدم اعتماد اور باہمی تعاون کی ضرورت	کالم نگار نے تحریک عدم اعتماد کی ناکامی کو بھی حکومت کی ہی ناکامی قرار دیا ہے ۔گیارہ ماہ کی کارگردگی کا تجزیہ کیا ہے اور حکومت کے گراف کے گرنے کی بات کی ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
18دسمبر1989،پیر	5U	ارشاداحمدحقانی (حمایت)	وزیر اعظم کے خدشات اور الزامات	کالم نگار نے وزیراعظم صاحبہ کی پریس کے لوگوں سے ملاقات کا احوال لکھا ہے اور وزیراعظم کی گفتگونوٹ کی ہے کہ ایجی ٹیشن کے ذریعے ملک میں گڑبڑ پیدا کر کے حکومت تبدیل کرنے کا عمل اچھی روایت نہیں۔اس سے اپوزیشن کوگریز کرنا چاہیے۔
20دسمبر1989،بدھ	4U	ارشاداحمدحقانی (مخالفت)	پی پی پی کی غریب دوستی کے دعوے	کالم نگار نے پی پی کے دورحکومت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر واقعی پی پی پی اپنے آپ کو محروم طبقے کی جماعت سمجھتی ہے تو اسے اپنی حکمت عملی اور پالیسی پرنظرڈالنی چاہیے۔
7جنوری1990،	4U	ارشاداحمدحقانی (مخالفت)	عوام کی غالب اکثریت کے حقیقی مسائل	کالم نگار لکھتے ہیں کہ حکمرانوں کو اپنے اقتداراور کرسیوں کی فکر پڑی ہے اورعوام گرانی اور دیگر مسائل کے انبار تلے سسک رہے ہیں۔
15جنوری1990،جمعہ	5L	حسین حقانی (مخالفت)	کشیدگی اور محاز آرائی کا ایک سال	کالم نگار نے مرکز اور پنجاب حکومت کے درمیان محازآرائی پر کالم لکھا ہے اور ان حالات کا سبب پیپلز پارٹی کوقرار دیا ہے،اورعوام میں اس محاز آرائی کی وجہ سے پارٹی کا گراف بھی نیچے آرہا ہے۔
11مارچ1990،اتوار	5L	زیڈاےسلہری (مخالفت)	کلمہ حق بااثر کیوں نہیں ہوتا	کالم نگار نے موجودہ بحران کوحکومت کا پیدا کردہ قراردیاہےاورضیاءالحق کومرد بحران قراردیا ہے اورانہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
9اپریل1990، پیر	3L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	ناموں کے انتخاب نے	کالم نگار نے حکومتی غلطیوں پر کالم لکھا ہے جس میں مختلف افراد کے ناموں سے دیگر افراد مستفید ہوتے رہے ہیں۔
11اپریل1990، بدھ	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	مسٹر بھٹو کا اصل مشن اور بے نظیر حکومت کی کارکردگی	کالم نگار نے بھٹو کی برسی پر کی جانے والی بے نظیر بھٹو کی تقریر کا تجزیہ کیا ہے۔انھوں نے بے نظیر حکومت کو بھٹو ازم کی مخالف، عوام سے دوری اور سابقہ حکومت کا تسلسل قرار دیا ہے۔
27اپریل 1990، جمعہ	4L	ڈاکٹر رحیم الحق (مخالفت)	جشن طلائی کے زنگ آلود پہلو	ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں کہ عوام کے نمائندے عوام کے مسائل حل نہیں کر پا رہے۔اشیاء کی قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ ہو چکا ہے۔بھارتی وزیر اعظم پاکستان کو دھمکیاں دے رہا ہے یہ سب ناقص حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔
21مئی1990، پیر	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم اور وزیر اعظم کا اعتراف	کالم نگار نے ملک میں دولت اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کی حکومتی اعتراف کو ناکافی قرار دیا ہے اور حکومت کو سخت عملی اقدامات کرنے کو کہا ہے۔اور کہا ہے کہ نوجوان طبقہ حکومت سے بیزار ہو رہا ہے۔
6جون1990، بدھ	3L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	ایک قوم سو پیاز اور سو جوتے	کالم نگار نے عوام کے ڈیڑھ برس کے اندر جمہوریت سے مایوسی پر کالم لکھا ہے۔عوام اتنی جلدی مارشل لا پکار رہی ہے جو حکومت کی نااہلی کا ثبوت ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
10 جون 1990، اتوار	3U	عبدالقادر حسن (مخالفت)	ڈاکٹر عبدالقدیر کے آنسو	کالم نگار نے موجودہ حالات دیکھ کر ڈاکٹر قدیر کے آنسو اور کراچی اور سندھ کے حالات پر کالم لکھا ہے اور نواز شریف صاحب کو دعوت دی ہے کہ وہ کچھ عملی اقدامات کریں۔
11 جون 1990، پیر	4L	محمد حنیف رامے (حمایت)	امن و امان یقیناً حکومت کا فرض ہے۔	کالم نگار نے امن و امان کی خراب صورتحال کی ذمہ داری اپوزیشن پارٹیوں پر ڈالتے ہوئے انتظار کرنے کی بات کی ہے اور کہا ہے کہ بے نظیر حکومت کو مزید وقت دیا جائے تا کہ وہ پرانی خرابیوں کو درست کر سکیں۔
13 جون 1990، بدھ	2U	سید محمد رضوی (حمایت)	اچھا بجٹ نہ برا بجٹ	کالم نگار نے بجٹ پر تجزیہ کیا ہے اور اپوزیشن کے رویے پر تنقید کی ہے اور بجٹ کو عمومی طور مناسب قرار دیا ہے۔ اور ٹیکنو کریٹ وزیر خزانہ کی تعریف کی ہے۔
8 اگست 1990، بدھ	2U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	صدر اسحاق کا اقدام	کالم نگار نے صدر کے پارلیمنٹ توڑنے کے اقدام کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہماری دانست میں ملک کی مجموعی سیاسی قیادت کی خامیوں کو تسلیم کرنے کے باوجود اس انتہائی اقدام کا کوئی جواز نہیں تھا۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ

بے نظیر بھٹو کا دوسرا دور

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
1اکتوبر1993، جمعہ	5U	عبدالغفار (مخالفت)	جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی	کالم نویس نے نگراں وزیراعظم کے بیان اور تردید پر کالم لکھتے ہوئے ایٹمی پروگرام کو بند کرنے پر شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ بیرون ملک سے آئے ہوئے وزیراعظم کو ملک کے لیے خطرہ قرار دیا ہے۔
29اکتوبر1993، جمعہ	3L	آغا مسعود حسین (حمایت)	وزیراعظم بے نظیر بھٹو اور ماضی کے تجربات	کالم نگار نے بے نظیر صاحبہ کو تجربہ کار وزیراعظم لکھتے ہوئے ملکی وسائل اور کشمیر جیسے مسائل کے حوالے سے توجہ دلاتے ہوئے امید کی ہے کہ دوبارہ وزیراعظم بننے کے بعد یہ سب مسائل حل ہوسکیں گے۔
1نومبر1993، پیر	2U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	صدارتی انتخاب کی دوڑ	کالم نگار نے محترمہ کی اپوزیشن سے رائے لینے کی روایت کی تعریف کی ہے اور اپوزیشن سے کہا ہے کہ وہ بھی تعاون کرے تاکہ متفقہ صدارتی امیدوار سامنے آسکے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو جمہوریت کو مستحکم کرنے کا ایک اچھا موقع ضائع ہو جائے گا۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
7نومبر1993،اتوار	5U	نجم الدین فخری (حمایت)	نظام حکومت کی خرابیاں اور صدارتی انتخابات	کالم نگار نے بے نظیر صاحبہ کے بارے میں اپنا تجزیہ پیش کیا ہے ۔ان کا کہنا ہے کہ پچھلے دور حکومت میں تو انھوں نے بہت غلطیاں کی لیکن اس دفعہ بہت سوچ سمجھ کر اور اچھے فیصلے کر رہی ہیں۔اور امید ہے کہ صدارتی امیدوار والا معاملہ بھی خوش اسلوبی سے طے پا جائے گا۔
17نومبر1993،بدھ	2L	عبدالقادر حسن (حمایت)	سردار فاروق کے فرائض	کالم نگار نے کہا ہے کہ جیسا کہ اب صدارتی انتخاب کا مرحلہ مکمل ہو گیا ہے اور فاروق لغاری صدر منتخب ہو چکے ہیں۔اب ان کو چاہیے کہ وہ بے نظیر کے لیے مخلص مشیر کی حیثیت سے بھی کام کریں اور ان کو ایسے مشورہ دیں جس ان کی پارٹی دیہی علاقوں سے نکل کر شہری علاقوں میں بھی مضبوط ہو۔
19نومبر1993	2L	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	صدر لغاری کا منشور۔قومی مصالحت	کالم نگار نے صدر کے عزائم پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی تعریف کی ہے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت کی بھی تعریف کی ہے۔ بقول صدر کے وہ صرف صدارتی محل تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ ملک کے طول و عرض میں جا کر وعوام کی خدمت کروں گا۔کالم نگار کا کہنا ہے کہ یہ سب خوش آئند ہے اگر ایسا ہو جائے تو۔

خلاصہ	عنوان	کالم نگار	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے اپوزیشن کے رویے کا جائزہ لے کر کہا ہے کہ حکومت بننے کے بعد سے ہی اپوزیشن چاہتی ہے کے حکومت کے ساتھ تعلقات خراب کیے جائیں تا کہ سیاست کرنے کا موقعہ مل سکے۔انھوں نے حکومت کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے وہ مسلسل کوشش میں مصروف ہے کسی طرح ملک کا سیاسی ماحول درست رہے تا کہ ملک ترقی کر سکے۔	مذاکرات کی دعوت قبول نہ کرنے کا اشارہ	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	3U	1 دسمبر 1993، بدھ
کالم نگار نے اس معاملے میں پچھلی حکومتوں کا تجزیہ کرنے کے بعد اس حکومت کے برآمدات کے ہدف کے حصول کو بھی ناممکن قرار دیا ہے ۔کالم نگار کا کہنا ہے کہ ہمارے ہاں پالیسیاں ایڈ ہاک ازم کی بنیاد پر بنائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے ان میں کوئی تسلسل نہیں رہتا۔اس لیے حکومت کو چاہیے کہ ایسا ہدف مقرر کرے جو حاصل بھی کیا جا سکے۔اور ہدف کے پورے نہ ہونے میں ایک بڑا قصور بیوروکریسی کے رویے کا بھی ہے۔	کیا برآمدات کا ہدف حاصل ہو جائے گا؟	آغا مسعود حسین (مخالفت)	3U	3 دسمبر 1993، جمعہ

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
6دسمبر1993،پیر	4L	سلیم یزدانی (حمایت)	عوام کو مایوس نہ کریں	کالم نگار اپوزیشن کے رویے کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسا سوچنا بھی ٹھیک نہیں کہ بے نظیر ماکستان کے مفادات کا سودا کر دیں گی یا امریکا کے سامنے جھک جائیں گی۔انھوں نے اپوزیشن کو تجویز دی ہے کہ ملک کے حالات ایسے نہیں کہ اندورنی سیاست کی جائے اس لیے حکومت کو کام کرنے دیں اور ملک ترقی کی راہ پر چلنے دیں۔
10دسمبر1993،جمعہ	2U	عبدالقادر حسن (حمایت)	ڈکیتی کی برآمدگی	کالم نویس نے فنانس کمپنیوں کی ڈکیتیوں پر اپنے لکھے گئے کالموں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں اس طرف تقریباً تمام حکومتوں کی توجہ دلاتا رہا ہوں۔ویسے تو میں اس حکومت پر بھی تنقید کرتا رہتا ہوں لیکن اس حکومت نے فنانس کمپنیوں کے خلاف ایکشن لے کر عوام کی خواہشات کی ترجمانی کی ہے۔اوران کمپنیوں سے فراڈ کی مکمل تحقیقات ہونی چاہیے۔
31دسمبر1993،جمعہ	3L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	نئے سال کی آمد اور ماضی کا تجربہ	کالم نگار نے ملک کا مجموعی منظر نامہ پیش کر کے حکومت کی ان پالیسیوں کی مخالفت کی ہے جو وہ سامراج کے کہنے پر بنا رہی ہیں اور حکومت سے کہا ہے کہ ہم ایک باعزت قوم ہیں اس لیے ہمیں سامراجی نظام سے نکل کر خود مختار پالیسی بنانی ہوگی۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
5 جنوری 1994، بدھ	3L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	ایسی چستی ایسی سستی	کالم نگار نے بے نظیر حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اتنا ٹائم گزرنے کے باوجود بھی ابھی تک حکومت مکمل ہو نہیں سکی۔ یہ حکومت کی نا اہلی ہے کے وہ ابھی تک یہی طے نہیں کر پا رہی کہ کس کو کونسی وزارت دینی ہے۔ حکومت کو یہ معاملات پہلے ہی طے کر کے رکھنے چاہیے تھے، جتنی تاخیر ہو گی اتنا ہی ملک کا نقصان ہوتا ہے۔
7 جنوری 1994، جمعہ	3U	مجیب الرحمٰن شامی (مخالفت)	حکومت کا گریبان	کالم نگار نے پاک بھارت مذاکرات کی تاریخ مختصراً لکھنے کے بعد یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ بھارت کبھی بھی ان مذاکرات میں مخلصانہ رویہ اختیار نہیں کرتا، اس لیے بے نظیر صاحبہ کو چاہیے کہ وہ بہت زیادہ پرامید ہو کر مذاکرات نہ کریں اور نہ ہی اتنی خوشی کا اظہار کریں۔
16 جنوری 1994، اتوار	5L	خواجہ حامد سعید (حمایت)	نجکاری کا عمل	کالم نویس نے نجکاری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا ہے ہے یہ حکومت کی اچھی پالیسی ہے، لیکن نجکاری کرتے وقت ادارے کے ملازمین کا خیال رکھا جائے۔ان کا کہنا ہے پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ کرپشن زدہ اداروں سے جان چھڑوائیں تا کہ حکومت کو اور اچھے کام کرنے کا موقع مل سکے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
17 جنوری 1994، پیر	2U	عبدالقادر حسن (مخالفت)	جاگتے رہو	کالم نگار نے بے نظیر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ حکومت بجائے اس کے کہ عوام کی خدمت کرے، اپنے خاندان کے جھگڑوں میں الجھی ہوئی ہے جس سے دشمن ملک فائدہ اٹھا رہے ہیں۔اور محترمہ کی بھارت نوازی سے بھی ملک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔
21 جنوری 1994، جمعہ	2U	پروفیسر عطا اللہ کلاچی (حمایت)	بے نظیر حکومت کا دوسرا دور	پروفیسر صاحب کا کہنا ہے کہ محترمہ کے دور کے تین ماہ کا جائزہ لینا ویسے تو قلیل مدت ہے۔لیکن نواز حکومت سے کئی درجے بہتر ہے۔محترمہ نے نہ صرف معیشت کو ٹھیک کرنے کے لیے اقدامات کیے ہیں بلکہ کرپشن کے ناسور کا مقابلہ بھی ڈٹ کر کرنے کی کوشش کی ہے۔
23 جنوری 1994، اتوار	3L	سید آصف ہاشمی (حمایت)	قانون سازی اپوزیشن کا عدم اطمینان	کالم نگار محترمہ کی حکومت کو درپیش مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حکومت تو قانون سازی کرنا چاہتی ہے لیکن حزب اختلاف کا رویہ بہت ہی خراب ہے اور حتی کہ خواتین کے بل پر بھی اپوزیشن مسلسل روڑے اٹکا رہی ہے۔
30 جنوری 1994، اتوار	3U	رشید احمد قدوائی (مخالفت)	حکومت کی کارگردگی اور اس سے توقعات	کالم نگار نے حکومت کے سو دن کا جائزہ پیش کیا ہے، اور مختلف معاملات پر حکومت کی کارگردگی کا ناقدانہ تجزیہ پیش کیا ہے۔کالم نویس کا موقف ہے کہ حکومت نے اپنے سابقہ دور سے کچھ نہیں سیکھا۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
5فروری 1994،بدھ	4L	نثاراحمدقائم خانی (حمایت)	کشمیر میں بھارتی رویہ اور جنگ کے امکانات	کالم نگار نے کشمیر کے حوالے سے محترمہ کی پالیسیوں کی تعریف کرتے ہوئے ،لکھا ہے کہ حکومت نے بھارت سے مذاکرات کرنے کا ارادہ ترک کرنے کو درست سمت میں قدم قرار دیا ہے۔اور حکومت کے اس عزم کی تعریف کی ہے اور عالمی سطح پر مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنے کی بھی تعریف کی ہے۔
11فروری 1994،جمعہ	3L	پروفیسرایم رشید (مخالفت)	قومی بقا کا مسئلہ	کالم نگار نے حکومت کی تعلیم کے حوالے سے پالیسی پر تنقید کی ہے۔اور حکومت کی اس شعبے پر عدم توجہی کو ایک المیہ قرار دیا ہے۔
16فروری 1994،بدھ	3L	عبدالقادرحسن (مخالفت)	وزیراعظم پاکستان کا اعتراف	کالم نگار نے بے نظیر کے سکھوں کے حوالے سے چلنے والی تحریک میں بھارت کا ساتھ دینے کے بیان کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔اور کہا ہے کہ یہ کوئی نیا انکشاف نہیں ہے بلکہ سب جانتے ہیں محترمہ ملک سے مخلص نہیں ہیں۔اور آخر میں ان کا کہنا ہے کہ پتا نہیں کب تک ہم پر امریکی ایجنٹ حکمرانی کرتے رہیں گے۔
18فروری 1994،جمعہ	3L	آغامسعودحسین (حمایت)	تعصّبات کے انتشار میں	کالم نگار نے صدر صاحب کی ایک تقریر کا حوالہ بنا کر کالم لکھا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ تعصّبات ہماری قوم کو کھائے جا رہے ہیں۔وہ جس عہدے پر ہیں وہاں سے ملک کی اندرونی حالت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں اس لیے انھوں نے بہت دردمندانہ اپیل کی ہے قوم سے کہ وہ ان تعصّبات سے نکلیں۔یہ بات قابل تحسین ہے۔

خلاصہ	عنوان	کالم نگار	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے درمیان تنازعات پر بات کر رہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ملکی حالات ایسے نہیں ہیں کہ مرکز صوبائی حکومتوں کے معاملات میں دخل اندازی کرے اور ان کی رائے ہے کہ معاملات کو مذاکرات اور بات چیت سے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ورنہ ملک میں مارشل لاء کا خطرے بڑھ جائے گا۔	سرحد کا بحران اور مرکزی حکومت کا کردار	پروفیسر خورشید احمد (مخالفت)	5U	20فروری 1994، اتوار
مسئلہ کشمیر پر تجزیہ کرتے ہوئے امریکا کے دباؤ کی بات کی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ فی الحال تو حکومت اس مسئلے کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کی کوشش کرتی نظر آتی ہے اور مزید توقع ہے کہ حکومت امریکا کا دباؤ کو قبول نہیں رے گی بلکہ کشمیر کے مسئلہ پر اپنے موقف پر قائم رہے گی۔	مسئلہ کشمیر اور امریکا	منظور قادر ایڈوکیٹ	2L	28فروری 1994، پیر
کالم نگار نے حکومت کی افغانستان کے حوالے سے حکمت عملی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ لگتا ہے خارجہ پالیسی ہوش کے بجائے جوش سے مرتب کی جا رہی ہے، ملک پہلے ہی دشمنوں سے گھرا ہوا ہے ایسے وقت میں حکمت سے کام لینے کی ضرورت ہے۔	افغانستان سے متعلق خارجہ حکمت عملی	آغا مسعود حسین (مخالفت)	3U	4مارچ 1994، جمعہ

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
18 مارچ 1994، جمعہ	2L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	کیا پاکستان کشمیر کا مقدمہ ہار گیا ہے؟	کالم نگار نے اقوام متحدہ میں کشمیر پر حکومتی کارکردگی کو بہت ہی خراب قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ حکومتی نمائندے بھرپور طریقے سے ملک کا موقف پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم کشمیر کے معاملے میں کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔
3 اپریل 1994، اتوار	2L	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	وزیراعظم اور فاٹا کے مسائل اور توجہ طلب پہلو	کالم نگار نے گزشتہ روز وزیراعظم کے جرگے سے خطاب کا تجزیہ پیش کیا ہے، انھوں نے وزیراعظم کے اس اعلان کا خیر مقدم کیا ہے جس میں انھوں نے ڈرگ مافیا کے خلاف جاری آپریشن کو کسی قیمت پر بھی بند نہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔
18 اپریل 1994، بدھ	2L	ڈاکٹر انوار الحق (مخالفت)	وزارت خارجہ کی ناکامی اور اس کا تدارک	کالم نگار نے اقوام متحدہ میں کشمیر کے حوالے سے قرارداد پیش کرنے میں ہونے والی ناکامی پر لکھا ہے اور خارجہ پالیسی بہتر کرنے کے لیے کچھ تجاویز پیش کی ہیں۔
1 مئی 1994، اتوار	2L	لیفٹیننٹ کرنل مختار احمد (حمایت)	کیا جمہوریت خطرے میں ہے؟	کالم نگار نے بے نظیر اور پی پی پی کی جمہوریت کے لیے کی جانے والی جدوجہد کو سراہا ہے اور ساتھ ساتھ ان کو تجویز دی ہے کہ ملک کے حالات پھر سے خراب ہوتے جا رہے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ حکومت افہام و تفہیم سے معاملات نمٹالے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
4 مئی 1994، بدھ	3U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	کالا ڈیم منصوبہ۔ کیا اسے ترک کیا جار ہا ہے؟	کالم نویس نے کالا باغ ڈیم منصوبے کے حوالے شائع ہونے والی خبر پر کالم لکھتے ہوئے کہا ہے کہ اگر یہ رقم استعمال نہیں کی گئی تو عالمی بینک یہ فنڈ کسی اور ملک کو منتقل کر دیں گے، اس لیے حکومت کو چاہیے اس پر توجہ دے اور اس منصوبہ پر جلد کوئی فیصلہ کرے۔
9 مئی 1994، پیر	3U	عبدالقادر حسن (مخالفت)	بھارت سے اپنے احسان کا بدلہ مانگیے	کالم نگار نے بے نظیر کے بھارت کے خلاف دیے جانے والے بیان پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھارت سندھ میں افراتفری پھیلا رہا ہے، لیکن کیا حکومت کا کام صرف بیان دینا ہے یا ان ہنگاموں کو کنٹرول کرنا ہے۔
15 مئی 1994، اتوار	3U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	رول بیک کے الزامات اور ڈاکٹر قدیر کی وضاحت	کالم نگار لکھتے ہیں کہ جب محترمہ نے حکومت سنبھالی تھی تو اپوزیشن نے فوراً یہ مہم چلا دی تھی کہ محترمہ ایٹمی پروگرام رول بیک کر رہی ہیں۔ لیکن اب ڈاکٹر قدیر کی وضاحت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ محترمہ ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔
27 مئی 1994، بدھ	2L	آغا مسعود حسین (حمایت)	غیر ملکی سرمایہ کاری کے امکانات	کالم نگار نے محترمہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ کسی بھی عالمی فورم پر غیر ملکی سرمایہ کاروں کو مخاطب کیے بنا نہیں رہتی اور ان کی بھرپور کوشش ہوتی ہے کے کسی طرح بیرون ملک سے سرمایہ کاروں کو متوجہ کیا جائے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
6جون1994، پیر	5L	نیر زیدی (حمایت)	صدر لغاری کا دورہ امریکا	کالم نگار نے صدر کے دورہ امریکا کا تجزیہ پیش کیا ہے اور ان سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جو اپوزیشن کی جانب سے اٹھائے جا رہے ہیں۔کالم نگار کا کہنا ہے کہ حکومت کی میڈیا ٹیم نے دراصل ٹھیک سے اپنا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے اپوزیشن کو عوام میں بے چینی پھیلانے کا موقع ملا۔
27جون1994، پیر	3U	مجیب الرحمٰن شامی (مخالفت)	جناب صدر کے کپڑے	کالم نگار نے صدر کے مختلف اقدامات پر تنقید کی ہے اور ساتھ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ویسے تو صدر نے پی پی پی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا ہے لیکن وہ ابھی بھی ایک پارٹی کا رکن کی طرح کام کر رہے ہیں۔جس سے ملک میں سرکاری کاموں میں مداخلت ہو رہی ہے۔
12جون1994، اتوار	3L	اظہر سہیل (حمایت)	اندیشہ ہائے دور دراز	کالم نگار نے کالم میں پچھلی روایتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ سابقہ حکومتیں اقتدار میں آتے ہی اپوزیشن کو کڑے ہاتھوں لیتی تھیں۔لیکن موجودہ حکومت اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپوزیشن کے ساتھ مفاہمت کا رویہ رکھے ہوئے ہے جو کہ قابل تحسین عمل ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
13 جون 1994، پیر	3L	افضال مبین (حمایت)	وزیراعظم کا کراچی پیکج	کالم نگار نے محترمہ کے کراچی پیکج کی تعریف میں کالم لکھا ہے۔ بہت عرصے بعد کسی حکومت نے اس بڑے شہر کے مسائل پر توجہ دی ہے۔ اس پیکج سے کم از کم کراچی کے لوگوں کے دو بڑے مسائل یعنی پانی اور بجلی کا مسئلہ حل ہونے کے نمایاں امکانات ہیں۔
17 جون 1994، جمعہ	3L	اظہر حسن صدیقی (حمایت)	ہیں کواکب میں کچھ نظر آتے ہیں کچھ	کالم نگار نے حکومتی بجٹ کا تفصیلاً جائزہ لے کر بیشتر حکومتی اقدامات کی تعریف کی ہے اور بجٹ کو عوام کے حق میں قرار دیا ہے۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ بجٹ تنخواہ دار اور نوکری پیشہ دونوں کے لیے مناسب ہے۔
6 2جون 1994، اتوار	3L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	بجٹ تجاویز۔۔ معیشت کے لیے خطرات	کالم نگار نے حکومت کے پیش کردہ بجٹ کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے، اور نئے لگنے والے ٹیکسوں کو عوام پر ظلم قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ عوام دوست بجٹ نہیں ملکی کی معیشت کی تباہی لے کر آنے والا بجٹ ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
1 جولائی 1994، جمعہ	3L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	حکمرانوں کی شاہ خرچیاں اور عوام کی پریشانیاں	کالم نگار نے مرتضیٰ بھٹو کے مہران بینک اسکینڈل پر دیے جانے والے بیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ موجودہ حکمران جس طرح عیاشی اور کرپشن کے ذریعے ملکی دولت کو لوٹ رہے ہیں یہ پریشان کن بات ہے۔ دوسری طرف بیچاری عوام روز بروز غربت کی جانب بڑھ رہی ہے۔ جب تک جاگیرداری نظام رہے گا ملک کے حالات نہیں بدلیں گے۔
6 جولائی 1994، بدھ	5U	کمال اظفر (حمایت)	وفاقی بجٹ۔۔متوازن ترقی کی طرف پیش قدمی	کالم نگار نے وفاقی بجٹ کا جائزہ لیتے ہوئے حکومت کے مختلف اقدام کی تعریف کی ہے۔ پہلی دفعہ حکومت نے اخراجات میں کمی، آمدنی میں اضافہ اور پیداوار میں اضافے کے لیے حکمت عملی بنائی ہے۔ جس سے بجٹ کی ایک متوازن صورت سامنے آئی ہے۔
8 جولائی 1994، جمعہ	5U	پروفیسر خورشید (مخالفت)	مسئلہ کشمیر اور ہماری ذمہ داریاں	کالم نگار نے مسئلہ کشمیر پر سابقہ حکومتوں کی پالیسیوں کا جائزہ پیش کیا ہے اور ساتھ ساتھ موجودہ حکومت کی پالیسی کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ موجودہ حکومت بیانات کی حد تک تو بہت فعال نظر آتی ہے، لیکن اس مسئلہ پر کوئی مربوط پالیسی بنانے میں ناکام رہی ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
22جولائی1994، جمعہ	5U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	حکومت اپوزیشن ڈائیلاگ	کالم نگار نے حکومت کے اپوزیشن سے رویے کی تعریف کی ہے اور صدر کی جانب سے مفاہمت کی کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اپوزیشن کو بھی چاہیے کہ وہ حکومتی اقدامات کا بہتر جواب دے تاکہ ملک جمہوریت کی راہ پر چلتا رہے۔
24جولائی1994، اتوار	2L	علی اشرف خان (مخالفت)	اقتصادی نظام تباہی کے دہانے پر	کالم نگار نے ملکی معیشت کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے اور موجودہ حکومت کے پیش کیے گئے بجٹ پر بھی بات کی ہے۔ بجٹ میں جن پالیسیوں کو عوام کے حق میں قرار دیا جا رہا ہے وہ دراصل معیشت کی تباہی لے کر آئیں گی۔ پہلے ہی معیشت کا بہت برا حال ہے۔
5اگست1994، جمعہ	3U	آغا مسعود حسین (مخالفت)	اخبارات کے لیے اخلاقی کمیٹی کا کیا جواز	کالم نگار نے اخبارات کے لیے حکومت کی جانب سے بنائی جانے والی اخلاقی کمیٹی پر تنقید کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حکومت سے ملک کے ضروری معاملات تو سنبھل نہیں رہے اور اب حکومت الٹے سیدھے کاموں میں اپنے آپ کو الجھا رہی۔
7اگست1994، اتوار	4L	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	نئے ججوں کی تقرریاں	حقانی صاحب نے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ میں ججوں کی تقرری پر حکومت کی تعریف کی ہے۔ بہت عرصے سے خالی نشستوں کی وجہ سے عدالتی کام کی رفتار بھی سست تھی۔ ان نئی بھرتیوں سے نظام کو فائدہ ہوگا۔ لیکن ساتھ میں ان کا کہنا ہے کہ تقرریوں کے دوران میرٹ کو نظر انداز کیا گیا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
21اگست1994،اتوار	5U	ارشاداحمد حقانی (مخالفت)	کراچی کا کرب۔۔کیا کوئی چارہ گر ہے؟	کالم نگار نے کراچی کے حالات کا ذکر کیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ کراچی کے لوگ پچھلے کچھ عرصے سے کرب سے گزر رہے ہیں ان میں سابقہ حکومتوں کا کردار بھی ہے۔لیکن موجودہ حکومت بھی اس کی ذمہ دار ہے کیونکہ یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ حالات ٹھیک کرنے کے لیے سخت اقدامات اٹھائے۔
24اگست1994،بدھ	3U	ذوالفقار علی چٹھہ (مخالفت)	ججوں کی تقرریاں	کالم نگار نے موجودہ حکومت کی جانب سے ججوں کی ایڈہاک بنیاد پر جو تقرریاں ہوئی ان کو موضوع بنایا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ حکومت نے میرٹ کو نظر انداز کر کے تقرریاں کی ہیں جس سے عدلیہ کو بھی سیاست کا شکار کر دیا ہے۔زیادہ تر جج سیاسی وابستگیاں رکھتے ہیں۔
19 ستمبر1994،پیر	5U	ارشاداحمد حقانی (حمایت)	یہ بے صبری اور عجلت پسندی	کالم نگار نے حالیہ سیاسی حالات کا تجزیہ کیا ہے۔ان کی رائے کے مطابق حکومت اور اپوزیشن کے تعلقات خطرناک حد تک کشیدہ ہو چکے ہیں ۔ویسے تو موجودہ حکومت شروع دن سے ہی کوشش کی ہے کہ اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلے لیکن اپوزیشن کا رویہ درست نہیں۔

خلاصہ	عنوان	کالم نگار	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے افغانستان میں بڑھتی ہوئی اندرونی مداخلت کا ذکر کیا ہے اور دوسری طرف اپنی خارجہ پالیسی کی ناکامی کا ذکر کیا کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہماری خارجہ پالیسی اتنی ناکارہ ہوچکی ہے کہ ہم برادر ملک میں دشمن کو جگہ دے رہے ہیں جو مستقبل میں ہمارے لیے خطرناک ثابت ہوگا۔	افغانستان میں بھارتی مداخلت اور ہماری خارجہ پالیسی	ڈاکٹر منصور نورانی (مخالفت)	4L	28 ستمبر 1994، بدھ
حقانی صاحب نے صدر کے دورہ گلگت پر کالم لکھتے ہوئے ان کے دورے کو سراہا ہے۔صدر صاحب کی فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے کی جانے والی کوششوں کی خصوصی تعریف کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اس دفعہ علماء کرام نے بھی صدر صاحب کے ساتھ تعاون کر کے ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔	صدر کا دورہ گلگت ۔۔علماء نے لائق تقلید مثال قائم کی	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	5U	6اکتوبر 1994، جمعہ
کالم نگار اقوام متحدہ میں کشمیر کے حوالے سے ممکنہ طور پر پیش کی جانے والی قرارداد پر بات کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ وزیر اعظم اور صدر دونوں ہی اس حوالے سے متحرک نظر آتے ہیں۔اور سفارتی کوششیں بھی کافی تیز ہیں ۔اس لیے محسوس یہ ہوتا ہے کہ پاکستان کو اس بار خوش آئند نتائج ملیں گے۔	کشمیر ایک بار پھر اقوام متحدہ میں	ارشاد محمود (حمایت)	3L	10اکتوبر 1994، پیر

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
21اکتوبر1994، جمعہ	2L	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	پنشنر پھر محروم رہ گئے	کالم نگار نے ایک خط کا حوالہ دیتے ہوئے پنشنرز کے مسائل کا ذکر کیا ہے،اور سرکاری افسران کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور حکومت سے اس طرف توجہ دینے کا کہا ہے۔
28اکتوبر1994، جمعہ	2L	اظہر حسن صدیقی (حمایت)	نئی انتظامی اصلاحات	کالم نگار نے حکومت کی جانب سی کی جانے والی انتظامی اصلاحات کی تعریف میں کالم لکھا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ انتظامی عہدہ اور ریٹائر منٹ کی عمر کم کر کے حکومت نے بہتری کی جانب ایک قدم اٹھایا ہے۔
7نومبر1994، پیر	5U	خالد احمد کھرل (حمایت)	مسئلہ کشمیر پر پاکستان کی جیت اور بھارت کی ہار	کالم نگار نے مسئلہ کشمیر پر اقوام متحدہ کے فورم پر حاصل ہونے والی کامیابیوں کا ذکر کیا ہے اور بھارت کی عالمی سطح پر ناکامی کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے حکومت کی کامیابی قرار دیا ہے۔
23نومبر1994، بدھ	5L	انجینئر احسن اقبال (مخالفت)	عوامی مسائل۔۔کیا حکومت حل کر سکتی ہے؟	کالم نگار نے عوام کے مجموعی مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں امن و امان ،مہنگائی،اقتصادی بحران وغیرہ شامل ہیں،ان تمام مسائل سے نمٹنے کی صلاحیت حکومت میں نظر نہیں آتی۔
9دسمبر1994، جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	مہنگائی کی تپش	کالم نگار نے حکومتی بجٹ کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ حکومت نے بجٹ میں تو کوئی ٹیکس نہیں لگایا لیکن دہ ماہ بعد ہی غریب عوام پر بجلی کی قیمتیں بڑھا کر بجلی گرا دی ہے۔حکومت کو چاہیے ایسے فیصلے کرنے پہلے عوام کو اعتماد میں لیا کرے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
16 دسمبر 1994، جمعہ	3L	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	مہنگائی کا علاج کمیٹی کے ذریعے	کالم نگار نے مرکزی کابینہ کے فیصلے پر تنقید کی جس کے تحت ایک کمیٹی بنائی جائے گی جو ملک میں دورہ کر کے اور مختلف طبقات کے لوگوں سے ملاقاتیں کر کے اپنی رپوٹ مرتب کرے گی، کالم نگار کا کہنا ہے کہ اس طرح پہلے بھی ہوتا آیا ہے، اس ساری مشق سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔
18 دسمبر 1994، اتوار	2L	ممتاز احمد (حمایت)	پاک چین تعلقات ایک نئی اور با مقصد پیشرفت	کالم نگار نے صدر کے حالیہ دورہ چین پر کالم لکھا ہے جس میں اس دورے کو پاک چین دوستی میں ایک نیا باب قرار دیا ہے۔ اگر اسی طرح با مقصد دورے ہوتے رہیں تو دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں اضافہ ہوگا۔
5 مارچ 1995، پیر	5L	مشاہد حسین (مخالفت)	پاکستان کی خارجہ پالیسی اور قومی سلامتی	کالم نگار نے حکومت وقت کی خارجہ پالیسی پر بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ خارجہ پالیسی بہت مبہم نظر آتی ہے، کوئی واضح پالیسی نہیں ہے، سفراء اسرائیل کے سفارتخانے کی تقریب میں بھی شرکت کر رہے ہیں۔ امریکا کے حوالے سے بھی کوئی واضح پالیسی نہیں اس لیے ملک کی خارجہ پالیسی کو نقصان ہو رہا ہے۔
15 مارچ 1995، بدھ	2L	نصر اللہ (مخالفت)	ماڈرن اسلام	کالم نگار نے کراچی میں امریکی سفارت خانے کے دو اہلکاروں کی ہلاکت پر حکومت کے حد سے زیادہ تعاون اور روزانہ مرنے والے شہریوں پر کوئی ایکشن نہ لینے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
19 مارچ 1995، اتوار	5U	زیڈاے سلہری (مخالفت)	ہم خطرات میں گھرے ہوئے ہیں	کالم نگار نے کراچی کے حالات کو خصوصی طور پر اور پورے ملک کے حالات کا عمومی طور پر ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت کی نا اہلی ان سب معاملات میں عیاں ہے اور اس میں بہتری کے لیے حکومت کو اپنا طریقہ کار بدلنا ہوگا و روزیر اعظم کے فیصلوں کو کابینہ اور قومی اسمبلی میں لانا ہوگا۔
20 مارچ 1995، پیر	2U	عبدالغفار (مخالفت)	ورثہ وارث	کالم نگار نے نکتہ بیان کیا ہے کہ حکومت کا یہ طرز عمل کہ سب خرابیاں وراثت میں ملی ہیں بالکل ٹھیک نہیں ہے کیوں کہ اگر سب خرابیاں وراثت میں ملی ہیں تو خود حکومت نے کیا ان کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی، بلکہ غیر ملکی دورے پہلے سے زیادہ ہیں، اور شاہی اخراجات ہو رہے ہیں، لیکن مسائل کے حل کے لیے یہ بہانہ بنایا جاتا ہے کہ وراثت میں ملے ہیں۔
26 مارچ 1995، اتوار	3L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	وزیراعظم کا دورہ امریکا	کالم نگار نے کچھ دنوں میں ہونے والے وزیر اعظم کے دورہ امریکا پر کالم لکھا ہے، کالم نگار کا موقف ہے کہ اس دورے سے کچھ حاصل نہیں ہو پائے گا، بلکہ الٹا کچھ کام کرنے کو مل جائیں گے۔ کیوں کہ محترمہ کے گذشتہ دوروں سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوسکا۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
10اپریل1995، پیر	3U	نصراللہ خان (مخالفت)	خبریں کچھ ادھر کی کچھ ادھر کی	کالم نگار نے کراچی کے حالات اور وزیراعظم کے دورہ امریکا کے بارے میں لکھتے ہوئے طنز کیا ہے کہ یہاں تو بہت شور مچ رہا ہے دورے کا لیکن امریکی اخبارات نے تو خبر دینا بھی مناسب نہیں سمجھا۔تو حکومت جو امریکا کی اس قدر غلامی کر رہی ہے تو اس سے حاصل کیا ہو رہا ہے۔
14اپریل1995، جمعہ	3U	عبدالقادر حسن (مخالفت)	یا امریکا!رحم!	کالم نگار نے وزیراعظم کے دورہ امریکا پر طنزیہ کالم لکھا ہے۔محترمہ نے جتنے اخراجات دورے پر کیے ہیں،اس سے زیادہ تو بچا سکتی تھی اگر وہ دورہ نہ کرتی۔لیکن اب تو وہ چلی گئی ہیں تو ہماری دعا ہے کہ اتنا تو مل جائے امریکا سے کہ دورے کے اخراجات پورے ہو جائیں۔
16اپریل1995، اتوار	5U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	وزیرعظم کے دورہ امریکا پر ایک نظر	حقانی صاحب نے محترمہ کے دورہ امریکا سے حاصل ہونے والے فوائد پر بات کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ امریکا کو کشمیر پر دباؤ بڑھانے کے لیے راضی کرنا اور ۶ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی مفاہمتی یادداشت پر دستخط اور اس طرح کے کئی معاہدے اس بات کا ثبوت ہیں کے دورہ کامیابی سے ہمکنار رہا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
21اپریل1995، جمعہ	3L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	نیا بجٹ اور مالی مشکلات	کالم نگار نے نیا بجٹ آنے سے پہلے حکومتی پالیسیوں کا جائزہ لے کر ان پر تنقیدی کالم لکھا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ہر پالیسی ایڈہاک کی بنیاد پر بنائی جارہی ہے،اور نئے ٹیکس لگانے کی تیاری ہورہی ہے جس سے عوام بلبلا اٹھیں گے۔
23اپریل1995،اتوار	6L	ملک الطاف حسین (مخالفت)	دورہ امریکا۔۔کامیاب کیسے اور ناکام کیوں	کالم نگار نے محترمہ کے دورہ امریکا پر تبصرہ کیا ہے ،ان کا کہنا ہے کہ دورے کا جس پہلو سے بھی جائزہ لیا جائے تو وہ ناکام ہی نظر آتا ہے۔وزیر اعظم نے امریکا سے کہا ہے کہ ہم خطے میں مصر جیسا کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن ہمیں مراعات بھی وہی ملنی چاہیے۔حتیٰ کہ ملک گروی رکھنے کے لیے تیار ہیں۔
5جون1995، پیر	4U	ایم سلمان فاروقی (وفاقی سیکرٹری)(حمایت)	کیا پاکستان ماحولیاتی تحفظ میں پیچھے رہ گیا ہے	کالم نگار نے موجودہ حکومت کے ماحولیاتی آلودگی سے بچاؤ کے لیے جاری منصوبوں کا ذکر کیا ہے ۔انہوں نے بڑھتے ہوئے مسائل کا تذکرہ کرنے کے بعد حکومتی اقدامات کا بھی ذکر کیا ہے اور سارے منصوبوں کی تفصیلات بیان کی ہیں۔
9جون1995، جمعہ	3U	آغا مسعود حسین (مخالفت)	وفاقی بجٹ کے آنے سے پہلے	کالم نگار نے بجٹ کے آنے سے پہلے حکومت کو چند گزارشات پیش کی ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ نیا ٹیکس لگانے کے بجائے غیر ترقیاتی اخراجات کم کیے جائیں جو کہ بہت زیادہ ہیں اور بیرونی دوروں کو بھی کم ہونا چاہیے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
21جون1995،بدھ	4U	پروفیسر حسن اختر (حمایت)	وفاقی بجٹ پر ایک طائرانہ نظر	کالم نگار نے وفاقی بجٹ کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے ان تمام اقدامات کا تفصیلی ذکر کیا ہے جس سے عام آدمی کا معیار زندگی بڑھے گا اور حکومت کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس بجٹ سے عوام تو یقیناً خوش ہوں گے لیکن سیاسی مخالفین ہمیشہ کی طرح مخالفت ہی کریں گے۔
26جون1995،پیر	4L	احسن اقبال (مخالفت)	بجٹ 1995,1996	کالم نگار نے حکومتی بجٹ کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے اور ان تمام اقدامات کا تفصیلی ذکر کیا ہے جس سے عوام پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ بجٹ میں ایسے اقدامات کیے گئے ہیں جن سے خواص کو تو فائدہ ہوگا لیکن بیچارے عوام ٹیکسوں کے بوجھ تلے دب جائیں گے۔
26جون1995،پیر	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	حکومت کی اشتہاری مہم گناہ بے لذت	حقانی صاحب نے حکومت کی اشتہاری مہم پر کالم لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حکومت کو اس فضول اشتہاری مہم سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور عوام کا پیسہ بھی پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔ اس لیے حکومت کو چاہیے کہ اس اشتہاری مہم پر پیسہ خرچ کرنے کے بجائے عوام کی فلاح و بہبود پر پیسہ لگانا چاہیے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
2جولائی1995،اتوار	3L	ایم اے ملک (حمایت)	بجٹ، قیاس آرائیاں اور حقیقت	کالم نگار نے بجٹ برائے سال 1995,1996 پر مسلم لیگ کی تنقید کو بے جا قرار دیتے ہوئے حکومتی بجٹ کی تعریف کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ان حالات میں حکومت جتنا بہتر بجٹ بنا سکتی تھی اس نے بنایا ہے۔اور یہ پیپلز پارٹی کی ہی حکومت کا اعزاز ہے کے ان کے دور میں جی ڈی پی کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔
14جولائی1995، جمعہ	4L	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	عوام دوست بجٹ اور عوام	کالم نگار نے گزشتہ دنوں مختلف اخبارات میں چھپنے والے دو کالموں کا ذکر کرتے ہوئے ان پر تبصرہ کیا ہے کہ ان دو کالموں میں جس طرح بجٹ کی حمایت کی گئی ہے وہ ٹھیک نہیں ہے، کیوں کہ حکومت بجٹ پر جو موقف دے رہی کہ ٹیکسوں میں ردوبدل کیا گیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے ،بہت سے ٹیکس ایسے ہیں جو عام آدمی پر اب لگا دیئے گئے ہیں۔
16جولائی 1995،اتوار	3U	میاں اعجاز شفیع (مخالفت)	آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں	کالم نگار نے حکومتی پارٹی کے مجموعی رویہ پر بات کی ہے کہ حکومتی پارٹی کا رویہ اس وقت آمرانہ ہو چکا ہے۔حکومتی کاموں پر توجہ کے بجائے اپوزیشن کو سزا دینے پر زیادہ فوکس ہے۔ملک کی جو حالت ہے اس سے حکومتی نا اہلی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
21جولائی1995، جمعہ	3L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	منی بجٹوں کا سلسلہ	کالم نگار نے حکومتی دعویٰ پر تنقید کی ہے کہ کوئی منی بجٹ نہیں آئے گا، لیکن ابھی بجٹ کو گزرے چند ماہ بھی نہیں ہوئے اور بجلی کی قیمت بڑھا دی گئی جو کہ منی بجٹ سے کم نہیں، کیوں کہ اس سے تمام اشیاء صرف میں اضافہ ہوگا۔
1 ستمبر 1995، جمعہ	3U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	ایلیٹ کلچر ختم کرنے کا کھوکھلا دعوی	حقانی صاحب نے محترمہ کے اس دعوی پر تبصرہ کیا ہے کہ وہ ملک سے ایلیٹ کلچر کا خاتمہ کر کے رہیں گی۔ لیکن محترمہ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ ملک سے اس کلچر کا خاتمہ کرنا ناممکن ہو چکا ہے، اور وہ خود بھی اسی کلچر کا حصہ ہیں۔ اگر وہ سمجھتی ہیں کہ اس میں کامیاب ہوگئی ہیں تو ان کو چاہیے کسی سرکاری اسپتال کا دورہ بھیس بدل کر کریں تو اندازہ ہو جائے گا کیا صورتحال ہے۔
11 ستمبر 1995، پیر	3L	مجیب الرحمٰن شامی (مخالفت)	جناب صدر کے کانٹے	کالم نگار نے صدر کے پنجاب میں گورنر راج کے فیصلے کی تائید میں بیانات دینے پر تنقیدی کالم لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جمہوری صدر کو یہ بالکل زیب نہیں دیتا کہ وہ اس طرح کے اقدامات کی حمایت کریں۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
13 ستمبر 1995، بدھ	5U	سلیم زاہد صدیقی (مخالفت)	شکوہ بے جا تو نہیں	کالم نگار نے حقانی صاحب کے محترمہ کی حمایت میں لکھے جانے والے کالم کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ایسی کونسی ایمرجنسی تھی کہ پنجاب حکومت کا خاتمہ کیا گیا اور گورنر راج لگایا گیا۔حالیہ دنوں میں جو حالات تھے وہ تو ماضی میں بھی رہ چکے ہیں۔تو گورنر راج صرف اب ہی کیوں لگایا گیا۔
27 ستمبر 1995، بدھ	4U	مجیب الرحمٰن شامی (مخالفت)	عمارت کی الٹی تعمیر	کالم نگار نے بلدیاتی انتخابات کے نہ ہونے پر کالم تحریر کیا ہے،ان کا کہنا ہے کہ جمہوریت کا بہت شور مچایا جاتا ہے لیکن بلدیاتی ادارے جو جمہوریت کی جڑ ہیں انہی پر توجہ نہیں دی جاتی۔یعنی ایسی عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس کی بنیاد ہی کھوکھلی ہو۔
4 اکتوبر 1995، بدھ	3L	زاہدہ حنا (مخالفت)	حکمراں جماعت کی سیاسی ساکھ	کالم نگار نے ملک کے حالات پیش کر کے حکومتی کی اہلیت پر تبصرہ کیا ہے،ان کا کہنا ہے کہ حکومت نے پنجاب کے معاملات میں الجھا کر عوام کو بیرونی حالات سے غافل کر دیا ہے۔ورنہ مجموعی طور پر ہماری خارجہ پالیسی بھی خدشات سے نبرد آزما ہے اور حکوت کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
13اکتوبر1995،جمعہ	3L	آغامسعودحسین(مخالفت)	اقتصادی صورتحال اور اسٹیٹ بنک کی سالانہ رپورٹ	کالم نگار نے حال ہی میں جاری ہونے والی اسٹیٹ بینک کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے حکومت کوتنقید کانشانہ بنایاہے۔اس رپورٹ سے عوام کومعلوم ہوگیا ہے کہ حکومت نے کس بے دردی سے اخراجات میں اضافہ کیا ہے ۔اور اسٹیٹ بینک نے بھی مشورہ دیا ہے کہ حکومت اپنے اخراجات کوکنٹرول کرےاور بالواسطہ ٹیکس لگانے سےگریز کرے۔
20اکتوبر1995،جمعہ	4U	الطاف حسین قریشی(مخالفت)	سب سے بڑی فوج کےمسائل	کالم نگارنےموجودہ حکومت کےشاہانہ اخراجات کا تذکرہ کیا ہےاور دوسری طرف فوج کی مالیاتی ضرورتوں کوسامنے رکھا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ فوج ایسا ادارہ ہے جہاں حکومت کے بعد سب سے زیادہ کلرکوں کی تعداد ہے،اوراس وقت فوج جن حالات سے گزر رہی ہے تو حکومت کو چاہیےان کی ضروریات کوسامنے رکھ کران کو وسائل فراہم کرے۔
23اکتوبر1995،پیر	4L	سلطان رفیع(حمایت)	حکومت کےدوسال	کالم نگارنےحکومت کےدوسال میں کیے جانے والے کاموں پرکالم میں لکھا ہے کہ ایسا تونہیں ہے کہ سب کچھ اچھا ہواہےلیکن ایسا بھی نہیں کہ حکومت نے کچھ کیا ہی نہیں۔حکومت نے اپنی طرف سے کافی کوششیں کی ہیں لیکن حالات ابھی بہترنہیں ہوئے۔

خلاصہ	عنوان	کالم نگار	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے حکومت کے دو سال مکمل ہونے پر تنقیدی کالم لکھا ہے۔ان کا کہنا ہے کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں تنزلی نہ ہوئی ہو،معیشت کا برا حال ہے،امن و امان کے حالات سب کے سامنے ہیں،اور سب سے بڑی جمہوری پارٹی نے بلدیات کا جو حال کیا ہے وہ بھی عوام کے سامنے ہے،مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے۔	حکومت کے دو سال ۔۔دعوے اور حقائق	حاجی عبدالرزاق (مخالفت)	2L	1 نومبر 1995، بدھ
کالم نگار نے وزیر اعظم کے مشیر وی اے جعفری صاحب کی آئی ایم ایف کے سامنے قرض مانگنے کے لیے جانے والے واقعے کا تذکرہ کیا ہے۔عالمی ادارے کے حکام نے ان کی سخت باز پرس کی ہے اور ان کو قرض دینے سے انکار کر دیا ہے ۔اور ان کو حکومتی اخراجات کم کرنے کا کہا ہے۔	پاکستان اقتصادی بحران کی زد میں	آغا مسعود حسین (مخالفت)	4U	3 نومبر 1995، جمعہ
کالم نگار نے بے نظیر حکومت کے ان اقدامات کا تذکرہ کیا ہے جن سے پاکستان کی ثقافت کو پروان چڑھنے کا موقع ملے گا۔موجودہ حکومت نے قومی کمیشن برائے ثقافت و تاریخ کو فعال کر دیا ہے اور اسی طرح قومی پالیسی برائے ثقافت منظور کر کے اس شعبے پر بھرپور توجہ دی ہے۔	قومی ثقافت اور بے نظیر حکومت	عالیہ مرزا (حمایت)	2L	6 نومبر 1995، پیر

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
8 نومبر 1995، بدھ	3L	پرویز الٰہی (مخالفت)	منی بجٹ، مہنگائی اور حکومت کے حربے	کالم نگار نے موجودہ حکومت کی اقتصادی پالیسیوں پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور اس کے حالیہ اقدامات کا تذکرہ کیا ہے جس میں ادویات کی قیمتوں میں اضافہ اور پیٹرول کی قلت اور زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی شامل ہے۔
26 نومبر 1995، اتوار	4L	احسن اقبال (مخالفت)	کیا اقتصادی بحران خطرے کا الارم بج چکا ہے؟	کالم نگار نے ملک کے معاشی حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے حکومتی پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زرمبادلہ کے ذخائر تیزی سے کم ہو رہے ہیں اور حکومت نے قرضہ لینے کا سارا ٹارگٹ تین ماہ میں ہی پورا کر لیا ہے۔ لیکن شاہ خرچیاں نہیں ہو رہیں۔
10 مارچ 1996، اتوار	3L	خالد احمد کھرل (حمایت)	انتخابی اصلاحات، ایک اور انقلابی قدم	کالم نگار نے گزشتہ ماہ کابینہ کے اجلاس سے منظور ہونے والی انتخابی اصلاحات کو سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ اپوزیشن کو چاہیے کے جو کام اچھا ہوا ہو اس کی تو تعریف کرے۔ یہ انتخابی اصلاحات پاکستان کے انتخابی نظام میں بہتری کا باعث بنیں گی۔

بے نظیر بھٹو دوار میں شائع کالموں کا تجزیہ

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
13 مارچ 1996، بدھ	4L	محمد احمد سبزواری (مخالفت)	کیا ہر ادارے کی نج کاری کی ضرورت ہے؟	کالم نگار نے پچھلے اور حالیہ دور میں ہونے والی نجکاری کا جائزہ لے کر کہا ہے کہ، ہر ادارے کی نج کاری ضروری نہیں ہوتی۔ نج کاری کے مقاصد کچھ بھی ہوں لیکن اپنے بنیادی اور منفعت بخش اداروں کو بیچنا کسی صورت ملکی مفاد میں نہیں۔
18 مارچ 1996، پیر	4L	پیر شجاعت حسنین قریشی (حمایت)	وزیراعظم کے بیرونی دورے اور سرمایہ کاری	کالم نگار نے وزیر اعظم کے حالیہ دورہ برائے انڈونیشیا اور ملائشیا کا تفصیلی تجزیہ کیا ہے۔اور اپوزیشن کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ مخالفت برائے مخالفت اچھی چیز نہیں۔اوران دو ممالک کا بہت عرصے سے کسی نے دورہ بھی نہیں کیا تھا۔
5 اپریل 1996، جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	حبیب بینک کی نجکاری	کالم نگار نے حبیب بینک کی نجکاری کے حوالے سے کیے جانے والے اعلان پر تنقیدی کالم لکھا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ پہلے بھی جو ادارے فروخت ہوئے ہیں وہ کوڑیوں کے مول بیچے گئے ہیں، اب ایک اور منافع بخش ادارہ اسی طرح بیچنے کی تیاری ہو رہی ہے۔
10 مئی 1996، جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	کیا پاکستان کی اقتصادی آزادی چھن گئی ہے؟	کالم نگار نے حکومت کی اقتصادی پالیسی کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اقتصادی ماہرین کہہ رہے ہیں کہ حکومت نے ملک کو عالمی اقتصادی اداروں کے شکنجے میں دیا ہے کہ اب کوشش کے باوجود بھی نکل نہیں پائیں گے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
20 مئی1996، پیر	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	جمہوریت کسی چڑیا کا نام نہیں	کالم نگار نے وزیر اعظم کے جمہوریت کے حمایت میں دیے جانے والے بیانات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ صرف جمہوریت لفظ کا راگ الاپنے سے جمہوریت مضبوط نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے کارگردگی بھی دکھانی چاہیے۔ ملک میں گورننس کا جو حال ہے اس سے تو عوام کا جمہوریت سے بھروسہ ہی اٹھ گیا ہے۔
12 جون1996، بدھ	4L	زاہدہ حنا (مخالفت)	بجٹ: حکومت اور شہریوں کے بداعتمادی کی خلیج	کالم نگار حکومتی بجٹ پیش ہونے سے پہلے عوام کے تاثرات پیش کر رہی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حکومت عالمی اداروں کے دباؤ سے سخت بجٹ بنانے پر مجبور ہوگی، اور دوسری طرف عوام صرف بجٹ سے ہی پریشان نہیں ہوتی بلکہ بار بار آنے والے منی بجٹ ان کے لیے مصیبت بن جاتے ہیں۔
12 جون1996، بدھ	4L	کرنل مختار بٹ (مخالفت)	حکمرانوں کے دعوے	کالم نگار محترمہ کے کراچی کے حالیہ دورے کے دوران دیئے جانے والے اس بیان پر تنقید کی ہے کہ ''ہماری حکومت کا کوئی فرد کرپٹ نہیں ہے''۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ اگر وزیر اعظم صاحبہ بھیس بدل کر کسی بھی سرکاری ادارے میں چلی جائیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ ملک کس قدر کرپشن میں ڈوب چکا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
17 جون 1996، پیر	3U	قمرالدین خان (مخالفت)	خودمختاری کے تقاضے	کالم نگار نے چند ترقی پذیر ممالک کی مثال دے کر حکومت پر تنقید کی ہے کہ چھوٹے چھوٹے ممالک بھی اپنی خودمختاری اور عزت پر کوئی کمپرومائز نہیں کرتے، لیکن یہاں تو ایسے لگتا ہے کہ ملک ہی امریکا کے حوالے کر دیا گیا ہے۔
19 جون 1996، بدھ	5U	ڈاکٹر شاہد حسن (مخالفت)	بجٹ: انجام گلستاں کیا ہوگا	کالم نگار نے حال ہی میں پیش ہونے والے وفاقی بجٹ پر تفصیلی اور تنقیدی کالم لکھا ہے ۔موجودہ حکومت کا یہ تیسرا بجٹ ہے، لیکن اس بجٹ میں بھی خسارے کا اضافہ ہی ہوا ہے اور غیر ملکی قرضوں پر انحصار بھی بڑھ گیا ہے اور عوام پر بالواسطہ ٹیکسوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔
21 جون 1996، جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	بجٹ۔۔کیا دیکھا کیا سنا	کالم نگار بجٹ کا احوال لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ تاریخ میں اتنا زیادہ بوجھ عوام پر نہیں ڈالا گیا جتنا قرضوں کا بوجھ اس دفعہ عوام پر ڈالا گیا ہے۔حکومتی اخراجات میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔یعنی امیر اسی طرح عیاشیاں کریں گے اور غریب ان کا بوجھ اٹھائے گا۔
26 جون 1996، بدھ	4U	پیر شجاعت حسنین قریشی (حمایت)	وفاقی بجٹ اور اپوزیشن	کالم نگار نے حکومتی بجٹ کے مثبت پہلوؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس متوازن بجٹ سے ملکی معیشت میں استحکام آئے گا۔اور اپوزیشن کا رویہ ہمیشہ کی طرح منفی ہی ہے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
28 جون 1996، جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	یہ انداز حکمرانی کیا ہے؟	کالم نگار نے جماعت اسلامی کے جلوس پر فائرنگ کے نتیجے میں کارکنان کی ہلاکت پر کالم لکھا ہے اور دوسرے جمہوری ممالک کی مثال دیتے ہوئے کہا ہے کہ کسی بھی ملک میں اس طرح پرامن احتجاج پر فائرنگ نہیں کی جاتی۔حکومت کو اپنے طرز حکمرانی میں تبدیلی لانی ہوگی۔
17 جولائی 1996، بدھ	3L	محمد اصغر خان (مخالفت)	اقتدار کا نشہ	کالم نگار نے سرکاری افسران کو سول اداروں میں ملازمت دینے کے حکومتی فیصلے کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ جو تھوڑا بہت اداروں کا تاثر رہ گیا ہے وہ بھی ایسے اقدامات سے زائل ہو جائے گا۔لگتا ہے ایسا ہے کہ ہر آنے والے حکمران نے ملک کو پیچھے دھکیلنے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔
22 جولائی 1996، پیر	3L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	ہمارے حکمرانوں کی الف لیلی	کالم نگار نے اپنے صحافی دست کا ذکر کیا ہے جو انڈیا کے وزرا کے دفاتر کا حال سناتے ہوئے کہتا ہے کہ وہی انگریزوں والی حالت میں ہیں ان کے دفاتر۔لیکن پاکستان کے سیاستدانوں نے تو عوام کے خون پسینے کی کمائی کو اپنی عیاشیوں میں اڑا دیا ہے۔کسی وزیر کے دفتر میں جائیں تو ایسے لگتا ہے جیسے کسی محل میں آ گئے ہوں۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
25جولائی1996،اتوار	4L	کرامت علی (مخالفت)	بجٹ کے معاشی،سیاسی و سماجی مضمرات	کالم نگار حکومتی بجٹ پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ موجودہ بجٹ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ معاشی بدانتظامی کے نتیجے میں ہمارے معاشرے کا سیاسی و سماجی ڈھانچہ خطرناک حد تک انتشار کا شکار ہے۔
4اگست1996،اتوار	4L	پیر شجاعت حسنین قریشی (حمایت)	دھرنا سیاست یا تشدد کی سیاست	کالم نگار نے اپوزیشن کے رویہ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ وہ صرف تشدد اور سڑکوں پر آ کر حکومت سے استعفےٰ چاہتی ہے،حالانکہ اس کو پانچ سال انتظار کرنا چاہیے کیوں کہ عوام نے حکومت کو مینڈیٹ دیا ہے کہ وہ پانچ سال پورے کرے۔
9اگست1996،جمعہ	3L	پروفیسر شبیر اختر عابد (حمایت)	پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے وزیراعظم کا پروگرام	کالم نگار نے محترمہ کے حالیہ دورے بلوچستان میں پسماندہ علاقوں کے لیے ترقیاتی فنڈ اور منصوبوں کا جو اعلان کیا ہے اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔
18اگست1996،اتور	4L	نجم الدین فخری (مخالفت)	خدا کے حضور گڑگڑانے کا وقت	کالم نگار نے ملک کے مجموعی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ملک کے حالات اس قدر خراب ہو چکے ہیں کہ اب سوائے مڈٹرم کے کوئی راستہ نظر نہیں آتا،اس لیے محترمہ کو چاہیے کہ مڈٹرم انتخاب کا اعلان کر دیں تا کہ ملک کسی بڑے بحران سے بچ جائے۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
4اکتوبر1996، جمعہ	3U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	ایوان صدر کی غیر جانبداری اور متعلقہ فریقوں کی ذمہ داری	کالم نگار نے ایوان صدر میں ہونے والے اجلاس کا ذکر کیا ہے جس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ صدر اپنے فیصلوں میں متوازن رہیں گے، کسی اقدام سے ایسا تاثر نہیں ہونے دیا جائے کہ صدر کسی پارٹی کے صدر ہیں۔ یہ فیصلہ ملکی حالات کے لیے خوش آئند ہے۔
9اکتوبر1996، بدھ	4U	عبداللہ میمن (حمایت)	وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کا سہ نکاتی ایجنڈا	کالم نگار نے محترمہ کے جنرل اسمبلی میں کیے گئے خطاب کو سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ وزیر اعظم نے پاکستان کا مقدمہ دنیا بھر کے سامنے بھر پور طریقے سے پیش کیا ہے۔ اور کشمیر کے مسئلے پر جو سہ نکاتی ایجنڈا پیش کیا ہے وہ بھی قابل ستائش ہے۔
13اکتوبر1996، اتوار	3U	سید شاہ عزیز امام (مخالفت)	حکومت اور حکومتی اخراجات	کالم نگار نے حکومتی وزرا اور مشیران کی فوج در موج کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے لکھا ہے کہ ملک جس معاشی ابتری سے گزر رہا ہے وہاں وزرا اور مشیران پر اربوں روپے کے اخراجات کیے جا رہے ہیں۔
25اکتوبر1996، جمعہ	4U	آغا مسعود حسین (مخالفت)	کیا عوام زندہ رہ سکیں گے	کالم نگار نے حکومت کے منی بجٹ پر تبصرہ کیا ہے۔ حکومت نے بجٹ کے صرف تین ماہ بعد ہی منی بجٹ پیش کر دیا ہے جس میں عوام پر ۱۵ ارب روپے کے نئے ٹیکس لگا دیئے گئے۔ عوام جو پہلے ہی بے حال ہے وہ کیسے یہ بوجھ برداشت کرے گی۔

تاریخ	کالم سائز	کالم نگار	عنوان	خلاصہ
27 اکتوبر 1996ء، اتوار	4U	شہزاد کریم (حمایت)	خارجہ پالیسیاں۔۔تین سالہ کامیابیوں کا جائزہ	کالم نگار نے حکومت کے تین برسوں میں خارجہ امور پر حاصل کی گئی کامیابیوں کا تذکرہ کیا ہے۔حکومت نے ان تین سالوں میں نہ صرف عالمی ایٹمی معاہدے کے سلسلے میں پاکستان کے موقف کی پذیرائی اور امریکا سے رکا ہوا اسلحہ اور ساز وسامان کی ترسیل نمایاں ترین کامیابیاں ہیں۔
17 نومبر 1996ء، اتوار	3L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	ایک وزیر اعظم یہ بھی ہے	کالم نگار نے نگراں وزیر اعظم کی بنائی گئی کابینہ کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے،ان کا کہنا جن الزامات پر سابقہ حکومت کو برطرف کیا گیا تھا اسی کریکٹر والے تمام لوگ نگراں کابینہ میں بھرتی کر لیے گئے ہیں۔وزیر اعظم خود تو قابل احترام ہیں لیکن ان کے وزراء وہی کرپٹ لوگ ہیں۔

بے نظیر ادوار میں شائع ہونے والے سیاسی کالمز بمطابق نمونہ بندی (اتوار، پیر، بدھ، جمعہ)

نمبر شمار	کل شائع ہونے والے کالمز کی تعداد بمطابق نمونہ بندی	حکومت حمایت میں لکھے گئے کالم	حکومت مخالف میں لکھے گئے کالم
1	142	51	91

Publish Columns during Banazir Bhoto 1st and 2nd era sampling
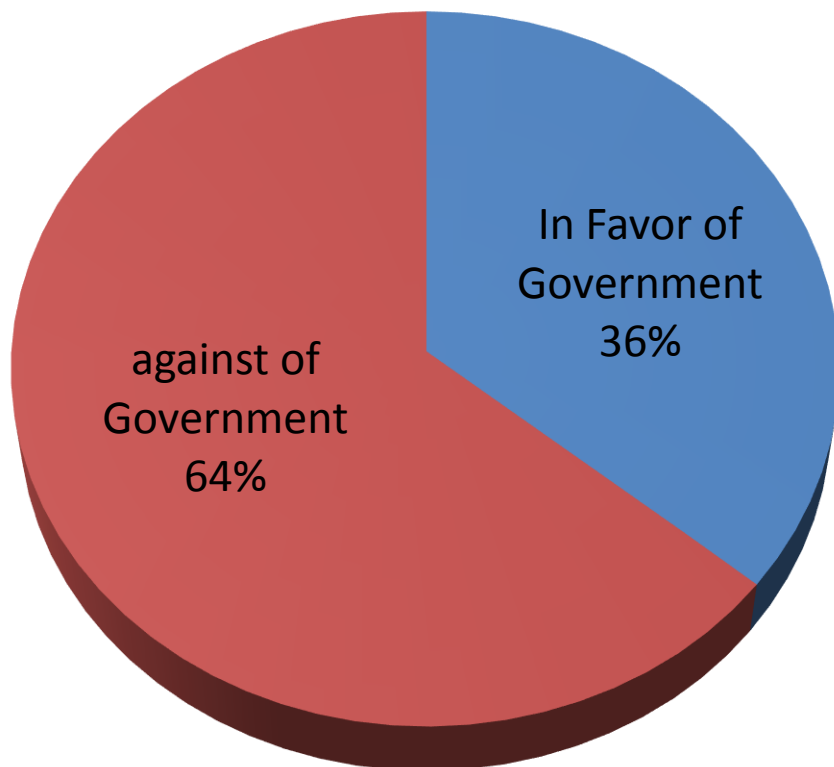
In Favor of Government   against of Government

اس طرح اب ہم باب چہارم میں نواز شریف کے دونوں ادوار کے سیاسی حالات بیان کرتے ہوئے ان ادوار میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ کیا بے نظیر کے دور حکومت کی طرح نواز شریف کے دور حکومت میں صحافت کو کیا چیلنجز درپیش تھے اور کالم نگاروں نے اپنی رائے کا آزادنہ اظہار کیا۔

اگلے باب میں تجزیہ کرکے دیکھتے ہیں۔

حوالہ جات

(1) گوہر حفیظ ''پاکستان کے حکمران'' گوہر پبلیکشن لاہور ص310

(2) حافظ اسامہ قادری ''پاکستان سازش اور سیاست'' کراچی ص15

(3) گوہر حفیظ ''پاکستان کے حکمران'' گوہر پبلیکشن لاہور ص316

(4)۔ گوہر حفیظ ''پاکستان کے حکمران'' گوہر پبلیکشن لاہور ص516

(5) قویم نظامی ''جرنیل اور سیاستدان تاریخ کی عدالت میں' جہانگیر بک ڈپو لاہور 2006 ص 164

(6) گوہر حفیظ ''پاکستان کے حکمران'' گوہر پبلیکشن لاہور ص516

(7) گوہر حفیظ ''پاکستان کے حکمران'' گوہر پبلیکشن لاہور ص310

(8) محمد علی چراغ ''تاریخِ پاکستان'' سنگ میل پبلیکشن لاہور ص 562-561

(9) محمد علی چراغ ''تاریخِ پاکستان'' سنگ میل پبلیکشن لاہور ص565- 564

(10) گوہر حفیظ ''پاکستان کے حکمران'' گوہر پبلیکشن لاہور ص310

(11) گوہر حفیظ ''پاکستان کے حکمران'' گوہر پبلیکشن لاہور ص310

(12) عابد تہامی ''جرنلسٹ'' عظیم اکیڈمی پبلیشر ز اینڈ بک سیلرز ص ص253-252

(13) عابد تہامی ''جرنلسٹ'' عظیم اکیڈمی پبلیشر ز اینڈ بک سیلرز ص ص254

(14) محمد زاہر سعید نور ''صحافت سے ابلاغیات تک'' مکتبہ دانیال لاہور ص229

(15) محمد زاہر سعید نور ''صحافت سے ابلاغیات تک'' مکتبہ دانیال لاہور ص229

(16) محمد زاہر سعید نور ''صحافت سے ابلاغیات تک'' مکتبہ دانیال لاہور ص230

(17) روزنامہ خبریں کو وسعت ملی روزنامہ جرأت لاہور روزنامہ عوام کراچی

باب چہارم

نوازشریف دور میں روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے منتخب سیاسی کالموں کا تجزیہ

اس باب میں نوازشریف کے دونوں ادوار کے سیاسی حالات بیان کرتے ہوئے ان ادوار میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ بے نظیر کے دور حکومت کی طرح نوازشریف کے دور حکومت میں صحافت کو کیا چیلنجز درپیش تھے کیا کالم نگاروں نے حکومت کی حمایت میں زیادہ کالم لکھے یا حکومت مخالفت میں اپنی رائے دی باب چہارم میں بے نظیر دور کے کالموں کا تجزیہ کیا گیا ہے اس دور حکومت کے منتخب کردہ کالموں کے مطابق حکومت کے خلاف کھل کر لکھا گیا ہے اور کالم نگاروں نے اپنی رائے کا آزادنہ اظہار کیا۔ جس کے سبب بے نظیر حکومت کے خلاف رائے عامہ کی تشکیل بھی کی گئی اور اس کا اثر بے نظیر کی حکومت پر بھی پڑا۔ اس باب میں نوازشریف دور کے سیاسی حالات جانتے ہوئے سیاسی کالموں کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

1۔ الف۔ نوازشریف دور کے سیاسی حالات۔

6 اگست 1990ء میں غلام مصطفیٰ جتوئی نگران وزیر اعظم مقرر ہوئے تو بے نظیر بھٹو نے صدر پر سخت تنقید کی جس پر صدر نے پی پی کے کارکنوں کی گرفتاری اور ان کی سرگرمیوں کی تحقیقات کا حکم دے دیا (1) آئی جے آئی نے انتخابات میں کامیابی کے لئے سخت محنت کی انہوں نے ایک دن میں کئی کئی جلسوں سے خطاب کیا میاں نوازشریف نے پیپلز پارٹی کو زیر کرنے کے لئے داخلی اختلافات اور آپس کی رنجشوں کو طے کیا (2)(3) انتخابات کے بعد بے نظیر بھٹو نے الزام عائد کیا اس انتخابات میں دھاندلی کی گئی ہے الیکشن جانب دار تھے عوام کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ بے نظیر کی حکومت کے خاتمے کے بعد پیپلز پارٹی کے خلاف کاروائیاں شروع کردی گئیں اور نوازشریف نے انتخابات کی تیاری زور وشور سے شروع کردی جس کے نتیجے میں مسلم لیگ انتخابات میں کامیاب ہوگئی اور پیپلز پارٹی نے ان انتخابات میں دھاندلی کا الزام لگایا اور نتائج تسلیم کرنے سے انکار کیا اور اس طرح محاذ آرائی جاری رہی۔ (4)

روزنامہ مشرق، بھارتی اخبارات کے حوالے سے الیکشن 1990ء پر تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''پاکستان میں الیکشن مکمل ہوگئے ہیں نوازشریف کا اسلامی جمہوری اتحاد کامیاب اور پیپلز پارٹی کو شکست ہوئی

ہے پیپلز پارٹی نے انتظامیہ پر دھاندلی کے الزامات لگائے ہیں جبکہ غیر ملکی مبصرین کی رائے مطابق دھاندلی کے کوئی شواہد نہیں ملے'' (5) نواز شریف نے 7 نومبر 1990ء کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کیا۔نواز شریف نے اعلان کیا کہ وہ ہر قسم کے اختلافات سے بالاتر ہوکر کام کریں گے۔نواز شریف نے ابتدائی اقدام کے طور پر آزاد معیشت کی پالیسی اختیار کی اس کے لئے 1991 میں آنے والی فارن کرنسی پر ہر قسم کی پابندی ختم کردی اور اس قسم کی پالیسیوں کا اعلان کیا اور نجکاری کے عمل کو بہتر کرنے کی پالیسی اختیار کی (6) نواز شریف حکومت کا اقدام شریعت بل کی منظوری تھا پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے اپنی توانائیاں شریعت بل کیلئے وقف کردیں قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے کثرت رائے سے شریعت بل پر سفارشات کی منظوری دے دی اس کے خلاف نا صرف پی ڈی اے نے آواز بلند کی بلکہ ایم کیو ایم نے بھی تحفظات کا اظہار کیا (7)

نواز شریف دور میں سب سے پہلا مسئلہ مشرق وسطٰی میں عراق اور کویت جنگ کا تھا جس میں امریکہ بھی شامل ہو چکا تھا سابقہ ناقص پالیسیوں کی وجہ سے پاکستان بین الاقوامی قرضے معاف کرانے کا موقع بھی کھو چکا تھا، نقصان کی تلافی بگڑی ہوئی صورتحال کو سنبھالنے کے لئے نواز شریف نے سعودی عرب اور امارات کا دورہ کیا (8) حکومتی پالیسی کے برعکس ملک بھر میں صدام حسین سے یکجہتی اور ہمدردی کے مظاہرے ہونے لگے جس نے نواز شریف حکومت کو آتے ہی خطرے سے دو چار کردیا تھا نواز شریف نے خلیجی جنگ پر غیر مقبول موقف اختیار کیا آئی جی آئی میں مسلم لیگ اور مذہبی جماعتوں کے درمیان دراڑ پڑ گئی۔نواز شریف کے دور اقتدار میں پاک امریکہ تعلقات اپنی پست ترین سطح پر تھے جنوری 1993ء میں پاکستان کو دہشت گردوں کی فہرست میں شامل کرکے چھ ماہ کی نگرانی میں رکھ دیا تھا۔(9) نواز شریف جب وزیر اعظم بنے تو جام صادق بھی ایم کیو ایم کے تعاون سے سندھ میں حکومت بنانے میں کامیاب ہوگئے تھے کراچی میں سابقہ حکومت کے آپریشن کی وجہ سے احساس محرومی پایا جاتا تھا جس کا ازالہ کرنا ضروری تھا وزیر اعظم نے سندھ کے عوام کا شکوک وشبہات دور کرنے کے لیے سندھ کا دورہ کیا انہوں نے سندھ کی ترقی کے لئے 10 ملین روپے امداد کا اعلان کیا (10)

چار روزہ دورہ سندھ کے دوران ان کا سب سے والہانہ استقبال کراچی میں ہوا جہاں انہوں نے لیاقت آباد میں جلسہ سے خطاب کیا۔ جہاں وزیر اعظم نے مزید اعلانات کیے جن میں پینے کے پانی لیے ساڑھے چار ارب روپے کی گرانٹ' لیاقت آباد فلائی اوور کی تعمیر' خواتین میڈیکل

کالج کا قیام' اور ٹرانسپورٹ کے نظام کو بہتر بنانے کا عندیہ دیا۔ نواز شریف کو کراچی اور حیدرآباد سمیت سندھ کے شہری علاقوں میں مقبولیت حاصل ہوئی ۔نواز شریف کو صرف سندھ کے بڑے پیر صاحب' پیر پگارا اور الطاف حسین کی تائید اور حمایت ہی حاصل نہیں ہوئی بلکہ دوسری سیاسی قوتوں نے بھی ان کی حمایت کی ۔سندھ کے دورے کا مقصد یہ تھا کہ سندھ کے عوام کو یہ باور کرایا جا سکے کہ حکومت کو سندھ کے مسائل سے دلچسپی ہے۔(11) کراچی میں ایم کیو ایم کے متحارب گروپوں اور سنی شیعہ فرقہ کے انتہا پسندوں کے درمیان تصادم عروج پر تھا۔ سندھ کے شہروں میں جام صادق حکومت نسلی تشدد اور امن و امان پر قابو پانے میں ناکام تھی اندرون سندھ ڈاکوؤں کا راج تھا سندھ کی سنگین صورتحال نواز شریف کے لئے مسلسل خطرہ بنتی جا رہی تھی (12) 26 مئی کو کراچی میں وزیر اعظم کی زیر صدارت اعلیٰ سطحی اجلاس منعقد ہوا جس میں وزیر اعلیٰ جام صادق کو کور کمانڈر آصف نواز' وفاقی وزیر داخلہ چوہدری شجاعت اور دوسرے اعلیٰ حکام شامل ہوئے اس اجلاس میں ایم کیو ایم کو شامل نہیں کیا گیا اس اجلاس میں امن و امان کی بحالی کے لئے اہم فیصلے کیے گئے۔(13) جب جنرل اسلم بیگ کی جگہ فوج کے نئے سربراہ آصف نواز کا تقرر عمل میں آیا تو فوجی آپریشن کا آغاز کر دیا گیا ایم کیو ایم کے سربراہ اس آپریشن کے پیش نظر اور علاج کی غرض سے جدہ اور پھر 28 جنوری 1992ء کو لندن روانہ ہو گئے تاکہ وہاں سے اپنی سیاسی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔ جام صادق کے انتقال کے بعد مظفر شاہ سندھ کے وزیر اعلیٰ بنے۔20 مئی 1992ء کو وزیر اعظم نے باقاعدہ فوجی آپریشن کرنے کا اعلان کر دیا(14)

جب ڈاکوؤں کے خلاف اندرون سندھ آپریشن شروع ہوا تو اس دوران 5 جولائی 1992ء کو ٹنڈو بہاول کا واقعہ پیش آیا جس میں ایک فوجی میجر نے اپنی زمینوں پر قبضہ ختم کرنے کے لئے 9 معصوم شہریوں کو انڈین ایجنٹ ظاہر کر کے قتل کر دیا تھا جنرل آصف نے اس واقعہ سے سب کی نظریں ہٹانے کیلئے اور ایم کیو ایم سے اپنا پرانا حساب چکانے کے لئے حکومت کی مرضی کے بغیر آپریشن کا رخ کراچی کی طرف موڑ دیا اور شہر کراچی میں آپریشن شروع کر دیا گیا۔(15) کراچی میں آپریشن کے آغاز سے ہی نواز شریف اور ایم کیو ایم میں علیحدگی ہو گئی جس کے منفی اثرات نواز شریف حکومت پر پڑے اور سندھ حکومت پر نواز شریف کی گرفت کمزور ہو گئی (16) بے نظیر بھٹو جس نے 1990ء کے انتخابات کے بعد کچھ عرصے تک اس خیال سے خاموشی اختیار کیے رکھی تھی کہ وہ موجودہ مسلم لیگ کے اندر رہ کر مارشل لاء کا مقابلہ کریں گی۔لیکن پیپلز پارٹی کے ارکان کی گرفتاریوں اور دینا حیات کیس کے بعد اس خاموشی کو توڑ دیا گیا اور دھاندلی کا الزام لگایا گیا۔ بے نظیر نے کہا کہ

لوگوں نے انگریز کی غلامی قبول نہیں کی وہ صدر اور نواز شریف کی غلامی کیسے قبول کریں گے۔ میں ایسے باپ کی بیٹی ہوں جس نے ساری زندگی قوم کے لئے وقف کردی۔ ہمیں احتجاج کے لے مجبور کیا جارہا ہے اور ہمیں تنگ کیا جارہا ہے۔(17)

وزیراعظم میاں محمد نواز شریف اور اپوزیشن لیڈر محترمہ بے نظیر بھٹو کے درمیان تعلقات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کشیدہ ہوتے چلے گئے تعلقات اس وقت تناؤ کا شکار ہوئے جب بے نظیر کی جانب سے نواز شریف کو مستعفی ہونے کا مشورہ دیا گیا(18) بے نظیر نے نواز شریف حکومت کے خلاف احتجاج کا آغاز اس وقت کردیا تھا جب سیاسی حلقوں نے مارچ 1991ء میں الیکشن دھاندلیوں کے خلاف انہیں مشورہ دیا تھا کہ اسلام آباد تک مارچ کیا جائے اور حکومت کو ختم کردیا جائے جس کے بعد بے نظیر بھٹو نے سیاسی مشورے شروع کرکے بھوک ہڑتال اور 10 دن کا الٹی میٹم دے دیا تھا اس کے ساتھ ساتھ نومبر 1992ء میں لانگ مارچ کے ساتھ ساتھ 18 نومبر کو ایوانِ صدر اور پارلیمنٹ ہاؤس کا گھیراؤ کرنے کا اعلان کیا۔(19) بے نظیر کے احتجاج کے دوران ہی انڈیا میں 6 دسمبر 1992ء کو بابری مسجد کی شہادت کا المناک سانحہ ہوا اور اس سانحے پر قومی اتحاد کا مظاہرہ نہیں کیا گیا اور وزیراعظم کے بلائے گئے اجلاس میں اپوزیشن نے شرکت نہیں کی اور مطالبہ کیا کہ پہلے اسمبلیاں توڑی جائیں(20) وزیراعظم نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کے درمیان خطوط کے تبادلے کے علاوہ خفیہ مذاکرات ہوئے ان مذاکرات کے نتیجے میں کچھ مثبت پیش رفت ہوئی 1993ء میں بے نظیر بھٹو کو امورِ خارجہ اسٹینڈنگ کمیٹی کا چیئرپرسن بنادیا گیا جمہوریت پسند حلقوں نے اور جیالوں نے بے نظیر کے اس عمل کو تنقید کا نشانہ بنایا (21)

وزیراعظم اور صدر غلام اسحاق خان کے درمیان تعلقات میں مزید کشیدگی اُس وقت آئی جب چیف آف آرمی اسٹاف جنرل آصف نواز جنجوعہ 8 جنوری 1993ء کو دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کرگئے۔ آصف نواز کی بیگم نے ان کی موت کو سیاسی قرار دیا اور کہا کہ ان کو زہر دیا گیا ہے اور اس کے پیچھے چوہدری نثار اور بریگیڈیئر امتیاز کا ہاتھ ہے۔ جبکہ آرمی ترجمان کے مطابق ان کی موت طبعی تھی۔(22) جنرل آصف نواز جنجوعہ کی وفات کے بعد صدر پاکستان نے وحید خان کاکڑ کو آرمی چیف بنادیا تھا جس سے موجودہ حکومت کے اختلافات میں اضافہ ہوا۔(23)

''وزیراعظم نواز شریف اور صدر اسحاق خان کے درمیان اختلاف اور تعلقات میں کشیدگی کی اہم وجہ آٹھویں ترمیم کے تحت صدر کو حاصل کردہ اختیارات' صدارتی انتخابات اور مسلم

لیگ کی قیادت تھی 1993ء ہی کے سال آغاز پر نواز شریف پر ایوان صدر کی جانب سے دباؤ بڑھنا شروع ہوگیا مسلم لیگ میں ایک اور گروپ مسلم لیگ جنجوعہ کے نام سے قائم ہوگیا جنرل آصف کو زہر دیئے جانے کے الزام نے طوفان برپا کر دیا تھا بے نظیر لندن سے واپس وطن آئیں صدر کی خواہش کے مطابق 18 اپریل 1993 کو فوج کے ٹرکوں نے اسلام آباد کا رخ کرلیا اپنی برطرفی سے پہلے نواز شریف نے ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر قوم سے خطاب کیا جس میں انہوں نے کہا کہ وہ کسی سے ڈکٹیشن نہیں لیں گے۔18 اپریل کو غلام اسحاق خان نے خود کو حاصل اختیارات کے تحت قومی اسمبلی فوری طور پر توڑ دی اور وزیر اعظم اور وفاقی کابینہ کو برطرف کر دیا صدر غلام اسحاق نے حکومت کی برطرفی کے ساتھ ہی 15 جولائی کو الیکشن کرانے کا اعلان کر دیا اور بلخ شیر مزاری کو نگراں حکومت کی تشکیل کی ہدایت کی 25 اپریل 1993 کو نواز شریف نے سپریم کورٹ میں آئینی پٹیشن دائر کر دی جس پر سپریم کورٹ نے بڑا بینچ تشکیل دیا یہ 11 رکنی بینچ چیف جسٹس نسیم حسن شاہ کی قیادت میں تشکیل پایا۔28 مئی 1993ء کو فیصلہ دیا گیا کہ صدر پاکستان نے جو حکم جاری کیا وہ ہے وہ اُن کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا جو انہیں (B)2-58 کے تحت حاصل ہیں اس حکم کے تحت وزیر اعظم شریف اور قومی اسمبلی اور کابینہ فوری بحال ہوگئی۔جبکہ اس گیارہ رکنی بینچ کے ایک جج سجاد علی شاہ نے اختلافی نوٹ پیش کیا تھا نواز شریف نے بحالی کے فوری بعد 28 مئی کو قوم سے خطاب کیا اور سپریم کورٹ کے تاریخی فیصلے کو سراہا اور انصاف کی بالادستی کو قائم کرنے پر قوم کو مبارک باد دی۔اسی دوران صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان کے درمیان شدید اختلاف ہوگئے جس کے نتیجے میں فوج نے وزیر اعظم اور صدر پاکستان سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کر دیا۔نواز شریف نے حکومت تحلیل کرنے کے لئے صدر کو ایڈوائس بھیج دی اور صدر پاکستان نے فوری طور پر قومی اسمبلی تحلیل کر دی اور معین قریشی کو نگران وزیر اعظم بنا دیا گیا صدر پاکستان اسحاق خان نے بھی عہد صدارت سے مستعفی ہونے کا اعلان کر دیا۔ نواز شریف حکومت کے پہلے دور میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ مسلسل محاذ آرائی کا سلسلہ بھی جاری رہا نواز حکومت نے اس محاذ آرائی میں ہر طرح کی مخاصمت کا مظاہرہ کیا پیپلز پارٹی اور نواز حکومت کے درمیان افہام و تفہیم کا کوئی بھی راستہ کھلا دکھائی نہیں دیتا تھا آصف زرداری پر دھوکے کے ساتھ ساتھ بنک سے قرض لینے اور سیاسی مخالفین کو قتل کرنے کے مقدمات دائر کیے گئے خود محترمہ بے نظیر پر کئی مقدمات قائم کئے گئے۔اس محاذ آرائی کی وجہ سے نواز حکومت کے دور میں عوامی سطح پر فلاح اور بہبود کا کوئی اہم اور بڑا کام نہ ہوسکا''(24)

نواز شریف حکومت کا دوسرا دور 1997 سے 1999 تک

5 نومبر 1996ء کو بے نظیر حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا اور ملک معراج خالد نگران وزیر اعظم نامزد ہوئے۔(25)1997ء کے انتخابات میں پاکستان مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور پیپلز پارٹی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔23 فروری 1997ء کے انتخابات میں نواز شریف نے 135 جبکہ پیپلز پارٹی نے 19 نشستیں حاصل کیں جو پیپلز پارٹی کے لئے غیر متوقع نتائج ثابت ہوئے (26) وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے 23 فروری 1997ء کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اپنے پہلے خطاب میں کہا کہ جمعہ کی ہفتہ وار چھٹی ختم کر دی گئی ہے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا قرض اتارو ملک سنوارو مہم کا آغاز کیا گیا (27)

نواز شریف نے جو پہلا قدم اٹھایا وہ بیورو کریسی کی اصلاح تھی وزیر اعظم نے بیوروکریسی کی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسرا اہم قدم جو اٹھایا وہ اپنے اختیارات میں اضافہ کرنا تھا۔ پیپلز پارٹی کی مدد سے تیرہویں آئینی ترمیم کرادی گئی تھی تیرہویں آئینی ترمیم کے بعد صدر کے اختیارات کے تحت نہ قومی اسمبلی توڑی جاسکتی تھی اور ججوں اور جرنیلوں کے تقرر میں اپنی سفارشات شامل کی جاسکتی تھی۔(28) بے نظیر بھٹو نے میاں نواز شریف کو آٹھویں ترمیم ختم کرانے پر مبارکباد پیش کی۔(29)

جریدے اکانومسٹ کے مطابق

''اس آئینی ترمیم سے فوجی قیادت اور صوبائی گورنر مقرر کرنے کے صدارتی اختیارات ختم ہو گئے ہیں''(30) قرآن اور سنت کی بالادستی قائم کرنے کے لئے 28 اگست 1998ء کو آئین میں ترمیم کا بل قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا یہ کثرت رائے سے اکتوبر 1998 میں منظور کر لیا گیا (31)

صدر پاکستان کے پاس اب ان ترامیم کے نتیجے میں کوئی اختیارات نہ تھے اور نواز شریف بہت مقتدر ہو گئے تھے اور آہستہ آہستہ مخالفین کے خاتمے کی پالیسی پر گامزن تھے جس میں صدر فاروق لغاری شامل تھے جبکہ صدر فاروق لغاری ہی نواز شریف کو وزیر اعظم بنانے کا باعث بنے تھے (32) نواز شریف کے وزیر اعظم بن جانے کے بعد قرض اتارو ملک سنوارو مہم کا آغاز کیا گیا جیسے چیف جسٹس پاکستان اور صدر پاکستان نے سراہا۔ نواز شریف سے صدر پاکستان اور چیف جسٹس کے تعلقات بہتر رہے مگر یہ بہتر تعلقات کچھ زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکے صدرِ پاکستان پر حکومت کے کام پر مداخلت کا الزام لگایا گیا چیف جسٹس سے بیورو کریسی کے معاملے پر حالات خراب ہوئے جبکہ صدر پاکستان نے وضاحت دی کہ حکومت پاکستان اپنے فیصلے پر آزاد ہے۔(33) ججوں کی تعداد 17 سے کم کر کے 12 کر دی گئی اس معاملے پر حکومت اور عدلیہ

سے معاملات خراب ہوگئے جس پر چیف جسٹس نے کہا کہ ججوں کی تعداد کے معاملے پر پر منظوری حاصل نہیں کی گئی ہے جس پر نوٹیفکشن واپس لینا پڑا (34)

عدلیہ بحران اسی وقت نیا رخ اختیار کر گیا جب چیف جسٹس عمرے کی ادائیگی کے لئے گئے اور قائم مقام چیف جسٹس اجمل میاں نے ججوں کی تقرری کے معاملے پر فل بنچ تشکیل دیا جس پر چیف جسٹس سجاد علی شاہ عمرہ ادھورا چھوڑ کر واپس آ گئے باغی ججوں نے چیف جسٹس کے خلاف صدر پاکستان کو خط لکھ دیا ججوں کے باہمی اختلافات سے نواز شریف نے فائدہ اٹھایا اور حالات کا رخ جسٹس سجاد علی شاہ کی طرف موڑ دیا جسٹس سجاد علی شاہ کی تقرری کو باغی ججوں کی جانب سے چیلنج کر دیا گیا (35)

اس آئینی اور عدالتی بحران پر تجزیہ کرتے ہوئے سیاسی تجزیہ کاروں نے کہا کہ

''وزیر اعظم نواز شریف کی حکومت دو تہائی اکثریت سے برسر اقتدار آنے کے صرف 9 ماہ بعد ہی مشکلات سے دوچار ہوگئی ہے''

28 نومبر کو توہین عدالت کیس کے دوران مسلم لیگ کے کارکنوں نے سپریم کورٹ کے اندر اور باہر شدید ہنگامہ آرائی کی اور کمرہ عدالت میں گھس گئے ججوں نے چھپ کر اپنی جانیں بچائیں (36)

سپریم کورٹ پر حملے کے حوالے سے سابق صدر پرویز مشرف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

''وزیر اعظم نواز شریف نے اپنی پارٹی کے غنڈوں سے سپریم کورٹ کی عمارت پر اُس وقت حملہ کروایا جب وہاں اجلاس ہو رہا تھا ججوں کو اپنی پٹائی اور اس سے زیادہ برے برتاؤ سے بچنے کے لیے اپنے کمروں میں چھپنا پڑا یہ پاکستان کی تاریخ کے پست ترین لمحات میں سے ایک تھا'' (37) عدلیہ کے بحران اور بیک وقت سپریم کورٹ کے دو چیف جسٹس کے معاملے اور جسٹس سجاد شاہ کی معطلی اور اجمل میاں سے حلف نہ لینے پر صدر پاکستان کو مواخذے کی دھمکی دی گئی جس پر صدر پاکستان نے استعفیٰ دے دیا اور وسیم سجاد نے قائمقام صدر کا عہدہ سنبھال لیا اور بعد ازاں رفیق تارڑ صدر منتخب ہوئے (38) 3 مئی کو سابق وزیر اعظم بے نظیر کے پرنسپل سیکریٹری احمد صادق کو گرفتار کر لیا گیا اور ان پر اسلام آباد ایئرپورٹ کی تعمیر اور توسیع کے معاملے پر کروڑوں روپے کے گھپلے اور پی آئی اے میں خلاف ضابطہ تقرریوں کا الزام لگایا گیا (39)

احتساب کے سلسلے میں ابتداء ہاشوانی گروپ اورشون گروپ سے کی گئی اور ایک معاہدہ کے تحت ایک بڑی رقم قومی خزانے میں جمع کرائی گئی احتساب کے سلسلے میں زیادہ تر توجہ بےنظیر بھٹو پر رکھی گئی (40) بےنظیر کے خلاف پلاٹ اسکینڈل بنا دیا گیا اور وزیراعظم نواز شریف کے ترجمان کی جانب سے لوٹے گئے کھربوں روپے قومی خزانے میں جمع کرانے کا مطالبہ کردیا گیا (41) 1999 کو بےنظیر اور آصف علی زرداری کو سات سات سال کی سزا سنائی گئی تاہم ایک ٹیپ منظر عام پر آنے کے بعد یہ سزا کالعدم قرار دے دی گئی (42) بےنظیر اور آصف علی زرداری کے خلاف نواز شریف نے ہر حربہ استعمال کیا اور اخلاق اور قانون کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اخبارات میں ان لوگوں کی کردارکشی کی گئی اور اس کے لئے سرکاری خزانے سے کروڑوں روپے خرچ کیے گئے (43)

نواز شریف صدر فاروق لغاری، چیف جسٹس اور بےنظیر کے معاملات سے نکلنے کے بعد پاکستان آرمی پر توجہ دی تاکہ آرمی کو زیر کیا جاسکے۔ نواز شریف نے احتساب کا دائرہ کار مسلح افواج تک وسیع کر دیا تھا تاکہ مسلح افواج کو کنٹرول میں رکھا جاسکے نواز شریف دور میں ہی ایڈمرل منصور الحق کے خلاف احتساب کا آغاز ہوا (44)

سیاسی اور فوجی قیادت کے درمیان کے اختلافات کا آغاز ہو چکا تھا اس اختلاف کا آغاز جہانگیر کرامت کے استعفیٰ سے ہوا چیف آف آرمی اسٹاف جنرل کرامت کی جانب سے سیکیورٹی کونسل کی تجویز دی گئی تھی مگر اس معاملے پر جنرل کرامت کو نواز شریف کے دباؤ کا سامنا کرنا پڑا اس لئے 7 اکتوبر 1998ء کو جنرل کرامت نے قبل از وقت ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا (45) جنرل جہانگیر کرامت کے استعفیٰ کے بعد وزیراعظم نواز شریف نے 7 اکتوبر 1998ء کو ہی منگلہ کے کورکمانڈر لیفٹیننٹ جنرل پرویز مشرف کو جنرل کے عہدے پر ترقی دی اور وہ چیف آف آرمی اسٹاف بن گئے اور اسی روز انہوں نے اپنے عہدے کا چارج سنبھال لیا۔ پرویز مشرف کے حق میں یہ بات جاتی تھی کہ وہ سیاسی حکومت کے لئے خطرہ نہیں بن سکیں گے پاکستان کی ہر سیاسی حکومت فوجی مداخلت سے خوفزدہ رہتی ہے اور کمزور جرنیل کو کمانڈر انچیف بناتی ہے۔ (46)

1999ء کو جنرل پرویز مشرف کو جوائنٹ چیف آف آرمی اسٹاف کمیٹی کا چیئرمین کا اضافی چارج بھی دے دیا گیا۔ (47) (48) پاکستان کو جارح حکومت ثابت کرنے کے لیے لابنگ شروع کی گئی اور دنیا بھر کے سفیروں کو بھارت میں جمع کیا گیا اور امریکہ پر بھی دباؤ ڈالا گیا اٹل بھاری واجپائی نے بل کلنٹن سے فون پر بات کر کے مداخلت کرنے کا کہا جس پر امریکہ میں نواز شریف اور واجپائی کو امریکہ آنے کی دعوت دی

اور جس کے نتیجے میں 4 جولائی 1999ء کو اعلان واشنگٹن ہوا۔(49)

کارگل سے مجاہدین کی واپسی نواز شریف کی طرف سے حکومت اور فوج کے درمیان اختلافات کا آغاز تھا جس نے اس بحران کی سنگینی میں اضافہ کیا دوسری جانب بیانات کے بعد فوج اور حکومت میں محاذ آرائی شروع ہوگئی نواز شریف نیا آرمی چیف لانا چاہتے تھے لہذا جنرل پرویز مشرف اپنے ساتھیوں کو اس سلسلے میں بھرپور اعتماد میں لے چکے تھے۔(50)وزیر اعظم نے امریکہ سے واپسی کے بعد کارگل سانحہ کی تمام تر ذمہ داری آرمی چیف پرویز مشرف پر عائد کردی اور اخبارات میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے کارگل پر کالم لکھوائے گئے اور اس کی ذمہ داری آرمی چیف کو ٹھہرایا گیا جس سے محاذ آرائی بڑھتی گئی کارگل ایشو پر اپوزیشن نے بھی حکومت کے خلاف بیان جاری کرنا شروع کر دیئے تھے۔(51)

جنرل پرویز مشرف کارگل پر عدالتی کمیشن بنانے کے مطابے پر ناراض تھے۔نواز شریف اور آرمی چیف کے درمیان مختلف معاملات پر شدید اختلافات تھے سانحہ کارگل اور خصوصاً نواز شریف کی امریکہ سے پاکستان واپسی کے بعد ایک دوسرے کو مورد الزام ٹہرانے کے الزامات نے نواز شریف اور آرمی چیف پرویز مشرف کے درمیان تعلقات انتہائی کشیدہ کر دیئے تھے نواز شریف نے پرویز مشرف کو جوائنٹ چیف آف اسٹاف کمیٹی کا عہدہ تفویض کر دیا اور انہیں ترقی دے دی گئی اضافی چارج دے کر بظاہر نواز شریف نے یہ تاثر دیا کہ مشرف کو عہدے سے الگ نہیں کرنا چاہتے جنرل مشرف مطمئن ہو کر اپنی بیوی کے ہمراہ سری لنکا کے دورے پر روانہ ہو گئے۔(52)

12 اکتوبر 1999ء کو جب مشرف پی آئی اے کے طیارے سے واپس کراچی آرہے تھے تو نواز شریف نے اعلان کر دیا کہ وہ آرمی چیف کو سبکدوش کر رہے ہیں جنرل محمود اور جنرل عزیز نے باہمی مشورہ کے بعد ایک بار نواز شریف سے رابطہ کا فیصلہ کیا اور جنرل عزیز نے نواز شریف سے کہا کہ آپ آرمی ایکٹ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں جس پر نواز شریف نے اپنے اختیارات کی دھونس جمائی اور کہا کہ اب فیصلہ ہو چکا ہے اور ضیاء الدین کو نیا آرمی چیف لگا دیا گیا ہے جب جنرل ضیاء الدین بٹ جی ایچ کیو پہنچے تو جنرل عزیز نے انہیں واپس جانے کے لئے کہا اور کہا کہ ابھی جنرل پرویز مشرف راستے میں ہیں ان کی وطن واپسی کے بعد ہی کمان کی تبدیلی پر عملدرآمد ہوگا(53)دوسری جانب جب پی آئی اے کی پرواز جس میں چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز مشرف سوار تھے اس کے پائلٹ کو پیغام ملا کہ اس پرواز کے لئے کراچی ایئر پورٹ بند کر دیا گیا ہے اور پھر پیغام ملا کہ باقی پاکستان کے تمام ہوائی اڈے بھی بند کر دیئے گئے ہیں لہذا اس فلائٹ کو انڈیا یا UAE لے جاؤ۔کیپٹن نے اس تمام صورتحال سے پرویز مشرف کو آگاہ کیا تقریباً ڈھائی گھنٹے کے

طویل انتظار کے بعد نواب شاہ ایئر پورٹ پر اترنے کی اجازت ملی اسی دوران جنرل پرویز مشرف کے وفادار کمانڈوز حرکت میں آ گئے تھے اور ان کی قیادت کور کمانڈر کراچی جنرل مظفر عثمانی کر رہے تھے اسی دوران کنٹرول کراچی پر قبضہ کرلیا گیا اور مشرف کو گرین سگنل دیا گیا اس طرح طیارہ با حفاظت کراچی ایئر پورٹ اتار لیا گیا۔(54)

رات کے تقریباً پونے تین بجے قوم سے جنرل مشرف نے خطاب کیا اور کہا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ ہمارا وطن حالیہ دنوں کس کرب سے گزرا ہے مسلح افواج نے آخری اقدام کے طور پر قدم اٹھایا ہے کہ مزید عدم استحکام کو روکا جائے مسلح افواج پوری طرح میرے ساتھ ہے میں ابھی کوئی بیان دینا نہیں چاہتا بس اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ صورتحال استحکام اور پوری طرح قابو میں ہے آپ کی مسلح افواج آپ کو کبھی مایوس نہیں کرے گی۔آپ سے التماس ہوں کہ پوری طرح پرسکون رہیں اور پاکستان کی خوشحال راہ ہموار کرنے کے لئے اپنی فوج کی حمایت کریں اللہ تعالیٰ ہمیں عزت اور صداقت کے راستے پر چلنے کی راہنمائی کرے۔خطاب کے فوراً بعد فوج نے رات گئے نواز شریف کو حراست میں لے لیا اور اقتدار سنبھال لیا۔(55)

12 اکتوبر 1999ء کے اقدام کا تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے خیر مقدم کیا اور پاکستان کے تمام کالم نگاروں اور تجزیہ نگاروں نے فیصلے پر مثبت رائے کا اظہار کیا بے نظیر نے بھی اس تبدیلی کو سراہا اس طرح جنرل پرویز مشرف فوجی طاقت اور قوت کے ساتھ اقتدار پر قابض ہو گئے(56) ظفر علی شاہ اور بعض دیگر نے فوج کے اس اقدام کو چیلنج کر دیا جسے 13 مئی 2000ء کو سپریم کورٹ نے جائز قرار دے دیا(57) 12 اکتوبر کے بعد نواز شریف کو گرفتار کر کے اٹک جیل بھیج دیا گیا اور طیارہ ہائی جیک کرنے کا الزام عائد کر کے عدالت میں مقدمہ کر دیا گیا جس پر 2 بار عمر قید اور 10 لاکھ جرمانے کی سزا دی گئی چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کی ایڈوائس پر رفیق تارڑ نے معزول وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کو علاج کی غرض سے بیرون ملک جانے کی اجازت دے دی اور قید کی بقیہ سزا معاف کر دی(58)(59)

نواز شریف دور میں میڈیا کو درپیش چیلنجز

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کے پہلے دور میں آزادی صحافت کو درپیش چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا جب 6 اگست 1990ء کو صدر غلام اسحاق خان نے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کو برطرف کر دیا اور غلام مصطفیٰ جتوئی کو عبوری وزیر اعظم بنا دیا گیا اور عبوری حکومت کے انتخابات کرائے اور میاں نواز شریف وزیر اعظم منتخب ہوئے مسلم لیگ ن نے پیپلز پارٹی کے سابق رہنما جام صادق کو وزیر اعلیٰ منتخب کیا اور ایم کیو ایم بھی حکومت میں شامل ہو گئے۔ 18 مارچ 1991ء کو بی بی سی کراچی کے نامہ نگار اور ماہنامہ ہیرالڈ کے رپورٹر کو 6 نامعلوم ملزمان نے گھر پر حملہ کر کے زخمی کر دیا(60)

20 مارچ 1991ء کو مسلح نوجوانوں نے روزنامہ ڈان کو کراچی میں تقسیم نہیں ہونے دیا جس کی وجہ سے انتظامیہ نے روزنامہ ڈان اور روزنامہ اسٹار کی اشاعت احتجاجاً معطل کر دی تا کہ ڈان کے کارکنوں اور صحافیوں کو تحفظ فراہم کیا جائے پی این ایس، سی پی این ای، پی ایف یو جے کی جانب سے حکومت کی خاموشی کو قابل مذمت قرار دیا گیا (61) ایم کیو ایم کے قائد کی موجودگی میں اے پی این ایس اور سی پی این ای کے عہدیداروں نے ایم کیو ایم سے مذاکرات کیئے اور روزنامہ ڈان میں ایم کیو ایم کے خلاف شائع ہونے والی خبروں کا جائزہ لیا گیا اور متفقہ لائحہ عمل طے گیا گیا اور روزنامہ ڈان بائیکاٹ ختم کر دیا گیا(62)

ماہنامہ ہیرالڈ کے اکتوبر 1991ء کے شمارے میں کراچی پولیس کی غیر قانونی سرگرمیوں کے بارے میں رپورٹ شائع ہوئی تو پولیس نے ہیرالڈ کی کاپیاں ضبط کر لیں (63) 1991ء میں اخباری کاغذ کی درآمد کے لئے دوبارہ پرمٹ جاری کرنے کا فیصلہ کیا گیا اس طرح حکومت کو اخبارات کی آزادی کو کنٹرول کرنے کا لیور پھر حاصل ہو گیا (64) جام صادق نے روزنامہ فرنٹیئر پوسٹ کے ایک رپورٹر کو خبر شائع کرنے پر دھمکیاں دیں جس کی صحافی تنظیموں نے مذمت کی (65)

12 اکتوبر 1991ء کو کراچی میں ہفت روزہ تکبیر کے ایڈیٹر کے گھر پر حملہ کیا گیا اور گھر کو نذر آتش کر دیا گیا اہل خانہ نے چھپ کر بڑی مشکل سے جان بچائی (66) 7 ستمبر 1990ء کو ایک نظم کی اشاعت پر روزنامہ نیوز اسلام آباد کی ایڈیٹر ملیحہ لودھی، رپورٹر سعید احمد خان اور اخبار پبلشر میر شکیل الرحمٰن کے خلاف دہشت گردی کی خصوصی عدالت میں مقدمہ کر دیا گیا اے پی این ایس کی جانب سے اس مقدمہ کی سخت مذمت کی گئی اور کہا گیا کہ اگر یہ مقدمہ واپس نہ ہوا تو ہڑتال کریں گے۔ (66)

8 ستمبر 1993ءکو میر پور خاص میں روزنامہ جنگ کے فوٹو گرافر پر پولیس کی جانب سے تشدد کیا گیا۔فروری 1994ءمیں روزنامہ مشرق پشاور کی دفتر پر حملہ کیا گیا(67)نواز شریف حکومت کے دوسرے دور میں اخبارات سے خوش گوار تعلقات تھے مگر پھر حکومت نے آزادی صحافت کو کنٹرول کرنے کے اقدامات شروع کر دیئے اس دور میں امن وامان کی صورتحال بھی خراب رہی وفاقی حکومت کی جانب سے ضابطہ اخلاق اور پریس کونسل کے نام پر ایک مسودہ تیار کیا جیسے صحافتی تنظیموں نے مسترد کر دیا اور اس مسودہ کو سیاہ قوانین کا ضابطہ قرار دیا(68)اس دور میں صحافیوں کو اغواء کرنے کی کوششیں ہوئیں۔عبدالولی خان کی کتاب سے متعلق تبصرہ لکھنے پر اے این پی کے کارکنوں نے خبریں کے رپورٹر کو تشدد کا نشانہ بنایا(69)حکومت سندھ نے 21 مارچ 1998ءکو حکومت سندھ نے کراچی کے شام کے اخبار روزنامہ پبلک کی اشاعت روکنے کی کوشش کی(70)

روزنامہ ڈان کراچی کے دفتر میں 10 جولائی 1998ءکو دھماکہ ہوا جس سے دفتر کو نقصان پہنچا اخبار کے دفتر کے سامنے کار میں دھماکہ ہوا تھا(71)28 ستمبر 1998ءجنگ کے خلاف اقدامات شروع ہوئے جنگ گروپ کو انکم ٹیکس کی ادائیگی کے نوٹس جاری کئے گئے اشتہارات پر پابندی لگادی گئی۔میر شکیل الرحمٰن نے الزام لگایا کہ حکومت جنگ کی پالیسی سے خوش نہیں ہے اور تبدیلی چاہتی ہے(72)ایف آئی اے نے 15 فرور 1999ءکو اسلام آباد جنگ کے دفتر پر چھاپہ مارا اور اخبار کے اشتہار اپنے ساتھ لے کر چلے گئے جس سے روزنامہ جنگ کی کاپی وقت پر شائع نہ ہوسکی۔(73)

پشاور اور لاہور سے شائع ہونے والا اخبار فرنٹیئر پوسٹ نواز شریف کی حکومت پر تنقید کرنے پر خاصی شہرت رکھتا تھا 26 مارچ 1999ءکو اس کے چیف ایڈیٹر رحمت شاہ آفریدی کو انٹی نارکوٹکس فورس نے گرفتار کر لیا 8 مئی 1999ءکو فرائیڈے ٹائم کے ایڈیٹر نجم سیٹھی کو گرفتار کر لیا گیا کیونکہ وہ نواز شریف حکومت پر کھل کر تنقید کرتے تھے(74)

صابر ابومریم سیکریٹری جنرل برائے فلسطین فاؤنڈیشن پاکستان اور کالم نگار کے مطابق:''نواز شریف کو رائٹسٹ کا طرف دار سمجھا جاتا تھا اور اس کا نقیب نوائے وقت تھا۔جنگ اخبار لاہور میں آنے سے نوائے وقت کو ہر طرح سے نقصان پہنچا۔اس کا ردعمل شعوری و لاشعوری طور پر جنگ اخبار کو بھگتنا پڑا۔جنگ اور نواز شریف کی لڑائی عروج پر پہنچی، کالم بھی اسی جنگ کا حصہ بنے۔جنگ ایک مقابل پارٹی بن گیا تھا، اسی لحاظ سے معیار تنقید بھی گر گیا۔اس کا پس منظر بھی بتایا گیا لیکن یہ دور صحافت کے لیے مثالی نہیں تھا۔اخباری کوٹہ حکومت کے ہاتھ میں تھا جس سے وہ کسی اخبار کا گلا دبا سکتا تھا'' سینئر صحافی نصیر خان کے مطابق:

’’نواز دور میں بھی کسی حد تک آزادانہ کالم لکھے گئے۔حکومت کے مخالف اور حامی سیاسی کالم نویس طبع آزمائی کرتے تھے۔ پالیسی کچھ آزادانہ تھی، کالم نویسوں کو لکھنے کی آزادی تھی‘‘ روزنامہ عوام کے ایڈیٹر کے مطابق :’’نواز شریف کے ادوار میں بھی وہی صورتحال رہی مگر جمہوری دور بہرحال آمریت سے بہتر رہا مگر چونکہ ہمارے یہاں مافیاز بہت طاقتور ہیں اس لیے وہ اپنے راستے میں حائل ہونے والوں کی جان لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ پاکستان میں بہت سے صحافی قتل ہوئے مگر ایسی کوئی اطلاع نہیں کہ حکومتی سطح پر کسی کی جان لینے کی کوشش کی گئی ہو‘‘روزنامہ جنگ نیوز ایڈیٹر علی کامران کے مطابق :’’نواز دور صحافیوں کی کرپشن کا دور ہے۔صحافیوں کو بدعنوانی پر اکسانے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے اختیار کیے گئے۔جنگ کی پالیسی نواز کے حق میں رہی اور متعدد کالم نویس مراعات کے زیر اثر رہے‘‘ روزنامہ جنگ لندن کے ایڈیٹر محمد ہمایوں عزیز کے مطابق :’’نواز شریف دور میں زیادہ تر کالم آزادی کے ساتھ لکھے گئے، حمایت میں اور مخالفت میں تھی، تاہم ایک وقت ایسا بھی آیا جب نواز حکومت جنگ گروپ کے خلاف تھی ، پھر بعد میں معاملات سخت ہوئے‘‘ افسر عمران سنئیر صحافی کی رائے میں :’’پاکستان میں حکومتوں کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ، اخبارات کی پالیسیاں بھی تبدیل ہوتی رہیں۔نواز شریف کے ابتدائی دور میں روزنامہ جنگ کے مالکان اور حکومت کے درمیان اچھا (Working relationship) رہا لیکن پھر بعض حکومتی لوگوں کی پالیسیوں کے باعث تعلقات خراب ہوتے چلے گئے اور بعدازاں جنگ کے خلاف ٹیکس چوری اور دیگر معاملات پر مقدمات درج کیے گئے۔اس زمانے میں احتساب کے نام پر جنگ گروپ پر بہت سے مقدمات درج ہوئے۔اس دور میں جو کالم لکھے گئے وہ بہت محتاط انداز کے تھے لیکن ان میں حکومت کی زیادتیوں کی نشاندہی کی جاتی تھی۔اس دور میں اخبار بند بھی کیا گیا اور کالم نویسوں کو سختیوں کا نشانہ بنایا گیا اور انہیں اپنی تحریروں میں بہت سے پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا، وہ اپنی تحریروں میں آزادانہ رائے نہیں دے سکتے تھے۔سنئیر صحافی‘ ایڈیٹر اور کالم نگار محمود شام کے مطابق :’’نواز شریف کے دور میں آزادی نہیں تھی۔اپنی مرضی کے کالم نویسوں کو وہ جنگ میں رکھنے پر مجبور کرتے تھے۔ 1998ء میں نواز شریف نے جنگ پر دو مظالم کیے، نیوز پرنٹ بند کیا اور اخبار چار صفحے کا رہ گیا۔ یہ بھی ارشاد حقانی مرحوم کے کالم سے ناراضگی کی بناء پر ہوا تھا۔ پھر یہ شرط رکھی گئی کہ کچھ کالم نویسوں کو برطرف کیا جائے‘‘

نواز شریف ادوار میں شائع کالموں کا تجزیہ

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
13 فروری، 1991	4U	سینیٹر جاوید جبار (مخالفت)	پالیسی کی خلیج ختم کرنے کے لیے مجوزہ اقدامات	کالم نگار نے خارجہ پالیسی کی مخالفت کرتے ہوئے کئی ایسے اقدامات تجویز کیے جس سے حکومت پاکستان خلیج میں جاری جنگ میں اپنی پالیسی سے دوستانہ تعلقات پر ضرب پڑنے سے بچتے ہوئے اپنا کردار ادا کر سکے۔
24 فروری 1991، اتوار	3L	ڈاکٹر رحیم الحق (حمایت)	وزیر اعظم کا امن مشن دوسرا راؤنڈ	کالم نگار نے وزیر اعظم کے بیرونی دوروں کی تفصیل لکھنے کے بعد اس اقدام کی تعریف کی ہے جس میں وہ خلیج کی صورتحال پر چھ نکاتی فارمولے پر کام کر رہے ہیں۔اور عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ حکومت کو اچھے مشورے دیں۔
17 مئی 1991، جمعہ	3L	وقار یوسف عظیمی (حمایت)	بنیادی فیصلے خود انحصاری اور گرانی	کالم نگار نے حکومت کے کاموں کی تعریف کی ہے اور خلیج میں جاری جنگ سے متاثر ہونے والی معیشت پر بھی بات کی ہے اور اس کو جنگ کی صورتحال سے جوڑا ہے۔
18 ستمبر 1991، بدھ	3U	چوہدری پرویز الٰہی (حمایت)	آئی جی آئی حکومت کی ترجیحات	کالم نگار نے موجودہ حکومت کے کارنامے بیان کیے ہیں اور عوام کو خوشحال بنانے کے وعدوں پر مشتمل آئندہ کرنے والے کام لکھے ہیں۔اپوزیشن پر تنقید کی ہے۔
18 اکتوبر 1991، جمعہ	2U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	اپوزیشن پر ملک توڑنے کی کوشش کا الزام	کالم نگار نے وزیر اعظم صاحب کے بیان کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔لکھا ہے کہ کرپشن کا کوئی الزام ابھی تک بے نظیر اور ان کے شوہر پر ثابت نہیں ہو سکا اور موجودہ تجربہ بھی خوشگوار نہیں ہے، اس کی زیادہ تر ذمہ داری موجودہ حکومت پر ہے۔
13 نومبر 1991، بدھ	4U	پروفیسر حسنین کاظمی (حمایت)	اچھے فیصلے پر ناپسندیدگی کا ردعمل کیوں؟	کالم نگار نے نواز حکومت کا ایک سال پورا ہونے پر بہت سارے اعلانات کو خوش آئند قرار دیا ہے اور خصوصا سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں پر مشتمل کمیشن کے قیام کے اعلان کو سراہا ہے جو کو آپریٹو اسکینڈل کی تحقیق کرے گا۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے وزیراعظم کی ایک سالہ کارگردگی کو مایوس کن قرار دیا ہے اوران کی نشری تقریر پر تنقید کی ہے اور اسے الفاظ کا گورکھ دھندہ قرار دیا ہے۔خارجہ پالیسی،امن وامان اورنج کاری کے حوالے سے خصوصی ناکامی کا ذکر کیا ہے۔	وزیراعظم کی نشری تقریر	ارشاداحمد حقانی (مخالفت)	3L	15نومبر1991،ہفتہ
فخری صاحب نے حکومت کے خلاف نازیبا بیانات پر کالم لکھا ہے ،اور حکومت کے مختلف اقدامات کی تعریف کی ہے اور اپوزیشن سے درخواست کی ہے کہ حکومت کے ہاتھ مضبوط کریں۔	اپنا قبلہ درست رکھیں	نجم الدین فخری (حمایت)	3L	25نومبر1991،پیر
کالم نگار نے حکومت اور اپوزیشن کے درمیان سیاسی کشیدگی پر کالم لکھا ہے اور مفاہمت کو وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔اور کہا ہے کہ ماحول کو معمول پر لانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔	کیا سیاسی مفاہمت کا کوئی امکان ہے؟	ارشاداحمد حقانی (مخالفت)	2L	9دسمبر1991،ہفتہ
کالم نگار نے صدر غلام اسحاق خان کے پارلیمنٹ سے خطاب کے موقع پر بےنظیر صاحبہ کے ردعمل پر کالم لکھا ہے اوراسے بچکانہ اور غیر ضروری ردعمل قرار دیا ہے اور سیاست میں غلط روایت کا آغاز بھی۔	ایک فرد کو ہٹانا اور مسائل کا حل ہونا	نظام صدیقی (حمایت)	5U	23دسمبر1991،پیر
کالم نگار نے حکومت کی ناکامیوں کی تصویر کھینچی ہے،اور کئی ناکامیاں گنوائی ہیں۔ساتھ ساتھ میڈیا پر پابندی کی بات کی ہے۔	میٹھا میٹھا ہپ۔۔کڑوا کڑوا تھو	واجد شمس الحسن (مخالفت)	2L	25دسمبر1991،بدھ
پارلیمنٹ ہاؤس میں ہونے والے ہنگامے پر کالم نگار نے اپوزیشن کو مورد الزام ٹھرایا ہے اور اسے مارشل لا کی دعوت دینے کے مترادف قرار دیا ہے۔	کیا ہم میں برداشت کا حوصلہ ہے۔	آغا مسعود حسین (حمایت)	4L	27دسمبر1991،جمعہ
کالم نگار نے قائد حزب اختلاف بےنظیر صاحبہ کی مذاکرات پر آمادگی کو سراہا ہے اور کہا ہے کہ آگے بڑھ کر مذاکرات کامیاب بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔	محترمہ بےنظیر بھٹو کی مذاکرات پر آمادگی	ارشاداحمد حقانی (مخالفت)	2U	17فروری1992،اتوار

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
19 فروری 1992، منگل	2U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	یہ کفایت شعاری کے تقاضوں کی تکمیل ہے؟	کالم نگار نے مختلف وزارتوں کے حوالے سے حقائق بیان کرنے کے بعد مختلف مد میں نا جائز اخراجات کا ذکر کیا ہے اور حکومت کو کفایت شعاری کا وعدہ یاد دلایا ہے۔
21 فروری 1992، جمعہ	3L	سلطان رفیع (حمایت)	بیت المال، فلاحی اسلامی ریاست کی جانب پہلا قدم	کالم نگار نے بیت المال کے افتتاح کے موقع پر اسے پاکستان کے لیے سنگ میل قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا قیام معاشی نا ہمواری اور گمراہی کے ماحول میں روشنی کی کرن ثابت ہوگا۔
23 فروری 1992، اتوار	2L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	پھر وہی توسیع	کالم نگار نے حکومت کو اپنے وعدوں میں سے ایک وعدہ یاد دلایا ہے جس میں کہا گیا تھا کہ ملازمتوں میں توسیع نہیں دی جائے گی لیکن ملازمین کو مسلسل توسیع دی جا رہی ہے جس پر انھوں نے حکومت کی گوشمالی کی ہے۔
24 فروری 1992، پیر	2L	زاہدہ حنا (مخالفت)	قاضی حسین احمد کا اختلاف اصولی ہے	کالم نگار نے قاضی صاحب کی تقریر پر کالم لکھا ہے، قاضی صاحب نے آئی جے آئی حکومت پر جن تحفظات کا اظہار کیا ہے وہ نہ صرف عوامی تحفظات ہیں بلکہ عوام کی آواز ہیں۔ اور حکومت اپنے وعدوں سے انحراف کر رہی ہے۔
18 مارچ 1992، بدھ	5L	پروفیسر حسنین کاظمی (حمایت)	ایک اچھی روایت کا خوشگوار نتیجہ	کاظمی صاحب نے پنجاب میں کوآپریٹو اسکینڈل پر عدالتی تحقیقات کو اچھی روایت قرار دیا ہے۔ اور اس تحقیقات میں نواز شریف اور ان کی فیملی کو بری ہونے کو اپوزیشن کی ناکامی قرار دیا ہے۔
5 اپریل 1992، اتوار	3L	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	بجٹ کی آمد آمد اور عام آدمی کے اندیشے	ستر افراد کی کابینہ مگر حکومت ڈانو ڈول۔ حکومتی وزراء کی تنخواہوں میں بے تحاشہ اضافہ مگر عوام بھوک اور افلاس کا شکار۔ کالم نگار کی نظر میں حکومت عوام کو کوئی ریلیف دینے والی نہیں۔
6 اپریل 1992، پیر	3L	مختار احمد بٹ (مخالفت)	حالات حکومت کے لیے خطرناک ہو سکتے ہیں	کالم نگار کے مطابق ملکی سیاست میں طوفان اٹھا ہوا ہے۔ حکومت کو اندرونی جھگڑوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے عملی اقدامات کرنے چاہیے تاکہ تبدیلی کا احساس ہو سکے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
24اپریل1992، جمعہ	3L	ظفرمحی الدین (حمایت)	خودروزگاراسکیم۔۔مثبت فیصلہ	کالم نگار نے نوازشریف صاحب کی خودروزگار اسکیم کے منصوبے کو سراہتے ہوئے اسے ملک کے لیے انقلابی قدم قرار دیا ہے اور بے روزگار افراد کے لیے نعمت قرار دیا ہے۔
4مئی1992، پیر	2L	ملک امجد حسین (مخالفت)	کیا یہ جمہوریت کی خدمت ہے؟	کالم نگار نے آئی جے آئی کی حکومت جو کہ پورے ملک میں قائم ہے اسے خرابی کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ملک میں سکون اورامن کی فضا بھی نظر نہیں آتی۔
10جون1992، بدھ	3L	سکندرتنگی (حمایت)	جہاں راہ وہاں چاہ کا وعدہ	کالم نگار نے موٹروے پراجیکٹ کے افتتاح پر نواز شریف کے قوم کو شاہراہوں کے ذریعے بندھن میں باندھنے کے عزم کو سراہا ہے۔اور کہا ہے کہ اگرایسا ہوجائے تو ملک وقوم کی خوش قسمتی ہوگی۔
29جولائی1992، بدھ	5U	ارشاداحمدحقانی (مخالفت)	قاری اسکینڈل۔۔کیا حقیقت کبھی سامنے آئے گی۔	کالم نگار نے حکومت کی نا اہلی کے بارے میں بات کی ہے اور قاری غلام سرور اسکینڈل کی تفصیلات درج کی ہیں۔اور اسے حکومتی کرپشن اورنااہلی کا کچھ حصہ قرار دیا ہے۔
31جولائی1992، جمعہ	3L	رشیددہلوی (مخالفت)	حکومت ہی کام کرسکتی ہے	کالم نگار نے حکومتی تجویز، سی بی آر کو ٹھیکے پر دینے کو نہایت بچکانہ قرار دیا ہے اور مذاق اڑاتے ہوئے لکھا ہے کہ حکومت کو دفاع بھی ٹھیکے پر دے دینا چاہیے۔
13ستمبر 1992، اتوار	2L	رشیددہلوی (مخالفت)	نئی نئی چیزیں خریدنے کا شوق	کالم نگار نے حکومتی ارکان کی فضول خرچیوں پر کالم لکھا ہے اور وزیراعظم کے طیارے خریدنے کے فیصلے کو عوام پر ظلم قرار دیا ہے۔
20ستمبر1992، اتوار	5U	نازیہ نعمانی (حمایت)	وزیراعظم کے جراتمندانہ فیصلے	کالم نگار نے وزیراعظم کے اعلانات اور اقدامات کو خوش آئند قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر نوازشریف صاحب اسی طرح کام کرتے رہے تو ملک کی تقدیر بدل جائے گی۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
15 اکتوبر 1992، پیر	2L	نجم الدین فخری (حمایت)	حکومت کی برطرفی کا مطالبہ کیوں	فخری صاحب نے غیر جمہوری حکومتوں کو مضبوط کرنے والے عناصر اور جمہوری حکومتوں کی برطرفی کا مطالبہ کرنے والے عناصر کی بات کی ہے۔اور نواز شریف پر اپوزیشن کی تنقید کو بلا جواز قرار دیا ہے۔
7 اکتوبر 1992، بدھ	2L	رشید دہلوی (مخالفت)	بے ہوش ہونا ایس ایس پی صاحب کا	کالم نگار نے کھر صاحب کا پرانا واقعہ تحریر کر کے نواز شریف کے اوکاڑہ کے دورے پر تبصرہ کیا ہے ۔پنجاب اور سندھ کی صورتحال کو انتہائی مخدوش قرار دیا ہے۔اور خصوصی توجہ دینے کا کہا ہے۔
12 اکتوبر 1992، پیر	2L	رشید دہلوی (مخالفت)	یہ تبسم یہ تکلم تیری عادت ہی نہ ہو	کالم نگار نے وزیر اعظم کے اعلان کہ اب ہم آئی ایم ایف سے قرضہ نہیں لیں گے،اس پر کالم لکھا ہے اور کابینہ اور حکومت کی شاہ خرچیوں پر اعتراض کیا ہے۔
30 اکتوبر 1992، جمعہ	5L	فاروق اقدس (مخالفت)	کیا حکومت کے پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟	کالم نگار نے ضیاالحق اور جونیجو کے دور کے پریس کے حالات قلم بند کرنے کے بعد موجودہ حکومت کے پریس پر توڑے جانے والے مظالم کا ذکر کیا ہے ۔جنگ کے اشتہارات اور صحافیوں پر مقدمات پر حکومتی وزرا کا تضادات سے بھرپور بیانات پر تنقید کی ہے۔
4 نومبر 1992، بدھ	2L	رشید دہلوی (مخالفت)	جہاز نہیں تو کیا ٹانگہ خریدیں	کالم نگار نے وزیر اعظم کے جہاز خریدنے کے فیصلے کو عوام پر بوجھ قرار دیتے ہوئے ،اس پر شجاعت صاحب کے بیان کو مذاق کہا ہے۔
6 نومبر 1992، جمعہ	2L	رشید دہلوی (حمایت)	وزیر اعظم کا شادی کی تقریبات کا بائیکاٹ	کالم نگار نے وزیر اعظم کے اس فیصلے کو انقلابی قدم کہا ہے، کہتے ہیں کہ اس فیصلے سے غیب عوام کا بھلا ہو گا اور سادگی کا چلن عام ہو گا۔
2 دسمبر 1992، بدھ	3L	نجیب اقبال صدیقی (حمایت)	اپوزیشن کا لانگ مارچ	کالم نگار نے ملک کی ترقی کے لیے جمہوریت کو لازمی کہا ہے اور اپوزیشن کے رویے کو ملک دشمن ثابت کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اگر جمہوریت کو نقصان پہنچا تو ذمہ دار اپوزیشن ہو گی۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
23دسمبر1992، پیر	4L	مخدوم جاوید ہاشمی (حمایت)	بابری مسجد اور پی ڈی اے کی سیاست	ہاشمی صاحب نے بابری مسجد کی شہادت کے حوالے سے اپنی حکومت کے اقدامات دیکھتے ہوئے، پی ڈی اے کی حکمت عملی پر تنقید کی ہے اور قومی یکجہتی اور مثبت اندازِ فکر کے منافی قرار دیا ہے۔
25دسمبر1992، جمعہ	5L	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	لانگ مارچ صدارتی خطاب اور اس کے بعد	کالم نگار نے صدر کے پارلیمنٹ سے خطاب پر کالم لکھا ہے اسے مایوس کن قرار دیتے ہوئے حکومت کو خوش نہ ہونے کی بات کی ہے۔ اپوزیشن کو متحد ہونے اور حکومت کے خلاف مشترکہ جدوجہد کی بات کی ہے۔
27دسمبر1992، اتوار	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	اقتصادی پالیسیوں کی کامیابی کے دعوے اور حقیقت	حکومت کے موقف کہ اس نے دوسالہ اقتدار میں معیشت کو بہت فائدہ پہنچایا ہے، اس کی تردید کرتے ہوئے حقائق بیان کیے ہیں اور کہا ہے کہ وزیراعظم نے مالیاتی امور میں ڈسپلن کی خلاف ورزی کی ہے۔
29جنوری1993، جمعہ	4L	سید جالب بخاری (حمایت)	تازہ کھچڑی نہیں پکے گی	کالم نگار نے امور خارجہ کی اسٹیرنگ کمیٹی کی قیادت سنبھالنے پر بے نظیر صاحبہ کی پالیسی کو حکومت کی بہترین حکمت عملی قرار دیا ہے۔
10فروری1993، بدھ	3U	نصراللہ خان (حمایت)	ایں کار از تو آید	کالم نگار نے نوازشریف صاحب کے کچے کے علاقے میں زمین سندھ کے ہاریوں میں تقسیم کے فیصلے کو جرات مندانہ فیصلہ قرار دیا ہے۔اس سے ملک کے غریب اور ناکس عوام کو فائدہ پہنچے گا۔
12فروری1993، جمعہ	4L	سلطان رفیع (حمایت)	الارض اللہ	کالم نگار نے ہر سیاسی جماعت کے منشور میں زرعی اصلاحات کو حوالے دینے کے بعد صرف مسلم لیگ اور موجودہ حکومت کو کریڈٹ دیا ہے کہ اس نے زرعی اصلاحات پر عمل کیا ہے، اور سندھ میں بے زمین ہاریوں کو زمین کا مالک بنا دیا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
17 فروری 1993، بدھ	3L	رشید دہلوی (مخالفت)	غریب ملک کی شاہ خرچیاں	کالم نگار نے بھٹو دور کا ذکر کرتے ہوئے موجودہ حکومت کی توجہ بیرونی دوروں میں شاہ خرچیوں کی طرف دلائی ہے اور غلط اعداد و شمار پیش کرنے پر تنقید کی ہے۔
28 فروری 1993، اتوار	2L	طلعت ترین (حمایت)	ارباب سیاست سے التماس	کالم نگار نے حکومت مخالف سیاستدانوں کو کہا ہے کہ چند سال آرام سے گزار لیں اور حکومت کو کام کرنے دیں، ان پر کیچڑ اچھالنے سے اچھا ہے ان کے مثبت پہلوؤں پر نظر ڈالیں۔
16 اپریل 1993، جمعہ	3L	آغا مسعود حسین (حمایت)	بحرانوں کا بھنور	کالم نگار صدر اور وزیر اعظم کے درمیان سرد جنگ کو گرم جنگ میں تبدیل ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ اسمبلیوں کی تحلیل سے ملک انارکی کا شکار ہو جائے گا۔اور نواز شریف کو اقتدار سے محروم کرنے کی کوشش ملک کو خطرناک صورتحال سے دوچار کر سکتی ہے۔
7 مئی 1993، جمعہ	3L	مرزا اسلم بیگ (مخالفت)	سیاست کے میدان میں پاکستان کے عالمی ریکارڈ	دنیا کی سب سے بڑی کابینہ، سب سے زیادہ اخراجات، ۸ سال میں تیسری بار قومی اسمبلی کی تحلیل، چوتھا ریکارڈ، تیرہ ریفرنس جس کے خلاف خود دائر کروائے گئے اسے کابینہ میں وزیر لے لیا گیا یعنی تھوک کے چاٹ لیا گیا۔
10 مئی 1993، پیر	5L	ایم احمد منظر (مخالفت)	احتساب یا سیاسی انتقام	کالم نگار کا کہنا ہے کہ عبوری حکومت کے وزیر نے نواز شریف کے خلاف جو احتساب کی مہم شروع کر رکھی ہے اس پر بات کی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ عارضی حکومت ہے اسے اس طرح کے اقدامات کا حق نہیں پہنچتا۔
19 مئی 1993، بدھ	3U	نصر اللہ خان (مخالفت)	کیا بات بنے کیا کام چلے	کالم نویس نے نگراں وزیر اعظم کے پچھلی حکومت پر اعتراضات پر بات کی ہے اور پچھلی حکومت کے احتساب اور بہت سے کام جو اپنے ذمے لیے ہیں وہ سب آنے والی حکومت پر چھوڑ دیں اور نگراں حکومت صرف انتخابات کروائے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
11 جون 1993، جمعہ	3L	آغا مسعود حسن (حمایت)	حکومت کے سامنے سب سے بڑا چیلنج	کالم نگار نے حکومت کی بحالی پر کہا ہے کہ اس وقت جو سب سے بڑا چیلنج ملا ہے وہ بجٹ کا ہے۔ عام آدمی پر ٹیکس لگانا بھی مشکل اور ٹیکس کے بغیر ملک چلانا بھی مشکل ہے، مگر حکومت نے تاجروں اور صنعت کاروں سے مشاورت شروع کر دی ہے جو ایک اچھا شگون ہے۔
13 جون 1993، اتوار	3L	ملک الطاف حسین (حمایت)	پائیدار مفاہمت کے تقاضے	کالم نگار نے حکومت کی مفاہمانہ پالیسی کو جلد بازی قرار دیا ہے۔ اپوزیشن اور نگراں حکومت کے کرداروں کو بے نقاب ہونا چاہیے۔ تاکہ عوام ان کی حقیقت جان سکتے۔ اسطرح حکومت کے کمزور ہونے کا تاثر نہ جاتا۔
4 جولائی 1993، اتوار	4L	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	آخر کار بحران کا سیاسی حل ہی تلاش کرنا پڑے گا	کالم نگار نے مشورہ دیا ہے کہ نواز حکومت کے لیے بہتر ہے کہ خود ہی صدر کو اسمبلی توڑنے کا مشورہ دے دیں۔ قانونی جنگ کو طول نہ دیں اور فوج کی نگرانی میں الیکشن کروائے جائیں۔
5 جولائی 1993، پیر	3L	اقبال اختر (حمایت)	قومی حکومت کیوں	کالم نگار نے محترمہ صاحبہ کو تجویز دی ہے کہ حکومت کو اپنی ٹرم پوری کرنے دیں۔ ورنہ کوئی حکومت بھی اپنی ٹرم پوری نہیں کر سکے گی۔
16 جولائی 1993، جمعہ	3L	آغا مسعود حسین (حمایت)	لانگ مارچ کی حقیقت	کالم نگار نے لانگ مارچ کو صدر کی حمایت اور حکومت کے خلاف قرار دیکر جمہوری حکومت کے خلاف سازش قرار دیا ہے۔
30 جولائی 1993، جمعہ	3L	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	نگراں حکومت کے خلاف دبی دبی مہم	کالم نگار نے نگراں وزیر اعظم معین قریشی صاحب کی کردار کشی کی مہم کے خلاف کالم لکھا ہے۔ نگراں حکومت کے متعلق بدظنی کا اظہار مناسب نہیں۔
13 ستمبر 1993، پیر	3U	نصر اللہ خان (مخالفت)	ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم	کالم نگار نے حکومت کو ہر قسم کے اختیارات کے باوجود ملک بھر میں قتل و غارت گری بند نہ کروا سکنے پر تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ امن و امان کی صورتحال پر کالم لکھا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
26فروری1997بدھ	4U	سلطان رفیع (مخالفت)	جناب وزیراعظم باہر بھی دیکھیے	کالم نگار نے عالمی حالات میں امریکا کی بدلتی ہوئی ترجیحات کا تزکرہ کیا ہے اور ساتھ بھارت کی خارجہ پالیسی میں آتی تبدیلیوں کا بھی ذکر کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ وزیراعظم کو ملکی سیاست سے وقت نکال کر خارجہ پالیسی پر بھی توجہ دینا ہوگی۔
28فروری1997، جمعہ		نجم الدین فخری (حمایت)	قرض اتاریئے ملک سنواریئے	کالم نگار نے وزیراعظم کی طرف سے شروع کی قرض اتارو اسکیم کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ یہ پہلا موقع ہے کہ عوام کو ملک کے معاملات میں حصہ لینے کا موقع ملے ہے جس سے عوام میں امید کی شمع روشن ہوئی ہے۔
3مارچ1997، پیر	4U	عتیق الرحمٰن ایڈوکیٹ (حمایت)	خودانحصاری کا عزم	کالم نگار نے وزیر اعظم نواز شریف کی نئ پالیسیوں کے تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس طرح نواز شریف نے ملک کی معیشت کو ٹھیک کرنے کے لیے اور کرپشن کے خاتمے کے لیے اقدامات کا اعلان کیا ہے یہ قابل تحسین ہے۔
5مارچ1997، بدھ	4L	ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی (حمایت)	خود کفالت کی طرف حوصلہ افزا پیش قدمی	کالم نگار نے وزیراعظم کی جانب سے پیش کیے جانے والے ۹ نکاتی معاشی ایجنڈے کی تعریف کی ہے اور اسے بہتر معیشت کی طرف حوصلہ افزا قدم قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ساتھ کچھ خامیاں بھی واضح کی ہیں۔جن میں نج کاری کے پالسی سب سے نمایاں ہے۔
16مارچ1997، اتوار	5L	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	نواز شریف حکومت کا ایک ماہ	کالم نگار نے نواز حکومت کے پہلے ایک ماہ کا تجزیہ کیا ہے۔کالم میں زیادہ تر کامون پر تنقید کی گئی ہے جبکہ کچھ کام ایسے بھی ہیں جن کی تعریف کی گئی ہے۔
21مارچ1997، جمعہ	4U	نجم الدین فخری (حمایت)	میں صاحب کو کام کرنے دیں	کالم نگار نے نواز حکومت کے اقدامات کی تعریف کی ہے اور عوام اور اپوزیشن سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی حکومت کا ساتھ دیں نہ کہ ان کی راہ میں روڑے اٹکائیں۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے نواز حکومت کی توجہ ملک کے دوسرے معاملات کی طرف مبذول کروانے کی کوشش کی ہے،ان کا کہنا ہے کہ صرف قرض اتارو ملک سنوارو اسکیم سے تمام مسائل حل نہیں ہوں گے ،معیشت کی بہتری کے لیے دیگر اقدام کی طرف بھی توجہ دینا ہوگی اور بے روزگاری کا خاتمہ کرنا ہوگا	نواز شریف صاحب!اصل کام کیجئے	حسن احمد صدیقی (مخالفت)	3L	24مارچ1997،پیر
کالم نگار نے نواز حکومت کی قرض اتارو مہم کے بارے میں کچھ حقائق بتاتے ہوئے تنقیدی کالم لکھا ہے،ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کی مہم قرض اتارنے میں کوئی خاطرخواہ مدد نہیں دے سکتی،اس سے اچھا ہے حکومت قرضہ واپس لو کی مہم چلائے جس سے شائد کچھ معیشت بہتر ہوجائے۔	قرض اتارو ملک سنوارو۔کچھ توجہ طلب حقائق	سینیٹر اقبال حیدر (مخالفت)	4L	2اپریل1997،بدھ
کالم نگار نے حکومت کی اقدامات اور اعلانات کو سراہتے ہوئے نواز شریف کی تعریف کی ہے ۔اور ان کو قوم کی امیدوں پر پورا اترنے والا حکمران قرار دیا ہے۔	نیا دور نیا سیاستدان نیا حکمران	عبدالقادر حسن (حمایت)	3L	4اپریل1997،جمعہ
کالم نگار نے بڑی تعداد میں سرکاری افسران کو معطل کیے جانے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ بغیر ثبوت کے اور عدالتی کارروائی کے اس طرح سرکاری افسران کو معطل کرنے سے سسٹم کو نقصان پہنچے گا۔	بیوروکریسی کی تطہیر یا انتقامی کاروائی	عباس مہکری (مخالفت)	4L	13اپریل1997،اتوار
کالم نگار نے نواز شریف کے زمین ہاریوں میں تقسیم کرنے کے عمل کے حوالے سے کالم لکھا ہے ان کا کہنا ہے کہ نواز شریف نے حکومت جانے سے پہلے جس جگہ سے کام چھوڑا تھا وہیں سے آغاز کر دیا ہے اور اس کام کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے کہ انہوں نے سندھ کے غریب ہاریوں میں زمین تقسیم کر کے انہیں وڈیروں کے برابر لا کھڑا کیا ہے۔	ہاریوں میں زمین کی تقسیم	عبدالقادر حسن (حمایت)	3U	27اپریل1997،اتوار

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
7 مئی 1997، بدھ	4U	عرفان صدیقی (حمایت)	احتساب ہونے دیجئے	کالم نگار نے انٹرویو کے سلسلے میں وزیراعظم سے ہونے والی ملاقات کے احساسات لکھے ہیں۔ان کے مطابق نواز شریف صاحب ملک میں احتساب کے حوالے سے پرعزم ہیں۔اور وہ جانتے ہیں کہ عوام نے ان کو احتساب کے لیے ووٹ دیا ہے۔
18 مئی 1997، اتوار	3L	سید انور قدوائی (حمایت)	کشمیر مالدیپ اور نواز شریف	کالم نگار نے کشمیر کے حوالے سے پالیسی پر نواز حکومت کی تعریف کی ہے ۔اور کہا ہے کہ نواز شریف نے اپنے سابقہ دور میں بھی کشمیر کے مجاہدین کی بھرپور حمایت کی تھی۔
21 مئی 1997، بدھ	4L	زاہدہ حنا (حمایت)	نواز شریف کی مخالفت کیوں ہو رہی ہے	کالم نگار نے موقف پیش کیا ہے کہ نواز حکومت کی مخالفت کی بنیادی وجہ ان کی بیوروکریسی مخالف اور احتساب کے حوالے سے کڑی پالیسیاں ہیں جن سے بہت سے لوگ خائف ہیں۔لیکن نواز شریف کو اپنی پالیسیاں جاری رکھنی چاہیے کیوں کہ عوام ان سے یہی چاہتی ہے۔
25 مئی 1997، اتوار	3L	اظہر حسن صدیقی (حمایت)	حکومت کے سو دن ۔۔عوام کی آرزوئیں اور توقعات	کالم نگار نے حکومت کے سو دن کا تجزیہ پیش کرتے ہوئے حکومت کے مختلف اقدامات کو سراہا ہے ۔ان اقدامات میں قرض اتارو ملک سنوارو، احتساب ،اور مہنگائی کے خلاف مہمات شامل ہیں ۔اس مہمات سے عوام میں امید پیدا ہورہی ہے۔
26 مئی 1997، پیر	4L	الطاف حسن قریشی (حمایت)	محترم نواز شریف	کالم نگار نے تمہید باندھ کر نواز حکومت کی حمایت میں کالم لکھا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ میں کوئی چاپلوسی نہیں کر رہا بلکہ بغیر کسی تردد کے یہ بات کر رہا ہوں کہ ملک کہ حالات بدل رہے ہیں اور عوام میں امیدیں روشن ہو رہی ہیں ۔یہ سب نواز حکومت کے مختلف اقدامات کا نتیجہ ہے۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے حکومت کے سودن کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ جیسے حکومت نے اعلانات کیے تھے اس کے برعکس کام ہو رہا ہے۔مہنگائی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے،اسٹاک مارکیٹ کی صورتحال خراب ہے ،قرضہ جات مسلسل بڑھ رہیں ہیں اور بیروزگاری میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔	۱۰۰ دن کی حکومت،سبز باغ یا انقلاب	سینیٹر اقبال حیدر (مخالفت)	4L	28 مئی 1997،بدھ
کالم نگار نے نواز حکومت کو ملنے والے عوامی مینڈیٹ کا ذکرکرنے کے بعد کہا ہے کہ نوازشریف پچھلی حکومت کی طرح بدعنوانی میں ملوث نہیں بلکہ وہ روز ہی ملک میں کسی منصوبہ کا افتتاح کر رہے ہوتے ہیں۔اور یقیناً کچھ ہی عرصے میں ملک ترقی کی راہ پرسفر شروع کر دے گا۔	پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ	زیڈاے سلہری (حمایت)	4L	11 جون 1997،بدھ
کالم نگار نے نواز حکومت کی تعریف میں کالم لکھا ہے اور اپوزیشن کے رویے کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ان کا کہنا ہے جو اچھے کام ہو رہے ہیں ان کو سراہنا چاہیے۔	حکومت کے اچھے کاموں کو سراہنا چاہیے	ڈاکٹر منصور نورانی (حمایت)	4L	13 جون 1997،جمعہ
کالم نگار نے نے حکومت کے قرض نادہندگان کے لیے دیئے جانے والے رعایتی پیکج کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے ملک کے بڑے قرضے واپس کرنے میں مدد ملے گی۔	قرض نادہندگان سے متعلق ایک اچھا فیصلہ	آغا مسعود حسین (حمایت)	4L	13 جون 1997،جمعہ
کالم نگار نے قومی اسمبلی میں لائے جانے والے احتساب بل کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اس سے صرف اپوزیشن کے ارکان کا احتساب ہو سکے گا جبکہ حکومتی ارکان کو بچا لیا گیا ہے۔	احتساب یکطرفہ ہو جانے کے خطرات	عباس مہکری (مخالفت)	4L	15 جون 1997،اتوار
کالم نگار نے نواز حکومت کی تعریف کرنے کے بعد کہا ہے کہ وزیراعظم صاحب کو چاہیے وہ ساری تنقید کو نظر انداز کر کے اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔	اونٹ بلبلاتے ہوئے لادے جاتے ہیں	ایم اے شیخ (حمایت)	4U	20 جون 1997 جمعہ

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
25جون1997،بدھ	4L	زاہدہ حنا(حمایت)	نوازشریف کا تاریخی کارنامہ	کالم نگار نے نوازشریف کی طرف بھارت کی جانب مفاہمت کا ہاتھ بڑھانے کو تاریخی قدم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اندرونی مخالفت کے باوجود اتنا بڑا اقدم اٹھانا نوازشریف کی جرائت کو ظاہر کرتا ہے۔
10اگست1997،اتوار	4L	عباس مہکری(مخالفت)	حسرت ان غنچوں پہ ہے	کالم نگار نے احتساب کمیٹیوں کے اعلان کے ملتوی ہونے پرحکومت کوتنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ احتساب ہونے سے پہلے ہی معاملات خراب ہو چکے ہیں تو آگے احتساب کیا کر پائے گی حکومت۔
15اگست1997،جمعہ	4L	نجم الدین فخری(حمایت)	صورت حال کی خرابی کے تمنائی	کالم نگار نے ان لوگوں پرتنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ جن کی خواہش ہے کہ حالات خراب ہوں اورنواز حکومت کا خاتمہ ہواس کے لیے وہ نئے نئے بہانے تلاش کرر ہے ہیں۔لیکن نوازشریف صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے کام کی طرف توجہ مبذول رکھیں اور حالات کو بہتری کی طرف گامزن رکھیں۔
15 ستمبر1997،بدھ	3L	بدرالدین احمد(حمایت)	حکومت کی کارکردگی کا ایک جائزہ	کالم نگار کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کی کارگردگی متاثر کن نہیں لیکن یہ تاثر دینا کہ ملک دیوالیہ ہونے جا رہا ہے بالکل غلط ہے۔اس حکومت نے ملک میں نئے ٹیکس لگانے سے گریز کیا ہے قرضوں کی واپسی کے لیے مزید وقت لے لیا ہے جس سے نئے قرضے لینے سے نجات مل جائے گی۔
28 ستمبر1997،اتوار	4U	سیدشاہ عزیزامام(حمایت)	وزیراعظم نوازشریف کے مثبت اقدامات	کالم نگار نے حکومت کے مثبت اقدامات کا ذکر کیا ہے جس میں احتسابی کمیشن کا ذکر نمایاں ہے ۔اس ذکر میں انہوں نے حکومت کی تعریف کی ہے اور ساتھ ساتھ سیف الرحمٰن کی بھی تعریف کی ہے جو کمیشن کے سربراہ ہیں۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
16اکتوبر 1997، پیر	4L	حاجی محمد نواز کھوکھر (مخالفت)	نواز شریف حکومت ناکامی کی ڈگر پر	کالم نگار نے حکومت کے سیاسی انتقام اور محاذ آرائی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس دفعہ بھی وہی رویہ اپنایا جا رہا ہے جس ملک کی معیشت کو زبردست نقصان پہنچ رہا ہے اور حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔
22اکتوبر 1997، بدھ	4L	مختار احمد بٹ (حمایت)	کسی کو کام بھی کرنے دیں	کالم نگار نے حکومت مخالفین کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ ہر دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ حکومت کو کام کرنے ہی نہیں دیا جاتا ہے۔لیکن نواز حکومت کی ہمت ہے کہ وہ تمام تر مخالفت کے باوجود مسلسل کام کر رہے ہیں۔
9نومبر 1997 اتوار	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	موجودہ حکومت کا انداز حکمرانی	کالم نگار نے حکومت کے انداز حکمرانی پر تنقیدی کالم لکھتے ہوئے کہا ہے کہ نہ حکومت احتساب کر سکی نہ قرض اتارو ملک سنوارو اسکیم کا کوئی فائدہ اٹھا سکی اور نہ ہی ملکی معیشت کی بہتری کے لیے کوئی انقلابی اقدام کر سکی اور عدالت عظمی سے بھی مستقل کشمکش کی حالت ہے۔
28نومبر 1997، بدھ	4L	سلطان رفیع (حمایت)	پاکستان موٹروے	کالم نگار نے موٹروے کی افتتاح کے موقع پر اس کی اہمیت وافادیت بیان کی ہے اور اس بہترین منصوبے کو مکمل کرنے پر نواز شریف حکومت کو سراہا ہے۔
5دسمبر 1997، جمعہ	4U	عبدالقادر حسن (حمایت)	وتعزمن تشاء	کالم نگار نے نواز شریف کے سابقہ دور میں اور اس دور میں پیدا ہونے والے بحرانوں کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان سب بحرانوں نے نواز شریف کو کمزور کرنے کے بجائے مزید طاقت دی ہے اور ان کو اس سب سے سیکھنے کا موقع ملا ہے۔
14دسمبر 1997، اتوار	4L	اظہر حسن صدیقی (حمایت)	وزیر اعظم آن لائن ہوگئے	کالم نگار نے وزیر اعظم کے انٹرنیٹ کے استعمال کی خبر پر توصیفی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ نوزا شریف آغاز ہی سے عوام سے رابطے میں رہنی کی کوشش کریں کرتے رہے ہیں اور اب انٹرنیٹ سے اس میں مزید بہتری آئے گی۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
22دسمبر1997،پیر	4L	حسین حقانی (مخالفت)	کاسہ گدائی کب ٹوٹے گا	کالم نگار نے مسلم لیگ کے انتخابات کے منشور کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ جس طرح ائی ایم ایف سے قرضہ ملنے پر سرکاری جشن منایا گیا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت اپنے وعدوں پر کتنا عمل درآمد کر رہی ہے۔
29دسمبر1997،پیر	4U	حسین حقانی (مخالفت)	دوستوں اور اہل خاندان کے ذریعے حکمرانی	کالم نگار نے حسین نواز کے دورہ بھارت پر تنقیدی کالم لکھا ہے،ان کا کہنا ہے کہ اپنے خاندان کے ذریعے ملک چلانے کا طرز عمل ٹھیک نہیں ہے۔اپنے خاندان کے لوگوں کو عہدوں پر براجمان کرنا کسی طور پر بھی جمہوریت کا حسن نہیں ہے۔
4جنوری1998،اتوار	4U	عباس مہکری (مخالفت)	اقتصادی بدحالی پر بھی فتح پایئے	کالم نگار نے نواز حکومت کی مختلف پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ معیشت کا برا حال ہے،اور دوسری طرف مجموعی طور پر نواز خاندان کے لوگوں نے ملک میں اجارہ داری قائم کی ہوئی ہے۔ان کو چاہیے ملک کو فتح کرنے کے بجائے اقتصادیات پر بھی توجہ دیں۔
9جنوری1998،جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	بلدیاتی انتخابات کا التواء	کالم نگار نے بلدیاتی انتخابات ملتوی کرنے کے فیصلے کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ پچھلی حکومتوں کی طرح یہ حکومت بھی اختیارات کو نچلی سطح پر منتقل کرنے سے خائف نظر آتی ہے۔
18جنوری1998،اتوار	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	حکومت کی بھارت پالیسی	کالم نگار نے نواز حکومت کی بھارت پالیسی پر ناقدانہ کالم لکھا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ بھارت کے حوالے سے عوام کے علم میں لائے بغیر فیصلے کیے جا رہے ہیں۔جس سے کشمیر کاز کو نقصان پہنچ رہا ہے۔
23جنوری 1998،جمعہ	4U	آغا مسعود حسین (حمایت)	نادہندگان سے قرضوں کی وصولی کی ہدایت	کالم نگار نے وزیر اعظم کے ایڈوائزری کونسل سے کیے جانے والے خطاب کو کالم کا موضوع بنایا ہے اور کہا ہے کہ نواز شریف نے قرض نادہندگان سے قرض لینے کے حوالے جس عزم کا اظہار کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
28 جنوری 1998ء، بدھ	3U	الطاف حسین قریشی (حمایت)	شجاعت مومنانہ	کالم نگار نے وزیر داخلہ کے امریکا کے خلاف بیان پر تعریفی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ توہین رسالت پر ہمارا قانون صرف ملکی معاملہ نہیں بلکہ دینی معاملہ بھی ہے اس لیے اس پر کوئی دباؤ قبول نہیں کیا جائے گا۔اس بیان پر کالم نگار نے چوہدری شجاعت کی تعریف کی ہے۔
6 فروری 1998ء، جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	غیر ملکی سرمایہ پاکستان کیوں کر آئے گا؟	کالم نگار نے وزیر اعظم کے ورلڈ اکنامک فورم کے خطاب کو موضوع بنا کر کالم لکھا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ جب ملکی سرمایہ دار ہی حکومت سے مطمئن نہیں تو غیر ملکی سرمایہ کار کیوں پاکستان میں پیسہ لگائے گا۔اس لیے انقلابی تقاریر کا نہیں بلکہ انقلابی اقدام کا وقت ہے۔
23 فروری 1998ء، پیر	4L	حسین حقانی (مخالفت)	وزیر اعظم تاریخ کو مسخ نہ کریں	کالم نگار نے دورہ بنگلا دیش کے موقع پر وزیر اعظم کی جانب سے دیئے جانے والے بیان کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ اپنی سیاست کے چکر میں تاریخ کو مسخ نہیں کرنا چاہیے۔
27 فروری 1998ء، جمعہ	4U	سلطان رفیع (حمایت)	وزیر اعظم کے خواب اور ان کی تعبیر	کالم نگار نے قیوم نظامی کے کالم کا جواب دیتے ہوئے موٹر وے کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ نواز حکومت کے عملی اقدامات کی تعریف کی ہے۔
2 مارچ 1998ء، پیر	4L	پروفیسر این ڈی خان (مخالفت)	حکومت اپنی ایک سالہ کارکردگی کے آئینے میں	کالم نگار نے حکومتی کارکردگی پر کڑی تنقید کی ہے اور ایک سال میں ملک میں ہونے والے قتل وغارت کے واقعات اور مہنگائی ،اور بنگلا دیش مین مکتی باہنی کے مزار پر دی جانے والی حاضری کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔
16 مارچ 1998 پیر	4L	حسین حقانی (مخالفت)	اسکینڈل فری حکومت	کالم نگار نے وفاقی وزیر اطلاعات کے اس بیان کہ ابھی تک ہماری حکومت اسکینڈل فری ہے،کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کچھ اسکینڈلز کا ذکر کیا ہے جن میں احتساب کمیشن ،چیف جسٹس کی برطرفی ،صدر کا استعفیٰ وغیرہ شامل ہیں۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
20مارچ1998، جمعہ	4U	عبدالقادر حسن (حمایت)	مردم شماری	کالم نگار نے سترہ برس بعد مردم شماری مکمل کروانے پر نواز حکومت کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ نواز شریف کا کارنامہ ہے۔
3اپریل1998، جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (حمایت)	پورٹ قاسم کے متعلق وزیراعظم کے فیصلے	کالم نگار نے وزیراعظم کے حالیہ دورہ پورٹ قاسم کراچی پر کالم لکھا ہے اور وہاں کے حوالے سے کیے گئے فیصلوں کی تعریف کی ہے۔لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ ان سب فیصلوں میں احتیاط کی ضرورت ہے۔
8اپریل1998، بدھ	3L	مجیب الرحمٰن شامی (حمایت)	نواز شریف کا تحفہ عید	کالم نگار نے غوری میزائل کے کامیاب تجربے پر نواز شریف کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وزیراعظم نے عید کے موقع پر قوم کو بہترین تحفہ دیا ہے۔
17اپریل1998، جمعہ	4U	پروفیسر این ڈی خان (حمایت)	غوری میزائل کا کامیاب تجربہ ریاستی کارنامہ ہے	کالم نگار نے غوری میزائل کے کامیاب تجربے کو ریاست کا کارنامہ قرار دیا ہے اور کہا ہے اس کام میں سابقہ حکومتوں کی جدوجہد بھی شامل ہے۔
1مئی1998، جمعہ	4U	سینیٹر میاں رضا ربانی (مخالفت)	منظور نظر افراد کی سرپرستی	کالم نگار نے حکومت کی جانب سے شروع کی جانے والی ڈاؤن سائزنگ اسکیم کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔اور کہا ہے کہ ایک طرف تو ملازمین کو نکالا جا رہا ہے اور دوسری طرف لاکھوں روپے تنخواہ پر منظور نظر افراد کو نوکری پر رکھا جا رہا ہے۔
25مئی1998، پیر	3U	مختار احمد بٹ (مخالفت)	میاں صاحب دیر نہ کریں دھماکا کردیں	کالم نگار نے نوز شریف پر زور دیا ہے کہ بھارت کے جواب میں فوراً دھماکہ کر دینا چاہیے۔اور نواز شریف پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ عوام آپ کے ساتھ ہیں تو پھر اتنی تاخیر کیوں۔
1جون1998، پیر	4U	ایم خلیل (حمایت)	پاکستان کا ایٹمی دھماکہ قوم طویل آزمائش کے لیے تیار رہے	کالم نگار نے بھارت کے ایٹمی دھماکوں کا جواب دینے پر نواز شریف کی تعریف کی ہے اور قوم سے کہا ہے کہ وہ اب طویل آزمائش کے لیے تیار رہے۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے حکومت پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ عوام کو ایٹمی دھماکوں کے جشن میں مصروف کر کے حکومت نے عوام کے مسائل سے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے۔ دھماکے اپنی جگہ لیکن ان سے عوام کے مسائل حل نہیں ہوتے۔	دھماکہ اپنی جگہ مسائل اپنی جگہ	عباس مہکری (مخالفت)	4L	7 جون 1998، اتوار
کالم نگار نے حکومت کے برے فیصلے جن میں نیشنل فنانس ایوارڈ، پانی کی تقسیم، اور مالیاتی اصلاحات کا نفاذ شامل ہیں ان کو سراہتے ہوئے کالم لکھا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر حکومت قائم رہی تو بہت جلد ملک ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہوگا۔	منزل قریب ہے	وقار یوسف عظیمی (حمایت)	4L	15 جون 1998، پیر
کالم نگار نے وزیر اعظم کے زمین ہاریوں میں تقسیم کرنے کے فیصلے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ نواز شریف وہ واحد انقلابی لیڈر ہیں جنہوں نے ملک میں زرعی اصلاحات کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس کے لیے وہ داد کے مستحق ہیں۔	نواز شریف داد کے حق دار ہیں	زاہدہ حنا (حمایت)	4L	17 جون 1998، بدھ
کالم نگار نے وزیر اعظم کے اس فیصلے کی تعریف کی ہے جس مین انہوں نے اپنے اثاثے بنک کے پاس گروی رکھنے کا اعلان کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ رقم ادا نہ کر سکیں تو ان کے اثاثے ضبط کر لیے جائیں۔ یہ ایک اچھی روایت ہے۔	نادہندگان سے وصولی کی آخری تاریخ	آغا مسعود حسین (حمایت)	4L	19 جون 1998، جمعہ
کالم نگار نے وزیر اعظم کے بغیر سوچے سمجھے فیصلے کرنے کی عادت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ ان میں قائدانہ صلاحیتوں کا فقدان ہے۔	قائدانہ صلاحیتوں کا فقدان	حسین حقانی (مخالفت)	3L	29 جون 1998، پیر
کالم نگار نے ایٹمی دھماکوں کے بعد وزیر اعظم کی جانب سے شروع کی جانے والی خود انحصاری اسکیم کی تعریف کی ہے۔ اس اسکیم سے قوم کی خود اعتمادی میں بھی اضافہ ہوگا۔	خودی اور خود انحصاری	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	4L	3 جولائی 1998، جمعہ

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
3جولائی1998،جمعہ	3L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	خطرناک معاشی رجحانات	کالم نگار نے بجٹ کو ایک طرف رکھ کر چند معاشی مشکلات کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ روپے کی قدر میں مسلسل کمی اور زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی اور اسی طرح کراچی کے حالات کی خرابی آنے والے وقت میں مشکلات کا باعث بنے گی اور نواز حکومت ان مسائل کے لیے کوئی خاص حکمت عملی نہیں بنا سکی۔
26جولائی 1998،اتوار	4L	عباس مہکری (مخالفت)	صنعتکار وزیر اعظم کے دور میں صنعتی ابتری	کالم نگار نے وزیر اعظم پر طنز کرتے ہوئے کالم لکھا ہے کہ ایک صنعتکار وزیر اعظم کے ہوتے ہوئے ملک جس صنعتی ابتری کا شکار ہوا ہے ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔
9اگست1998،اتوار	4U	عباس مہکری (مخالفت)	وفاقی وزراء سندھ پر رحم کریں	کالم نگار نے وفاقی وزراء کے سندھ دوروں کی وجہ سے پھیلنے والی گورنر راج کی افواہوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس طرح دورے کرنے سے صوبائی حکومت مشکلات کا شکار ہوتی ہے۔
2ستمبر1998،بدھ	4L	اسد اللہ غالب (حمایت)	نفاذ اسلام۔۔میاں نواز شریف کا ساتھ دیں	کالم نگار نے نواز شریف کی جانب سے پندھرویں ترمیم کی تجویز پر ان کی تعریف کی ہے اور اپوزیشن سے مطالبہ کیا ہے کہ نفاذ اسلام کی اس کوشش کے آگے روکاوٹیں نہ ڈالیں۔
7ستمبر1998،پیر	4L	حسین حقانی (مخالفت)	نفاذ شریعت یا نفاذ اقتدار	کالم نگار نے حکومت کی مجوزہ پندرہویں ترمیم کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ حکومت نفاذ اسلام کے نام پر اپنی حکومت کو طول دینا چاہتی ہے اور عوام کو بے وقوف بنانا چاہتی ہے۔
13ستمبر1998،اتوار	4L	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	پارلیمنٹ سے مشورے کا مستحسن فیصلہ۔۔منطقی تقاضا	کالم نگار نے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے حوالے سے حکومت کی جانب سے پارلیمنٹ میں بحث کروا کے کسی فیصلے پر پہنچنے کے عمل کو سراہا ہے اور کہا ہے اس طرح کے عمل سے جمہوریت مضبوط ہوتی ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
14 ستمبر 1998، پیر	4L	پیر فضل حق (مخالفت)	نفاذ شریعت کی آڑ میں ارتکاز اختیارات کی سازش	کالم نگار نے کہا ہے حکومت نفاذ شریعت کا سہارا لے کر صرف اپنی حکومت بچانا چاہ رہی ہے ورنہ دو سال سے حکومت میں ایسی کسی تجویز پر پہلے کیوں عمل نہیں کیا گیا۔
21 ستمبر 1998، پیر	4L	عثمان عرفانی (مخالفت)	نفاذ شریعت چاہیے انتشار نہیں	کالم نگار نے نواز شریف کی مجوزہ پندھرویں ترمیم پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ عوام نفاذ اسلام چاہتی ہے لیکن اس بہانے کو استعمال کر کے ملک میں افراتفری دیکھنا نہیں چاہتی۔
5 اکتوبر 1998، پیر	3L	حسین حقانی (مخالفت)	آزادانہ عدالتی تحقیقات کیوں نہیں	کالم نگار نے ابزرور اخبار کی رپورٹ کو بنیاد بناتے ہوئے کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ اسی طرح کی رپورٹ ایکسپریس میں بے نظیر حکومت کے خلاف چھپی تھی، اس وقت تو اس کے سچ ہونے کا واویلا مچایا گیا تھا اور اب ایسی ہی رپورٹ اگر نواز حکومت کے خلاف لگ گئی ہے تو اسے جھوٹ کا پلندہ قرار دیا جارہا ہے۔
14 اکتوبر 1998، بدھ	3L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	میاں صاحب کا آخری موقع	کالم نگار نے حکومت کے خراب نظم ونسق کی صورتحال کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان کی ٹیم نا اہل ہے جس کی وجہ سے ملک کے معاشی حالات پہلے سے بھی خراب ہو چکے ہیں۔لیکن نواز شریف کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ ان کے پاس آخری موقع ہے۔
19 اکتوبر 1998، پیر	3U	عبدالقادر حسن (حمایت)	سرکاری نیکیاں دریاؤں میں	کالم نگار نے موجودہ حکومت عوامی فلاح کے لیے کیے گئے کاموں کا ذکر کیا ہے جن میں بجلی کی قیمتوں میں کمی، ایٹمی دھماکہ، اور فارن ایکسچینج شامل ہے اور اس سب کاموں کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کی حکومت سراہا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
22 نومبر 1998، اتوار	4L	عباس مہکری (حمایت)	قرضے شاہراہیں ترقی کا خواب	کالم نگار نے وزیر اعظم کے کراچی حیدرآباد موٹروے کی تعمیر کے فیصلے کی مخالفت میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ اتنی رقم سے کراچی اور حیدرآباد کی ہزاروں سڑکیں نئے سرے سے تعمیر ہو سکتی ہیں جس سے نہ صرف پٹرول کی بچت ہوگی بلکہ عوام کو بھی ریلیف ملے گا۔
29 نومبر 1998، پیر	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	اقتصادی ریلیف پیکج اور عام آدمی	کالم نگار نے حکومت کے عالمی اداروں سے حاصل کیے گئے ریلیف پیکج اور کراچی کے حالات کو موضوع بنایا ہے اور اس کے ساتھ بیچاری عوام کی حالت کا بھی ذکر کیا ہے۔اور نواز شریف کو وہ وعدے یاد دلائے ہیں جو انہوں نے وزیر اعظم بنتے وقت کیے تھے۔اور حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔
2 دسمبر 1998، بدھ	4L	سلطان رفیع (حمایت)	وزیر اعظم کا دورہ امریکا	کالم نگار نے وزیر اعظم کے دورہ امریکا پر اپوزیشن کی بے جا تنقید کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ نواز شریف نے ایٹمی دھماکوں کے بعد پوری دنیا کے دباؤ کو عزم کے ساتھ برداشت کیا۔اور اب وہ سر اٹھا کر امریکا جارہے ہیں۔
6 دسمبر 1998، اتوار	4L	عباس مہکری (مخالفت)	کوئی ان کے ساتھ سچ تو بولے	کالم نگار نے صدر کی طرف جنرل سیلز ٹیکس کو پندرہ فیصد کرنے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے اس اعلان نے عوام پر پہنگائی کا ایٹم بم گرا دیا ہے۔
7 دسمبر 1998، پیر	3L	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	دل دل پاکستان	کالم نگار نے نواز شریف کی ملک کے لیے خدمات کو سراہا ہے اور ان کے دور میں ہونے والے ترقی کے کاموں کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اپوزیشن کا کام تو ہے ہی کیڑے نکالنا اس لیے ان کو ہر اچھا کام بھی برا ہی لگتا ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
دسمبر 1998، پیر	4L	حسین حقانی (مخالفت)	امریکی آشیر باد کا معیار بدل گیا ہے	کالم نگار نے وزیراعظم کے دورہ امریکا پر تبصرہ کیا ہے۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ حکومت اس دورے کو جتنا کامیاب ثابت کرنا چاہ رہی ہے اس کے برعکس امریکی حکومت اتنی ہی خاموشی اختیا کیے ہوئے ہے۔
9 دسمبر 1998، بدھ	4L	سید اشتیاق اظہر (حمایت)	وزیراعظم پاکستان کا دورہ امریکا اور منفی اور مثبت پہلو	کالم نگار نے وزیراعظم کے دورہ امریکا کے منفی مثبت پہلوؤں کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن مجموعی طور پر نواز شریف کے دورے کو کامیاب قرار دیا ہے۔
6 مارچ 1999، ہفتہ	4U	بشیر حسین طاہر (حمایت)	میاں صاحب کی حکومت کے دو سال	کالم نگار نے وزیراعظم کے دوسالہ دور حکومت کا تجزیہ کا ہے اور کہا ہے مجموعی طور پر نواز شریف نے قوم کی ترقی کے لیے بہتر اقدامات کیے ہیں جن میں ایٹمی دھماکے، موٹروے، عالمی اداروں کے قرضوں کی ری شیڈولنگ شامل ہے۔
7 مارچ 1999، پیر	4L	عباس مہکری (مخالفت)	نج کاری یا اپنی ذمہ داریوں سے پہلوتہی	کالم نگار نے اداروں کی نج کاری کے حوالے سے بات کی ہے اور کہا ہے دنیا میں جتنی بھی نج کاری ہوئی وہ سب ناکام ہوئی ہیں اور حکومت نے تمام ذمہ داریوں سے جان چھڑانے کے لیے اپنے منفعت بخش اداروں کو نیلام کرنا چاہتی ہے۔
3 مئی 1999، پیر	4L	سلطان رفیع (حمایت)	وزیراعظم کا دورہ روس	کالم نگار نے وزیراعظم کے حالیہ دورہ روس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایسے وقت میں جب امریکا نے اسلحے کی فراہمی روک دی ہے، روس کا دورہ کرنے کامیاب خارجہ پالسی کی عکاسی کرتا ہے۔
23 مئی 1999، اتوار	4L	عباس مہکری (مخالفت)	پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ	کالم نگار نے پٹرول کی قیمتوں میں حالیہ اضافے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اگر اس طرح کے اقدامات کرنا لازمی ہوں تو کم از کم سیاسی جماعتوں کو ضرور اعتماد میں لے لینا چاہیے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
26 مئی 1999، بدھ	4L	روف صدیقی (مخالفت)	صدارتی آرڈیننس	کالم نگار نے کراچی کے حوالے سے جاری ہونے والے صدارتی آرڈیننس پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ قومی اسمبلی کے کرنے والے کام صدر کر رہے ہیں اور نواز شریف نے مینڈیٹ کیا لے لیا وہ ملک کا جمہوری نظام ہی الٹ کر رکھ دیا ہے۔
3 نومبر 1999، بدھ	4L	سید اشتیاق اظہر (حمایت)	چیف ایگزیکٹو کا دورہ سعودی عرب و یو اے ای	کالم نگار نے پرویز مشرف کے دورہ سعودی عرب کا تجزیہ پیش کیا ہے اور اس دورے سے حاصل ہونے والے فوائد کا ذکر کیا ہے جن میں تیل کی مد میں مدد، اور لیبر کی فراہمی وغیرہ شامل ہیں۔
7 نومبر 1999، اتوار	4L	اظہر حسن صدیقی (حمایت)	چیف ایگزیکٹو کے اثاثوں کا اعلان	کالم نگار نے ملک میں پریس کی آزادی اور چیف ایگزیکٹو کی طرف سے اپنے تمام اثاثے عوام کے سامنے پیش کرنے پر ان کی تعریف کی ہے۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ ایسا تاریخ میں پہلی دفعہ ہو رہا ہے۔
1 ستمبر 1999، بدھ	4L	مشاہد حسین (حمایت)	کامیابیوں کا سفر	کالم نگار نے نواز حکومت کے تیس ماہ میں کیے گئے کاموں کا ذکر کیا ہے اور حکومت کی کامیابیوں پر سراہا ہے۔
3 ستمبر 1999، جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	اب کے ای ایس سی اور سپر ہائی وے	کالم نگار نے کے ای ایس سی کو ڈایئو و کو دینے اور سپر ہائی وے فوجی فاؤنڈیشن کو دیے جانے کے فیصلے کی مخالفت کی ہے۔
13 ستمبر 1999، پیر	3L	حسین حقانی (مخالفت)	وزیراعظم کے دورے پر اخراجات کا فائدہ	کالم نگار نے تین سالوں میں وزیراعظم کے دورے کی تفصیلات اور اخراجات بتا کر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ بیرونی دوروں کا مقصد دوست ممالک سے تعلقات بہتر بنانا ہوتا ہے لیکن ہمارے تعلقات تمام ممالک سے خراب ہی نظر آ رہے ہیں۔

نواز شریف ادوار میں شائع ہونے والے سیاسی کالمز بمطابق نمونہ بندی (اتوار، پیر، بدھ، جمعہ)

نمبر شمار	کل شائع ہونے والے کالمز کی تعداد بمطابق نمونہ بندی	حکومت حمایت میں لکھے گئے کالم	حکومت مخالف میں لکھے گئے کالم
1	139	75	64

Published Columns during the era of Nawaz Sharif
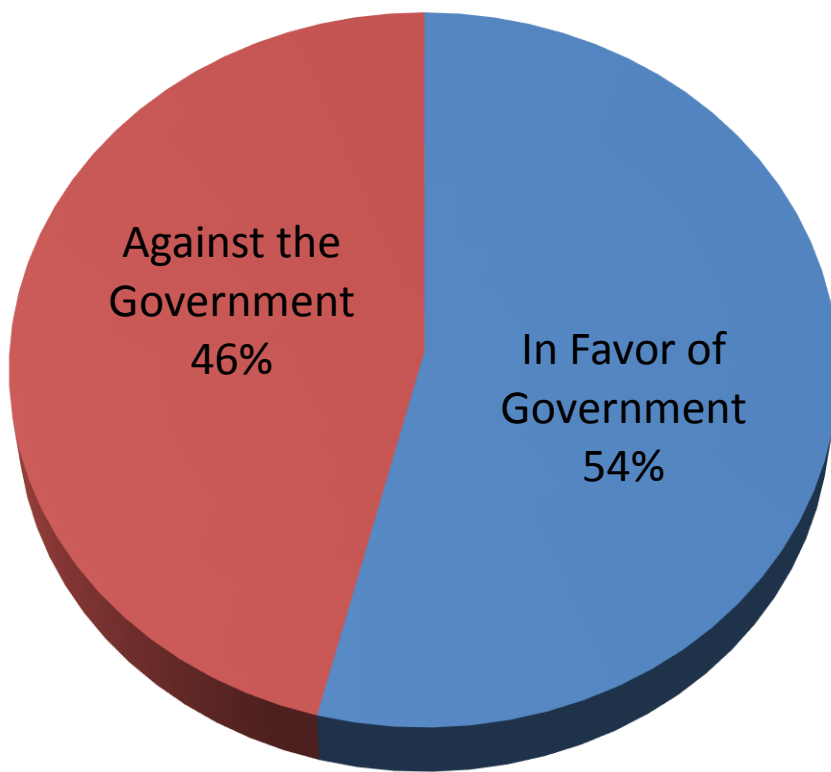
In Favor of Government   against the Government

ہم اب اگلے باب میں جنرل پرویز مشرف کے مارشل لاء دور کے سیاسی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس دور میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر جو سیاسی کالم شائع ہوئے ان کا تجزیہ کر کے مارشل لاءاور جمہوری ادوار میں شائع ہونے والے کالموں کا تجزیہ کریں گے۔

حوالہ جات

(1) Lawrance Ziming\, "Pakistan in the twentieth Century" A political History Oxford University press Karachi 1999 pp524-525

(2) ریاض شاہد' خوش فہمی' بے نظیر کو لے ڈوبی' روزنامہ جسارت کراچی 3 نومبر 1990 ص 3

(3) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف کا پہلا دور حکومت'' لاہور 1997ء ص ص 81' 76

(4) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف کا پہلا دور حکومت'' لاہور 1997ء ص 77

(5)۔ سید مقبول احمد ''روزنامہ مشرق میگزین کراچی 23 نومبر 1990 ص 4

(6)- Daily Dawn Karachi 8th Febuary 1991 p.1

(7)- K. B. Sayeed " Three words of democracy in Pakistan'' Journal of contemparary south Asia, No.1 1992 p. 64

(8) اہم شریف ''ماڈل ٹاؤن کا بیٹا'' لاہور 2000ء ص 201

(9)- M. Ahmed "The Politics of War: Islmic Fundamentalism in Pakistan and the Gulf crisis" Chicago 1991,pp 155-187

(10) آغا مسعود حسین ''نواز شریف کا دورہ سندھ اور معروضی حقائق'' روزنامہ جنگ کراچی 25 دسمبر 1990ء ص 3

(11) مختار عاقل ''وزیر اعظم کا دورہ سندھ اور اس کے اثرات'' روزنامہ جنگ کراچی 27 دسمبر 1990ء

(12) Daily Dawn Karachi 10, 24 May 1991 p.1

(13) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف کا پہلا دور حکومت'' لاہور 1997ء ص 142

(14) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف کا پہلا دور حکومت'' لاہور 1997ء ص 142

(15) ایم شریف ''ماڈل ٹاؤن کا بیٹا'' لاہور 2000ء ص 220

(16) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف کا پہلا دور'' 1997ء ص 349

(17) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف کا پہلا دور'' لاہور 1997 ص ص 254-253

(18) غزالہ فصیح، سہیل دانش ''روزنامہ نوائے وقت 18 جون 1992ء ص 9

(19) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف کا پہلا دور'' لاہور 1997 ص 405

(20) روزنامہ مشرق کراچی' 13 دسمبر 1992ء ص 4

(21) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف کا پہلا دور'' لاہور 1997 ص 458

(22) ایم شریف ''ماڈل ٹاؤن کا بیٹا'' لاہور 2000ء ص 229

(23) وکیل انجم ''سیاستدانوں کی قلابازیاں'' جلد دوم لاہور 1995 ص 638

(24) Ian Talbot, Pakistan : "A Modern History" Lahore, 1999 p 321-322

(25) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف اقتدار سے عتاب تک'' لاہور 2003ء ص 7

(26) مخدوم سید غیور عباس بخاری ''بےنظیر: بیٹی سے قائد تک'' لاہور 2004ء ص ص 217-218

(27) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف اقتدار سے عتاب تک'' لاہور 2003ء ص ص 85-86

(28) رونامہ امت کراچی 2 اپریل 1997ء ص 1

(29) روزنامہ پاکستان لاہور 2 اپریل 1997ء ص 1

(30) روزنامہ نوائے وقت کراچی 6 اپریل 1997ء ص 12

(31) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف اقتدار سے اعتاب تک'' لاہور 2003ء ص ص 413, 392

(32)۔ مخدوم سید غیور عباس بخاری' بےنظیر بیٹی سے قائد تک'' لاہور 2004ء ص 219

(33) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف اقتدار سے اعتاب تک'' لاہور 2003ء ص ص 65 سے 86

(34) محمد عامر رانا' سجاد جنگ ''اور عدالت ہار گئی'' لاہور 1998ء ص ص 59 تا 68

(35) محمد عامر رانا' سجاد جنگ ''اور عدالت ہار گئی'' لاہور 1998ء ص ص 71 تا 78

(36) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف اقتدار سے اعتاب تک'' لاہور 2003ء ص 255

(37) پرویز مشرف ''سب سے پہلے پاکستان'' لاہور 2006ء ص 108ء

(38) محمد عامر رانا' سجاد جنگ ''.....اور عدالت ہار گئی'' لاہور 1998ء ص 101

(39) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف اقتدار سے اعتاب تک'' لاہور 2003ء ص 341

(40) پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف اقتدار سے اعتاب تک'' لاہور 2003ء ص 140

(41) روزنامہ جنگ کراچی 2 جون 1997ء ص 1

(42)۔ قیوم نظامی ''جرنیل اور سیاستدان تاریخ کی عدالت میں'' لاہور 2006ء ص 180

(43)۔ مخدوم سید غیور عباس بخاری ''بےنظیر بیٹی سے قائد تک'' لاہور 2004ء ص ص 222-224

(44) مخدوم سید غیور عباس بخاری ''بےنظیر بیٹی سے قائد تک'' لاہور 2004 ص 226

(45)۔ پروفیسر غفور احمد ''نواز شریف اقتدار سے اعتاب تک'' لاہور 2003ء ص ص 416-415

(46) جاوید ہاشمی ''ہاں میں باغی ہوں'' لاہور 2005ء ص 151

(47) پروفیسر غفور احمد'' نواز شریف اقتدار سے اعتاب تک'' لاہور 2003 ص 516

(48) مقبول ارشد'' کارگل پلان کیا تھا؟ ماہناہ پاکستان پوسٹ'' فروری 2006ء ص 35

(49) مقبول ارشد'' کارگل پلان کیا تھا؟ ماہناہ پاکستان پوسٹ'' فروری 2006ء ص ص 36-35

(50) مقبول ارشد'' کارگل پلان کیا تھا؟ ماہناہ پاکستان پوسٹ'' فروری 2006ء ص ص 36

(51) علی جاوید نقوی ''اور فوج آ گئی'' لاہور 1999ء ص ص 59-58

(52) سیٹول کال۔ واشنگٹن پوسٹ ترجمہ شفیق الرحمٰن میاں' نواز شریف اقتدار سے کس طرح گئے ماہنامہ تکبیر ٹائمز فیصل آباد مئی 2004 صفحہ 5

(53) مقبول ارشد'' کارگل پلان کیا تھا؟ ماہناہ پاکستان پوسٹ'' فروری 2006ء ص ص 38-37

(54) مقبول ارشد'' کارگل پلان کیا تھا؟ ماہناہ پاکستان پوسٹ'' فروری 2006ء ص ص 39-38

(55) پروفیسر غفور احمد'' نواز شریف اقتدار سے اعتاب تک'' لاہور 2003 ص ص 633-632

(56) پروفیسر غفور احمد'' نواز شریف اقتدار سے اعتاب تک'' لاہور 2003 ص ص 638-637

(57) حافظ شفیق الرحمٰن ''نواز شریف جیتی بازی ہار گیا'' لاہور 2001 ص ص 130-128

(58) حافظ شفیق الرحمٰن ''نواز شریف جیتی بازی ہار گیا'' لاہور 2001 ص 159-137

(59) روزنامہ ڈان 19 مارچ 1991ء کراچی

(60) روزنامہ جنگ 20 مارچ 1991 کراچی

(61) روزنامہ ڈان 23 مارچ 1991 کراچی

(62) روزنامہ ڈان 16 اکتوبر 1991 کراچی

(63) روزنامہ ڈان 29 جولائی 1991ء

(64) روزنامہ ڈان 28 اگست 1991ء کراچی

(65) روزنامہ جنگ 2 اکتوبر 1991ء کراچی

(66) روزنامہ جنگ 27 اکتوبر 1992ء

(67) روزنامہ جنگ 8 ستمبر 1993 کراچی

(68)روزنامہ ڈان 24 ستمبر 1997ء

(69) روزنامہ ڈان 15 اکتوبر 1997ء

(70) روزنامہ جنگ 21 مارچ 1998ء

(71)روزنامہ ڈان 10 جولائی 1998ء

(72)روزنامہ ڈان 28 ستمبر 1998ء

(73)روزنامہ ڈان 15 فروری 1999ء

(74)روزنامہ ڈان 8 مئی 1999ء

باب پنجم

جنرل پرویز مشرف دور میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے منتخب سیاسی کالموں کا تجزیہ

نواز شریف ادوار میں کالم نگاروں نے مصلحت سے کام لیا اور حکومت کی حمایت میں زیادہ تر کالمز لکھے گئے اور نواز حکومت کے اقدامات کو سراہا اور رائے عامہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا جس سے نواز حکومت کو تقویت ملی ۔ اب باب ششم میں جنرل پرویز مشرف دور (مارشل لاء) کے سیاسی حالات کا جائزہ پیش کرتے ہوئے اس دور میں روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے سیاسی کالموں کا تجزیہ پیش کریں گے ۔ جنرل پرویز شرف (مارشل لاء) دور میں کس نوعیت کے کالم لکھے گئے کیا کالم نویسوں نے آزادانہ کالم نگاری کی یا مارشل لاء حکومت کے دباؤ میں رہے؟

جنرل پرویز مشرف دور کے سیاسی حالات

''وزیراعظم اور مسلح افواج کے درمیان خراب صورتحال کے سلسلے میں پاک بھارت تعلقات خصوصاً سانحہ کارگل نے اہم کردار ادا کیا۔ کارگل پر غیر ملکی سفیروں کو غلط بریفنگ دی گئی جس سے تمام ممالک بھارتی موقف کے قائل ہو گئے کارگل پر دباؤ سب سے زیادہ امریکہ نے ڈالا ۔ جب میاں محمد نواز شریف نے پرویز مشرف' چیف آف آرمی اسٹاف کی غیر موجودگی میں انہیں عہدے سے فارغ کیا تو فوج میں ردعمل نے جنم لیا جس کے نتیجے میں میاں محمد نواز شریف کی دوسری حکومت کو ختم کر دیا گیا اور ملٹری نے ملک کی بھاگ ڈور سنبھال لی 12 اکتوبر کو مشرف نے وطن واپس پہنچ کر ایک مختصر سی پریس کانفرنس کی اور ملک کے انتظامی اختیارات سنبھال لیے گئے جس میں جنرل پرویز مشرف چیف ایگزیکیٹیو مقرر ہوئے جنرل مشرف نے فوری مارشل لاء نافذ نہ کیا بلکہ اسے صورتحال کو ہنگامی حالت کا نام دیا اور دو دن بعد تمام منتخب اسمبلیاں معطل کر دی گئیں ۔ صرف رفیق تارڑ صدرِ پاکستان کے عہدے پر براجمان رہے آئین کو معطل کر کے پی سی او کا نفاذ کر دیا گیا کابینہ کو ملکی امور چلانے اور رہنمائی کے لئے 17 اکتوبر 1999ء کو نیشنل سیکیورٹی کونسل قائم کر دی گئی'' ۔ (1)

احتساب کرنے کا جو وعدہ نواز شریف نے عوام سے کیا تھا وہ ابھی تک مکمل نہیں کیا گیا تھا اور

احتساب کے نام پر مذاق کیا گیا کرپٹ افراد کو تحفظ فراہم کیا گیا کروڑوں روپے خورد برد کرنے والوں پر ہاتھ نہیں ڈالا گیا 1999ء میں احتساب کے لیے نیب (نیشنل اکاؤنٹ ایبلٹی بیورو) کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ جلد از جلد احتساب کا عمل ممکن بنانے کیلئے احتساب عدالتیں قائم کی جائیں۔سلامتی کونسل 17 اکتوبر 1999ء کو جنرل مشرف نے تشکیل دی جس میں چھ افراد شامل کیئے گئے جن میں بحریہ اور فضائیہ کے سربراہان بھی شامل تھے۔یکم نومبر 1999ء کو پہلی پریس کانفرنس بلائی گئی جس میں ریفرنڈم کے حوالے سے بات کی گئی 15 دسمبر 1999ء اقتصادی پیکج کا اعلان کیا گیا۔24 دسمبر 1999ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے ملک میں سودی نظام کے خلاف فیصلہ سنا دیا اس فیصلے میں بتایا گیا کہ سود لینا درست نہیں ہے اور جو کوئی بھی سود کی لین دین کرتا ہے یہ عمل ٹھیک نہیں ہے اور صریحاً اسلامی قوانین کی خلاف ورزی ہے۔سال 2000ء میں بچوں کے لئے الگ عدالتیں قائم کی گئیں اور کم عمر بچوں پر سزا موت کا اطلاق ختم کر دیا گیا (2) پرویز مشرف دور میں انکم ٹیکس کی وصولی کے لئے ایک آرڈر بورڈ آف ریونیو سے جاری ہوا جس کا مقصد زیادہ سے زیادہ ٹیکس کی وصولی میں اضافہ ہو اور کوئی بھی شخص اپنی آمدنی کو چھپا نہ سکے اس کے تحت تمام لوگوں پر اپنے اثاثے ظاہر کرنا' ٹیکس ادا کرنا' گوشوارے جمع کرانا کی شقیں عائد تھیں اس کے خلاف تاجروں نے احتجاج بھی کیا۔2000ء میں میزائل کے تجربات کئے گئے جو جدید ترین طرز پر بنائے گئے تھے ابتداء کی نچلی سطح پر منتقل کیلئے 2 مارچ 2000 کو جنرل پرویز مشرف نے فریم ورک کا اعلان کر دیا (3)

نیشنل ری کنٹرکشن بیورو کے تحت 23 مارچ اور 14 اگست 2000ء کو اختیارات ضلعی انتظامیہ کے منتخب نمائندوں کو منتقل کرنے کا ایک پروگرام پیش کیا گیا۔چیف ایگزیکیٹو پرویز مشرف کے اختیارات کی اس تقسیم کو سابقہ آرمی حکمرانوں کے طرز عمل سے منسوب کیا جانے لگا اور اس کو حکومت کا ایسا اقدام قرار دیا جانے لگا کہ اس طرز عمل سے حکومت اپنے آپ کو طول دینے کی کوشش کر رہی تھی اور چاہتی تھی کہ ایسے اختیارات سے ان کو تقویت ملے گی (4) 25 مارچ 2000ء کو امریکی صدر بل کلنٹن نے پاکستان کا مختصر دورہ کیا اور اسلام آباد ایئرپورٹ پر مشرف سے ملاقات کی۔12 مئی 2000ء کو سپریم کورٹ پاکستان نے اپنے فیصلے میں جنرل پرویز مشرف کے اقدام کو تحفظ فراہم کیا اور آئین میں ترمیم کا نواز شریف کے خلاف فیصلہ دیا اس طرح جنرل پرویز مشرف کو تین سال کا عرصہ دیا گیا کہ وہ ملکی حالات بہتر کریں اور انتخابات کرائیں۔عالمی سربراہی اجلاس ستمبر 2000ء میں منعقد ہوئی اس اجلاس میں جنرل پرویز مشرف نے عالمی تشویش دور کرنے کی بھرپور کوشش کی انہوں نے کشمیر کے ایشو

پر بات کی اور بہت سے معاملات پر بھارت سے مذاکرات کی پیش کش کی مشرف نے جنوبی ایشیاء میں کشیدگی کو مسئلہ کشمیر سے منسوب کیا انہوں نے عالمی لیڈروں کی توجہ کشمیر کے ایشو پر جولائی 26 اکتوبر 2000ء میں نواز شریف کو چند شرائط پر اہل خانہ کے ہمراہ جلاوطن کر دیا گیا۔(5) کراچی میں مشرف نے آئیڈیاز 2000ء ڈیفنس نمائش اور سمینار کا اہتمام کیا جس میں تقریباً 40 سے زائد ممالک کے شرکت کی اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ ہتھیار صرف امن برقرار رکھنے کے لئے ہوتے ہیں اس کانفرنس سے پاکستان کی ڈیفنس انڈسٹری کو دنیا بھر میں متعارف کرانے کا موقع ملا پاکستان کے خارجہ تعلقات میں خوشگوار اضافہ ہوا مئی 2001ء میں چینی وزیر اعظم نے پاکستان کا دورہ کیا جس سے پاک چین تعلقات میں نئی وسعت آئی (6) 20 جون 2001ء کو پرویز مشرف نے صدر مملکت کا عہدہ سنبھال لیا اور صدر محمد رفیق تارڑ کو فارغ کر دیا گیا چیف ایگزیکیٹو آرڈر کے تحت اسمبلیاں توڑ دی گئی صدر پرویز مشرف کے مطابق صدر کا عہدہ سنبھالنا ایک مشکل فیصلہ تھا بھارتی وزیر اعظم واجپائی کی جانب سے صدر پاکستان پرویز مشرف کو بھارت دورہ کی دعوت دی گئی تو مشرف نے دورہ سے قبل سیاستدانوں کو اعتماد میں لیا گیا اور 14 سے 16 جولائی تک بھارت کا دورہ کیا گیا اس دورے پر دونوں حکمرانوں کے درمیان کشمیر کے ساتھ ساتھ دیگر ایشو پر بات چیت ہوئی۔12 اگست 2001ء کو جنرل پرویز مشرف نے پولیس ایکٹ میں ترمیم کرتے ہوئے نیا پولیس آرڈر جای کیا۔صدراتی ریفرنڈم کرایا گیا۔11 ستمبر 2001ء کو امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹا گون پر طیاروں سے حملہ کا واقعہ رونما ہوا ان حملوں کی وجہ سے پاکستان امتحان میں پڑ گیا اور عالمی برادری میں پاکستان کی بدنامی ہوئی اور طالبان کے خلاف کارروائی کے لئے عالمی دباؤ میں اضافہ ہوا جس کے لئے مشرف نے 20 ستمبر 2001ء کو ٹی وی اور ریڈیو پر قوم سے خطاب کیا اور کہا کہ پاکستان کے دفاع کو مضبوط بنانے کے لئے ضروری ہے کہ دہشت گردی کے خلاف اعلان جنگ کیا جائے۔اس کے بعد انٹیلی جنس معلومات' فضائی حدود کے استعمال اور لاجسٹک سپورٹ امریکہ کو فراہم کی گئی جس کی وجہ سے پاکستان پر 1998 میں عائد کردہ پابندیاں ختم کردی گئیں اور قرضہ ری شیڈول کیا گیا اور مزید امداد بھی فراہم کی گئی اور برطانیہ کی جانب سے بھی خطیر رقم فراہم کی گئی اور سابقہ قرضہ بھی معاف کر دیا گیا(7)

5 جنوری 2002ء جنرل پرویز مشرف سارک کانفرنس میں شرکت کے لئے گئے جہاں ان کی ملاقات بھارتی وزیر اعظم واجپائی سے ہوئی اس ملاقات کے بعد بھارت کا رویہ کچھ اچھا نہ رہا جس پر مشرف نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے بھارت کو واضح کر دیا کہ کشمیر کے اشوز پر ہم سب ایک

ہیں اور افواج پاکستان کشمیر کی آزادی تک لڑتی رہے گی۔صدر جنرل پرویز مشرف نے سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق 10 اکتوبر 2002ء کو عام انتخابات کرائے۔ان انتخابات میں ووٹرز کی عمر 21 سے کم کر کے 18 سال کردی گئی اور گریجویشن کی شرط بھی عائد کی گئی۔ پیپلز پارٹی انتخابات میں اکثریت سے کامیاب ہوئی مگر پیپلز پارٹی پیٹریاٹ قائم کی گئی۔انتخابات کے 41 دن بعد میر ظفر اللہ جمالی کو قائد ایوانِ منتخب کیا گیا 19 ماہ بعد پرویز مشرف کا اعتماد کھونے کی وجہ سے وزیر اعظم کی حیثیت سے استعفیٰ دینا پڑا اس کے بعد چوہدری شجاعت حسین اور پھر 28 اگست 2004ء کو شوکت عزیز کو وزیر اعظم بنایا گیا (8) صدر پرویز مشرف نے 10 اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات سے قبل 30 اپریل 2002ء کو ریفرنڈم کا انعقاد کر کے اپنی مدت صدارت میں 5 سال کا اضافہ کر دیا تھا۔اس ریفرنڈم کا پاکستان کی مذہبی اختلاف کی جماعتوں نے بائیکاٹ کیا اور اسے ایک غیر آئینی اقدام قرار دیا۔حکومت نے ٹرن آؤٹ 56% کے قریب بتایا جبکہ حزب اختلاف نے اسے 5 سے 7 فیصد کے قریب بتایا۔ 15 نومبر 2002ء کو ایک پاکستانی ایمل کانسی کو امریکہ میں پھانسی دے دی گی۔صدر جنرل پرویز مشرف 16 نومبر 2002ء کو آئندہ پانچ سال کے لئے صدرِ مملکت کا حلف اٹھایا۔ 20 نومبر 2002ء کو جنرل پرویز مشرف نے قوم سے خطاب کیا اور اپنی گزشتہ سالوں کی کارکردگی کا جائزہ پیش کیا 2003 میں جنرل پرویز مشرف پر قاتلانہ حملے ہوئے جس میں وہ بال بال بچ گئے 18 جنوری وردی نہ اتارنے کا فیصلہ کیا جس کے بعد 9 مارچ 2003ء کو وکلا نے ملک بھر میں یوم سیاہ منایا اور مجلس عمل نے راولپنڈی میں ملین مارچ کا اہتمام کیا۔(9)

2003ء میں صدر پرویز مشرف کے خلاف الائنس فار ریسٹوریشن آف ڈیموکریسی (Alliance for Restoration of Democracy) اے آر ڈی نے وائٹ پیپر شائع کیا جس میں مشرف کی ناکامیوں کا ذکر کیا گیا جس میں بڑھنے والی مہنگائی اور دہشت گردی کا ذکر کیا گیا اس وائٹ پیپر میں لوگوں کے روزگار کے مطالق بات کی گئی اور گیس اور بجلی کی قیمتوں میں اضافہ کا الزام بھی لگایا گیا۔ 29 اکتوبر 2003ء کو جاوید ہاشمی کو گرفتار کر لیا گیا اور ان پر فوج کے خلاف نفرت پھیلانے کا الزام عائد کیا گیا۔میر ظفر اللہ جمالی کی کوششوں کی وجہ سے مجلس عمل کے ساتھ تسلسل کے ساتھ مذاکرات جاری رہے 2003ء میں جنرل پرویز مشرف نے ارکان پارلیمنٹ کی تنخواہوں میں سو فیصد اضافہ کیا۔(10) جنرل پرویز مشرف قومی اسمبلی سے منتخب ہونے کے بعد ایٹم بم کا رفارمولہ دنیا بھر میں فروخت کرنے کے اسکینڈل کے سلسلے میں دو ایٹمی سائنسدانوں اور تین فوجی افسروں کو حراست

میں لیا گیا اس کے بعد ڈاکٹر عبدالقدیر کو بھی گرفتار کر لیا گیا 2004ء میں قومی سلامتی کونسل کا قیام عمل میں آیا 18 جون 2004ء کو میر ظفر اللہ خان جمالی نے استعفیٰ دے دیا 2004ء میں ہی یک کے بعد دیگر بڑے بم دھماکے ہوئے جس میں سینکڑوں لوگ شہید ہوئے دھماکے امام بارگاہ‘ درگاہ شریف اور مساجد میں ہوئے جبکہ جنرل مشرف مسلسل دہشت گردی کے خاتمے کے حوالے سے بات کرتے رہتے تھے ۔بم دھماکوں کے بعد تمام لوگوں کی نظریں وردی کو چھوڑ کر دہشت گردی پر لگ گئیں تھیں ۔25 نومبر 2004ء کو پرویز مشرف امریکہ اور یورپ کے دورے پر روانہ ہوگئے ۔2005ء میں لیڈی ڈاکٹر شازیہ کا واقعہ پیش آیا جس کو اخبارت اور دیگر میڈیا پر سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔اس واقعہ کے بعد اکبر بگٹی اور ان کے قبیلے کے ساتھ مزاحمت کا سلسلہ شروع ہو گیا جون 2006ء میں اکبر بگٹی پر فضائی حملہ کیا گیا جس سے وہ بال بال بچ گئے ۔26 اگست کو فوجی آپریشن میں اکبر بگٹی ہلاک ہوگئے ۔(11) 2007ء میں اسلام آباد میں لال مسجد پر آپریشن واقعہ پیش آیا۔(12)

’’بحالی جمہوریت کی لہر نے حکومت کو ہلا دیا۔ جنرل پرویز مشرف اور اس کے معاون جنرل سب حیرت میں پڑ گئے ۔ یہ لہر اس وقت اٹھی جب جنرل پرویز مشرف نے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو ان کے عہدے سے معزول کر دیا۔ایک سو بیس اضلاع کے نوے ہزار سے زائد سینئر وکلاء احتجاجاً سڑکوں پر آ گئے ۔اس واقعہ نے ملک میں سیاسی رخ پر گہرا اثر ڈالا۔اندازے کے مطابق دس لاکھ سے زائد افراد وکلاء تحریک کی حمایت میں شہر شہر گاؤں گاؤں باہر آ گئے ۔تمام سیاسی جماعتوں نے خواہ دائیں بازو، بائیں بازو یا سینٹرل فارورڈ کہلاتی ہیں سب ہی وکلاء تحریک میں شریک ہوگئیں۔خاص طور پر پاکستان مسلم لیگ نواز اور پاکستان پیپلز پارٹی کا فعال کردار نظر آیا۔ یہ تحریک آخر کار اس تاریخی فیصلہ پر منتج ہوئی کہ سپریم کورٹ کے تیرہ ججوں نے متفقہ فیصلہ کرتے ہوئے چیف جسٹس کو ان کے عہدے پر بحال کر دیا۔ پرویز مشرف کی حکومت نے اپنے مزید قدم جمانے کی ہر ممکن کوشش کی ۔ یہاں تک کہ 3 نومبر 2007ء کو جنرل مشرف نے ملک میں ایمرجنسی نافذ کر دی جس کے تحت تمام بنیادی حقوق سلب ہوگئے اور جنرل کو بھی اس میں تحفظ میسر آ گیا کہ وہ عدلیہ کے خلاف غیر آئینی اقدامات کی گرفت سے بچ گیا۔اسی دن رات دو بجے امریکی وزیر خارجہ کونڈا لیزا رائس نے رابطہ کر کے جنرل پرویز مشرف کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے تمام اقدام واپس لیں اور اپنی قوت کو یکجا کرنے کے لیے بڑی عوامی جماعتوں جیسے پاکستان پیپلز پارٹی سے معاملات طے کریں اور انہیں اقتدار میں شریک کریں۔حقیقت میں بش انتظامیہ ایک عرصے سے یہ چاہ رہی تھی کہ صدر پرویز مشرف کا کسی بڑی

سیاسی جماعت کے ساتھ الحاق ہو جائے۔اس کے لیے وہ مسلم لیگ سے زیادہ پی پی پی اور اس کی رہنما بے نظیر بھٹو کو جنرل پرویز مشرف کے ساتھ بٹھانا چاہتی تھی۔ نومبر میں سینیٹ کے چیئر محمد میاں سومرو کو عبوری حکومت کا نگراں وزیر اعظم مقرر کیا گیا42دن بعد 15دسمبر 2007ء کو ایمر جنسی اٹھائی گئی 27 دسمبر کو سانحہ لیاقت باغ راولپنڈی میں پیش آیا اور بے نظیر جان سے چلی گئیں''(13)

''امریکی شماریات کے ادارے آر این آئی نے پاکستان میں سروے کرا کر امریکی انتظامیہ کو رپورٹ دی کہ دو تہائی پاکستانی تبدیلی چاہتے ہیں۔خاص طور پر پرویز مشرف کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے خلاف اقدام کے بعد عوامی رائے میں زیادہ تبدیلی آئی ہے۔5 ستمبر کو سپریم کورٹ نے پرویز مشرف کے خلاف دائر تین مقدمات کی سماعت کی شروعات کا اعلان کر دیا جس میں کہا گیا تھا کہ صدر کا عہدہ اور آرمی چیف کا عہدہ ساتھ ساتھ نہیں ہو سکتے۔آرمی چیف ریٹائرمنٹ کے دو سال بعد پبلک آفس کے انتخاب میں حصہ لے سکتا ہے۔''''پرویز مشرف کی کمزوریاں اور غلطیاں ۔۔۔ پرویز مشرف کے دور میں دہشت گردی اور شدت پسندوں کی کارروائیوں میں اضافہ ہوا۔جنرل پرویز مشرف نے ملک کی دونوں بڑی جماعتوں کو انتقام کا نشانہ بنایا۔صدر کی پارٹی کا کوئی پبلک بیس نہیں تھا اس لیے انہیں عوام میں کئی پذیرائی حاصل نہیں رہی۔اس پر ستم یہ کہ پرویز مشرف نے ملک کے مغربی اور مشرقی حصے میں دہشت گردی کے نام پر ظلم و ستم کا بازار گرم کیا، بلوچستان کو جہنم بنا دیا، بلوچستان کے صوبے کی سرحدوں کو بند کر دیا۔اس کا فائدہ طالبان نے اٹھایا۔طالبان یہاں سے قندھار اور ہلمند تک حملے کرنے جاتے تھے۔مشرف حکومت قبائلی علاقوں میں اصلاحات نافذ کرنے اور سہولیات بہم پہنچانے میں بری طرح ناکام رہی۔ایک دہشت گردی کارروائی کو جواز بنا کر پورے قبیلے کو سخت ترین سزاؤں سے گزارنے کے نتیجے میں قبائلی علاقوں کے بہت سے نوجوان طالبان گروپس سے جا ملے۔پرویز مشرف کی ناکام پالیسیوں کی وجہ سے امریکی انتظامیہ نے بہتر آپشن کی تلاش شروع کر دی۔''(14)

مشرف دور میں صحافت کو درپیش صورتحال

جب اکتوبر 1999ء کو نواز شریف کے اقدام کے خلاف فوج نے ایکشن کیا اور ان کی حکومت ختم کر دی وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کو گرفتار کر لیا گیا اور جنرل پرویز مشرف نے چیف ا

یگزیکیٹو کا عہدہ سنبھال کیا۔نواز شریف کے خلاف مقدمہ درج کر دیا گیا اور جب معطل وزیراعظم کو انسداد دہشت گردی کی عدالت میں پیش کیا گیا تو اس موقع پر موجود سینئر صحافیوں اور فوٹو گرافروں پر تشدد کیا گیا اس تشدد کے نتیجے میں بی بی سی کے عبدالجبار وائس آف امریکہ کے قیصر محمود' ڈیلی پاکستان کے قطب الدین اور کراچی پریس کلب کے سیکریٹری یوسف خان بھی زخمی ہوئے سی پی این ای اور پی ایف یو جے نے اس کی سخت مذمت کی۔ فوجی حکومت نے اخبارات کے اشتہارات کے بل روک دیئے۔سپریم کورٹ آف پاکستان کی جانب سے مشہور کالم نگار کاؤجی پر عدلیہ کے خلاف رائے دینے پر توہین عدالت کا نوٹس جاری کر دیا گیا۔(14)(15)

لاہور میں جب میاں محمد نواز شریف کے داماد محمد صفدر اور شہباز شریف کے بیٹے حمزہ شہباز کو ان کے گھر سے گرفتار کیا جارہا تھا تو فوٹو گرافروں نے اس منظر کو کیمرہ میں لینے کی کوشش کی ان پر زبردست تشدد کیا گیا(16)لاہور پریس کلب میں پولیس نے کلب کے سیکریٹری پر بندوق تان لی اور باہر جانے سے انکار کر دیا اور سیکریٹری پریس کلب سے انتہائی خراب رویہ اختیار کیا گیا۔(17)

جنرل پرویز مشرف سے انصاف کے لیےلڑنے والے روزنامہ دی نیشن کے صحافی نواز ذوالفقار میمن کو اسلام آباد سے قانون نافذ کرنے والے اداروں نے گرفتار کیا اور تین دن رکھنے اور تشدد کا نشانہ بنانے کے چھوڑا گیا جب ان کے والد انہیں لیکر سندھ ٹھٹھہ گئے تو وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئے۔(18)(19)روزنامہ امت کے صحافی سوفی خان کو نامعلوم افراد نے قتل کر دیا تھا صوفی خان نے عورتوں کی اسمگلنگ سے متعلق تحقیقاتی رپورٹ بنائی تھی(20)

مئی 2000ءکو سی پی این ای نے مطالبہ کیا کہ وزارت اطلاعات کا خفیہ فنڈ ختم کیا جائے۔(21)جب مذہبی عالم یوسف لدھیانوی کو قتل کیا گیا تو گرومندر میں موجود بزنس ریکارڈر کی عمارت کو آگ لگادی جس پر صحافتی تنظیموں اے پی این ایس' سی پی این ای اور پی ایف یو جے نے اخبارات کو تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ کیا(22)ڈان اخبار پر دباؤ کے لئے 27 ستمبر 2000ء میں بجلی منقطع کرنے کی دھمکی دی گئی اور فوج نے چھاپہ مار کر اس کے عملے کو ہراساں کرنے کی کوشش کی۔اے پی این ایس' سی پی این ای اور پی ایف یو جے نے ڈان کراچی پر اس چھاپہ کی مذمت کی۔(23)

6اکتوبر 2000ءکو اسلام آباد اے پی این ایس اور سی پی این ای اور وفاقی حکومت کے نمائندے پریس کمپلنٹ کمیشن کے قیام پر متفق ہوگئے اور دا یک حکمت عملی کے تحت پریس کمپلنٹ کمیشن

کے قیام کا اصولی فیصلہ کرلیا گیا(24) نوائے وقت کراچی کے دفتر میں 7 اکتوبر 2000ء کو بم دھماکہ ہوا اس بم دھماکے کے نتیجے میں 3 افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے ان بم دھماکوں کے خلاف احتجاج کیا گیا اور ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا گیا۔(25) 26 اکتوبر 2000ء کو اسلام آباد سے شائع ہونے والے ہفت روزہ کے ٹو K2 پر پابندی عائد کردی گئی اور اسکردو کے ڈپٹی کمشنر نے اس کا ڈیکلریشن بھی منسوخ کر دیا تھا۔(26) وال اسٹریٹ جرنل کے مشہور صحافی ڈینئیل پرل کو کراچی میں اسلامی عسکریت پسندوں نے تحقیقی رپورٹنگ کرنے کی وجہ سے اغواء کے بعد قتل کر دیا۔ اسی دوران امریکہ کو ایک ویڈیو موصول ہوئی جس میں ڈینئل پرل کو قتل کرنے کے مناظر دیکھائے گئے ہیں۔ (27) 30 جنوری 2001ء میں کراچی میں روزنامہ جنگ جانباز اور روزنامہ کائنات کے آفس کو سیل کر دیا گیا(28)

17 نومبر 2001ء اسلام آباد میں روزنامہ ڈان کے رپورٹر فراز ہاشمی پر ایک فوجی افسر نے حملہ کر دیا اور فراز ہاشمی شدید زخمی ہوگئے یہ حملہ رپورٹنگ کے ردعمل کے طور پر کیا گیا جس کی پی ایف یو جے اور دیگر صحافتی تنظیموں نے شدید مزمت کی۔(29) 28 جون 2001ء کو روزنامہ محقق پر پابندی لگاتے ہوئے اس اخبار کے ایڈیٹر اور دیگر سنئیر صحافیوں کو گرفتار کرلیا گیا جس کی سی پی این ای' اے پی این ایس اور پی ایف یو جے نے شدید الفاظ میں مزمت کی(30)

روزنامہ نیوز کے چیف رپورٹر کو اسلام آباد میں 28 مارچ 2001ء کو نامعلوم افراد نے اغواء کرلیا۔ اے پی این ایس' سی پی این ای اور پی ایف یو جے سے اس کی مذمت کی گئی اور اے پی این ایس کے صدر نے مطالبہ کیا کہ واقعہ کی تحقیقات کرائی جائے۔ کوئٹہ میں روزنامہ جنگ کے ایڈیٹر مجید اصغر پر فائرنگ کی گئی جس کی بھی اے پی این ایس' سی پی این ای اور پی ایف یو جے نے مزمت کی۔ (31) حیدرآباد میں روزنامہ اُمت کے دفتر پر حملہ ہوا اور دفتر مکمل تباہ ہوگیا(32) 30 مئی 2002ء کو پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ اور کراچی یونین آف جرنلسٹ نے ہتک عزت کے مجوزہ قانون پر سخت تشویش کا اظہار کیا(33) 26 جولائی 2002ء کو کراچی میں روزنامہ جسارت کے ایڈیٹر مظفر اعجاز کو خفیہ ایجنسی کے اہلکاروں نے اغواء کیا(34) حیدرآباد میں قوانین کے احتجاج کو کور کرنے والے صحافیوں کو گرفتار کیا گیا اور مقدمات بنائے گئے(35)

22 اکتوبر 2002ء کو جیکب آباد میں بجرانی قبیلہ کے سردار کے بیٹوں نے روزنامہ کاوش حیدرآباد کے صحافی شاہد سومرو کو قتل کر دیا گیا(36) 5 فروری 2002ء کو کراچی میں روزنامہ جنگ کی

کا پیاں چھپنے اور اخبار کی تقسیم میں رکاوٹ ڈالی گئی (37)اسلام آباد میں روزنامہ دوپہر پر پابندی لگادی گئی روزنامہ فرنیٹئر پوسٹ اور روزنامہ میدان پشاور کے دفتر کو آگ لگادی گئی (38)سنئیر صحافی امتیاز عالم کو سیکیورٹی کی بناء پر وزیر اعلیٰ ہاؤس میں داخلے سے روک دیا گیا۔نوائے وقت کے مشہور کالم نگار ڈاکٹر اجمل نیازی کو گورنمنٹ مخالف کالمز لکھنے پر کالج کی نوکری سے فارغ کردیا(39)

2003ء میں صحافیوں اور اخبارات کے خلاف دھمکیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔روزنامہ دوپہر اسلام آباد اور روزنامہ اوصاف اسلام آباد کے اشتہارات بند کردیئے گئے صحافیوں اور صحافتی تنظیموں اے پی این ایس' سی پی این ای اور پی ایف یو جے کی جانب سے 2003ء میں پریس کونسل کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔اکتوبر 2003ء میں روزنامہ کاوش کے نمائندے کو قتل کردیا گیا۔13 نومبر 2003ء کو سی پی این ای نے اخبارات کو موصول ہونے والی دھمکیوں کی مزمت کی اور وزیر اعلیٰ سندھ سے کہا گیا کہ وہ اخبارات کے خلاف اقدامات سے گریز کریں 3 دسمبر کو روزنامہ نیشن کے اشتہارات بھی بند کردیئے گئے۔(40)

ٹھٹھہ میں سندھی اخبارات کی کا پیاں نذر آتش کردی گئیں اور اخبار عوام تک نہ پہنچ سکا(41)پنجاب اسمبلی کے باہر حکومت کے خلاف احتجاج کی کوریج کرنے والے صحافیوں کے خلاف سخت کارروائی کی گئی اور احتجاج کی کوریج نہیں کرنے دی گئی۔جس کی صحافتی تنظیموں نے مزمت کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ صحافت کو آزاد رہنے دیا جائے۔(42)

14 ستمبر 2004ء کو سی پی این ای نے قوم سے عہد کیا کہ آزادی صحافت کے لیے جدوجہد جاری رکھی جائے۔(43)2004ء میں نوائے وقت کے اشتہارات بند کردیئے گئے روزنامہ ایکسپریس کے صحافی جہانگیر شہزاد کی کار کا پیچھا کیا گیا جب وہ آفس سے گھر کی طرف جارہے تھے جہانگیر شہزاد کو ٹیلی فون اور فیکس پر جان سے مارنے کی دھمکیاں دی جارہی تھیں۔(44)ڈان گروپ کے ماہانہ میگزین Herald کے رپورٹر عامر میر کے گھر کے باہر ان پر فائرنگ کی گئی۔عامر میر کو فون پر جان سے مارنے کی دھمکیاں دینے کا سلسلہ بھی مسلسل جاری تھا۔(45)صدر مشرف کی جانب سے آزادی صحافت کے لئے بلائے گئے اجلاس میں مقبول ترین نیوز پیپرز ایڈیٹر کو مدعو کیا گیا مگر Herald اور نیوز لائن پر قومی امیج خراب کا الزام لگا کر نہیں بلایا گیا تھا(46)وانا میں جنگی صورتحال کو کور کرنے والے روزنامہ کے ایک نامہ نگار کو گرفتار کرلیا گیا اور کچھ گھنٹے حراست میں رکھنے کے بعد رہا کردیا گیا اور اس کا کیمرہ واپس نہیں دیا گیا(47)پریس فریڈم ڈے کے موقع پر جب پنجاب یونین آف جرنلسٹ

اپنے معاوضے کے لئے احتجاج کر رہے تھے تو لاہور پولیس نے تقریباً 200 سے زائد صحافیوں پر حملہ کر دیا درجنوں صحافی زخمی ہوئے اس حملے کے خلاف زبردست احتجاج کیا گیا اس خلاف سی پی این ای اور پی یو ایف جے نے شدید احتجاج کیا اور حکومت سے انصاف کا مطالبہ کیا۔(48)

مجیب الرحمٰن روزنامہ ڈیلی ٹائمز کے نامہ نگار کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا (49) فیصل آباد میں نیشنل لاجسٹک سیل کے ملازمین کے احتجاج کے دوران اسد اللہ فوٹو گرافر کو کیمپ آفس میں داخل ہونے پر شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور کیمرہ بھی توڑ دیا گیا (50) لاہور سے شائع ہونے والے میگزین کے ایڈیٹر کو ٹیلی گرف ایکٹ کی شق نمبر 506 کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ سندھ کے وزیر اعلیٰ کے خلاف اسٹوری لکھنے پر شام کے اخبار اسٹار کے رپورٹر راشد چنا کو کراچی سے گرفتار کرلیا گیا رشید چنا کو ان کے گھر سے خفیہ اہلکاروں نے گرفتار کیا جو سادہ لباس میں ملبوس تھے (51)

کراچی سے بلوچ وائس کے چیف اچانک غائب ہوگئے وہ بحرین سے کراچی آئے تھے اور راستے سے اچانک غائب ہوگئے اور صحافتی حلقوں میں ان کی گمشدگی کی وجہ سے بڑی تشویش پائی جاتی تھی۔(52)

ایک عالمی تنظیم برائے تحفظ صحافی کے وفد نے کراچی کا دورہ کیا اور مطالبہ کیا کہ 7 قتل ہونے والے صحافیوں کا معاملہ حکومت سنجیدگی سے حل کرے۔(53) روزنامہ دی نیوز کے نامہ نگار شکیل انجم کے گھر پر فائرنگ کی گئی فائرنگ کے نتیجے میں ان کے گھر میں موجود ان کے بیٹے اور کزن شدید زخمی ہوگئے۔(54) اسلام آباد میں PPI پاکستان پریس انٹرنیشنل کے بیورو چیف کو قتل کر دیا گیا (55)

صابر ابو مریم سیکریٹری جنرل برائے فلسطین فاؤنڈیشن پاکستان اور کالم نگار کے مطابق: ’’پرویز مشرف کا ابتدائی دور تھا مگر بعد میں آزادیاں ملتی چلی گئیں۔ کالم نگار کھل کر لکھنے لگے۔ اسے جمہوری دور سے بہتر قرار دیا گیا۔ معیاری کالم لکھے گئے لیکن نئے اخبارات سے شائع ہونے کی وجہ سے مقابلہ کا رجحان بڑھا‘‘ سینئر صحافی نصیر خان کے مطابق: ’’پریس کے حوالے سے پرویز کا دور سیاہ ترین تھا۔ کالے قوانین متعارف کروائے گئے۔ پرس کا گلا گھونٹا گیا۔ کالم نویسوں کو لکھنے کی آزادی نہیں تھی، حکومت مخالف تحریر نہیں کر سکتے تھے‘‘، سینئر صحافی نصیر خان کے مطابق: ’’پریس کے حوالے سے پرویز کا دور سیاہ ترین تھا۔ کالے قوانین متعارف کروائے گئے۔ پرس کا گلا گھونٹا گیا۔ کالم نویسوں کو لکھنے کی آزادی نہیں تھی، حکومت مخالف تحریر نہیں کر سکتے تھے‘‘ روزنامہ جنگ لندن کے ایڈیٹر محمد ہمایوں عزیز کے مطابق: ’’فوجی حکومت میں مسائل تو ہوتے

ہیں تاہم عام طور پر مشرف دور اتنا برا نہیں تھا اور چینل اس کے دور میں کھلے، اس کا بڑا کریڈٹ شیخ رشید کو جاتا ہے'' افسران عمران سنئیر صحافی کی رائے میں: ''جنرل ایوب خان ہوں، جنرل یحیٰی خاں ہوں، جنرل ضیاء الحق ہوں یا جنرل پرویز مشرف ہر ڈکٹیٹر نے اپنے دور حکومت میں سب سے پہلے صحافت پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ چنانچہ جنرل پرویز مشرف نے اپنی حکومت مستحکم کرنے کے لیے کالم نگاروں پر زیادہ نگرانی رکھی۔ ان کے دور میں اگر چہ الیکٹرونک میڈیا کو فروغ حاصل ہوا، نئے نئے ٹی وی چینل کھلے اور ان کا اثر ورسوخ بڑھا۔ اس زمانہ میں روزنامہ جنگ میں سیاسی کالم نویسی کو بہت فروغ ہوا۔ نئے نئے کالم نویس سامنے آئے اور انہوں نے شہرت حاصل کی۔ حامد میر، سہیل وڑائچ، ارشاد احمد حقانی، شاہین صہبائی، جاوید چوہدری اور دیگر لکھنے والوں کی پسندیدگی میں اضافہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی پابندیاں بھی بڑھیں۔ حکومتی دباؤ بھی سامنے آیا۔ کئی بے باک لکھنے والوں کے لیے پابندیاں لگانے کے احکامات جاری ہوئے۔ کئی صحافیوں کو جسمانی تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دور میں سرکاری ایجنسیوں کا عمل دخل بہت بڑھ گیا جن میں آئی ایس آئی، ایم آئی اور آئی ایس پی آر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اس دور میں صحافیوں کو گھروں سے اٹھایا گیا، غائب کیا گیا اور سزائیں دی گئیں۔ حکومت کی ڈائریکشن پر نہ چلنے کی پاداش میں جیو ٹی وی کو بندش کا سامنا کرنا پڑا اور کئی ماہ تک ان اداروں میں کام بند رہا۔ ان سختیوں کے سبب کالم نویسوں کو بے کار رہنا پڑا اور حکومت اس بات پر خوش رہی کہ جنگ کے بے باک کالم نویسوں کی چیرہ دستیوں سے اسے نجات مل گئی۔'' سنئیر صحافی' ایڈیٹر اور کالم نگار محمود شام کے مطابق: ''جنرل پرویز مشرف کے دور میں بھی کالم نویسوں کو آزادی تھی۔ وہ خود ہی محتاط انداز میں لکھتے تھے۔ کسی کالم نویس کے خلاف سختی نہیں ہوئی۔ بعض خصوصی نیوز رپورٹوں پر اشتہارات بند کیے گئے''

صدر جنرل پرویز مشرف کے دور میں صحافت کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا جنرل پرویز مشرف نے اپنی پہلی تقریر میں آزادی صحفات کو تحفظ فراہم کرنے کا وعدہ کیا ان کے دور میں نجی شعبے میں الیکٹرانک میڈیا نے زبردست ترقی کی۔ مشرف کے چارج سنبھالتے وقت صرف الیکٹرانک میڈیا میں پی ٹی وی اور ریڈیو پاکستان موجود تھا اور یہ سرکاری چینل اور ریڈیو عوام کو وہ ہی دکھاتے تھے یا سناتے تھے جو وہ سنانا اور دیکھانا چاہتے تھے پی ٹی وی PTV کی اجارہ داری کی بناء پر نیا شروع ہونے والے پرائیویٹ چینل ATM بھی بند ہو گیا تھا جس کو عوام بہت پسند کرتے تھے اور دن بہ دن عوام میں اپنی جگہ بنا رہا تھا اس کے بعد 2001ء میں انڈس ٹی وی نیٹ ورک نے اپنی نشریات کا آغاز کیا اس کے بعد جیو نے 2002ء میں جنگ گروپ کے بینر تلے اپنی نشریات کا آغاز کیا اس کے بعد مختلف بزنس مینوں نے اپنے قدم اس طرف موڑ لئے اور کئی چینل آہستہ آہستہ منظر عام پر آتے گئے ان پرائیویٹ چینل کو باقاعدہ ریگولیٹ کرنے اور بہتر ڈسٹری بیوشن کے لیے 2002ء میں پاکستان

الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (PEMRA) کا قیام عمل میں لا گیا گیا۔مشرف دور میں ریڈیو نے بھی پاکستان میں ترقی کی اور تمام صوبوں میں مختلف FM چینلز جاری کئے گئے جن میں مذہبی' تفرحی یا ور تعلیمی پروگرام کے ساتھ ساتھ ادبی پروگرام بھی پیش کئے جاتے تھے۔ہم اگر الیکٹرانک میڈیا کے علاوہ بات کریں گو اس دور میں اپر بیان کردہ واقعات کا تجزیہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ جنرل مشرف کا دور آزادی صحافت کے لحاظ سے زیادہ سازگار نہ تھا۔صحافیوں اور ان کے دفاتر' گھروں پر حملے ہوئے اس دور میں مختلف پریشر گروپ تشکیل پائے۔ پریس کو FATA اور WANA کوریج کرنے کی اجازت نہ تھی اس دور میں مذہبی عسکری گروپ سامنے آئے۔صحافیوں کے احتجاج کے دوران گرفتاریاں کی گئیں کیمرے توڑے گئے اور ناجائز مقدمات قائم کئے گئے اخبارات کے خلاف پریشر گروپ تیار کئے گئے۔

جنرل پرویز مشرف دور میں شائع کالموں کا تجزیہ

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
15 اکتوبر 1999ء جمعہ	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	نواز حکومت کی برطرفی اور اس کے بعد	کالم نگار نے نواز شریف کے اقدامات کی مخالفت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نواز شریف کے ناپختہ اقدامات اور غیر جمہوری رویے کی بناء پر آج ملک وقوم کو نقصان پہنچا ہے اس کے ذمہ دار نواز شریف ہیں جبکہ کالم نگار نے فوج کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اچھا ہے کہ انہوں نے واضح کہہ دیا کہ ان کا ارادہ مارشل لاء لگانے کا نہیں ہے۔
15 اکتوبر 1999ء جمعہ	3L	مختار احمد بٹ (حمایت)	فوج کی یکجہتی کا شاندار مظاہرہ	کالم نگار نے فوج کے اقدامات کی تعریف کی ہے فوج کبھی بھی اقتدار پر قبضہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز مشرف بحیثیت وزیر اعظم نواز شریف کے تمام احکامات مانتے تھے مگر نواز شریف کا مشرف کو برطرف کرنا مناسب نہ تھا اس اقدام کو فوج کی کمزوری تصور کیا جانے لگا جس کی وجہ سے فوج کی یکجہتی کی بدولت فوج کا ردعمل سامنے آیا اور فوج نے ثابت کر دیا کہ وہ اپنے سپہ سالار کے پیچھے متحد ہیں۔
15 اکتوبر 1999ء جمعہ	4/L	آغا مسعود حسین (حمایت)	یہ تو ہونا ہی تھا	کالم نگار اپنے رائے دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ نواز شریف تمام جمہوری تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر حکومت کر رہے تھے جس کی وجہ سے فوج کے اقدام کو عوام کی حمایت حاصل ہوئی اور اس اقدام کا خیر مقدم کیا گیا کالم نگار کے مطابق جنرل پرویز مشرف نے بروقت اقتدار سنبھال کر ملک کو تباہی سے بچالیا ہے اور ایک سازش کا خاتمہ کر دیا جو فیڈریشن کو تباہ کر سکتی تھی۔
17 اکتوبر 1999ء جمعہ	4/L	عباس مہکری (حمایت)	انوکھا لاڈلہ کھیلن کو مانگتا تھا چاند	کالم نگار نے 12 اکتوبر 1999 کے اقدامات کو سویلین اقدام قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ فوج اقتدار میں آنا نہیں چاہتی تھی مگر حکمرانوں کی کمزوری اور نااہلی نے فوج کو مجبور کیا۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے اپنی چند تجاویز موجودہ فوجی حکومت کو پیش کی ہیں اور کہا ہے کہ چند کام ہیں جو بہر حال ہونے چاہئیں انتخابی قوانین میں ترمیم کی جائے ۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے حلقے بڑھائے جائیں ۔تمام انتخابی فہرستوں کو کمپیوٹرائزڈ کیا جائے۔قومی شناختی کاڈر کے نظام کو کمپیوٹرائزڈ کیا جائے ۔قرض لیکر واپس جمع نہ کرانے والے نادہندگان کو نا اہل قرار دیا جائے۔	جو کام بہر حال ہونے چاہیں	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	4/U	17 اکتوبر 1999 ء جمعہ
کالم نگار نے نواز شریف کو لا اُبالی سیاستدان قرار دیا ہے۔ کالم نگار کے مطابق نواز شریف قسمت کے دھنی ہیں اور قسمت ہمیشہ ان پر مہربان رہی وہ اچھے بزنس مین اور اچھے سیاستدان رہے ہیں مگر نواز شریف نے بے نظیر اور زرداری کی طرح اس ملک کی معیشت کو ختم کر کے رکھ دیا اور ملک مزید مسائل کا شکار ہو گیا پاکستان کی عوام کے دلوں میں کرپٹ سیاستدانوں کے لئے حقارت کے جذبات موجود ہیں۔	عبدالقادر حسن	اور پہل کرنے والا مارا گیا (حمایت)	4/U	18 اکتوبر 1999ء پیر
کالم نگار نے تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آخر کار نواز شریف کی بادشاہت کا خاتمہ ہو ہی گیا نواز شریف اپنے اقتدار کو مضبوط سے مضبوط بنانے اور مستحکم کرنے کے چکر میں اپنے اختیارات کھو بیٹھے اور فوج کی کمان ایسے تبدیل کرنے کی کوشش کی جیسے وہ تھانیدار تبدیل کرتے ہیں جنرل پرویز مشرف کھرے انسان ہیں اور جنرل صاحب ایسے ہی کھرے لوگوں کو حکومت کرنے موقع فراہم کریں۔	ضرورت ہے کھرے لوگوں کی	حسین حقانی (مخالفت)	4/U	18 اکتوبر 1999ء پیر

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف کے 12 اکتوبر 1999 کے پورے اقدام کو بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ شہیدوں کے اہل خانہ کی دعاؤں اور فوج بدولت 6 منٹ کی اڑان نے پاکستان بدل دیا۔	کارگل کا ہیرو اور آخری موقع	اسداللہ غالب	4/L	18 اکتوبر 1999ء پیر
کالم نگار نے لکھا ہے کہ نواز شریف کا دوسرا دور بھی ختم کر دیا گیا اور بے نظیر کی طرح ان کا دوسرا دور بھی آئینی مدت پوری کیئے بغیر ختم کر دیا گیا اور یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ یہ اقتدار نواز شریف نے بڑے مینڈیٹ سے حاصل کیا تھا اور اس کی بناء پر بڑے آمرانداز میں حکومت کی جس کی وجہ ملک اور معیشت دونوں تباہ ہوکر رکھ گئے ۔کالم نگار نے لکھا ہے کہ اب کسی با حمت انسان نے ملک کوصحیح کرنے کی حمت ٹھان لی ہیں تو ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے۔	اب ہمیں اپنا طرز عمل بدلنا ہوگا	ڈاکٹر منصور نورانی (حمایت)	4/U	20 کتوبر 1999ء
کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے اس کی تقرر انتہائی شفاف اور واضح ہے اور اگر آپ نے انصاف اور قانون کی بالادستی قائم کردی تو یہ 14 کروڑ عوام کا تعاون آپ کے ساتھ ہوگا اور اس تقریر میں سورت مائدہ کی آیت پڑھی گئی ہے جو حق اور انصاف کی بات کرتی ہے لہذا حق اور انصاف کی خاطر عوام آپ کے ساتھ ہیں۔	جنرل صاحب ہم تیار ہیں	عبدالقادر حسن (حمایت)	3/U	20 کتوبر 1999ء
اس کالم میں کالم نگار نے اپنی رائے دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اب باشعور پاکستانی چاہتا ہے کہ جلد جلد اور تیزی سے ملک کی معیشت کو ترقی دی جائے اور ملک میں ترقیاتی کام اور روزگار بحال ہو اور ٹیکس کلچر شروع کیا جائے۔	باشعور پاکستانی اب کیا چاہتا ہے	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	4/L	20 کتوبر 1999ء

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
اس کالم میں کالم نگار نے نواز شریف حکومت پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نواز شریف حکومت ملک میں خانہ جنگی چاہتی تھی اور جنرل پرویز مشرف کو صرف سری لنکا سے آنے سے روکنا مقصد نہ تھا بلکہ زندگی کے منظر سے غائب کرنا چاہتی تھی جس سے فوج کو تقسم کرنا آسان ہو جاتا .	فوج کو تقسیم کرنے کی سازش	عالی رضوی (حمایت)	4/L	20 کتوبر1999ء
کالم نگار نے فوج کے اقدام کی تعریف کی ہےاور کہا ہے کہ ملک پر کھوٹے سکے راج کر رہے تھے اور مالک تباہی سے دوچار تھااور مشرف کا اقدام جو غیرآئینی کہا جارہا ہے وہ تو کونسا اس ملک میں قانونی کام ہورہا ہے اور سیاستدان آئینی حربہ استعمال کرتے ہیں۔	جنزل صاحب قائداعظم کا پاکستان ہمیں واپس دلوادیں	بیرسٹر ظہوبٹ (حمایت)	4/U	22 اکتوبر 1999ء جمعہ
کالم نگار نے 12 اکتوبر 1999 کے اقدام کو کچھ خاص اقدام قرار نہیں دیا کالم نگار کے مطابق سندھ میں یہ اقدام تو ایک سال قبل 17 اکتوبر 1998 کو گورنر راج کر کے کیا جاچکا تھا اس اقدام سے سندھ کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی تھی جنزل صاحب سے کالم نگار نے مبصرین کی رائے کے مطابق مطالبہ کیا ہے کہ سندھ کے ساتھ انصاف کیا جائے اور گزشتہ سالوں ہونے والی زیادتیوں کا ازالہ کیا جائے اور صوبوں کو ان کا حق دیا جائے۔	جنزل صاحب سے سندھ کی امیدیں	عباس مہکری (حمایت)	4/L	24 اکتوبر 1999ء اتوار

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف کے پیش کردہ سات نکات کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشرف صاحب کی جانب سے جو سات نکات پیش کیئے گئے ہیں وہ واقعی اہم ہیں اور ان کا حل بھی ضروری ہے مگر گزشتہ حکمرانوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی مشرف صاحب کو اس سلسلے میں مشکلات ضرور پیش آئیں گی مگر ان کا حل اگر نکال لیا جاتا ہے تو عام آدمی کی زندگی سہل ہو جائے گی۔ اپنی گزارش پیش کرتے ہوئے کالم نگار نے مہنگائی کا ذکر کیا ہے اور عام آدمی کو مہنگائی اور کم آمدنی کے مسائل کا سدباب کرنے کا کہا ہے۔	جنرل پرویز مشرف کے سات نکات۔ایک گزارش ہماری بھی	اظہر حسن صدیقی		24 اکتوبر 1999ء اتوار
کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورہ سعودی عرب کی تفصیلات بتانے کے ان کے اقدامات کو سراہا ہے اور ملک کے حالات کو زیر بحث لائے ہیں۔	چیف ایگزیکٹو کا دورہ سعودی عرب و یو اے ای	سید اشتیاق اظہر (حمایت)	4L	3 نومبر 1999، بدھ
کالم نگار نے جنرل مشرف کی تقریر کو موضوع بحث بنایا ہے اور اس کے نکات کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکمرانوں نے اپنے مقاصد بالکل واضح کر دیئے۔	بات صاف ہوگئی	عبدالقادر حسن (حمایت)	3L	3 نومبر 1999، بدھ
کالم نگار نے جنرل مشرف کی جانب سے اپنے اثاثے ظاہر کرنے اور عوام کو بتانے کے اعلان کی تعریف کی ہے اور اس عمل کو باقی حکمرانوں کے لیے قابل تقلید عمل قرار دیا ہے۔	چیف ایگزیکٹو کے اثاثوں کا اعلان	سید اظہر حسن (حمایت)	3L	7 نومبر 1999، اتوار

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
12 جنوری2000،بدھ	4L	سلیم یزدانی (مخالفت)	کچھ کرنے کےفوری کام	کالم نگار نے حکومت کی موجودہ صورتحال کا جائزہ پیش کرنے کے بعدان کے بہت سے اقدامات کو تنقید کانشانہ بنایا ہے۔
24 جنوری2001،اتوار	4L	زاہدہ حنا (مخالفت)	قوم کا نقصان	کالم نگار نے ۱۲ اکتوبر کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کا تنقیدی تجزیہ کیا ہےاور ملک میں بے چینی کی جوصورتحال ہے اس کوفوج کی سیاست میں مداخلت کا نتیجہ قرار دیا ہے۔
12 جنوری2000،بدھ	4L	محمد ساجد خاں (مخالفت)	عوامی مفاداورسی ٹی بی ٹی معاہدہ	کالم نگار نے حکومتی وزیر کے اس بیان کی شدید مخالفت کی ہےاور سی ٹی بی ٹی معاہدے پر دستخط کےحوالے سے جومہم چلائی جارہی ہےاس پر تنقید کی ہے۔
26 جنوری2000،بدھ	4U	عبدالقادر حسن (حمایت)	ہم کون ہیں ہمارا تعارف کیا ہے	کالم نگار نے صدر کلنٹن کے دورے پر صدر مشرف کے تبصرے کومکمل اور بہترین قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ امن کے لیے آرہے ہیں تو ان کو پاکستان آنے پڑے گا اور اگر کسی اور مقصد کے لیے آرہے ہیں تو بےشک نہ آئیں۔
22مارچ2000،بدھ	4L	زاہدہ حنا (مخالفت)	ایک اورموقع گنوادیا گیا	کالم نگار نے صدر کلنٹن کے دورہ پاکستان کے موقع پر ملک بھر میں لگائی جانے والی جلسے جلوسوں کے خلاف پابندی کے خلاف کالم لکھا ہےاور کہا ہے کہ عوام کو اپنی رائے کے اظہار کی آزادی ہونی چاہیے۔
24مارچ2000،جمعہ	4L	ثروت جمال اصمعی (مخالفت)	شاہ سے زیادہ شاہ کی وفاداری کیوں	کالم نگار نے امریکی صدر کے دورے کے موقع پر حکومت کی جانب سے لگائی جانے والی پابندیوں کے خلاف کالم لکھا ہے اور اسے شاہ سے زیادہ شاہ کی وفاداری قرار دیا ہے۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے نئے بلدیاتی نظام پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے کسی طرح بھی اختیارات نچلی سطح پر منتقل نہیں ہوسکیں گے۔	کیا نئے نظام سے حقیقی جمہوریت بحال ہو سکے گی	رحمت علی رازی (مخالفت)	4U	27 مارچ 2000، پیر
کالم نگار نے ملک میں دہشت گردی کی حالیہ وارداتوں کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اتنی جانوں کا ضیاع حکومت کی نا اہلی کا باعث ہے۔	دہشت گردی، عوام اور حکمران	پیر محمد فضل حق (مخالفت)	4L	12 اپریل 2000، بدھ
کالم نگار نے جنرل مشرف کی حکومت کا جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی جانب سے کیے جانے والے بیشتر اقدامات سے تعلیم یافتہ طبقہ خوش ہے اور ان کی رائے مثبت ہے۔	مشرف حکومت کا کردار	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	4U	3 مئی 2000، بدھ
کالم نگار نے حال ہی میں شائع ہونے والی تین اہم رپوٹوں پر تبصرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان تینوں رپوٹوں نے حکومتی اداروں کی غلطیوں کا واشگاف اظہار کیا ہے اور سامنے آیا کہ حکومت کتنی بڑی بڑی غلطیاں کر رہی ہے۔	مالیاتی نظام کے اعداد و شمار میں اتنا فرق کیوں؟	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	4L	7 مئی 2000، اتوار
کالم نگار نے تھر میں خشک سالی سے متاثرہ لوگوں میں مرکزی حکومت کی جانب سے کیے جانے والے اقدامات کی تعریف کی ہے جبکہ صوبائی حکومتوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔	خشک سالی کے متاثرین کی بحالی کا کام	آغا مسعود حسن (حمایت)	4L	12 مئی 2000، جمعہ
کالم نگار نے حکومت کے سیکولر ایجنڈے پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ پاکستان کی عوام نظریاتی معاملات میں حکومت کا ایجنڈا قبول نہیں کریں گے۔	موجودہ حکومت کا ایجنڈا عوام قبول نہیں کریں گے	پیر محمد فضل حق (مخالفت)	4L	17 مئی 2000، بدھ

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
31 مئی 2000، بدھ	4L	زاہدہ حنا (مخالفت)	سات ماہ کی کارگردگی	کالم نگار نے جنرل مشرف کی پریس کانفرنس کا تنقیدی جائزہ لیا ہے جس میں انھوں نے اپنے سات ماہ کی کارگردگی پیش کی۔ کالم نگار کا موقف ہے کہ حالات مزید خراب ہو رہے ہیں معیشت کا پہیہ جام ہو رہا ہے۔
12 جون 2000، پیر	4U	سعید صدیقی (حمایت)	اصلاح احوال کی کوششیں	کالم نگار نے جنرل مشرف کی حکومت کو وقت کی ضرورت قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ملک جن حالات سے گزر رہا تھا تو ضروری تھا کہ فوج اقتدار سنبھالے۔
14 جون 2000، بدھ	4L	ثروت جمال اصمعی (مخالفت)	پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے	کالم نگار نے ملک کی موجودہ فوجی حکومت کے سیکولرازم کے ایجنڈے پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ پاکستان کے عوام اس ایجنڈے کو کبھی قبول نہیں کریں گے اور یہ ملک ہمیشہ اسلامی ملک ہی رہے گا۔
25 جون 2000، اتوار	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	نیک نام سیاستدانوں سے ملاقاتوں کا ارادہ	کالم نگار نے جنرل مشرف کے اس اعلان کا خیر مقدم کیا ہے جس میں انہوں نے ملک میں مختلف سیاستدانوں سے ملاقات کا اعلان کیا ہے جو اچھی شہرت کے حامل ہیں۔
5 جولائی 2000، بدھ	4L	ملک الطاف حسین (مخالفت)	نظام ناکام، حکمراں کامیاب؟	کالم نگار نے نیب کے سربراہ کے اس بیان پر تنقید کی ہے کہ ملک میں بہتری لانے کے لیے نظام بدلنے کی ضرورت ہے، اس پر کالم نگار کا موقف ہے کہ نظام بدلنے کے لیے جنرل صاحبان خود کو بدلیں۔ حکومت کا رویہ مایوس کن ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
7 جولائی 2000، جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (حمایت)	مثبت پیشرفت	کالم نگار نے جنرل مشرف کی جانب سے سیاسی شخصیات سے ملاقاتوں کو ایک مثبت قدم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح ملک میں جمہوریت کی راہ میں حائل مشکلات کم ہوں گی۔
16 جولائی 2000، اتوار	4L	عباس مہکری (مخالفت)	تاریخ کسی کا انتظار نہیں کرتی	کالم نگار نے موجودہ حکمرانوں پر شدید تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح عوام نے نئے حکمرانوں سے امیدیں باندھیں تھیں ،حکمرانوں نے عوام کو بری طرح مایوس کیا ہے اور ملک کی اقتصادی صورتحال ابتری کا شکار ہے
23 جولائی 2000، اتوار	3U	حسن نثار (مخالفت)	آنسوؤں والا آہنی آدمی	کالم نگار نے جنرل مشرف کے بارے میں ایک واقعہ کا تذکرہ کیا ہے جس میں وہ اپنے والد کی یاد میں رو پڑے تھے ،اس کے بعد ان کو عوام کے دکھوں کا احساس دلایا ہے کہ ان پر بھی دو آنسو بہا لیں۔
18 اگست 2000، جمعہ	4L	پیر محمد فضل حق (مخالفت)	دینی مدارس کے لیے مراعات یا مداخلت کا منصوبہ	کالم نگار نے حکومت کی طرف سے پیش کردہ مراعاتی پیکج پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ حکومت اس کے ذریعے مدارس میں مداخلت کرنا چاہتی ہے جو کسی صورت قبول نہیں یا جائے گا۔
18 اگست 2000، جمعہ	3L	پروفیسر محی الدین (حمایت)	جنرل پرویز مشرف کے پاکستان ساز اقدامات	کالم نگار نے جنرل مشرف کی جانب سے پیش کیے جانے والے بلدیاتی نظام کی تعریف کی ہے اور کہا ہے اس سے عوام کے بہت سے مسائل کا خاتمہ ہوگا۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
28اگست2000، پیر	4L	ثقلین امام (حمایت)	ضلعی حکومتوں کا قیام اور اختیارات کا سرچشمہ	کالم نگار نے جنرل مشرف کے متعارف کردہ بلدیاتی نظام کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ اس نظام کے آنے سے عوام کی ڈیڑھ سو برس پرانے نظام سے جان چھوٹ گئی ہے۔
15 ستمبر 2000، جمعہ	4U	حسن علی شہریب (حمایت)	جنرل مشرف کا دورہ نیویارک	کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورہ امریکا کی تفصیل درج کی ہے اور اس کے ساتھ ان کے اس دورے کی تعریف بھی کی ہے جو کہ ملک کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوگا۔
18 ستمبر 2000، پیر	4U	حسین حقانی (مخالفت)	محاذ آرائی کی تیاریاں	کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورہ امریکا پر تبصرہ کیا ہے اور ساتھ ساتھ ملک کی مجموعی حالت بیان کرنے کے بعد مشرف پر تنقید کی ہے اور کہا ہے عوام اور سیاستدانوں سے فاصلے بڑھا کر ملک ترقی نہیں کر سکتا۔
22 ستمبر 2000، جمعہ	4L	جاوید چوہدری (مخالفت)	اگر اعتماد نہیں تو۔۔	کالم نگار نے جنرل مشرف پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ ملکی ترقی کسی کام کی نہیں جب حکمرانوں کو عوام پر اعتماد ہی نہیں۔
24 ستمبر 2000، اتوار	3L	عباس مہکری (مخالفت)	مصنوعی سہارا ہمیں کب تک چلائے گا	کالم نگار نے حکومت کی معاشی پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ آخر کب تک ہم عالمی اداروں اور ورلڈ بنک وغیرہ کے سہارے پر چلتے رہیں گے۔
11اکتوبر2000، بدھ	4L	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	کچھ قربانیاں تو دینی پڑیں گی	کالم نگار نے جمہوری دور کی بدعنوانی کی تفصیلات بتا کر موجودہ حکومت کی مشکلات کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ حالات بالکل بہتر تو نہیں ہوئے لیکن پہلے سے بہت بہتر ہیں۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
13اکتوبر2000،جمعہ	4L	پیر محمد فضل حق (مخالفت)	حکومت کی ایک سالہ کارگردگی	کالم نگار نے حکومت کی ایک سالہ کارگردگی کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ حکومت نے عوام کو وعدوں کے سوا کچھ نہیں دیا۔ بہتر یہی ہے کہ حکمران سرحدوں کی حفاظت کا کام کریں اور حکومت سیاسی جماعتوں کے حوالے کردیں۔
15اکتوبر2000،پیر	4L	عباس مہکری (مخالفت)	حکمرانوں کی شاہ خرچیاں	کالم نگار نے بیورو کریسی اور حکمرانوں کے اخراجات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے ایک غریب ملک کے حکمران اگر اس طرح کی شاہ خرچیاں کریں گے تو عوام کا یہی حال ہوگا جو آج ہے۔
25اکتوبر2000،پیر	4U	مختار احمد بٹ (مخالفت)	بھاری مشاہروں پر مشیر رکھنے کی غلط روایت	کالم نگار نے گزشتہ ہفتے وفاقی کابینہ میں ہونے والی توسیع کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے غریب ملک میں اس قدر بھاری مشاہروں ہر مشیروں کی فوج رکھنا کہاں کا انصاف ہے۔
5نومبر2000،اتوار	4L	عباس مہکری (مخالفت)	مقامی حکومتیں، تجربوں پر تجربے کیوں	کالم نگار نے ضلعی نظام میں حکومت کی جانب سے ہونے والی بار بار کی تبدیلی پر کڑی تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ حکومت نے بغیر ہوم ورک کیے یہ نظام متعارف کروادیا جس کی وجہ سے یہ مسائل ہورہے ہیں۔
15نومبر2000،بدھ	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	مشرف حکومت کے عمل احتساب کا ایک سال	کالم نگار نے مشرف حکومت کی نیب کی کارگردگی کا تجزیہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حکومت نے کرپشن کے خلاف بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے ڈاکٹرز کو باہر بھیجنے کے حوالے سے جو مسئلہ پیدا ہوا ہے اس میں مداخلت کر کے حل کرنے پر ان کی تعریف کی ہے۔	جنرل مشرف کا درست فیصلہ	سلیم یزدانی (حمایت)	4L	17 نومبر 2000، جمعہ
کالم نگار نے ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بدعنوانی کے خلاف مہم تیز کرنے کی تجویز دی ہے اور کہا ہے کہ گورنر پنجاب کی طرح وہ بھی سختی کریں۔	صرف گورنر صفدر نہیں ،جنرل مشرف بھی ڈنڈا پکڑیں	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	4U	26 نومبر 2000، اتوار
کالم نگار نے نواز شریف ڈیل پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اب وہ سب قرضے اور جرائم جو نواز شریف نے کیے تھے وہ کہا گئے؟ نیشنل انٹرسٹ کے نام پر مفاد پرستی کی جا رہی ہے۔	نیشنل انٹرسٹ	جاوید چوہدری (مخالفت)	4L	18 دسمبر 2000، پیر
کالم نگار نے نواز شریف کے ساتھ ڈیل کو حکومت کی معاملہ فہمی اور حب الوطنی قرار دیا ہے۔اور کہا ہے کچھ لوگ صرف تنقید کرنا جانتے ہیں۔	کیسا وقار کہاں کا وقار	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	4L	22 دسمبر 2000، جمعہ
کالم نگار نے جنرل مشرف کے حالیہ خطاب پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ عوام کی جو توقعات تھیں وہ پوری نہیں ہو سکی۔	چیف ایگزیکٹو کا خطاب	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	4L	24 دسمبر 2000، اتوار
کالم نگار نے کہا ہے کہ دنیا بھر میں وزارت خارجہ اور وزارت تجارت کے درمیان گہرے مراسم ہوتے ہیں اور دونوں وزارتیں مل کر کام کرتی ہیں جس سے تعلقات قائم کرنا آسان ہوتا ہے لیکن پاکستان میں وزارت خارجہ بغیر کسی باہمی مشاورت کے معاملات چلاتی ہے جس سے ملک کو نقصان ہوتا ہے۔	وزارت خارجہ انکھیں کھولے	آغا مسعود حسین (مخالفت)	3U	26 جنوری 2001، جمعہ

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
28جنوری2001،اتوار	4L	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	ملازمتوں میں چھانٹی اور بھرتی۔ دو متضاد فیصلے	کالم نگار نے حکومتی پالیسی پر تنقید کی ہے جس کے تحت ایک طرف تو لوگوں کو نوکریوں سے نکال کر بے روزگار کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف لاکھوں روپے تنخواہوں سے نئے من پسند افراد کو ملازمت پر رکھا جا رہا ہے۔
9فروری2001	4U	جاوید چوہدری (حمایت)	جنرل پرویز مشرف سے ایک طویل ملاقات	کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف سے ہونے والی تفصیلی ملاقات کی روداد لکھی ہے جس میں ان کی جانب سے پاکستان کے مسائل پر ہونے والی بات چیت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے جس طرح کی حکمت عملی بتائی اس سے تو لگتا ہے مسائل ہو جائیں گے۔
14فروری2001،بدھ	4U	مختار احمد بٹ (حمایت)	فوج کو گند صاف کرنے دیں	کالم نگار نے پچھلے فوجی ادوار کی کارگردگی بیان کرنے کے بعد سیاستدانوں کے کارناموں کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس ملک میں ہمیشہ فوج نے ہی مشکل وقت میں سنبھالا ہے۔اس لیے میری تجویز تو یہ ہے کہ فوج کو گند صاف کرنے دیں۔
4مارچ2001،اتوار	4L	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	زلزلے اور مہنگائی کے جھٹکے	کالم نگار نے بھارت اور پاکستان میں زلزلے کا ذکر کرنے کے بعد ملک میں ہونے والی مہنگائی کو بھی زلزلے کے جھٹکے سے تشبیہہ دی ہے اور اس کے علاوہ حکومت کی طرف غلط اعداد و شمار پیش کرنے پر بھی اسے تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔
11مارچ2001،اتوار	4L	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	آئی ایم ایف سے چھٹکارا کب حاصل ہوگا؟	کالم نگار نے حال میں وزیر خزانہ اور سیکرٹری خزانہ کی جانب سے دیئے جانے والے بیانات کی روشنی میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ بیانات تو اچھے دیئے جا رہے ہیں لیکن چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے جن اقدامات کی ضرورت ہے وہ نہیں کیے جا رہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
14مارچ2001،بدھ	4L	ارشاداحمدحقانی (حمایت)	مدیران جرائد کے ظہرانے سے جنرل پرویزمشرف کا خطاب	کالم نگار نے جنرل پرویز سے مدیران کی ہونے والی ملاقات کا احوال لکھا ہے اور ساتھ ساتھ ان کی ان باتوں کا ذکر کیا جس سے وہ متاثر ہوئے ہین،جن میں ملک کے مسائل کا ادراک،خارجہ پالیسی میں بہتری،صاف گوئی اور خوداعتمادی کی تعریف کی ہے۔
18مارچ 2001،اتوار	4L	عبدالقادرحسن (حمایت)	تونہیں اورسہی	کالم نگار نے جنرل مشرف کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ایک حقیقت پسندانسان ہیں اور جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھاتے ہیں۔لیکن کالا باغ ڈیم کے حوالے سے بھی تھوڑا سخت فیصلے کرنے ہوں گے۔
26مارچ2001،پیر	3U	عبدالقادرحسن (مخالفت)	صرف ٹیکس ہی کیوں	کالم نگار نے وزیرخزانہ کے زرعی زمینوں پرٹیکس لگائے جانے کے بیان پر تنقیدی کالم لکھا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ہمیشہ صرف ٹیکس کی بات ہی کیوں کی جاتی ہے،حکومتی اخراجات کم کرنے کی بات کیوں نہیں کی جاتی۔صدر ہاؤس اوروزیر اعظم ہاؤس کےاخراجات کم ہونے چاہیے۔
2اپریل2001،پیر	4L	مختاراحمدبٹ (حمایت)	گراف اوپر جاسکتا ہے	کالم نگار نے حکومت کی ۱۸ ماہ کی کارگردگی کا جائزہ لے کر کہا ہے کہ حکومتی کارگردگی اتنی بھی بری نہیں جتنی پیش کی جارہی ہے۔بس کچھ شعبہ جات ہیں جن پرتوجہ دینے کی ضرورت ہے۔
4اپریل2001،بدھ	4L	زاہدہ حنا (مخالفت)	آئین کوالزام نہ دیں	کالم نگار نے آئین میں تبدیلی کی بازگشت پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ آئین کو چھیڑنے کے بجائے ملک کے دیگر مسائل کوحل کرنے پرتوجہ دی جائے جن میں مہنگائی اورامن وامان جیسے مسائل پرتوجہ دیں۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
15اپریل2001،		عباس مہکری (مخالفت)	تشویشناک انکشاف	کالم نگار نے پاکستان کے غریب ممالک کی فہرست میں 37 نمبر آنے پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے ہے ملک میں مہنگائی اور بے روزگاری مے بے حد اضافہ ہو رہا ہے۔اور لوگوں کو بہت سے توقعات وابستہ تھیں لیکن حکومت نے کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جس سے ملک میں خوشحالی آتی۔
23اپریل2001، پیر	3L	خورشید ندیم (مخالفت)	جنرل پرویز مشرف اور منصب صدارت	کالم نگار نے پرویز مشرف کے صدر بننے کے لیے کی جانے والی کوششوں پر طنز کیا ہے اور تجویز دی ہے کہ اقتدار میں رہنے کے بہانے ڈھونڈنے کے بجائے سیاستدانوں کے سپرد کر کے سرخرو ہو جائیں۔
29اپریل2001، اتوار	4U	عباس مہکری (حمایت)	قومی ائیر لائن کو بحال کرنے کا فیصلہ	کالم نگار نے حکومت کے پی آئی اے کو بحال کرنے کے حوالے سے کیے جانے والے اقدامات کی تائید کی ہے اور خورشید انور کی نامزدگی پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔
14 مئی 2001، پیر	3U	حسین حقانی (مخالفت)	ضرورت ہے ملک چلانے والوں کی	کالم نگار نے جنرل مشرف اور ایوب خان کا تقابلی جائزہ لے کر کہا ہے کہ جرنیل جب بھی آتے ہیں تو وہ شروع میں نادہندہ بن کر آتے ہیں لیکن پھر جانے کا نام ہی نہیں لیتے۔اس لئے مشرف صاحب بھی اسی موڈ میں نظر آتے ہیں۔ہمیں ملک کے نادہندہ کی نہیں بلکہ ملک چلانے والوں کی ضرورت ہے۔
16 مئی 2001، بدھ	4L	پیر محمد فضل حق (مخالفت)	حکومتی دعوے اور اقدامات	کالم نگار نے کالم میں لکھا ہے کہ حکومت ایک طرف تو اتنے بڑے بڑے دعوے کرتی ہے لیکن دوسری طرف حکومتی کارگردگی صفر ہے ،عوام تو اب دعوؤں کے عادی ہو چکے ہیں۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
21 مئی 2001، پیر	4L	رحمت علی رازی (مخالفت)	پھر دیا جائے گا لوگوں کو فریب آرزو	کالم نگار نے جنرل مشرف کے بی بی سی کو دیے جانے والے انٹرویو کا حوالے دیا ہے جس میں انھوں نے کہا کہ فوج واپس چلی جائے گی اور جمہوریت کو فروغ دیا جائے گا۔لیکن ایسا ہوتا نظر نہیں آرہا،حکومت کی کارگردگی صفر ہے نہ کوئی ترقیاتی کام ہورہے ہیں اور نہ ہی کرپشن کی روک تھام۔
27 مئی 2001،اتوار	3U	مختار احمد بٹ (حمایت)	پاکستان کی کامیاب خارجہ پالیسی کا ثبوت	کالم نگار نے بھارت کی جانب سے دی جانے والی مذاکرات کی دعوت کو پاکستان حکومت کی کامیاب خارجہ پالیسی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ان کا کہنا ہے آج سے پہلے بھارت بات کرنے کا بھی روادار نہیں تھا لیکن اب اس نے باقاعدہ دورے کی دعوت دی ہے۔
3 جون 2001،	2U	حسن نثار (حمایت)	وزیرداخلہ کے ساتھ اظہار یکجہتی	کالم نگار نے وفاقی وزیرداخلہ کے انتہا پسندی کے خلاف دیے جانے والے بیان کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ پاکستان کی ۹۹ فیصد عوام کی دل کی آواز ہے۔
11 جون 2001، پیر	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	مذہبی انتہا پسندی اور جنرل پرویز مشرف	کالم نگار نے جنرل مشرف کی انتہا پسندی کے خالف پالیسیوں کی حمایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں لینا چاہیے کہ وہ کشمیر کی جدوجہد کے خلاف ہیں۔
18 جون 2001، پیر	4L	حسین حقانی (حمایت)	سیاستدانوں کو اعتماد میں لینے کے فوائد	کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورہ بھارت سے پہلے سیاستدانوں سے مشورہ کرنے کی جو بات کی ہے اس کی حمایت میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے اس طرح کے اقدامات سے ملک میں جمہوریت کو فروغ ملے گا اور سیاستدان بھی سیاسی عمل کا حصہ بن سکیں گے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
24 جون 2001، بدھ	4L	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	بجٹ میں مہنگائی کے سوا کیا ہے	کالم نگار نے وفاقی بجٹ پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ حکومت نے تنخواہوں میں اضافہ کا اعلان تو چند ماہ بعد سے کیا ہے لیکن مہنگائی ابھی سے کر دی ہے۔ پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ نہیں کیا گیا تھا وہ بھی کر دیا گیا ہے۔ دراصل بجٹ کے اس فرسودہ طریقے کو بدلنے کی ضرورت ہے۔
25 جون 2001، پیر	4L	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	عزت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے	کالم نگار نے اسلام آباد میں مختلف لوگوں سے ملاقات کے دوران جنرل مشرف کے حوالے سے جو تاثرات تھے وہ قلمبند کیے ہیں اور کہا ہے کہ لوگوں کی رائے مثبت ہے اس تبدیلی کے حوالے سے۔ اس لیے ہم بھی اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ جنرل صاحب ملک کی خدمت کریں۔
2 جولائی 2001، پیر	3U	حسین حقانی (حمایت)	پائیدار مشاورت کی بنیاد رکھنے پر غور کریں	کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورہء بھارت سے پہلے ہونے والی مشاورت کی تعریف کی ہے اور ساتھ ساتھ ان کو مشورہ دیا ہے کہ ائندہ بھی ملکی معاملات میں ملک کے مختلف طبقات سے مشاورت ضرور کیا کریں۔
23 جولائی 2001، پیر	3L	حسین حقانی (حمایت)	سیاسی اقتصادی اداروں کو مضبوط بنانے کی ضرورت	کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف کے دورہ بھارت کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ ان کے دورے سے پوری دنیا میں کشمیر کے مسئلے کو پزیرائی ملی ہے۔ ساتھ تجویز دی ہے کہ اس طرح کے مضبوط موقف پیش کرنے کے لیے ملک کے اقتصادی حالت کا بہتر ہونا بہت ضروری ہے۔
23 جولائی 2001، پیر	4L	پیر محمد فضل حق (حمایت)	جنرل مشرف نے پاکستان کے موقف سے انحراف نہیں کیا	کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورہ بھارت پر تبصرہ کرتے ہوئے کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے پاکستان کا موقف بہترین طریقے سے پیش کیا ہے اور ساتھ ساتھ آئندہ مذاکرات کے لیے بھی امکانات چھوڑے ہیں۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
29 جولائی 2001، اتوار	4L	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	اور اب بیواؤں اور ضعیفوں پر بھی انکم ٹیکس	کالم نگار نے جلد بازی سے تیار کیے گئے نئے انکم ٹیکس قوانین پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ بیچارے ضعیفوں اور بیواؤں کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ سب سے زیادہ ناانصافی محدود آمدنی والے طبقے کے ساتھ کی گئی ہے۔
15 اگست 2001، بدھ	4L	پیر محمد فضل حق (مخالفت)	بلدیاتی انتخابات اور اس کے بعد	کالم نگار نے نئے بلدیاتی نظام کا تجزیہ کیا ہے اور کہا ہے کہ انتخابات تو مکمل ہو گئے ہیں اب ان کے اثرات دیکھنا ہوں گے لیکن لوگوں کا کہنا یہی ہے کہ اس نظام سے وفاق کمزور ہوگا اور صوبائی عصبیت میں اضافہ ہوگا۔ نسلی اور لسانی جماعتوں کو پنپنے کا زیادہ موقع ملے گا۔
5 ستمبر 2001، بدھ	4L	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	نئی ٹاسک فورس ۔۔ عظیم مقصد کے لیے	کالم نگار نے ڈاکٹر نسیم اشرف کی سربراہی میں بننے والی ٹاسک فورس کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا مقصد نوجوانوں کو تعلیم اور ہنر سے آشنا کرنا ایک بڑا مقصد ہے، جنرل مشرف کا یہ قدم لائق تحسین ہے۔
9 ستمبر 2001، اتوار	4L	عباس مہکری (مخالفت)	قومی اداروں کو بچانے کی پالیسی اپنائیں	کالم نگار نے این ڈی ایف سی کو نیشنل بینک میں ضم کرنے کے اقدام پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ بیچارے کھاتیداروں کو شدید مشکل میں ڈال دیا گیا ہے۔ جب حکومت آئی تھی تو کہا گیا تھا کہ معاشی حالات ٹھیک ہو جائیں گے، لیکن اس اقدام سے تو معیشت کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔
15 اکتوبر 2001، پیر	3L	حسین حقانی (مخالفت)	قومی مفاد کا تعین	کالم نگار نے دہشت گردی کی جنگ میں امریکا کا ساتھ دینے کی تعریف کی ہے لیکن ساتھ میں فوجی حکومت کو اس بات پر تنقید کا نشانہ بنایا ہے کہ جب یہی بات سول حکام کیا کرتے تھے تو مشرف صاحب مانتے نہیں تھے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
24اکتوبر2001، بدھ	3L	جاوید چوہدری (مخالفت)	واسٹ میجارٹی	کالم نگار نے مشرف کے حکومت امریکا کا ساتھ دینے کے فیصلے کی تائید کے لیے جو انھوں نے بیان دیا کہ واسٹ میجارٹی ان کے ساتھ ہے اس پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ واسٹ میجارٹی تو سڑکوں پر اس فیصلے کے خلاف احتجاج کر رہی ہے۔
9جنوری2002، بدھ	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	سپریم کورٹ میں تقرریاں ،مشرف حکومت کا خوفناک فیصلہ	کالم نگار نے جنرل مشرف کی طرف سے کی گئی اعلی عدلیہ کے ججز کی تقرری پر کڑی تنقید کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ یہ کام نئے آنے والے چیف جسٹس کے مشورے سے کیا جانا چاہیے تھا۔ایسے اقدام سے عدلیہ کے کاموں میں مداخلت ہوتی ہے۔
11جنوری2002، جمعہ	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	کشمیر کمیٹی کا احیا۔حسن انتخاب	کالم نگار نے پاک بھارت کشیدگی کے اس اہم موڑ پر حکموت پاکستان کی جانب سے کشمیر کمیٹی کے احیا کے فیصلے کو قابل تعریف قرار دیا ہے اور ساتھ کمیٹی کے چئیر مین کے لیے منتخب کیے گئے فرد کی بھی تعریف کی ہے۔
14جنوری2002، پیر	3L	حسین حقانی (حمایت)	اپنوں کی طرف بھی دوستی کا ہاتھ بڑھائیں	کالم نگار نے مشرف کے اب تک کے اقدامات کی تعریف کی ہے اور خاص کر بھارت کے ساتھ تعلقات بہتر کرنے کے لیے کی جانی والی کوشش کی تعریف کی ہے اور یہ تجویز بھی دی ہے کہ ملک کے باہر ہی نہیں بلکہ ملک کے اندر بھی سیاسی طاقتوں کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھائیں۔
18جنوری2002، جمعہ	4L	قاضی حسین احمد (مخالفت)	جنرل مشرف کی تقریر پر تبصرہ	کالم نگار نے مشرف کی تقریر پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور ان کے بیشتر اقدامات کو ناممکن قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مساجد اور مدارس کی رجسٹریشن کی جائے یا لاؤڈ اسپیکر پر پابندی لگائی جائے۔اس کے بجائے حکومت کو اپنے اداروں کی اصلاح کرنی چاہیے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
6فروری2002،بدھ	4L	جاوید اقبال (مخالفت)	ایجنڈے کی تکمیل کی جانب	کالم نگار نے مشرف حکومت کے دو سالہ دور کا تجزیہ کیا ہے اور ان کے کیے گئے وعدوں کو بیان کر کے ان کا جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گئے ہیں۔
10فروری2002،اتوار	3L	اظہر حسن صدیقی (حمایت)	وزیر داخلہ کا عمائدین سے خطاب	کالم نگار نے وزیر داخلہ جنرل معین الدین حیدر کے قبائلی عمائدین سے کیے جانے والے خطاب کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ پورے ملک کے شہریوں کے قوانین یکساں ہونے چاہییے۔
3مارچ2002،اتوار	4L	عباس مہکری (حمایت)	غیر معمولی کارنامہ	کالم نگار نے پی ائی اے کے منافع بخش ادارے بننے کی خبر پر موجودہ حکومت کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حکومت ہی کا کارنامہ ہے کہ اس نے ایسے فرد کا اارے کے سربراہ کے طور پر انتخاب کیا جس نے اپنی محنت سے ادارے کو منافع بخش بنا دیا۔
17مارچ2002،اتوار	3U	عبدالقادر حسن (مخالفت)	وزارت عظمی کے طالبان	کالم نگار نے فوجی حکومت پر طنزیہ کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ فوجی حکومت نے انتخابات سے پہلے ہی سیاستدانوں کو تمام صورتحال بتا دی ہے کہ مضبوط عہدے اور اختیارات مشرف کے پاس ہی رہیں گے
25مارچ2002،پیر	3L	حسین حقانی (مخالفت)	سیاست کی گاڑی کو چلنے دیا جائے	کالم نگار نے جنرل مشرف کے ریفرنڈم کے فیصلے پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ جنرل صاحب کو چاہیے کہ وہ آئینی طریقے سے جو کرنا چاہتے ہیں کر لیں لیکن سیاست کی گاڑی کو چلنے دیں۔
7اپریل2002،اتوار	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	ریفرنڈم کرانے کا فیصلہ ۔۔مضمرات	کالم نگار نے مشرف کے دور میں حکومتی نظم و نسق کے بہتر ہونے کی تعریف کی ہے لیکن کہا ہے کہ ان کے بقیہ اقدام یعنی اپنی حکومت کو طول دینے کے اقدامات بالکل غیر آئینی ہیں۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے جنرل مشرف کی تعریف میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ آپ کو ریفرنڈم کی ضرورت ہی نہیں تھی کیوں کہ عوام پہلے ہی آپ کے ساتھ اور نتیجہ بالکل واضح ہے کہ آپ جیت جائیں گے۔	جنرل صاحب کی خیر	آغا مسعود حسین (حمایت)	4L	12 اپریل 2002، جمعہ
کالم نگار نے مشرف کے ریفرنڈم کے فیصلے کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے اس کے جتنے بھی استدلال پیش کیے جائیں لیکن یہ رہے گا پھر بھی غیر قانونی۔ اور دنیا میں پہلی دفعہ ایسا ہوگا کہ لوگ بغیر ووٹر لسٹوں کے ووٹ ڈالیں گے۔	جنرل مشرف درست اضطراری اور غلط ارادی فیصلہ	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	4U	17 اپریل 2002، بدھ
کالم نگار نے جنرل مشرف کی حکومت کے دور میں ہونے والی مہنگائی کا زکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابھی تو عوام مہنگائی کے جال سے ہی نہیں نکل پا رہی کہ پیٹرول ۷ فیصد مہنگا کرنے کا اعلان کر دیا ہے جو کہ عوام پر بم کی طرح گرا ہے۔	ایک ستم اور مری جاں	خلیل احمد نینی تال والا (مخالفت)	4L	20 مئی 2002، پیر
کالم نگار نے حکومت کی طرف سے پیش کیے جانے والے بجٹ کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ ایسا بجٹ پیش کرنے سے تو اچھا تھا کہ حکومت یہ زحمت ہی نہ کرتی۔	وفاقی بجٹ۔۔اس تکلف کی بھی کیا ضرورت تھی	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	4L	23 جون 2002، اتوار
کالم نگار نے پچھلے دنوں کی جانے والی صدر مشرف کی تقریر کا تنقیدی تجزیہ کیا ہے اور اس میں بیشتر حقائق بیان کیے ہیں کہ نہ تو غربت میں کمی واقع ہوئی ہے اور نہ ہی، مہنگائی میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کرپشن میں بھی دوبارہ اضافہ ہونا شروع ہوگیا ہے۔	صدر صاحب کی تقریر کا تنقیدی جائزہ	سلطان برق (مخالفت)	4L	19 جولائی 2002، جمعہ
کالم نگار نے میر والا میں ہونے والے مختاراں مائی کے واقعہ پر کیے جانے والے دوروں پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ کیا ہر گاؤں کی خواتین کو اس طرح کی قربانی دینی پڑے گی اپنے گاؤں کی ترقی کے لیے۔ ملک میں کام کسی واقع کے نتیجے میں نہیں ہونا چاہیے۔	اعلان اور دورے	جاوید چوہدری (مخالفت)	4L	22 جولائی 2002، پیر

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے گوادر کو حکومت کی جانب سے ڈیوٹی فری پورٹ بنانے کے فیصلے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ اس کے طویل مدتی اثرات مرتب ہوں گے۔	ایک امید افزا فیصلہ	مرزا اختیار بیگ (حمایت)	4L	26 جولائی 2002، جمعہ
کالم نگار نے مجوزہ آئینی ترمیم کے مختلف نکات پر تجزیہ کیا ہے جس میں زیادہ توجہ فوج کی ملکی سیاست میں شمولیت کے حوالے سے شقوں پر تنقید کی ہے۔	آئینی ترمیم، ایک جائزہ	پروفیسر خورشید (مخالفت)	4U	31 جولائی 2002، بدھ
کالم نگار نے جنرل مشرف کی طرف سے کی جانے والی آئینی ترمیم کا جائزہ لیا ہے اور ان کی طرف سے کی جانے والی ترمیم کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ اس ملک میں بہتری آئے گی۔	آئینی ترامیم کے پیکج کا جائزہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد اعظم (حمایت)	4L	9 اگست 2002، جمعہ
کالم نگار نے صدر مشرف کی جانب سے کی جانے والی آئینی ترمیم پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ فوج کو جس طرح سیاست میں رکھنے کے لیے دروازہ کھولا جا رہا ہے اس کے ملک پر بہت برے اثرات مرتب ہوں گے۔	آئین سے وفاداری	کیپٹن محمد صفدر (مخالفت)	4L	25 اگست 2002، اتوار
کالم نگار نے صدر کی متعارف کرائی جانے والی آئینی ترمیم کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ سیکورٹی کونسل کا قیام دراصل فوج کا سیاست میں داخلہ روکنے کے لیے انتہائی مناسب طریقہ ہے۔	کچھ نے کہا چہرہ ترا	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	4L	26 اگست 2002، پیر
کالم نگار نے ہلکے پھلکے لہجے میں مشرف کی آئینی ترمیم پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ مشرف نے اس ترمیم کے ذریعے سارے آمرانی اختیارات لے لیے ہیں۔	آئینی ترمیم اور عام انتخابات	حسین حقانی (مخالفت)	3L	2 ستمبر 2002، پیر
کالم نگار نے صدر مشرف کی حکومت کی بدعنوانی سے پاک ہونے کی تعریف کی ہے اور ساتھ ساتھ ان کو غربت کے خاتمے کے لیے چند تجاویز بھی دی ہیں۔	غربت کے خاتمے کے لیے صدر صاحب کا ایجنڈا	سلطان برق (حمایت)	3L	2 ستمبر 2002، پیر

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
13اکتوبر2002،پیر	4L	اظہرحسن صدیقی (مخالفت)	اعدادوشمارکی بحث حقیقت کیا ہے	کالم نگار نے الیکشن کے بعد حکومت کی طرف سے پیش کیے جانے والے ترقی کے حوالے سے اعدادوشمار پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ اگر واقعی میں ہی ترقی ہوئی ہے تو نظر کیوں نہیں آ رہی۔
21اکتوبر2002،پیر	4L	حسن صدیقی (مخالفت)	گیارہ ارب روپے کی اسمبلیاں اورعوام	کالم نگار نے مشرف پر انتخابات کروانے پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ غریب عوام کے مسائل حل کرنے کے بجائے ان فضول کاموں پر عوام کا پیسہ لگا دیا گیا ہے۔
11نومبر2002،پیر	3L	حسین حقانی (مخالفت)	سیاست کوموقع تو دیں	کالم نگار نے مشرف اور فوج کی سیاسی امور میں ناکامی پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ فوج کا یہ کام نہیں ہے اس لیے وہ سیاسی جماعتوں کو کام کرنے دیں تا کہ ملک میں جمہوریت بحال ہو جائے
13نومبر2002،بدھ	3L	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	مثبت پیشرفت	کالم نگار نے انتخابات کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کو جنرل مشرف نے جس طرح افہام و تفہیم سے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس پر ان کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وہ تو تمام سیاسی جماعتوں کو برابری کی سطح پر لے کر چل رہے ہیں۔
24نومبر2002،اتوار	4L	عباس مہکری (مخالفت)	صدر مشرف کی خواہش کے مطابق بنی حکومت	کالم نگار نے مشرف کے کرائے گئے انتخابات کے بعد بننے والی حکومت کو ان کی خواہشات پر مبنی حکومت کہا ہے اور طنز کرتے ہوئے کہا ہے جیسے وہ چاہتے تھے ویسا ہی ہو گیا ہے، لیکن ہماری دعا ہے کہ اب ملک سے بے روزگاری اور غربت کا خاتمہ ہو۔
16دسمبر2002،پیر	4L	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	عوامی بھلائی کی طرف پہلا قدم	کالم نگار نے وزیر اعظم ظفر اللہ جمالی کی زیر صدارت ہونے والے کابینہ کے پہلے اجلاس میں کیے گئے فیصلوں کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ بہت عرصے بعد عوام کو ریلف ملا ہے اور مہنگائی میں کمی کے امکانات واضح ہو گئے ہیں۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
20دسمبر2002،جمعہ	4U	ارشاداحمدحقانی(مخالفت)	نئی حکومت جنرل مشرف کا شاہکار	کالم نگار نے انتخابات کے بعد بننے والی حکومت کی صورتحال بتا کر مشرف پرتنقید کی ہےاور کہا ہے کہ ان کے تین سالہ دور سے جو نظام برآمد ہوا ہےاس سےکوئی بے وقوف ہی اچھے کی امید رکھ سکتا ہے۔
25دسمبر2002،بدھ	4U	بےنظیربھٹو(مخالفت)	ہماری خارجہ پالیسی اور خطے کی صورتحال	کالم نگار نے موجودہ حالات میں پاکستان کی خارجہ پالیسی پر بحث کی ہے اور بھارت سے تعلقات کوتنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ جمہوری دور میں تعلقات کو پروان نہیں چڑھنے دیا جاتااوراب کوشش کی جارہی ہے۔
6جنوری2003،پیر	4L	ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ(مخالفت)	معیشت کوداؤ پر لگا کر فیصلے نہ کریں	کالم نگارےقومی بچت کی اسکیموں پرشرح منافع کی کمی کےحکومتی اعلان کوتنقید کانشانہ بنایاہےاور کہا ہے کہ معیشت کی بہتری کے لیے اور بہت سےاقدامات کیے جاسکتے ہیں۔
13جنوری2003،پیر	4U	حامدمیر(مخالفت)	عراق کے بعد پاکستان	کالم نگار نے امریکا کےمختلف اداروں کی جانب سے پاکستان پر لگائے جانے واے الزامات کا جواب نہ دینے پر وزیر خارجہ اورصدرمشرف پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ ان کوصحیح جواب دینا چاہیے۔
19جنوری2003،اتوار	4L	عباس مہکری(مخالفت)	زیب النساء کی موت کا زمہ دار کون	کالم نگارنے زیب النساءکی جوکہ دل کے عارضہ میں مبتلاتھی اور پیسہ نہ ہونے کی وجہ سےعلاج نہ کرواسکی اورموت کے منہ میں چلی گئی،اس کیس کوسامنے رکھ کرحکومت کوکڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔
5فروری2003،بدھ	4L	عظیم ایم میاں(حمایت)	وزیرخارجہ کادورہ امریکا	کالم نگار نے وزیر خارجہ محمود قصوری کے دورہ امریکا کی تعریف میں کالم لکھا ہےاور کہا ہے کہ انھوں نے وہاں موجود پاکستانیوں کے مسائل کا ہرفورم پرذکرکیااور پاکستان کےحوالے سےامداد کےتسلسل پربھی بات کی۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے صدر مشرف کی جانب سے کیے جانے والے وعدوں کا تزکرہ کیا ہے اور موجودہ صورتحال میں ان وعدوں کو یاد دلا کر کہا ہے کہ کوئی بھی وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔	صدر مشرف کے وعدے، حقائق کے آئینے میں	ممتاز احمد تارڑ (مخالفت)	4U	10 فروری 2003، پیر
کالم نگار نے ادویات کی بڑھتی ہوئی قیمتوں پر حکومت پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ غریب آدمی کے لیے علاج کروانا بھی مشکل ہو گیا ہے، اور وزیراعظم اس پر کمیٹی تشکیل دیتے جا رہے ہیں۔	دوائیں سستی کریں	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	4L	13 اپریل 2003، اتوار
کالم نگار نے جنرل مشرف کے بیان کہ میں غیر مہذب اسمبلی سے خطاب نہیں کروں گا، پر طنزیہ کالم لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ خود ہی اسمبلیاں بنا کر ان کو غیر مہذب کہنا کہاں کا اصول ہے۔	غیر مہذب اسمبلی	ڈاکٹر صفدر محمود (مخالفت)	4L	30 اپریل 2003، بدھ
کالم نگار نے پاک بھارت مذاکرات اور کشمیر کے حوالے سے کرائی جانے والی وزیراعظم اور وزیر خارجہ کی یقین دہانیوں کو قابل یقین قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ عوام کو بھی ان پر یقین رکھنا چاہیے۔	وزیراعظم اور وزیر خارجہ کی یقین دہانی پر اعتماد کریں	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	4U	11 مئی 2003، اتوار
کالم نگار نے غربت مٹاؤ پروگرام کے حوالے سے ہونے والے وزارت خزانہ کے اجلاس کی تعریف کی ہے ور کہا ہے وزیر خزانہ اتنے قابل ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو اس پروگرام کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔	غربت میں کمی کی تجاویز پر پھر غور	اظہر حسن صدیقی (حمایت)	4L	18 مئی 2003، اتوار
کالم نگار نے اس ہفتے وزیراعظم اور ان کے وزراء کے کراچی دورے پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح وزیراعظم اور ان کی ٹیم ان دو دنوں میں کراچی میں مصروف رہی تو اس سے محسوس ہوتا ہے کہ حکومت وقت اقتصادی ترقی کے حوالے سے سنجیدہ ہے۔	ترقیاتی چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے حوصلہ افزا اقدامات	ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ (حمایت)	4L	26 مئی 2003، پیر

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
9 جون 2003، پیر	4L	رحمت علی رازی (مخالفت)	بے روزگاری کا بھی تو کچھ کیجئے	کالم نگار نے ملک میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری کی طرف حکومت کی توجہ دلانے کی کوشش کی ہے اور اسی سلسلے میں حکومت کو تنقید کا نشانہ بھی بنایا ہے۔
11 جون 2003، بدھ	4L	جیون خان (مخالفت)	غریبوں کی سنو	کالم نگار نے ملک میں غریبوں کی بے بسی کا ذکر کرنے کے بعد حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے ان کے لیے اسکیمیں متعارف کروانی چاہئیں۔
13 جون 2003، جمعہ	4L	جاوید چوہدری (مخالفت)	سرکاری بوڑھے اور غیر سرکاری بوڑھے۔	کالم نگار نے سرکاری ملازمین کو ملنے والی پینشن پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ پنشن بوڑھوں کے لیے ہونی چاہئے۔
15 جون 2003، اتوار	4L	اظہر حسن صدیقی (مخالفت)	عوام کی حالت میں کب بہتری آئے گی	کالم نگار نے حکومت کی جانب سے سرکاری فلیٹس میں رہنے والوں کے کرائے میں اضافے کے خلاف کالم لکھا ہے اور حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے ور کہا ہے کہ امیر تو امیر ہوتے جا رہے ہیں جب کہ غریب بچارہ پستا جارہا ہے۔
16 جون 2003، پیر	4L	ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ (حمایت)	سرمایہ کاردوست بجٹ	کالم نگار نے حکومت کی جانب سے پیش کیے جانے والے بجٹ کو سرمایہ کار دوست بجٹ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حکومت نے تاجروں کے درینہ مسائل حل کر دیے ہیں۔
14 جولائی 2003، پیر	3L	حسین حقانی (مخالفت)	کامیاب دورے کامیاب حکمرانی کا متبادل نہیں ہوتے	کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف کے طویل غیر ملکی دوروں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ ان طویل ترین دوروں سے بہتر ہے کہ ملک کی حکمرانی پر توجہ دیں جہاں مسائل کا ایک انبار لگا ہوا ہے۔
20 جولائی 2003، اتوار	4L	خالد خان (حمایت)	صرف ایک آئینہ چاہیے	کالم نگار نے ایک کالم کا جواب دیتے ہوئے حکومت کی تعریف کی ہے اور حکومت کی جانب سے کیے گئے اہم اقدامات کا تذکرہ بھی کیا ہے اور کہا ہے کہ حکومتی پالیسی اس وقت سب سے بہترین ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
21جولائی2003، پیر	4U	رحمت علی رازی (مخالفت)	امن وامان کی خواہش اور موجودہ انتظامیہ	کالم نگار نے وزیر اعظم کے امن و امان کے حوالے سے دیئے گئے بیان کو موضوع بناتے ہوئے کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ صرف پولیس پر انحصار کر کے حالات ٹھیک نہیں کیے جا سکتے۔
3 2جولائی 2003، بدھ	4L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	پھر وہ ہی ٹریکٹر	کالم نگار نے حکومت کے پرانے ٹریکٹر درآمد کرنے کے فیصلے کے خلاف کالم لکھا ہے اور کہا کہ اس سے مقامی صنعت کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔
6اگست2003، بدھ	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	صدر مشرف سے ملاقات	کالم نگار نے صدر جنرل مشرف سے ہونے والی ملاقات کا احوال تحریر کیا ہے اور اس میں بیشتر موقعوں پر ان کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔
24اگست2003، اتوار	4L	اظہر حسن صدیقی (حمایت)	اردو بطور دفتری زبان	کالم نگار نے اردو کو دفتری زبان بنائے جانے کے حوالے سے اجلاس بلانے کے فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے اور اس کام پر حکومت کی تعریف کی ہے۔
5 ستمبر2003، پیر	4L	آغا مسعود حسین (حمایت)	جنرل پرویز مشرف کا دورہ سندھ اور کالا باغ ڈیم	کالم نگار نے سیلاب کے بعد جنرل مشرف کے دورہ سندھ کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی وہاں کی گئی باتوں کی تعریف کی ہے۔
12 ستمبر2003، جمعہ	4L	سید انور قدوائی (حمایت)	ملاوٹ سیاست اور حکمراں	کالم نگار نے حکومت کے ملاوٹ کے خلاف حالیہ ایکشن کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ لگتا ہے وزیر اعظم واقع ہی اس مسئلے سے نمٹنا چاہتے ہیں۔
10اکتوبر2003، جمعہ	4U	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	احتساب بیورو کارگردگی کا ایک پہلو	کالم نگار نے الائنس موٹرز فراڈ کے حوالے سے نیب کی کارگردگی کی تعریف کی اور کہا ہے کہ اس کیس کے حل ہونے سے بے شمار غریبوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔
15اکتوبر2003، بدھ	4L	حسن نثار (مخالفت)	کنگال سے قارون بننے والے	کالم نگار نے حکومت کے تین سال مکمل ہونے پر طنزیہ کالم لکھ کر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ ملک خوشحال ہو گیا ہے اور کرپشن کا بھی خاتمہ ہو گیا لیکن اتنی خاموشی ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چل رہا۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے جاوید ہاشمی کی گرفتاری پر حکومت کے خلاف کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ ہمارے ملک میں قانون صرف غریب اور کمزور کو ہی گرفت میں لیتا ہے۔	ائی ایم سارٹکس	حسن نثار (مخالفت)	4L	5 نومبر 2003، بدھ
کالم نگار نے جاوید ہاشمی کی گرفتاری پر حکومت نے جو موقف اپنایا ہے اس کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح رکن پارلیمان کے ساتھ سلوک کرنا کہاں کی جمہوریت ہے۔	جاوید ہاشمی کی گرفتاری اور حکومتی موقف	زاہدہ حنا (مخالفت)	4L	5 نومبر 2003، بدھ
کالم نگار نے ملک کے اندر بے چینی کی وجوہات کا تذکرہ کیا ہے جس میں امن و امان، معاشی حالات، کرپشن وغیرہ شامل ہیں۔ کالم نگار کا موقف ہے کہ ان سب کی بنیادی وجہ بیڈ گورننس ہے۔	اتنی بے چینی کیوں	حامد میر (مخالفت)	4L	10 نومبر 2003، پیر
کالم نگار نے ملک میں بڑھتی ہوئی انتہا پسندی کہا ہے آغاز میں تو مشرف کی پالیسیوں سے لگتا تھا کہ وہ انتہا پسندی کا خاتمہ کر دیں گے لیکن اب محسوس ہوتا ہے کہ ان کے دور میں انتہا پسندی میں اضافہ ہی ہوا ہے۔	دہشت گردی کا سوال	نذیر ناجی (مخالفت)	4L	23 نومبر 2003، اتوار
کالم نگار نے پاکستان اسٹیٹ آئل کی کارگردگی پیش کرنے کے بعد اس کی نجکاری کی مخالفت کی ہے اور حکومت سے اس کو نجکاری والی فہرست سے نکالنے کی اپیل کی ہے۔	پاکستان اسٹیٹ آئل کی نجکاری	ڈاکٹر اختر حسن خان (مخالفت)	4L	24 نومبر 2003، پیر
کالم نگار نے حال ہی میں صدر مشرف کے بی بی سی کو دیے گئے انٹرویو کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور ان کے جوابات پر بات کرتے ہوئے ان کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔	صاف گوئی بجا مگر۔۔	عباس مہکری (مخالفت)	4L	7 دسمبر 2003، اتوار
کالم نگار نے جنرل مشرف پر قاتلانہ حملے پر تنقید کی ہے اور ان کے حق میں لمبی عمر کی دعا کی ہے اور کہا ہے کہ حکمرانوں کو ہٹانے کا یہ طریقہ بہت خطرناک اور غلط ہے۔	Long live Mushraff	عطاء الحق قاسمی (حمایت)	4L	17 دسمبر 2003، بدھ

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے ہونے والی پوچھ گچھ پر کالم لکھا ہے اور موجودہ حالات کا تفصیل سے جائزہ لینے کے بعد مشرف کو درست قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ انھوں نے وہی کیا جو ریاست کے حق میں تھا۔	ایٹمی سائنسدانوں سے پوچھ گچھ اور مشرف کا کردار	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	4U	24 دسمبر 2003، بدھ
کالم نگار نے صدر کو حملے میں بچ جانے پر سلامتی کی دعا دینے کے بعد دنیا کے آمروں کی تاریخ بیان کی ہے اور کہا ہے کہ دنیا بھر میں ڈکٹیٹر تنہا ہی رہ جاتے ہیں۔ اس لیے مشرف چاہے کچھ بھی کر لیں آخری وقت میں کوئی بھی ان کے ساتھ کھڑا نہ ہوگا۔	ہر ڈکٹیٹر تنہا ہوتا ہے	حسین حقانی (مخالفت)	4L	5 جنوری 2004، پیر
کالم نگار نے کشمیر کے حوالے سے حکومتی بیان کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کو تھوڑی دیر کے لیے الگ کیا جا سکتا ہے کے بیان کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ یہ ملک کی بنیادی خارجہ پالیسی کے اصولوں کیخلاف ہے۔	یہ ہے نیا پاکستان	عبدالقادر حسن (مخالفت)	4L	14 جنوری 2014، بدھ
کالم نگار نے جنرل مشرف کے خود ایکشن لینے والے اقدامات کی تعریف کی ہے لیکن ساتھ میں یہ بھی کہا ہے کہ کب تک صدر خود ہر کام میں خود مداخلت کریں گے ،نظام کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔	مشرف اور عدل جہانگیری	اصغر ندیم سید (حمایت)	4L	23 جنوری 2004، جمعہ
کالم نگار نے وزیر اعظم کے سرکاری ملازمین کو گھر دینے کے اعلان کا خیر مقدم کیا ہے اور ان کی تعریف میں کالم لکھا ہے۔	گھر پیارا گھر	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	4L	2 جنوری 6 2004، پیر
کالم نگار نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی تشویش پر برہمی کا اظہار کیا ہے اور حکومت کے خلاف کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ اپنے ہیروز کے ساتھ ایسا سلوک کر کے ہم برباد ہو جائیں گے۔	کیا ہم نے خودکشی کا ارادہ کر لیا ہے	مشتاق احمد قریشی (مخالفت)	3L	2 فروری 2004، پیر

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
8فروری2004،اتوار	4L	عباس مہکری (حمایت)	ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں	کالم نگار نے پی آئی اے کے منافع بخش ادارہ بننے پر حکومت کی تعریف کی ہے اور کہا ہے جس طرح مشرف انتظامیہ نے اس ادارے کو منافع بخش بنایا ہے اسی طرح دوسرے اداروں پر بھی توجہ دینا ہوگی۔
9فروری2004، پیر	4L	نذیر ناجی (حمایت)	مشرف کی ڈی بریفنگ	کالم نگار نے ایٹمی ٹیکنالوجی کی منتقلی والے معاملے کو صحیح سے ہینڈل کرنے کا کریڈٹ مشرف کو دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو معاملات بگڑ جاتے۔
4مارچ2004،اتوار	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	خارجہ پالیسی ،حکومتی کارگردگی کا ایک روشن رخ	کالم نگار نے کہا ہے کہ جہاں میں نے مشرف کی مختلف پالیسیوں کی مخالفت کی ہے وہیں ان کی بہتر پالیسیوں کی حمایت بھی کرتا ہوں۔جیسا کہ مشرف حکومت نے پاکستان کی خارجہ پالیسی میں واضح کامیابیاں حاصل کی ہیں۔
17مارچ2004، بدھ	4L	جاوید چوہدری (مخالفت)	حکومتی افراتفری	کالم نگار نے حکومت کی افراتفری کا ذکر کیا ہے ،اور کہا ہے کہ ملک میں اتنی زیادہ مہنگائی ،مرغی کی قیمت آسمانوں کو چھورہی ہے لوہا اتنا مہنگا ہو چکا کہ خریدنا مشکل ہو گیا ہے۔لیکن حکومت کی اس طرف کوئی توجہ بھی نہیں۔
29مارچ2004، پیر	4L	حامد میر (مخالفت)	ہوشمندی کا تقاضا	کالم نگار نے جنوبی وزیرستان حکومتی اپریشن مر اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ اپریشن کا جواز تو بنتا تھا لیکن طریقہ کا غلط اپنایا گیا ہے جس کے تباہ کن اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔
7اپریل2004، بدھ	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	وزیر خزانہ شوکت عزیز لیاقت علی خان کی پیروی کریں	کالم نگار نے وزیر اعظم کی شوکت عزیز کو دی جانے والی ہدایات پر ان کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وزیر خزانہ کو بھی چاہیے کہ وہ ان کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے بجٹ کی تیاری کریں۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے نصاب تعلیم میں ہونے والی تبدیلیوں پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اگر ایک دوسرے پر الزام لگانے کا طرز عمل رہا تو ہمارے بچوں کا مستقبل تباہ ہو جائے گا۔ اور نصاب کے حوالے سے حکومت کو خصوصی توجہ دینی ہوگی۔	نصاب تعلیم مملکت کی ذمہ داری یا حکومتوں کی	محمود شام (مخالفت)	4L	14اپریل2004، بدھ
کالم نگار نے صدر مشرف کے وردی والے معاملے پر طنزیہ کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ حکومتی نمائندوں کو خود سمجھ نہیں آ رہا کہ وہ وردی کے حوالے سے کیا موقف اپنائیں۔	وردی	نذیر ناجی (مخالفت)	4L	16اپریل2004، جمعہ
کالم نگار نے سائٹ ایسوسی ایشن کے سیمینار میں اپنے پڑھے جانے والے مقالے کی تفصیلات درج کی ہیں ساتھ ساتھ پاکستان کی برآمدات کے حوالے سے نئی بننے والی پالیسی کی بھی تعریف کی ہے۔	پاکستان کی برآمدات کا ایک تجزیہ	مرزا اختیار بیگ (حمایت)	4U	19اپریل2004، پیر
کالم نگار نے دنیا کے بدلتے ہوئے حالات پر تجزیہ کرنے کے بعد پاکستان کو درپیش چیلنجز کا ذکر کیا ہے اور آخر میں جنرل مشرف کی پالیسیوں کی تعریف کی ہے۔	بند ہوتے راستے	سلیم یزدانی (حمایت)	4L	26اپریل2004، پیر
کالم نگار نے حکومت پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر حکومت مضبوط ہے اور عوام ان کے ساتھ ہے تو پھر ایک شخص کی پاکستان آمد سے اتنا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔	سارے دروازے کھول دیں	جاوید چوہدری (مخالفت)	4L	7مئی2004، جمعہ
کالم نگار نے وزیر خارجہ کے عراق فوج بھیجنے سے انکار کرنے والے بیان پر ان کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ آخر کار حکومت نے ہمت کا مظاہرہ کر ہی دیا۔	عراق میں پاکستانی فوج بھجوانے کا فیصلہ	احمد ندیم قاسمی (حمایت)	4L	26مئی2004، بدھ

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
28 مئی 2004، جمعہ	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	وطن عزیز میں جیلوں اور قیدیوں کی حالت زار	کالم نگار نے ملک کے طول و عرض میں موجود جیلوں اور قیدیوں کی حالت زار بیان کی ہے اور اس کی خرابی کا ذمہ دار حکومت کو قرار دیا ہے۔
4 جون 2004، جمعہ	4L	محمد جاوید اقبال (مخالفت)	بجٹ ۲۰۰۵ء اور معروضی حقائق	کالم نگار نے حکومت کی چار سالہ معاشی کارگردگی کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ چار سال میں ملک کی معاشی مشکلات میں مزید اضافہ ہی ہوا ہے۔ اس لیے حکومت کو چاہیے اس دفعہ کے بجٹ میں عوام کا کچھ بھلا کر دے۔
9 جون 2004، بدھ	4L	سید انور قدوائی (حمایت)	منزل کی طرف	کالم نگار نے عالمی حالات کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے ۱۱ ستمبر کے بعد سے ملک جن حالات سے دوچار تھا۔ اس حساب سے جنرل مشرف نے بہترین پالیسیاں اپنائی۔ بس اب ملک میں اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے۔
18 جون 2004، جمعہ	4L	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	وانا آپریشن اور عوامی بجٹ	کالم نگار نے وانا میں کیے جانے والے آپریشن کی حمایت کی ہے اور ساتھ ساتھ بجٹ کو عوامی قرار دیا ہے اور حکومت کی تعریف بھی کی ہے۔
20 جون 2004، اتوار	4L	عبدالقادر حسن (مخالفت)	عوام کی جڑوں تک	کالم نگار جنرل مشرف کی پالیسوں پر طنزیہ کالم لکھا ہے اور ان کی تقریباً تمام امور پر تنقید کی ہے خاص کو ضلعی نظام اور امور خارجہ وغیرہ پر۔
5 جولائی 2004، پیر	4U	مرزا اختیار بیگ (حمایت)	معاشی استحکام کو سیاسی استحکام پر فوقیت	کالم نگار نے ملک کی معاشی حالت بیان کرنے کے بعد ائندہ بننے والے وزیر اعظم شوکت عزیز کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ ان کو تمام محکموں کی حمایت بھی حاصل ہو گیا اور وہ طاقتور وزیر اعظم ہوں گے جس سے ملک کی معیشت کو فائدہ ہوگا۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے ملک میں خراب ہوتی معیشت کا ذکر کیا ہےاور کہا ہے کہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ملک میں مہنگائی خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے جس سے لوگ مشکلات کا شکار ہورہے ہیں۔	موسم اور مہنگائی اور محبت	آغا مسعود حسین (مخالفت)	4L	16 جولائی 2004، بدھ
کالم نگار نے شوکت عزیز کی وزیر اعظم کے طور پر تقرری کی حمایت میں کالم لکھا ہےاور ساتھ ساتھ جنرل مشرف کے دور کے مثبت اقدام کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ سیاست میں کچھ بھی ہولیکن پرویز مشرف نے ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔	کیا سیاست میں ایسا بھی ہوسکتا ہے	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	4L	30 جولائی 2004، جمعہ
کالم نگار نے حال ہی میں کیے گئے جنرل مشرف کے انٹرویو پر کالم لکھا ہے۔کالم نگار نے تفصیلی تجزیہ کرنے کے بعد کہا ہے کہ میں ان کے تمام کاموں کی تائید تونہیں کرتا لیکن انھوں نے ملک کی بہتری کے لیے کافی اقدامات کیے ہیں۔	جنرل مشرف کے انٹرویو کا پوسٹ مارٹم	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	4U	6 اگست 2004، جمعہ
کالم نگار نے جنرل مشرف کے ٹی وی کے حالیہ پروگرام پر کالم لکھا ہےاور کہا ہے کہ جو سوال میں نے کیا تھا میں اس پر ان کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں کہ تمام فوجی مداخلتیں ملک کی خوشحالی کا باعث بنی ہیں۔	جنرل مشرف قوم کے روبرو	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	4U	18 اگست 2004، بدھ
کالم نگار نے حکمرانوں پر طنزیہ کالم لکھا ہےاور کہا ہے کہ ہر پالیسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ملک کے مفاد میں ہے چاہے اس سے ملک کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔	کوئی ایک آدھ پالیسی ملک کے خلاف بھی بنائیں	عبدالقادر حسن (مخالفت)	4L	18 اگست 2004، بدھ
کالم نگار نے اسلام آباد میں ہونے والے ہیلتھ کنونشن پر ہونے والے بیش بہا اخراجات پر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔	ادھورے لوگ	جاوید چوہدری (مخالفت)	4L	20 اگست 2004، جمعہ

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
25اگست2004،بدھ	4U	ارشاداحمد حقانی (حمایت)	بلوچستان پر کمیٹی کے قیام کا مستحسن فیصلہ	کالم نگار نے وزیراعظم چوہدری شجاعت حسین کی جانب سے بلوچستان کے مسئلے پر کمیٹی کے قیام کے فیصلے کی تعریف کی ہے۔
6ستمبر2004،پیر	4L	عبدالقادر حسن (حمایت)	وزیراعظم کے ساتھ کھانے کی میز پر	کالم نگار نے وزیر اعظم کے ساتھ کھانے پر ہونے والی ملاقات کی تفصیل درج کی ہے اور ساتھ کہا ہے کہ شوکت عزیز کہیں سے بھی منافق نہیں لگتے اس لیے ان سے اچھے کی امید ہے۔
22ستمبر2004،بدھ	4L	سید انور قدوائی (حمایت)	صدر، وردی اور عوام	کالم نگار نے جنرل مشرف کے وردی میں رہنے کے فیصلے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ سیاستدان اس مسئلے کو عوام کا مسئلہ بنا کر پیش کر رہے ہیں، حالانکہ عوام کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔
22ستمبر2004،بدھ	4L	جاوید چوہدری (مخالفت)	کابینہ	کالم نگار نے دنیا کے دیگر ممالک کی کابینہ کے ارکان کی تعداد بیان کی ہے اور اس کا موازنہ پاکستان کی کابینہ سے کیا ہے اور تنقید کی ہے کہ ہماری کابینہ غیر ضروری طور پر بڑی ہے۔
3اکتوبر2004،اتوار	4L	اظہر حسن صدیقی (حمات)	آخر تھر کی قسمت جاگ اٹھی	کالم نگار نے وزیر اعظم کے تھر میں ترقیاتی منصوبے شروع کرنے کے اعلانات کا خیر مقدم کیا ہے اور کہا ہے کہ آخر کار تھر جیسی پسماندہ آبادی کی قسمت بھی جاگ ہی گئی۔
17اکتوبر2004،اتوار	4L	ملک الطاف حسین (مخالفت)	وردی	کالم نگار نے وردی کی حمایت میں لکھے گئے کالم کا جواب دیتے ہوئے وردی پر کڑی تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ فوج کو سیاست سے پاک رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ جنرل مشرف وردی اتار دیں۔
29اکتوبر2004،جمعہ	4U	ارشاداحمد حقانی (حمایت)	صدر مشرف کی حقیقت پسندی اور اس کا تاثر	کالم نگار نے ملک کے کٹھن حالات اور امریکا کے دباؤ میں پاکستان کو سنبھالنے کا کریڈٹ مشرف کو دیا ہے اور ان کی تعریف کی ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
3 نومبر 2004، بدھ	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	کشمیر کے مسئلے پر صدر مشرف پر اعتماد کریں	کالم نگار نے کہا ہے کہ مجھے مشرف کی بہت سی پالیسیوں سے اختلاف ہے لیکن کشمیر کے مسئلے پر میں ان کی موقف کی حمایت کرتا ہوں۔
3 نومبر 2004، بدھ	4L	ثروت جمال اصمعی (مخالفت)	وردی اور خلافت راشدہ	کالم نگار نے حکومتی سینیٹر کے وردی کی حمایت میں دیے گئے بیان پر کڑی تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ خلافت راشدہ کے دور کے ساتھ موجودہ حکمرانوں کو کمپیئر کرنا ٹھیک نہیں ہے۔
21 نومبر 2004، اتوار	4L	اظہر حسن صدیقی (حمات)	قوم سے خطاب عوام کے لیے نوید	کالم نگار نے حال ہی میں وزیر اعظم کی جانب سے قوم سے خطاب پر کالم لکھا ہے اور اس خطاب کی تعریف کی ہے اور کہا ہے ان کے خطاب سے لگتا ہے کہ وہ عوام کے لیے کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔
22 نومبر 2004، پیر	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	صدر مشرف کا منطقی اور معقول موقف	حقانی صاحب نے اپنے کالم میں صدر مشرف کے کشمیر کے حوالے سے اپنائے گئے موقف کی بھرپور حمایت کی ہے اور کہا ہے کہ موجودہ حالات میں سب سے بہترین حکمت عملی ہے جو صدر نے اپنائی ہے۔
12 دسمبر 2004، اتوار	4L	عباس مہکری (حمایت)	وزیر اعظم کے ساتھ ایک نشست	کالم نگار نے کراچی میں وزیر اعظم شوکت عزیز سے ملاقات کا احوال بتاتے ہوئے ان کی شخصیت کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ تمام معاملات کافی اپ ٹو ڈیٹ ہیں۔
15 دسمبر 2004، بدھ	4L	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	وزیر اعظم کی طرف سے اپوزیشن کو مذاکرات کی دعوت	کالم نگار نے آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے جو اپوزیشن کو مذاکرات کی دعوت دی ہے اس کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مثبت عمل ہے۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے حال ہی میں جاری ہونے والی C SPD کی رپورٹ پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ اس رپورٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ غریب کس طرح زندگی گزار رہے ہیں اور حکمران کس طرح کے دعوے کرر ہے ہیں۔	ایسی ترقی کا کیا فائدہ	زاہدہ حنا (مخالفت)	4L	29 دسمبر 2004، بدھ
کالم نگار نے پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں بڑھانے پر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اس سے ملک ترقی نہیں کرے گا بلکہ عوام پر مہنگائی کا بم گر جائے گا۔	پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ	آغا مسعود حسن (مخالفت)	4L	4 فروری 2005، جمعہ
کالم نگار نے حکومت کی جانب سے پٹرول کی قیمتیں بڑھانے پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور اس پر لگائے جانے والے ٹیکسوں کی تفصیلات لکھی ہیں اور کہا ہے کہ حکومت کو چاہیے کہ کچھ ٹیکس کم کر دے۔	صاحب نے قہقہہ لگایا	جاوید چوہدری (مخالفت)	4L	14 فروری 2005، پیر
کالم نگار نے بلوچستان کے حالات کا ذمہ دار مرکزی حکومت کو قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وسائل کی تقسیم اگر ٹھیک سے کی جائے تو تمام مسائل حال ہو سکتے ہیں۔	جینٹل مین یو مے گو ناؤ	جاوید چوہدری (مخالفت)	4L	23 فروری 2005، بدھ
کالم نگار نے حکومت کی طرف سے ان دو اداروں کی نجکاری کے فیصلے پر کڑی تنقید کی ہے اور حکومت کو کہا ہے کہ نجکاری کے حتمی مقاصد پہلے طے کیے جائیں۔	پی ٹی سی ایل اور کے ای ایس سی کی نجکاری	ڈاکٹر اختر حسن خان (مخالفت)	4L	7 مارچ 2005، پیر
کالم نگار نے پٹرول کی قیمتیں بڑھنے سے ملک میں ہونے والی مہنگائی پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ پوری دنیا میں پیٹرول کی قیمتیں بڑھتی ہیں لیکن مہنگائی نہیں ہوتی، لیکن ہماری ملک میں حکومت ٹیکس بڑھا کر مہنگائی کر دیتی ہے۔	مہنگائی	جاوید چوہدری (مخالفت)	4L	13 مارچ 2005، اتوار

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
1اپریل2005، جمعہ	4L	سلیم یزدانی (مخالفت)	مہنگائی کیسے کنٹرول ہو	کالم نگار نے ہر تھوڑے دن بعد پٹرول اور بجلی کی قیمتوں میں اضافے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہیا اور کہا ہے کہ اس اشرافیہ کا تو مسئلہ ہی نہیں ہے مہنگائی اس لیے ان کو احساس ہی نہیں ہے۔
15اپریل2005، جمعہ	4L	مختار احمد بٹ (حمایت)	اچھے کام پر تنقید درست نہیں	کالم نگار نے موجودہ حکومت کی طرف سے بھارت کے ساتھ تعلقات میں بہتری لانے کے لیے جو اقدامات کیے ہیں ان کو درست قرار دیا ہے اور اپوزیشن کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ ہر کام پر تنقید درست نہیں ہوتی۔
29اپریل2005، جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	افراط زر، شرح نمو اور غربت	کالم نگار نے ملک میں بڑھتی ہوئی غربت پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے جب اقتدار سنبھالا تھا تو کہا تھا کہ سادگی سے حکومت کی جائے گی لیکن اب مغلیہ طرز پر اخراجات کیے جا رہے ہیں۔
6 مئی2005، جمعہ	4L	آغا مسعود حسین (مخالفت)	پاکستان اسٹیل مل کی نجکاری	کالم نگار نے پاکستان اسٹیل مل کی نجکاری کے حوالے سے حکومتی وزراء کے بیانات پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اس کی نجکاری نہیں ہونی چاہیے۔
8 مئی2005، اتوار	4L	عبدالقادر حسن (حمایت)	شوکت عزیز کشمیر اور بھارت	کالم نگار نے وزیر اعظم شوکت عزیز کے اس بیان پر کہ بھارت کے ساتھ تجارت مسئلہ کشمیر حل ہونے کی صورت میں ہو سکتی ہے، اس بیان کا خیر مقدم کیا ہے۔
15 مئی2005، اتوار	4L	حسن نثار (حمایت)	صدر صاحب کا قابل تحسین فیصلہ	کالم نگار نے جسٹس افتخار چوہدری کو ملک کا چیف جسٹس بنانے پر صدر مشرف کی تعریف کی ہے، اور کہا ہے کہ میرٹ پر فیصلے دینے سے ملک کے نظام میں بہتری آئے گی۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
25 مئی 2005، بدھ	4U	ارشاد احمد حقانی (حمایت)	صدر مشرف کے نزدیک لبرل ازم کی حدود	کالم نگار نے صدر کے حالیہ انٹرویوز میں لبرل ازم پر ان کے خیالات کا دفاع کیا ہے اور کہا ہے کہ صدر جانتے ہیں اس معاشرے میں کیا حدود ہونی چاہیے۔
27 مئی 2005، جمعہ	4L	سلیم یزدانی (مخالفت)	این ایف سی ایوارڈ	کالم نگار نے این ایف سی ایوارڈ کے مسئلے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے صدر صاحب کو اس معاملے میں خود توجہ دے کر معاملہ حل کروانا چاہیے۔
10 جون 2005، جمعہ	4L	اصغر ندیم سید (مخالفت)	خودکشی کی بات	کالم نگار نے حکومت کی معاشی ٹیم کو خودکشی کی وجوہات نفسیاتی دینے والے بیان کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ نفسیاتی مسائل کی بنیادی وجہ بھی غربت ہی ہوتی ہے۔
13 جون 2005، پیر	4U	ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ	وزیر اعظم کے ساتھ دورہ ترکی	کالم نگار نے شوکت عزیز کے ساتھ ان کے دورہ ترکی کی روداد لکھی ہے اور ان کی مختلف باتوں کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وہ ملک کے لیے اچھے وزیر اعظم ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کے پاس معیشت کا اعلیٰ تجربہ ہے۔
3 جولائی 2005، اتوار	4L	نذیر ناجی (مخالفت)	پتہ درکار ہے	کالم نگار نے صدر اور وزیر اعظم کی ملاقات کے بعد جاری ہونے والی پریس ریلیز کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ وہ کون سا محکمہ ہے جو پیٹرول کی قیمتوں میں اضافے کا اثر بقیہ اشیاء پر پڑنے سے روکے گا۔
6 جولائی 2005، بدھ	4L	ڈاکٹر مجاہد منصوری (مخالفت)	سر پر کھڑا مہنگائی کا ایک اور طوفان	کالم نگار نے پیٹرول اور گیس کے نرخ بڑھانے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور مہنگائی کی پیشن گوئی کی ہے۔
24 جولائی 2005، اتوار	4L	رحمت علی رازی (حمایت)	یہ اقدامات نتیجہ خیز نہیں ہوں گے	کالم نگار نے جنرل مشرف کے حالیہ عوام سے خطاب پر تبصرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی پالیسیاں بہترین ہیں جن سے دہشت گردی روکی جا سکتی ہے لیکن ان پالیسیوں پر عمدرآمد نہیں ہو پاتا۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے صدر کے عوام سے خطاب کے مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کیا ہے اور ان میں سے بیشتر کی تعریف کی جیسے کہ امریکا سے تعلقات اور دہشت گردی۔	صدر کی تقریر کے چند پہلو	مختار احمد بٹ (حمایت)	4L	27جولائی2005، بدھ
کالم نگار نے صدر کے سوات کے جلسے میں خطاب کو سراہا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے ایٹمی ہتھیاروں اور میزائلوں کے حوالے سے جو موقف اپنایا ہے وہ ملک کے بہترین مفاد میں ہے۔	صدر مشرف کا حوصلہ افزا موقف	مشتاق احمد قریشی (حمایت)	4L	3اگست2005، بدھ
کالم نگار نے غیر ملکی طلبا کو مدارس چھوڑنے کے حوالے سے دیئے گئے صدارتی احکام پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ صدر صاحب کو اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔	صدر صاحب اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں	آغا مسعود حسن (مخالفت)	4L	5اگست2005، جمعہ
کالم نگار نے افغان پناہ گزینوں کو وطن واپس بھیجنے کے حکومتی فیصلے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے اس فیصلے سے عوام کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو گیا ہے۔	افغان پناہ گزینوں کی واپسی	نذیر ناجی (حمایت)	4L	5اگست2005، جمعہ
کالم نگار نے صدر جنرل مشرف کے یہودی کانگریس کے خطاب پر ہونے والی تنقید کو غلط قرار دیتے ہوئے ان حالات کا ذکر کیا ہے جن میں یہ اقدام کیا گیا ہے اور کہا ہے کہ صدر صاحب کی تقریر مسلمانوں کے بارے میں غلط خدشات کو ختم کرنے میں مدد دے گی۔	صدر کا یہودی کانگریس سے خطاب	آغا مسعود حسن (حمایت)	4L	23ستمبر2005، اتوار
کالم نگار نے صدر مشرف کے عورتوں کے حوالے سے کیے گئے اقدامات کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ قائد اعظم کے بعد سب سے اچھے حکمران خواتین کے حوالے سے مشرف ثابت ہوئے ہیں۔	عورتوں کے حقوق اور صدر مشرف	چوہدری فواد حسین (حمایت)	4L	30ستمبر2005، جمعہ

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
9اکتوبر2005،اتوار	4L	سیدانوارقدوائی(حمایت)	آخری مرحلے کے نتائج اور اس کے اثرات	کالم نگار نے صدرمشرف کے متعارف کروائے گئے بلدیاتی نظام کی تعریف کی ہےاور کہاہے کہ ملکی تاریخ کا کامیاب ترین بلدیاتی نظام ہےاور اب اس پرعملدرآمدبھی مکمل ہوگیاہے۔
21اکتوبر2005،جمعہ	4L	نذیرناجی(حمایت)	اعلانات نہیں اقدامات	کالم نگار نے زلزلے کے موقع پرصدر کی جانب سے لائن آف کنٹرول کو کھولنے کے اعلان کو سراہتے ہوئے کہاہے کہ اس سے بھارت کااصل چہرہ سامنے آتاہے۔
12دسمبر2005،پیر	4L	پیرمحمدفضل حق(حمایت)	نئے آبی ذخائر کی تعمیر،دانشمندانہ فیصلہ	کالم نگار نے صدرمشرف کی جانب سے نئے آبی ذخائر پر گہری دلچسپی لینے اور اس پر مذید کام کرنے کواپنی ترجیحات میں شامل کرنے پران ی تعریف کی ہے۔
5فروری2006،اتوار	4L	عباس مہکری(مخالفت)	چینی کی قیمتیں،حکومت کی بےبسی	کالم نگار نے ملک میں بڑھتی ہوئی چینی کی قیمتوں پر کنٹرول نہ کرنے پرحکومت کوتنقید کا نشانہ بنایا ہےاور کہاہے کہ حکموت اس معاملے میں بھت بےبس نظرآتی ہے۔
12مارچ2006،اتوار	4U	عباس مہکری(حمایت)	مہنگائی مایوسی پیدا کررہی ہے	کالم نگار نے نیب کی جانب سےچینی اور پٹرول کی قیمتوں میں اضافے پرتحقیقات کا اعلان کیا ہے ۔اس پر کالم نگار نے حکومت کی تعریف کی ہے کہ اس اہم معاملے پر بھی حکومت نے کوئی توجہ تودی۔
15مارچ2006،بدھ	4L	زاہدہ حنا(مخالفت)	حکومت کے دعوے اور زمینی حقائق	کالم نگار نےعورتوں کےدن کےحوالے سےکالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ حکومت بڑھا چڑھا کر اعدادوشمار پیش کرتی رہتی ہے لیکن ملک میں خواتین کا حال ماضی جیساہی ہے۔عزت کےنام پرقتل،تشددسب جاری ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
26مارچ2006،اتوار	4U	ارشاداحمدحقانی (مخالفت)	جناب وزیراعظم کس سے مزید قربانی کا مطالبہ کرر ہے ہیں	کالم نگار نے حال ہی میں شوکت عزیز کی جانب سے دیے گئے بیان پر تبصراتی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ حکمران خود تو عیاشی کے تمام حدود پار کر چکے ہیں اور عوام سے مزید قربانیوں کا مطالبہ کر رہے ہیں۔
24اپریل2006، پیر	4U	ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ (حمایت)	صدر کے ساتھ دورہ گوادر	کالم نگار نے حال ہی میں صدر مشرف کے ساتھ گوادر کا دورہ کیا ہے جس پر انہوں نے کالم لکھا ہے۔ان کا موقف ہے کہ حکومت گوادر کی ترقی کے لیے مخلص ہے اور اس کے لیے اچھے منصوبے بنا رہی ہے۔
1 مئی2006، پیر	4U	ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ (حمایت)	قومی معیشت کے مثبت اشارے	کالم نگار نے پاکستان کی معیشت پر تفصیلی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ مجموعی طور پر ملک کی معیشت درست سمت میں گامزن ہے اور حکومت نے بہترین طریقے سے معیشت کو مضبوط کیا ہے۔
5 مئی2006، جمعہ	4L	سلیم یزدانی (مخالفت)	صحیح سمت میں سفر کی ضرورت	کالم نگار نے صدر مشرف اور ان کی حکومت پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کے سات سال ہو گئے ملک کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے اور ابھی تک ملک کے حالات جوں کے توں ہیں اور بہتری کے کوئی آثار نہیں۔
5 مئی2006، جمعہ	4U	ارشاداحمدحقانی (مخالفت)	صدر مشرف کی مقبولیت میں کمی کیوں	کالم نگار نے صدر مشرف کی مقبولیت میں حالیہ کمی کی وجوہات بیان طرح ہوئے ان کے منفی کاموں کا تزکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ سیاست میں فوج کی مداخلت اور ہر کام اپنے ہاتھ میں لینے اور بلوچستان کے مسئلے کی وجہ سے وہ غیر مقبول ہو رہے ہیں۔
22 مئی2006، پیر	4L	نفیس صدیقی (مخالفت)	ملک کے اندرونی حالات کا سرسری جائزہ	کالم نگار نے ملک کی اندرونی حالات کا تجزیہ پیش کرنے کے بعد ملک کے مسائل کا ذمہ دار مشرف حکومت کو ٹھرایا ہے اور کہا ہے کہ جمہوریت کی عدم موجودگی میں ملک پیچھے کی جانب سفر کر رہا ہے۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے وفاقی وزیر کی جانب سے ملکی معیشت کی مضبوطی کی نوید کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ غریب اسی طرح پس رہے ہیں تمام اشیا کی قیمتیں آسمان کو چھورہی ہیں۔لیکن حکومت مضبوط معیشت کے راگ الاپ رہی ہے۔	مضبوط معیشت کی خوشخبری؟	مختار احمد بٹ (مخالفت)	4L	26 مئی 2006، جمعہ
کالم نگار نے وفاقی وزیر تعلیم کی سیمینار میں کی گئی تقریر پر تبصرہ کیا ہے اور ساتھ وزیر اعظم سے کیے گئے انٹرویو کا احوال بیان کیا ہے اور کہا ہے تعلیم کی صورتحال بھی ناقص ہے اور غربت بھی بڑھ رہی ہے، لیکن حکومت بڑے بڑے اعداد و شمار پیش کرنے میں مصروف ہے۔	دنیا ہے تیری منتظر روز مکافات	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	4U	2 جون 2006، جمعہ
کالم نگار نے پانچ ہزار کے نوٹ اور بیس کے نوٹ کے ڈیزائن پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ نئے نوٹ سے ملکی معیشت بہتر نہیں ہوتی بلکہ غیر ملکی قرضوں سے جان چھڑانی پڑے گی۔	پانچ ہزار کا نوٹ اور قرضوں کی یلغار	عبدالقادر حسن (مخالفت)	4L	5 جون 2006، پیر
کالم نگار نے حکومت کے پیش کردہ بجٹ کا مثبت تجزیہ کیا ہے اور سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کو خوش آئند قرار دیا ہے اور ساتھ ساتھ کچھ چیزوں پر تنقید بھی کی ہے۔	بجٹ 2006,2007 کا تجزیہ	ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ (حمایت)	4U	12 جون 2006، پیر
کالم نگار نے ریلوے کی موجودہ حالت بیان کرنے کے بعد حکومت کی طرف سے اس کو بہتر کرنے کے لیے پیش کردہ منصوبوں پر روشنی ڈالی ہے۔اور اس سلسلے میں حکومت کی تعریف کی ہے۔	ریلوے کی حالت	سعید صدیقی (حمایت)	4U	14 جون 2006، بدھ
محترمہ بے نظیر نے حکومت کے پیش کردہ حالیہ بجٹ کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ نہ تو یہ عوامی بجٹ ہے اور نہ ہی کاروباری افراد کے مفاد میں۔اس کے ساتھ انہوں نے کافی تفصیل سے حکومتی کوتاہیوں کا ذکر کیا ہے۔	بجٹ کا تنقیدی جائزہ	بے نظیر بھٹو (مخالفت)	4U	18 جون 2006، اتوار

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
25جون2006،اتوار	4L	رحمت علی رازی (مخالفت)	غریبوں کا بجت ایسا تو نہیں ہوتا	کالم نگار نے وفاقی بجٹ کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور موقف اپنایا ہے کہ جس حساب سے نئے ٹیکس لگائے گئے ہیں یہ کسی طور پر بھی غریبوں کا بجٹ محسوس نہیں ہوتا۔
7جولائی2006،جمعہ	4L	آغا مسعود حسن (مخالفت)	بجلی کا بحران اور ناقص منصوبہ بندی	کالم نگار نے ملک میں جاری بجلی کے بحران کا ذمہ دار حکومت کو قرار دیا ہے اور کہا ہے اس کی بنیادی وجہ ناقص منصوبہ بندی ہے۔ مستقبل کے لیے کوئی تیاری نہیں کی گئی۔
7جولائی2006،جمعہ	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	سرکاری اداروں کے بے پناہ اخراجات	کالم نگار نے سرکاری اداروں کے شاہانہ اخراجات پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے ایک طرف تو غریب غربت کی چکی میں پس رہی ہیں اور دوسری طرف اگر سرکاری اداروں پر نظر ڈالی جائے تو اخراجات اتنے شاہانہ ہیں جیسے مغلیہ دور کے۔
31جولائی2006،پیر	4U	نذیر ناجی (مخالفت)	مثبت 33	کالم نگار نے وفاقی حکومت کی جانب سے ۳۳ صحافیوں کی فہرست والی خبر پر تنقید کی ہے اور کہا ہے یہ پرانا فارمولا ہے کہ صحافیوں کو نوازا جائے اب جو فہرست تیار کی گئی ہے اس میں ان سب صحافیوں کے نام شامل ہیں جو حکومت کے خلاف لکھنے کی جسارت کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ان کا خاص خیال رکھا جائے۔
2اگست2006،بدھ	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	فوج اور جمہوریت ،صدر کا بے وزن استدلال	کالم نگار نے جنرل مشرف پر وردی میں ہونے اور جمہوریت والی باتوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے قائداعظم نے کبھی ایسی جمہوریت کا تصور بھی نہیں کیا ہوگا کہ وردی میں ملبوس صدر پاکستان کا سربراہ ہوگا۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے قومی اسمبلی میں کسی رکن پارلیمان کا اس بیان پر کالم لکھا ہے کہ ہر رکن پر سالانہ ایک کروڑ کے اخراجات آتے ہیں۔اس پر کالم نگار نے تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک طرف غربت کی شرح میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور دوسری طرف یہ شاہانہ اخراجات۔	قومی اسمبلی پر اٹھنے والے اخراجات اور غربت کی شرح	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	4U	9اگست2006،بدھ
کالم نگار نے صدر کے اس بیان پر کہ مجھے بڑے لوگوں پر ہاتھ ڈالنے کے لیے وردی کی ضرورت ہے،اس بیان پر طنزیہ اور تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے صدر صاحب اس طرح کے بیانات دے کر اپنا بھی مذاق بنوا رہے ہیں اور ملک کا بھی۔	وردی کی طاقت	نذیر ناجی (مخالفت)	4L	22ستمبر2006،پیر
کالم نگار نے وزیراعظم کے جرائم پر قابو پانے کے عزم کے اظہار کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ صرف بیانات دینے سے صورتحال نہیں بدلے گی ،ملک میں جرائم کی بڑھتی ہوئی وارداتیں روکنے کے لیے طویل مدتی پالیسی کی ضرورت ہے۔	جرائم پر قابو پانے کا عزم	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	4U	1اکتوبر2006،اتوار
کالم نگار نے حال ہی میں شائع ہونے والی صدر جنرل مشرف کی کتاب کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا ہے اور کہا ہے کہ صدر صاحب کی کتاب نہ صرف ملک میں بلکہ دیگر ممالک میں بھی بہت مقبول ہوئی ہے۔	صدر کی کتاب کی مقبولیت	سلیم یزدانی (حمایت)	4L	2اکتوبر2006،پیر
کالم نگار نے وفاقی حکومت کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت کو زیادہ سے زیادہ اختیارات صوبائی حکومتوں کو منتقل کر دینے چاہیے۔	حکومت اپنی ذمے داریوں کو سمجھے	سلیم یزدانی (مخالفت)	4L	18اکتوبر2006،بدھ

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے صدر صاحب کے بیان پر طنزیہ کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح صدر صاحب نے بیان دیا ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد کیا میں مرنے کے بعد کتاب لکھتا اس سے لگتا ہے وہ اپنی زندگی میں قیادت سے دستبردار ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے۔	صدر صاحب نے سچ کہا	ڈاکٹر صفدر محمود (مخالفت)	4L	18 اکتوبر 2006، بدھ
کالم نگار نے صدر مشرف کی سات سالہ حکومت کا تجزیہ پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ شروع شروع میں تو جنرل مشرف کی حکومت نے عوام کی بھر پور خدمت کی لیکن پھر اس طرح کے حالات آ گئے جیسے پہلے حکمرانوں کے دور میں تھے اور ملک خطر ناک حالت سے گزر رہا ہے۔	یہ سات سال کچھ نہ پوچھیے	عباس مہکری (مخالفت)	4L	27 اکتوبر 2006، اتوار
کالم نگار نے وفاقی وزراء کے بیانات پر کالم لکھا ہے جس میں وہ قوم کو امریکا سے ڈرا رہے ہیں۔ کالم نگار کا کہنا ہے پہلے ہی قوم پر مشکل وقت ہے اس لیے مزید مایوس نہ کیا جائے۔	عوام کو مایوس نہ کریں	مختار احمد بٹ (مخالفت)	4L	12 نومبر 2006 اتوار
کالم نگار نے درگئی میں ہونے والے دردناک واقعے کی تحقیقات میں کوئی پیشرفت نہ ہونے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اس واقعہ کی تحقیق مکمل ہونی چاہیے۔	باجوڑ سے درگئی تک	عطاالحق قاسمی (مخالفت)	4L	15 نومبر 2006، اتوار
کالم نگار نے قومی اسمبلی اور سینیٹ کے وفود پر اٹھنے والے اخرجات پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ حکومت کو ان اخراجات پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔	پارلیمانی وفود پر اٹھنے والے اخراجات پر نظر ثانی	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	4U	15 نومبر 2006، اتوار
کالم نگار نے اپوزیشن پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہر کام کی مخالفت برائے مخالفت کرنے کا طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ اپوزیشن مشرف کی وردی کی آڑ میں ان کو اقتدار سے ہٹانا چاہتے ہیں۔	مخالفت برائے مخالفت	آغا مسعود حسن (حمایت)	4L	17 نومبر 2006، بدھ

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
6دسمبر2006،بدھ	4L	ثروت جمال اصمعی (مخالفت)	خواتین ایکٹ اورعوام	کالم نگار نے خواتین ایکٹ پرحکومت کوکڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ تمام علما کرام اس کے خلاف رائے دے چکے ہیں حکومت پھر بھی اس کواپنانے پر بضد ہے۔
8دسمبر2006،جمعہ	4L	آغامسعودحسن (حمایت)	دکھی عوام گورنر ہاؤس میں	کالم نگار نے پنجاب کے گورنر ہاؤس میں ہونے والی تقریب کی تعریف کی ہے جس میں رضا کارانہ طور پر اپنے گردے عطیہ کیے۔اوراس تقریب میں گورنر نے ان کے ساتھ کھانا بھی کھایا۔
10دسمبر2006،اتوار	4L	نذیرناجی (حمایت)	صدرمشرف کی دلیرانہ تجویز	کالم نگار نے حال ہی میں صدر کے بھارتی ٹی وی کودیے گئے انٹرویو کی تعریف کی ہے کہ جس میں انھوں نے دلیرانہ اورخوداعتمادی سے کشمیر کے مسئلے پر بات کی ہے اور پاکستان کا موقف بہترین طریقے سے پیش کیا ہے۔
18دسمبر2006،پیر	4U	ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ (حمایت)	وزیراعظم کے ساتھ یمن کا دورہ	کالم نگار نے وزیراعظم کے ساتھ کیے جانے والے حالیہ دورے کے تفصیلات لکھی ہیں اور ساتھ ساتھ ان کی اپروچ کی تعریف کی ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
5جنوری2007،پیر	4L	عابد تہامی (مخالفت)	سب امن ہے	کالم نگار نے ملک بھر میں ہونے والے تشدد کے واقعات کے اعداد وشمار پیش کرنے کے بعد حکومت کو طنز کا نشانہ بنایا ہے کہ یہ سب تو بس تھوڑے سے واقعات ہیں ورنہ ملک بھر میں تو امن ہے۔
21جنوری2007،اتوار	4L	ڈاکٹر صفدر محمود (مخالفت)	حکومت	کالم نگار نے ڈکیتی کے دو واقعات کا تذکرہ کرنے کے بعد ملک میں جاری بدامنی کی طرف حکومت کی توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ ایسا لگتا ہے ملک میں حکومت نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔
29جنوری2007،پیر	4L	سلیم یزدانی (مخالفت)	نئی حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت	کالم نگار نے عالمی حالات بیان کرنے کے بعد خصوصی طور پر افغانستان کی صورتحال کا تذکرہ کرنے کے بعد حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ خارجہ پالیسی پر بھرپور نظر ثانی کی ضرورت ہے۔
11فروری2007،اتوار	4L	پروفیسر خورشید احمد (مخالفت)	پاکستان دوراہے پر	کالم نگار نے جنرل مشرف کے لبرل اور انتہا پسند طاقتوں والے بیان پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ صدر صاحب ملک کی نظریاتی بنیادوں کو ہلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔
19فروری2007،جمعہ	4L	خالد مسعود (مخالفت)	صدر جنرل مشرف کے حالیہ دورے اور خلیفہ امام بخش	کالم نگار نے صدر جنرل مشرف کے غیر ملکی دوروں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔اور کہا ہے کہ صدر نے اپنے دور میں ان ملکوں کے بھی دورے کیے جن کے نام سے بھی لوگ واقف نہیں تھے۔
5فروری2007،پیر	4L	ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ (مخالفت)	ٹیکسٹائل صنعت کا موجودہ بحران اور اس کے ذمہ دار	کالم نگار نے ملک میں جاری کپڑے کی صنعت کے موجودہ بحران پر تفصیلی کالم لکھا ہے اور بہت ساری وجوہات میں حکومت کو بھی ذمہ دار قرار دیا ہے۔
21مارچ2007،بدھ	4L	سعید صدیقی (مخالفت)	کچھ ان کا تغافل تھا شامل بربادی	کالم نگار نے جیو کے دفتر اور صحافیوں اور وکلا کی جانب سے کیے گئے تشدد پر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ ایسا تو مارشل لا دور میں بھی نہیں ہوا۔

خلاصہ	عنوان	مصنف	کالم سائز	تاریخ
کالم نگار نے موجودہ احتجاج کو اپوزیشن کی سازش قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ملک کا پڑھا لکھا طبقہ حکومت کی حمایت کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ یہ احتجاج اپوزیشن اپنی سیاست چمکانے کے لیے کر رہی ہے۔	سازش ختم نہیں ہوئی	آغا مسعود حسن (حمایت)	4L	30 مارچ 2007، جمعہ
کالم نگار نے جنرل مشرف کی حکومت کے گزرے سالوں پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے ملک کے واحد صاف ادارے پر بھی عوام کو انگلی اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔	آستینیں	ڈاکٹر شاہد مسعود (مخالفت)	4U	9 مئی 2007، بدھ
کالم نگار نے شوکت عزیز کے حالیہ بیان کو موضوع کالم بنایا ہے اور کہا ہے کہ یہ بیان غریبوں کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ ملک میں حکومت مخالف تحریک میں تیزی کے ساتھ مہنگائی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔	حکومت مخالف تحریک، مہنگائی اور بے روزگاری	سردار عبدالعزیز (مخالفت)	4L	14 مئی 2007، پیر
کالم نگار نے کراچی میں ۱۲ مئی کو کھیلی جانے والی خون کی ہولی کا ذمہ دار حکومت کو قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حکومت اا گر صبر و تحمل سے کام لیتی تو اتنے گھر نہ اجڑتے۔	خون کی ہولی	ڈاکٹر صفدر محمود (مخالفت)	4L	14 مئی 2007، پیر
کالم نگار نے ۱۲ مئی کو کراچی میں ہونے والی قتل و غارت گری پر کالم لکھا ہے اور صدر مشرف پر شدید تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح انھوں نے اسلام آباد میں تقریر کرتے ہوئے الفاظ استعمال کیے یہ بہت بڑا ظلم ہے۔	تمام شہر نے پہنے ہوئے دستانے	عطاالحق قاسمی (مخالفت)	4L	14 مئی 2007، پیر
کالم نگار نے اسلام آباد میں ایڈیشنل رجسٹرار حماد رضا کے قتل پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ سات سالوں میں ملک کی حالت ابتر ہو گئی ہے اور کوئی بہتری نظر نہیں آتی۔	کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا	ڈاکٹر صفدر محمود (مخالفت)	4L	16 مئی 2007، بدھ

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
16 مئی 2007، بدھ	4L	اشتیاق بیگ (مخالفت)	بش اور مشرف مقبول ترین شخصیات میں شامل نہیں	کالم نگار نے دنیا کی مقبول ترین شخصیات میں ان دونوں حضرات کا نام نہ ہونے کی وجوہات پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ ملک کے اندر بڑھتی ہوئی غربت اور امن و امان کی خراب ہوتی صورتحال اور ملکی خارجہ پالیسی کی ناکامی اسباب ہیں۔
6 جون 2007، بدھ	4U	ارشاد احمد حقانی (مخالفت)	آزادی صحافت پر مزید پابندیاں	کالم نگار نے حکومت کی طرف سے نیا جاری کیے جانے والا پیمرا آرڈیننس زیر بحث لائے ہیں اور حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔
2 جولائی 2007، پیر	4U	نذیر ناجی (حمایت)	صدر مشرف اور میڈیا	کالم نگار نے نیشنل ڈیفنس یونی ورسٹی میں صدر کی گفتگو کی تعریف کی ہے جس میں انہوں نے میڈیا کو اہم جز قرار دیا ہے اور اپنی پچھلی کوتاہیوں پر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا ہے۔
4 جولائی 2007، بدھ	4L	نذیر ناجی (مخالفت)	وردی اور سیاست	کالم نگار نے جنرل مشرف کے وردی میں رہنے کی مخالفت میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ جس وردی نے انھیں اتنی عزت دی اب اس وردی کو بدنامی سے بچانے کے لیے اتار دینا چاہیے۔
3 اگست 2007، جمعہ	4L	ڈاکٹر شاہد مسعود (مخالفت)	محفوظ راستہ	کالم نگار نے جنرل مشرف کے خلاف لکھا ہے اور کہا ہے کہ ایک کمانڈو اپنے لیے محفوظ راستے مانگتے ہوئے عجیب لگ رہا ہے۔
5 اگست 2007، اتوار	4L	ڈاکٹر صفدر محمود (مخالفت)	وردی میں رہ کر جمہوریت کی خدمت	کالم نگار نے صدر جنرل مشرف کی مخالفت میں کالم لکھا ہے اور طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ وردی میں رہ کر وہ جو جمہوریت کی خدمت کر رہے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
27اگست2007،پیر	4L	ڈاکٹرصفدرمحمود(مخالفت)	مجھے رہنے دو	کالم نگار نے صدر کے بیان پر طنز کیا ہے کہ ''جب عوام مجھے پسند نہیں کریں گی تو میں اقتدار چھوڑ دوں گا۔لیکن سوال یہ ہے کہ ان کو پتہ کیسے چلے گا کہ عوام یہ چاہتی ہے۔
3اکتوبر2007،بدھ	4L	چوہدری فواد حسین(حمایت)	پرویز مشرف کا صدر بننا کیوں ضروری ہے	کالم نگار نے صدر مشرف کے دوبارہ صدر بننے کی حمایت کی ہے اور ملک کی صورتحال بتا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صدر مشرف کے دوبارہ صدر بننے سے ملک مضبوط ہوگا۔
8اکتوبر2007،پیر	4L	سکندرلودھی(مخالفت)	مصالحتی آرڈینس،صدر مشرف کا قوم کوتحفہ	کالم نگار نے صدر مشرف اور پیپلز پارٹی کے درمیان ہونے والے مصالحتی آرڈینس کی مخالفت میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ قوم بیچاری گھٹ گھٹ کر مر رہی ہے لیکن حکمران اپنے مفادات کا تحفظ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔
17اکتوبر2007،بدھ	4U	ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی(مخالفت)	وعدے اور کارگردگی	کالم نگار نے صدر جنرل مشرف کے سات سالہ دور کے معاشی کاگردگی کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد ان پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ وعدے تو بہت کیے گئے لیکن پورے نہیں ہو سکے۔
29اکتوبر2007،پیر	4U	مرزااختیار بیگ(مخالفت)	معاشی ترقی دعوے اور اصل حقائق	کالم نگار نے حکومت کی جانب سے کیے جانے والے معاشی ترقی کے دعووں اور حقائق پر کالم لکھا ہے جس میں دعوے ور حقائق میں بہت فرق ہے۔
7نومبر2007،بدھ	4L	سکندحمیدلودھی(مخالفت)	ایمرجنسی کا نفاذ اور ملکی معیشت پر پڑنے والے اثرات	کالم نگار نے صدر مشرف کی جانب سے لگائی جانے والی ایمرجنسی کو ملکی مفاد کے منافی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے ملک کو ناقابل یقین نقصان پہنچ رہا ہے اور معیشت ڈوب رہی ہے۔

تاریخ	کالم سائز	مصنف	عنوان	خلاصہ
10دسمبر2007،پیر	4L	سکندحمیدلودھی (حمایت)	ایوان صدر میں چار گھنٹے	کالم نگار نے صدر مشرف کی رہائش گاہ پر گزرے چار گھنٹوں کا احوال لکھا ہے اور مجموعی طور پر صدر کی تعریف کی ہے۔
17دسمبر2007،پیر	4U	مرزااختیار بیگ (مخالفت)	مہنگائی اور غربت میں اضافہ	کالم نگار نے مختلف اعدادو شمار پیش کرنے کے بعد کالم میں یہ تاثر دیا ہے کہ ملک میں مہنگائی اور غربت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ موجودہ حکومت کی غلط معاشی پالیسیاں ہیں۔

پرویز مشرف دور میں شائع ہونے والے سیاسی کالمز بمطابق نمونہ بندی (اتوار، پیر، بدھ، جمعہ)

نمبر شمار	کل شائع ہونے والے کالمز کی تعداد بمطابق نمونہ بندی	حکومت حمایت میں لکھے گئے کالم	حکومت مخالف میں لکھے گئے کالم
1	284	122	162

Published Columns during Era of Pervaz Musharraf
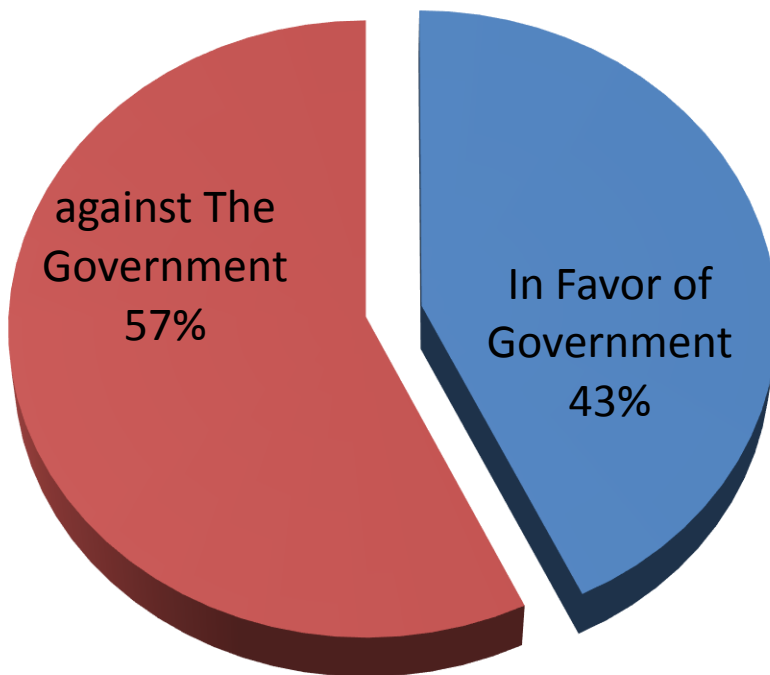
■ In Favor of Government ■ against The Government

حوالہ جات

(1) مرتضیٰ انجم ''کون کیسے گیا؟'' لاہور 2006ء ص 372-373

(2) چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ص 2001ء ص 539

(3) چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ص 2001ء ص 590

(4) چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2001ء ص 592

(5) چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2001ء ص 593

(6) چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2001ء ص 597

(7) چراغ، محمد علی ''تاریخ پاکستان'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 2001ء ص 598

(8) پروفیسر ڈاکٹر محمد اعظم چوہدری ''پاکستان میں نظریہ اور سیاست کے محرکات'' عبداللہ برادرز لاہور 2012ء ص 423

(9) گوہر حفیظ ''پاکستان کے حکمران'' گوہر پبلیکشنز لاہور ص 427

(10) گوہر حفیظ ''پاکستان کے حکمران'' گوہر پبلیکشنز لاہور ص 433

(11) گوہر حفیظ ''پاکستان کے حکمران'' گوہر پبلیکشنز لاہور ص 447-449

(12) گوہر حفیظ ''پاکستان کے حکمران'' گوہر پبلیکشنز لاہور ص 450-451

(13) روزنامہ ڈان 21 اکتوبر 1999ء

(14) روزنامہ جنگ 20 نومبر 1999ء

(15) روزنامہ ڈان 12 دسمبر 1999ء

(16) روزنامہ نوائے وقت لاہور دسمبر 9

(17) روزنامہ خبریں 13 دسمبر 1999ء لاہور

(18) روزنامہ نیشن 17 دسمبر 1999ء

(19) روزنامہ جنگ یکم جنوری 2000ء کراچی

(20) روزنامہ جنگ کراچی 14 مئی 2000

(21)روزنامہ ڈان 4 مئی 2000 کراچی

(22)روزنامہ جنگ 19 مئی 2000ء

(23)روزنامہ ڈان 27 دسمبر 2000ء

(24)روزنامہ جنگ 7 اکتوبر 2000

(25)روزنامہ جنگ 7 اکتوبر 2000ء

(26)روزنامہ جنگ کراچی 26 اکتوبر 2000ء

(27)روزنامہ نیشن 22 فروری 2001ء

(28)روزنامہ جنگ 30 جنوری 2001ء

(29)روزنامہ جنگ کراچی 17 نومبر 2001ء

(30)روزنامہ جنگ 28 مارچ 2001ء

(31)روزنامہ ڈان 6 دسمبر 2001ء

(32)روزنامہ جنگ' 12 دسمبر 2001ء

(33)روزنامہ جنگ کراچی 30 مئی 2002ء

(34)روزنامہ جنگ 26 جولائی 2002

(35)روزنامہ ڈان 28 اگست 2002ء

(36)روزنامہ جنگ 22 اکتوبر 2002ء

(37)روزنامہ جنگ 5 فروری 2002ء

(38)روزنامہ ڈان یکم جنوری 2002ء

(39)ہیومن رائٹس پاکستان 2002ء

(40)روزنامہ ڈان 3 دسمبر 2003ء

(41)روزنامہ ڈان 27 دسمبر 2003ء

(42)روزنامہ جنگ مئی 29 2004ء

(43)روزنامہ ڈان 14 ستمبر 2004ء

(44)روزنامہ ایکسپریس پشاور 30 اکتوبر 2004ء

(45)روزنامہ ڈان 23 نومبر 2004ء

(46)روزنامہ نیوز 21 نومبر 2004ء

(47)روزنامہ خبریں پشاور 17 مارچ 2004ء

(48)روزنامہ جنگ مئی 4 لاہور 2005ء

(49)روزنامہ ٹائمز 15 مئی لاہور 2005

(50)روزنامہ ایکسپریس 16 ستمبر 2005

(51)روزنامہ ڈان 25 جولائی 2005ء

(52)روزنامہ ٹائمز 8 اپریل 2005ء

(53)روزنامہ ٹائمز اسلام آباد 28 جون 2006ء

(54)روزنامہ نیوز اسلام آباد 10 ستمبر 2006ء

(55)روزنامہ نیوز 2 نومبر 2006ء

تجزیہ،نتائج

1977 سے 1988 گیارہ سالہ دور مارشل لاء کی تاریخ کا سب سے بڑا دور تھا۔ضیاءالحق نے منتخب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کیا تھا اور 1978ء میں صدر کے عہدے پر تعینات ہو کر حکمرانی کا سلسلہ شروع کیا۔جنرل ضیاءالحق نے پاکستان کی مختصر تاریخ میں تیسرا مارشل لاء نافذ کیا جس کو طویل ترین آمریت کا دور کہا جاتا ہے۔ان کی شخصیت،مذہبی سیاسی فکر اور طرز حکومت کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جائے گا۔البتہ ملک کے قدامت پسند مذہبی حلقے اور رجعت پسند اشرافیہ کا ایک حلقہ انہیں اسلام کا بڑا مبلغ،شریعت کا شیدائی،اسلام کا داعی اور مسلمانوں کا سچا سپاہی مانتا تھا۔آئین ٹابوٹ نے اپنی کتاب ''تاریخ پاکستان'' میں لکھا ہے کہ 1977ء سے 1988ء تک پاکستان میں نہ صرف ایک مطلق العنان سیاسی ڈھانچہ تھا بلکہ یہ ایک نظریاتی ریاست بننے کا بھی متمنی تھا۔درحقیقت جنرل ضیاءالحق اور ان کے ہم نواؤں کا مشن بھی یہی تھا کہ پاکستان کو ایک اسلامی ریاست میں ڈھالا جائے،جہاں بقول ان کے اللہ کا قانون اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت نافذ ہو۔وہ قرون وسطیٰ کی اسلامی ریاست کے ماڈل کو اپنانے کے شیدائی تھے۔یہاں یہ بات زیادہ اہم ہے کہ قیام پاکستان کی جدوجہد کے وقت علماء کی بڑی تعداد پاکستان کے قیام کے مخالف تھی،جس کی وجہ سے قائداعظم کو بیشتر دینی رہنماؤں کے کفر کے فتوے تک برداشت کرنے پڑے تھے مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ جونہی پاکستان کا قیام عمل میں آیا راتوں رات یہ تمام مذہبی عناصر پاکستان کے مالک کل بن بیٹھے۔ان مذہبی عناصر نے وہ نعرے اور نظریات جو پاکستان کی تحریک کا حصہ نہیں تھے وہ بھی عوام میں متعارف کرا دیئے تاکہ پاکستان کے بنیادی مقاصد کو تبدیل کر کے اپنی خواہشات اور فکر کے تابع کیے جائیں۔ایک یوٹوپیائی ریاست کی تشکیل کی جائے۔امر واقعہ یہ ہے کہ اپریل 1976ء میں ذوالفقار علی بھٹو اقتدار پر اپنی گرفت مضبوط کرنے اور فوج کو اپنے ماتحت رکھنے کے لیے مناسب کمانڈر انچیف کی تلاش میں تھے۔ایسے میں غلام اسحاق خان کسی نہ کسی بہانے ضیاءالحق کو بھٹو صاحب کے سامنے لاتے اور ان کی سادگی،منکسر المزاجی اور تابعداری کی تعریف کرتے رہتے۔آخرکار بھٹو صاحب نے یکم اپریل 1976ء کو انہیں مسلح افواج کا کمانڈر انچیف بنا دیا۔بھٹو صاحب کو ضیاءالحق میں وہ اوصاف دکھائی دیئے جو وہ چاہتے تھے تاکہ ان کی حکومت کے لیے مشکلات کھڑی نہ ہوں۔مگر جب دوبارہ انتخابات کے مسئلے پر ذوالفقار علی بھٹو اور پاکستان قومی اتحاد کے مابین معاملہ بگڑتا گیا اور طویل بحث و مباحث کے بعد جولائی کے اوائل میں ایک معاہدہ طے پانے جا رہا تھا تو نادیدہ قوتوں نے اس میں رخنہ اندازی کر دی اور پھر 5 جولائی کو جنرل ضیاءالحق نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور بھٹو صاحب کو جیل میں ڈال دیا گیا۔یہ چند سوالات تاحال جواب طلب

ہیں کہ آیا بھٹوصاحب پر جو الزامات عائد کیے گئے وہ واقعی اتنے ہی سنگین تھے کہ ان کی حکومت کو برطرف کرنا ضروری تھا۔ آیا ضیاء الحق کے پاس کون سا ٹھوس جواز تھا کہ ملک میں جمہوریت کی بساط لپیٹ کر ایک منتخب وزیر اعظم کو ایک شخص کے قتل کے الزام میں پھانسی دیدی جائے۔

اس پس منظر میں جنرل ضیاء الحق کی شخصیت ظالمانہ، آمرانہ، خودغرض اور خود پسندی کا مجموعہ تھی۔ ان کا فکری میلان نوجوانی میں نسیم حجازی اور رئیس احمد جعفری کی کتابوں کے مطالعے کا پرتو لگتا تھا۔ ملک میں مارشل لاء نافذ کرنے کے بعد پہلی تقریر میں انہوں نے قوم سے نوے دن میں انتخابات کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد بہانے بہانے وہ انتخابات کو ٹالتے رہے۔ وہ ہر قیمت پر تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے تھے۔ آخر کار انہوں نے تین سو پچاس ارکان کو خود نامزد کر کے اس کا نام مجلس شوریٰ رکھا۔ ہر رکن ان کا داعی وفادار تھا۔ اس پر جے یو پی کے رہنما عبدالستار نیازی نے مجلس شوریٰ کو ہدف تنقید بناتے ہوئے کہا کہ قرآن میں جس مجلس شوریٰ کا ذکر آیا ہے وہ باہمی مشاورت کے لیے ہے جبکہ جنرل ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ صرف حکومت کے فیصلوں کی تائید میں ہاتھ کھڑے کرنے کے لیے تشکیل دی گئی ہے۔ اس طرح کے اقدام اور جنرل ضیاء الحق کی پالیسیوں کی بدولت ان کے اطراف مذہبی رہنماؤں، رجعت پسند عناصر اور خوشامدیوں کا ایک بڑا حلقہ بنتا گیا۔ ایسے میں جنرل ضیاء الحق نے خاصے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت یہ اعلان کردیا کہ وہ جلد از جلد عام انتخابات کرائیں گے مگر صدر وہی رہیں گے۔ اس کے لیے انہوں نے ملک میں ریفرنڈم کرانے کا اعلان کردیا۔ ریفرنڈم کے لیے تیار کردہ بیلٹ پیپر پر جو تحریر تھی اس کا لب لباب یہ تھا کہ جنرل ضیاء الحق کی جاری نفاذِ اسلام کی کاوشوں کی توثیق کرتے ہیں، پاکستان کو قرآن وسنت کی روشنی میں ڈھالا جائے وغیرہ۔ ظاہر ہے ایسے تمام ریفرنڈم کے نتائج پچانوے فیصد حق میں ہی ہوتے ہیں، لہٰذا جنرل ضیاء الحق کو اس طرح توثیق مل گئی۔ صدر بننے کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ وہ 1985ء میں عام انتخابات کا انعقاد کرائیں گے مگر یہ انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر ہونگے۔ کیونکہ اس کے لیے جلسوں، جلوسوں اور دیگر سرگرمیوں کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ 23 مارچ 1985ء کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں جنرل ضیاء الحق نے منتخب صدر کے طور پر حلف اٹھایا۔ دو دن بعد ان کے نامزد وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے اعتماد کا ووٹ لیا۔

صدر ضیاء الحق نے جب تک کو تمام تر اختیارات سے حاصل نہ کرلیے اس وقت تک مارشل لاء نافذ رہا۔ تاہم 30 دسمبر کو مارشل لاء اٹھالیا گیا۔ مارشل لاء اٹھائے جانے کے بعد محمد خان جونیجو نے مسلم لیگ کو مضبوط کرنا شروع کیا۔ وزیر اعظم جونیجو اور صدر ضیاء الحق کے مابین اختلافات ابتدائی دور سے ہی شروع ہوگئے تھے۔ اس کے کئی اسباب بیان کیے جاتے ہیں مثلاً وزیر اعظم نے عہدہ سنبھالتے ہی تین اہم وزراء کو

برطرف کردیا، جنرل عارف اور جنرل رحیم الدین کو ان کی ملازمت میں توسیع دینے سے انکار کیا۔ جونیجو صاحب نے وزیر خارجہ یعقوب علی خان کو خط لکھا کہ آئندہ وزارت خارجہ کی ہر فائل پہلے وزیر اعظم کو پیش کی جائے۔ اس کے علاوہ صدر ضیاء الحق اور وزیر اعظم کے جنیوا میں معاہدہ پر بھی اختلافات سامنے آئے۔ ضیاء الحق معاہدہ نہیں چاہتے تھے مگر وزیر اعظم اس معاہدہ کے حامی تھے۔ آخر کار معاہدہ پر دستخط ہوئے اور یعقوب علی خان نے استعفیٰ دیدیا۔ دراصل صدر ضیاء الحق تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے تھے مگر جونیجو ان کے لیے رکاوٹ بن رہے تھے۔ شکیل عزیز نے روزنامہ ڈان 21 فروری 2016ء میں اپنے کالم میں لکھا کہ وزیر اعظم جونیجو اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کے مابین اختلافات پیدا ہو چکے تھے جس پر صدر ضیاء الحق نے وزیر اعظم سے کہا کہ آپ ان سے اختلافات ختم کرلیں۔ اس حوالے سے وزیر اعظم جونیجو اور نواز شریف کی منیلا کے دورے کے دوران ملاقات ہوئی مگر اختلافات قائم رہے۔ اس میں ایک اہم عنصر اوجڑی کیمپ کا واقعہ ہے جہاں آگ لگنے سے لاکھوں ڈالر کا اہم اسلحہ آگ کی نذر ہوا اور راولپنڈی میں بڑی تباہی مچی۔ وزیر اعظم جونیجو اس واقعے کی بھی تفتیش چاہتے تھے اور زمہ داران اعلیٰ فوجی افسران کے خلاف کارروائی چاہتے تھے۔ صدر ضیاء الحق نے اس مسئلہ پر انکوائری نہیں ہونے دی۔ اسی طرح صدر ضیاء الحق نے ملک میں جاری حالات، سندھ میں امن وامان کی صورتحال، مذہبی شدت پسندی اور دیگر معاملات کی ذمہ داری جونیجو حکومت پر ڈال دی اور انہیں نااہل قرار دیا۔ 29 مئی 1988ء کو ضیاء الحق نے جونیجو حکومت کی برخاستگی اور اسمبلیوں کی تحلیل کے احکامات جاری کردیئے اور یہ واضح کیا کہ سویلین حکومت نہیں چلا سکتے اور جمہوریت کے لیے فضا سازگار نہیں ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کی جمہوری حکومت میں دس خامیاں ضرور ہونگی مگر پاکستان ایک راہ پر چل پڑا تھا۔ بنیادی حقوق، اظہار رائے کی آزادی، معیشت میں بہتری اور بے روزگاری میں کمی مثبت اقدام تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو کی شخصیت میں بھی کچھ خوبیاں اور خامیاں تھیں جبکہ صدر ضیاء الحق کی شخصیت زیادہ پر پیچ تھی۔ آئن ٹابوٹ نے اپنی کتاب تاریخ پاکستان میں لکھا ''ضیاء الحق ناقدین کی نظر میں ایک بے رحم منتقم مزاج حکمران تھے''۔ وہ اپنی ہر کوتاہی کو احتیاط پسندی، منکسر المزاجی اور عیاری سے اس کی پردہ پوشی کرتے تھے۔ بلاشبہ وہ بے رحم شخصیت کے مالک تھے۔ سندھ میں جاری شورشوں اور سیاسی بے چینی کو مدنظر رکھتے ہوئے وہاں لسانی سیاست کو پروان چڑھایا گیا۔ سندھ میں ایم کیو ایم کا قیام جس انداز میں عمل میں آیا، الطاف حسین کو نیویارک سے کراچی لانا وغیرہ، پھر اس شورشرابے اور لسانی اور علاقائی نعروں کی گونج میں مزید جان ڈالنے کے لیے 1987ء میں پنجابی پختون اتحاد کا قیام یہ سب ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔

صدر ضیاء الحق کے دور میں افغانیوں کی آمد اور خطے میں مجاہدین کے غلبے کے ساتھ ہی ملک میں کلاشنکوف کلچر عام ہوگیا۔ یہ ایک بدترین دور تھا۔ ملک میں مذہبی منافرت، شدت پسندی، دہشت گردی، اسلحہ اور منشیات فروشی عام ہوگئی۔ اغواء برائے تاوان، بھتہ خوری، زمینوں پر ناجائز قبضے اور لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ ایم کیو ایم کے قیام کا مقصد اردو بولنے والوں کو قومی دھارے سے الگ رکھنا تھا سو وہ آج بھی ایسا ہی ہے۔ صدر ضیاء الحق کے دور میں سب سے زیادہ ستم ظریفی یہ نظر آتی ہے کہ وہ اسلام کے مقدس نام کو ہر عنوان سے جوڑ کر بات کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام ہی کے عنوان سے ملک میں مذہبی، لسانی، نسلی، طبقاتی اور سماجی منافرت عام ہوئی، اقلیتوں کے خلاف شدت پسند مسلم تنظیموں کی کارروائیاں اور بہت کچھ روز کا معمول بن گئے۔

صدر ضیاء الحق کے دور اقتدار میں گوکہ تمام اختیارات ان کی ذات میں مرتکز تھے لیکن وہ سیاستدانوں اور اپنے قریبی ساتھیوں کی وجہ سے خود کو عدم تحفظ کا شکار سمجھتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ان کے دور اقتدار میں ان کا ستارہ عروج پر تھا تو غلط نہیں ہوگا۔ آئن ٹابوٹ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ضیاء الحق کے حق میں سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ ایران میں امریکہ کا سب سے اہم حلیف رضا شاہ پہلوی جو اس پورے خطے کا نگراں بھی تھا ایک عوامی تحریک کے بعد اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ رضا شاہ پہلوی کو اقتدار سے محروم کرنے میں اور انقلاب کی روحِ رواں تو وہ پارٹی کو مذہبی انتہا پسندوں نے ختم کر کے اپنے اقتدار کو مضبوط کیا۔ ایران میں مذہبی شدت پسند انقلابی حکومت برسر اقتدار آ گئی جبکہ اسی سال افغانستان میں بھی روسی فوجیوں نے مداخلت کر دی جس کی وجہ سے اس خطے کا جیو پولیٹیکل نقشہ تبدیل ہوگیا اور امریکہ کے نزدیک پاکستان کی اہمیت دو چند ہوگئی۔ امریکہ نے خلیج، بحیرہ عرب اور بحر ہند میں اپنے بحری بیڑے پہنچا دیئے۔ پاکستان کو امریکہ اور نیٹو ممالک سمیت سعودی عرب، قطر، کویت اور عرب امارات سے بے تحاشہ مالی امداد اور جدید اسلحہ حاصل ہوا۔ اس کے ساتھ ہی ہزاروں کی تعداد میں مجاہدین عرب ممالک، وسطی ایشیا اور دیگر ممالک سے افغان جہاد میں حصہ لینے کے لیے پہنچنے لگے۔ پاکستان اور افغانستان کے ہزاروں مدرسوں میں دینی تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان جو طالبان کے نام سے جانے گئے وہ بھی جہاد کا اہم حصہ بن گئے۔ اس کے ساتھ ہی پورے ملک میں بالخصوص کراچی میں افغانیوں اور مقامی پختونوں نے کراچی کی نواحی بستی سہراب گوٹھ میں اسمگلنگ کے سامان کی مارکیٹ بنائی جہاں کھلے عام اسلحہ، ہیروئن، چرس اور غیر ملکی کرنسی فروخت کی جاتی رہی۔ سہراب گوٹھ کی منشیات کی منڈی نے بیرونی ممالک میں شہرت حاصل کر لی جس پر امریکہ اور دیگر ممالک نے اس کی روک تھام کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالا مگر مقامی انتظامیہ اور پولیس اس شہ

زور گھوڑے کو لگام ڈالنے میں ناکام رہی۔سہراب گوٹھ پر آپریشن ہوا مگر اس کے نتیجے میں ڈرگ مافیا نے مقامی ہمدردوں کی مدد سے دو دن بعد کراچی کی نواحی بستی علیگڑھ کالونی میں قتل عام شروع کردیا۔اس کے ردعمل میں کراچی ایک بار پھر پختون مہاجر فساد کی لپیٹ میں آ گیا۔اسی طرح ایم کیو ایم، پی پی آئی اور دیگر جرائم پیشہ عناصر اور ڈرگ مافیا کی سماجی دشمن سرگرمیاں تیز ہوگئیں۔اس دوران بے شمار اردو بولنے والے اور پشتو بولنے والے افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ایسے میں اردو بولنے والے نوجوانوں کا لہو پانی کی طرح بہایا گیا۔اس طرح کراچی ایم کیو ایم کے پرچم تلے کبھی پی پی پی اور کبھی مسلم لیگ نواز کے ساتھ الحاق کے ادل بدل کھیل میں مزید لہولہان ہوتا رہا ہے۔

صدر ضیاءالحق کی اصل پہچان ان کی خودساختہ نفاذ اسلام کا عمل بن کر سامنے آئی تھی۔اسی تناظر میں 3 مئی 1983ء کو پاکستان ٹائمز میں ایک مراسلہ نگار نے لکھا ''جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ملک کا قانون قرآن پاک کے مطابق ہوگا تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ کس کتاب کی بات کی گئی ہے لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ سنت (پیغمبر اسلام کی زندگی اور پہلے دو خلفاء، بعض کے نزدیک چاروں خلفاء کی تقلید) کو اپنائیں گے تو یہ نہیں بتا سکتے کہ کونسی کتاب پوری امت مسلمہ کے لیے مستند، معتبر اور غیر متنازعہ ہے۔جہاں تک کسی فرد کے ایمان اور عقیدہ کی بات ہے تو یہ دوسرے لوگوں کو متاثر نہیں کرتی لیکن جب یہ عقیدہ قانون میں تبدیل کردیا جائے تو یہ ریاست کے ہر شہری کو متاثر کرتا ہے۔یہ صورتحال اس وقت تک جاری رہے گی جب تک حکومت کی کوئی متفق علیہ کتاب پیش نہیں ہوجاتی۔'' الشیر صفحہ 204، 1984ء میں حسن عسکری رضوی لکھتے ہیں ''اسلام کے سماجی، اقتصادی اور فلاحی پہلوؤں کو پیش نظر رکھنے کے بجائے اس کے انضباطی اور استنباطی پہلوؤں پر زیادہ زور دیا گیا''۔ایسے میں جب ملک میں زکوۃ کمیٹیاں بنائی گئیں اور ملک میں اسلامی فلاحی معاشرہ کی تشکیل کی کوشش کی گئی تو اسلامی نظریاتی کونسل کو بے شمار شکایتیں موصول ہوئیں جس میں بدعنوانی اور مستحق افراد کو انتہائی کم رقومات کی تقسیم اور خرد برد کے بارے میں بتایا گیا جبکہ جن جن لوگوں کو زکوۃ کمیٹی کا سربراہ بنایا گیا تھا ان کے امین اور صادق ہونے کے سرٹیفکیٹ جاری ہوئے تھے۔اس طرح یہ نظام بھی ناکام ہوگیا۔المیہ یہ رہا ہے کہ جب جب عوام نے علماء سے رہنمائی کی توقع کی وہ فرقہ وارانہ مسائل میں الجھتے رہے اور مذہب کو نمائشی طور پر استعمال کرتے رہے۔اس وجہ سے پاکستان سماجی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگیا۔ضیاء دور میں خفیہ اداروں کو ہر طرح سے چھوٹ حاصل تھی۔کراچی کے سماجی اور معاشرتی بگاڑ میں بھی ان اداروں کا ہاتھ رہا جبکہ سیاسی ڈھانچہ ٹوٹ پھوٹ کر پہلے ہی بکھر چکا تھا۔امریکہ، مغربی لابی اور خلیج کی ریاستیں ضیاءالحق کو اپنا امام تسلیم کرتی ہیں، مغربی رہنماؤں نے ضیاءالحق کی تمام تر خامیوں اور کوتاہیوں کی خوب حوصلہ افزائی

کر کے اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ جبکہ پاکستان میں اسلامی نظام، اسلامی شریعت اور نظریہ ختم نبوت کی تحریک زور پکڑتی رہی۔ زور اس پر تھا کہ احمدیوں کو ان کی مساجد یا عبادت گاہوں میں بھی عبادت کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس طرح پورے ملک میں مذہبی شدت پسندی، سیاسی گروہ بندی، سماج دشمن عناصر کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں اور دہشت گردی نے عوام کا جینا حرام کر دیا ہے۔ رشوت، منشیات، اسلحہ اور بھتہ خوری کا سلسلہ عام رہا۔ کراچی خصوصی طور پر اس بدامنی، بدانتظامی اور مختلف تعصّبات کا نشانہ بنتا رہا۔

جنرل کے ایم عارف نے اپنی کتاب ''ورکنگ ود ضیاء'' میں لکھا ہے کہ اس دور کا بڑا سانحہ اوجڑی کیمپ کی تباہی تھا۔ اسلحہ کا یہ بہت بڑا ڈپو اسلام آباد اور راولپنڈی کے درمیان واقع تھا۔ اوجڑی کیمپ دھماکوں کے بعد ضیاء الحق اور جونیجو کے مابین تعلقات مزید خراب ہو گئے۔ ضیاء الحق اس بڑے سانحے سے آئی ایس آئی کو بری الذمہ قرار دیتے رہے مگر وزیر اعظم جونیجو اس تمام خوفناک حادثہ کی غیر جانبدار انکوائری چاہتے تھے۔ اس کے بعد ضیاء الحق نے جونیجو حکومت کو برخاست کر دیا۔ درحقیقت ضیاء الحق ہر قیمت پر جنرل عبدالرحمٰن ڈی جی آئی ایس آئی کو بچانا چاہتے تھے۔ یہ بات جنرل کے ایم عارف نے اپنی کتاب میں تحریر کی ہے۔ ہر آمر کو اپنی حکمرانی کو طول دینے کے لیے کسی نعرے، نظریہ یا ملک میں افراتفری پیدا کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح صدر ضیاء الحق نے بھی اپنی طویل آمریت میں تمام حربے استعمال کیے جن میں زیادہ طاقتور نعرہ نفاذ اسلام کا تھا جس کی تکمیل تو ممکن نہیں ہوئی مگر یہ نعرہ کسی بپھرے ہوئے شیر کی طرح ثابت ہو رہا تھا جس کو زنجیروں میں قید کرنا ضروری ہو گیا تھا جس کو ضیاء الحق نے آزاد کیا تھا۔ اب ان کے اور ان کے اقتدار کے لیے چیلنج بن چکا تھا۔ اس دباؤ میں ضیاء الحق نے احمدیوں کے خلاف تعزیرات کی دفعات آئین میں شامل کرنے کے لے آرڈیننس کا اجراء کیا جس سے انسانی اور بنیادی حقوق متاثر ہوئے۔ ایک طبقہ مطمئن ہوا مگر عالمی طور پر اس کے منفی اثرات نمایاں ہوئے۔ احمدیوں کے لیے پاکستان کو دوزخ بنا دیا گیا۔ اس کے علاوہ عیسائی اور ہندو اقلیتوں پر بھی بہت ظلم کیے گئے۔ نیز مسلم خواتین کے لیے بنائے گئے قوانین یا ضبط شدہ حقوق کی وجہ سے انہیں ظلم وستم کا نشانہ بننا پڑا۔ اسی طرح صدر ضیاء الحق نے پاکستان کے برسوں پرانے سماجی اور معاشرتی ڈھانچہ کو ڈھا دیا۔ اس حوالے سے مولانا مودودی کی سیاسی اسلامی تشریحات جو سرد جنگ کا حصہ تھیں جو سعودی عرب اور امریکہ کی ضرورت تھیں مثلاً یہ دعویٰ کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے کے نعرے نے بہت زیادہ نقصان پہنچایا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اسلام مشاورت، اجتہاد، علم حاصل کرنے اور کھوج کرنے کی بار بار ہدایات کیوں دیتا؟ اگر ایسا ہوتا تو 55 اسلامی ممالک میں کسی ایک میں بھی مکمل اسلامی نظام کی جھلک نظر آتی۔ اسی طرح جماعت اسلامی کے سیاسی اسلام سے متاثر ضیاء الحق نے اپنی ذاتی خواہشات اور رجعت

پسند علماء کی آراء کو اپنا غیر تحریری منشور بنالیا اور اس پر سیاسی کا ڈھانچہ کھڑا کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں پاکستان کو اس کے کیا کیا ثمرات حاصل ہوئے یہ سب پر عیاں ہے۔

آخر کار 17 اگست 1988ء کو صدر ضیاء الحق امریکی ٹینکوں کا معائنہ کرنے کے لے ٹامیوالی فائرنگ رینج میں پہنچے۔ان کے ساتھ امریکی سفیر رافیل بھی موجود تھے۔اس کے علاوہ دیگر اہم اعلیٰ فوجی افسران بھی شامل تھے۔واپسی پر طیارہ ہرکولیس اچانک شعلوں کی لپیٹ میں آکر فوری زمین پر بکھر گیا۔طیارہ کے حادثے کے بارے میں تاحال کوئی مکمل اور درست تحقیقی رپورٹ سامنے نہیں آئی ہے۔اس حادثہ کے بہت سے امکانی ذمہ داروں کے بارے میں قیاس آرائیاں ہوتی رہیں مگر زیادہ ماہرین نے اس کو تکنیکی حادثہ قرار دیا ہے۔ضیاء الحق کے دور کا خاتمہ ہونے کے بعد جنرل اسلم بیگ نے ملک میں انتخابات کرانے کا فیصلہ کیا اور انہوں نے اس خلاء کو پر کرنے کے لیے کسی بھی غیر آئینی اقدام سے گریز کیا۔

صحافت پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کی گئیں لوگوں کو ان کے حق سے محروم رکھا گیا اخبارات پر سنسر شپ سخت کر دی گئی۔ضیاء الحق کو توقع تھی کہ قومی پریس مارشل لاء حکام سے تعاون کرے گا کیوں کہ اس عبوری حکومت کے سامنے بنیادی مقصد جمہوریت کی بحالی ہے ۔ مارشل کے باوجود چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے قومی پریس پر سنسر شپ نافذ نہیں کی کیوں کہ انہیں یقین تھا کہ پریس ہماری تاریخ کے اس نازک دور میں خود ہی ضبط سے کام لے گا۔اس خطاب کے اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اندر دو اخباروں انجام کراچی اور یادگار سکھر کے ڈیکلریشن فوری طور پر بحال کر دیئے گئے جنہیں بھٹو دور میں منسوخ کیا گیا تھا۔صحافیوں پر مختلف پابندیاں عائد کی گئیں اس دور میں صحافیوں نے کس جو کالم تحریر کئے اس کے اس میں 7 ستمبر 1977 کو سید محمد تقی نے اخلاقی وسیاسی جرائم اور خانہ جنگی کی دھمکیاں کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں فوجی حکومت کے خلاف خانہ جنگی کے متعلق بیان اور سابقہ حکومتوں کی کارگردگیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔سابقہ حکمرانوں کے خلاف مقدمات اور انکی تصدیق کے ساتھ ساتھ بھٹو حکومت کی جانب سے جمہوریت کا غلط استعمال کرنے پر تنقید کی گئی ہے۔9 ستمبر 1977 کو حافظ بشیر احمد غازی آبادی نے غلط قسم کی خود اعتمادی میں مبتلا قیادت منزل مقصود تک پہنچنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی ہے۔کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے چند پالیسیوں پر حکومت کی غلط خود اعتمادی میں مبتلا ہو جانے کا ذکر کیا ہے۔16 ستمبر 1977 کو حافظ بشیر احمد غازی آبادی نے خود کو عوام قرار دینا بہت بڑی کج فکری ہے۔کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں سابقہ حکومت پر تنقید کرتے ہوئے عوامی دور کو ایک حادثہ قرار دیا گیا ہے اور اس دور میں ہونے والی ناانصافیوں پر بحث کی گئی ہے۔17 ستمبر 1977 کو جنگ فیچر نے بھٹو اور گاندھی نے سیاست میں کیا گل کھلائے؟ کے عنوان

سے فیچر لکھا گیا ہے۔اس فیچر میں بھٹو دور کی خامیاں اور انکی ناکامی کے اسباب کے ساتھ ساتھ ضیاء الحق کو مشورہ دیا گیا ہے کہ انصاف اور سیاست کے درمیان جو درجہ بندی ہے وہ ہر حال میں باقی رہنی چاہئے۔21 ستمبر 1977 کو زیڈ۔اے سلہری جنرل محمد ضیاء الحق کی شخصیت کی چند جھلکیاں کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے اپنی ایک ملاقات کا حوالہ دیتے ہوئے ضیاء الحق صاحب کی شخصیت بیان کی ہے اور بھٹو کو فرعون سے تشبیہ دی ہے کہ وہ قوم کو غلام بنانے پر تل گیا تھا۔25 ستمبر 1977 کو جے اے رحیم نے ''بھٹو نے ملکی معیشت اور نظام حکومت کو تباہ کر دیا'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے اپنی اسیری اور لاکھوں عوام پر بھٹو کے ظلم کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ انہوں نے آئین کو آمریت کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔25 ستمبر 1977 کو وزیر حسن نے ''سابقہ حکومت اقتصادی اور سماجی حقائق کی روشنی میں'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار کے مطابق ملک سیاسی اعتبار سے مضبوط ہو ہی نہیں سکتا جب تک مالی اعتبار سے مضبوط نہ ہو۔بھٹو کے اقدامات کی وجہ سے ملک کے مالی و اقتصادی حالات کی خرابی کا ذکر اور بھٹو کے مختلف کارنامے گنوائے گئے ہیں۔12 اکتوبر 1977 کو انورالایمان فاروقی نے ''فلاحی مملکت میں تمام کارکنوں سے ایک جیسا سلوک ہونا چاہئیے سابقہ حکومت نے محنت کشوں پر ظلم، زیادتی اور تشدد کی حد کر دی'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے مختلف ملازمین کے مسائل کا ذکر اور سابقہ دور میں ہونے والی زیادتیوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور آنے والی حکومت سے امید کی ہے کہ ان کے نقصانات کا ازالہ کیا جائے گا۔

23 اکتوبر 1977 کو بدر عالم فاروقی نے ''چودہ ارب کے قرضے اور 256 کروڑ پتی، بھٹو کے دور میں بینکوں کا حلیہ کیوں بگاڑا گیا'' کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں بھٹو دور میں قرضوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور اسٹیٹ بینک کے اعداد وشمار بیان کرتے ہوئے معیشت کو ہونے والے نقصانات اور بینکوں کے حلیہ پر تبصرہ کیا ہے۔4 دسمبر 1977 کو قاضی محمد اکبر نے ''قومی یکجہتی۔وقت کی اہم ترین ضرورت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے بھٹو دور میں اچھے کاموں کے ساتھ برے کاموں کا حوالہ دیتے ہوئے قومی یکجہتی کی ضرورت پر زور دیا۔6 جنوری 1978 کو حبیب الرحمٰن نے پیپلز پارٹی کا یوم جمہوریت کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے بتایا ہے کے یوم جمہوریت منانے کے لیے ۵ اکتوبر ہی کو کیوں منتخب کیا گیا ہے۔کالم نگار کا کہنا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور کی فسطائیت اور فاشزم کے مطابق بھٹو کی سیاسی موت واقع ہو چکی تھی اور پیپلز پارٹی یوم جمہوریت منا کر مشہور ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔8 جنوری 1978 کو میر خلیل الرحمٰن نے ''جنرل محمد ضیاء الحق کا دورۂ چین'' کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے جنرل کے دورۂ چین کا ذکر کیا ہے۔چین کے اہم رہنماؤں اور تاریخی پس منظر کے بارے میں بتایا گیا ہے۔چین نے

پاکستان کو اسلحہ اور دیگر امور پر مدد کی یقین دہانی کروائی ہے۔20 فروری 1978 کو زیڈ اے سلہری نے بھٹو ازم کا کس طرح قلع قمع کیا جائے کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے بھٹو صاحب کی ذات سے متعلق سیاست میں موجود عناصر کو کس طرح خاموش کروانے اور ان کے اقدامات کا اثر ختم کرنے کے متعلق اپنی رائے سے آگاہ کیا ہے۔ بھٹو ازم ختم کرنے کے لیے سیاسی متبادل کا مطالبہ کیا ہے۔3 اگست 1978 کو میر خلیل الرحمٰن نے ''شہر کی باتیں'' کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے ضیاء الحق کے متعلق بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے اپنے بیانات کا ذکر کیا ہے 22 ستمبر 1978 کو میر شکیل الرحمٰن نے بھٹو فارمولا یا حق فارمولا کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے عوام اور صحافیوں کے متعلق مختلف اسکیموں کے نام سے حکومت کی پیش کشوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ 6 ستمبر 1978 کو میر شکیل الرحمٰن نے نظام مصطفیٰ کا خالی خولی نعرہ لگانے والے بتائیں کہ نظام مصطفیٰ کیا ہے؟ کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے حکومت پر تنقید کی ہے 26 فروری 1979 کو زیڈ اے سلہری نے ''ہمارے سیاستدانوں کی غیر حقیقت پسندی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے سیاستدانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ بھٹو صاحب کا دور ختم ہو چکا، ہمیں قومی سلامتی کے لیے انتخابی عمل سے گزرنا ہوگا۔ لہٰذا عبوری حکومت کے دوران اچھا موقع ہے کہ سیاسی اصطلاحات کر لی جائیں۔9 مارچ 1979 کو بشیر الدین خان نے فوج کو سیاست میں ملوث نہ کیا جائے کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ فوج کو غیر ضروری طور پر سیاست میں ملوث نہ کیا جائے۔ جلد انتخابات کروا کے اقتدار نمائندگان کے سپرد کر دیا جائے۔

19 مارچ 1979 کو محمود حامد نے اسلامی نظام اور عوامی مسائل کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے 12 ربیع الاول کو اسلامی نظام کے قیام کا خیر مقدم کرتے ہوئے ضیا الحق کی خدمات کو سراہا ہے۔ اور وہ سیاسی پارٹیاں جو اسلامی نظام قائم کرنے کا صرف اعلان کرتی رہیں ان کے لیے لمحہ فکر یہ ہے کہ صدر ضیا الحق نے اسلامی نظام کے قیام کا اعلان کر دیا۔ 24 مارچ 1979 کو منیر علوی نے مسلح افواج کا آئینی کردار کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے مختلف مارشل لاء ادوار اور ترکی کی مثال دیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ فوج کا کوئی بھی آئینی کردار نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر فوج کو آئینی اختیار مل گیا تو اس کی کابینہ ایوان میں آسانی سے کام نہیں کر سکے گی ، کیونکہ وزرا اور دیگر کو معلوم ہوگا کہ صدر کے پاس فوج چلانے کے اختیارات بھی ہیں۔ 13 مئی 1979 کو حافظ بشیر احمد نے قومی مفاد میں اشتراک عمل کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے پاکستان کی قومی صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کو بنے ہوئے بتیس سال ہو گئے ، اور ہم نے یہ ملک اصلاح معاشرہ اور دین کی تبلیغ کے لیے حاصل کیا تھا۔ نظام

مصطفیٰ قائم کرنے کے لیے ہمیں صحیح لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔6 مئی 1979 کو آغا مسعود حسین نے بلدیاتی انتخابات کے عنوان سے کالم لکھا آغا مسعود حسین نے اپنے کالم کے ذریعے عبوری حکومت کو تجویز دی کہ بلدیاتی انتخابات سے قبل عام انتخابات کروائے جائیں۔ پاکستان کے موجودہ حالات میں بلدیاتی انتخابات کروا کے سیاسی مفادات حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔عبوری حکومت کی ذمہ داری ہے کہ مقررہ تاریخ پر انتخاب کروائے تاکہ فوج واپس بیرکوں میں چلی جائے۔18 مئی 1979 کو سید عادل ابراہیم نے بلدیاتی انتخاب غیر سیاسی بنیاد پر کروائے جائیں کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے بحث کی ہے کہ سیاسی جماعتیں بلدیاتی انتخابات عام انتخابات سے قبل نہ کروانے کے لیے حکومت پر زور ڈال رہی ہیں۔حکومت عام انتخابات کروانے میں مخلص نہیں۔24 مئی 1979 کو بشیر احمد نے صدر کے اختیارات اور آئین میں ترمیم کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر کے اختیارات اور آئین میں ترمیم کے حوالے سے اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے۔اگر آئین کے تحت صدر کو اختیارات دیئے گئے تو وہ مطلق العنان ثابت ہوسکتا ہے۔

28 مئی 1979 کو سعید اللہ کاظمی نے اسلامی جمہوریت یا خالص اسلام کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں میں کالم نگار نے سابقہ حکومتوں پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر دور میں اسلامی جمہوریت کے دعوے کیے گئے لیکن اس پر عمل نہیں کیا گیا،اس عبوری حکومت کے دور میں اسلامی اصولوں پر کام کیا جا رہا ہے۔صدر کو مشورہ دیا ہے اسلامی نظام کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔25 جون 1979 کو سید محمد تقی نے انتخابات اور بھیانک آمریت کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے آمریت کے زیر اثر ہونے والے انتخابات پر تنقید کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ موجودہ دستور میں جو حکومت بنے گی وہ جمہوریت کو ذبح کرنے کے مترادف ہوگی۔انتخابات کروانے پر اصرار کیا گیا تو سمجھ لیں کہ دال میں کچھ کالا ہے۔22 جولائی 1979 کو ایس ایم یعقوب نے متناسب نمائندگی کا طریقہ انتخاب کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے صدر ضیاالحق کے متناسب نمائندگی والے بیان کا ذکر کیا ہے کہ وہ اس طرح کے انتخاب کروانا چاہتے ہیں۔3 اگست 1979 کو میر شکیل الرحمٰن نے جنرل صاحب! ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں میں مکالمہ کی صورت میں کالم نگار نے جنرل ضیاالحق پر تنقید کی ہے کہ آپ نے امریکی صحافی کو انٹرویو تو دے دیا،مگر ہمیں ابھی تک ٹائم نہیں دیا اور ملاقات کی کوئی بات نہیں کی۔5 اگست 1979 کو عبادت یار خان نے وزیر اعظم اور صدر کے اختیارات میں توازن کا فیصلہ انتخابات سے پہلے کیا جائے کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے سابقہ حکومت پیپلز پارٹی پر تنقید کی ہے اور تجویز دی ہے کہ صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات کے

حوالے سے قبل از الیکشن فیصلہ کیا جائے۔12 اگست 1979 کو کمال اظفر نے متناسب نمائندگی کسی نہ کسی شکل میں سارے یورپ میں رائج ہے کےعنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے موجودہ نظام کے تحت یہ بتانے کی کوشش کی ہے یہ ممکن ہے کہ ایک سیاسی جماعت ملک میں اکثریت حاصل کیے بغیر پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرے ،اور اگر ایسا ہوا تو یہ عمل موجودہ نمائندہ جمہوریت کی روح کے مخالف ہوگا۔13 اگست 1979 کو جسٹس بشیر الدین خان نے متناسب نمائندگی کے تجربے سے اجتناب ہی بہتر ہے کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے متناسب نمائندگی کو غیر ضروری اور غیر اہم قرار دیا ہے،اور کہا ہے ہمارا ملک اسلامی ملک ہے اس میں مجلس شوریٰ کا قانون ہونا چاہیے۔ 16 اگست 1979 کو ایک مبصر کے قلم سے متناسب نمائندگی سے اختلاف بے معنی ہے کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر پاکستان کی تجویز کی حمایت کی ہے اور لکھا ہے کہ جب سے متناسب نمائندگی کی تجویز آئی ہے اس کی مخالفت کی جا رہی ہے،اس پر سیاست کی جا رہی ہے اور بہت سے لوگ تو اس سے واقف بھی نہیں۔26 اگست 1979 کو ثمین خان نے متناسب نمائندگی۔ایک تجزیہ کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے متناسب نمائندگی کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نظام معاشرے اور ریاست کے فرق اور ضروریات کو بھول جاتا ہے۔17 ستمبر 1979 کو نظام مصطفیٰ نے مسلح افواج کا سیاسی کردار کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے مسلح افواج کے سیاسی کردار پر بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔اور کہا ہے کہ ملک اب کسی مارشل لا کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ 19 ستمبر 1979 کو ضیاالدین کرمانی نے توازن ،اختیارات اور فوج کا کردار کے عنوان سے کالم لکھا فوج پاکستان کا اہم حصہ ہے،اس کو سیاست میں بالکل نہیں آنا چاہیے اور فوج کا کام ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے۔3 اکتوبر 1979 کو سید شہزاد منظر نے سیاسی جماعتوں کے ترمیمی ایکٹ کو محاذ آرائی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر پاکستان کی جانب سے 1962 کے پولیٹیکل پارٹی ایکٹ میں ترمیم کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ سیاسی جماعتوں کو اس بحث میں نہیں الجھنا چاہیے اور منفی رویے سے سیاستدانوں کو نقصان ہوگا۔7 اکتوبر 1979 کو منظور احمد نے ''صدر محترم اور بندہ مزدور'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر ضیاالحق کے قوم سے خطاب میں مزدور کو دی جانے والی تجویز پر غصہ کا ظہار کیا ہے،اور مزدور کے مسائل کے ساتھ ساتھ سرمایہ داروں اور مل مالکان کی حرکتوں کا بھی ذکر کیا ہے اور ملک کی اقتصادی صورتحال پر صدر سے مداخلت کی اپیل کی ہے۔10 اکتوبر 1979 کو بجل لغاری نے ''میری باتیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں کالم نگار نے پیر پگارا کے لگائے گئے الزامات کا جواب دیا ہے۔اس کے ساتھ پیپلز پارٹی پر بھی تنقید کی ہے۔10 اکتوبر 1979 کو حبیب احمد نے سیاسی پارٹیاں اور قوم کا مستقبل کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم

کالم نگار نے صدر پاکستان کو مشورہ دیا ہے کہ وہ سیاسی پارٹیوں کی باتوں میں نہ آئیں بلکہ وہی کریں جو قوم کے لیے بہتر ہو 3 فروری 1980 کو راشد سعید نے ''جیلوں میں اصلاحات'' کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے حکومت کی توجہ جیلوں کی طرف دلائی ہے اور کہا ہے کہ جیلوں کی حالت بہت خراب ہے اور قیدیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔حکومت کو چاہیے جیلوں کے حوالے سے خصوصی اصلاحی پیکج لے کر آئے۔ 13 جون 1980 کو ڈاکٹر شریف نے ''پاکستان میں شکر کا بحران'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم نے حکومت کے کیے گئے اقدامات کی تعریف کی ہے کہ اس نے بروقت کام کر کے عوام کی مدد کی ہے۔29 جون 1980 کو ڈاکٹر مشتاق احمد نے صنعتی ترقی پر حکومت کی پالیسی کے اثرات کالم نگار نے بجٹ کے سلسلے میں حکومت کے گئے اقدامات کی تعریف کی ہے۔اور کہا ہے حکومت کی صنعتی پالیسی نے جہاں صنعت کاروں کو ریلیف دیا ہے وہیں عوام کے لیے آسانیاں پیدا کی ہیں۔14 جولائی 1980 کو پروفیسر اویس احمد نے پاکستان کی حالیہ درآمدی پالیسی کا ایک جائزہ کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے موجودہ حکومت کی مشکلات بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ حکومت نے اس کٹھن وقت میں ملک کی درآمدی پالیسی تشکیل دی ہے کہ جو کہ لائق تحسین ہے۔24 ستمبر 1980 کو بشیر طاہر نے صدر مملکت کا دورہ اقوام متحدہ کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر ضیاالحق کے دورہ اقوام متحدہ کی تفصیلات درج کی ہیں اور ان کے اس دورے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ صدر صاحب نے ان مشکل حالات میں نہ صرف پاکستان کی نمائندگی کی بلکہ امت مسلمہ کی بھی ترجمانی کی 6 اکتوبر 1980 کو پروفیسر محمد خلیل اللہ نے ایک تاریخ ساز تقریر کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ اجلاس میں صدر پاکستان کی جانب سے کی جانے والی تقریر کی تعریف کی ہے اور کہا ہے صدر صاحب نے جرائت مندانہ موقف پیش کیا ہے۔

13 اکتوبر 1980 کو ابوحشام تھانوی نے صدر مملکت کی اقوام متحدہ میں تقریر کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے اقوام متحدہ کے حالیہ سیشن میں صدر ضیاالحق کی جانب سے کی جانے والی ولولہ انگیز تقریر کی تعریف کی ہے۔9 دسمبر 1980 کو شفیع ملک نے قومی لیبر پالیسی کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے ملک میں مزدور کی دگرگوں حالت بیان کرنے کے بعد ان کے لیے بہترین قومی پالیسی تشکیل دینے کی تجویز دی ہے۔اور کالم نگار نے مزدور کی حالت کا ذمہ دار تمام حکومتوں کو قرار دیا ہے۔25 جنوری 1981 کو احمد ندیم قاسمی نے لاہور لاہور ہے کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے معاشی مسائل کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر عوام مسائل کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ

زمینی حقائق بول رہے ہیں اور ملک میں واقعی مسائل موجود ہیں اس لیے حکومت کو ان مسائل کی توجہ دینا چاہیے۔1 مارچ 1981 کو احمد ندیم قاسمی نے قلم چلانے سے عوام کے مسائل حل نہیں ہونگے کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے حکومت کو متوجہ کر کے عوام کے مسائل کی طرف توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ صرف احکامات دینے سے مسائل حل نہیں ہو نگے۔بلکہ عملی اقدامات کرنے ہو نگے۔27 مئی 1981 کو بدر جعفری نے ہفتہ وار تعطیل اور اوقات کار کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے حکومت کی جانب سے جمعہ اور ہفتہ کی چھٹی کے فیصلے پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ حکومت خود پریشان ہے کہ اب اس معاملے کو کیسے حل کیا جائے۔8 جولائی 1981 کو آغا محمد غوث نے وفاقی بجٹ کا اقتصادی جائزہ کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے موجودہ حکومت کی طرف سے پیش کیے جانے والے بجٹ کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ حکومت نے بیشتر محکموں میں اچھی پالیسی اپنائی ہے اور عوامی بجٹ پیش کیا ہے۔16 ستمبر 1981 کو ایم شمس الدین نے محتسب اعلی کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے حکومت کی طرف سے جاری کیے جانے والے مجوزہ وفاقی محتسب کے ادارے کی حمایت میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس ادارے سے عوام کی مشکلات حل ہونے میں مدد ملے گی اور عوام سرکاری افسران کے خلاف شکایات کر سکیں گے۔3 جنوری 1982 کو انعام درانی نے تلخ وشیریں کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے لیبیا میں موجود پاکستانیوں کے مسائل کے حوالے سے بات کی ہے اور 250 افراد کی حکومتی وجہ سے واپسی ممکن ہونے پر حکومت کی تعریف کی ہے۔ 8 جنوری 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے شوری کی ہئیت ترکیبی کیا محض اتفاقی ہے؟ کالم نویس نے اس کالم میں صدر کی جانب سے بنائی گئی وفاقی مشاورتی کونسل پر بات کی ہے،اس کونسل کے لیے جو نام چنے گئے ہیں ان پر تنقید کی ہے۔اور اسلام کو بطور نعرہ استعمال نہ کرنے کی تجویز دی ہے۔22 جنوری 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے سیاسی مسئلہ،سوچ کے دھارے تیزی سے بدل رہے ہیں کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے شوری پر تنقید کرتے ہوئے سیاسی عمل کے ارتقا پر زور دیا ہے۔سیاسی عمل کو پابندیوں سے آزاد کرنے اور الیکشن کا عمل پورا کرنے پر زور دیا ہے۔29 جنوری 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے سیاسی سرگرمیوں اور پریس پر حکومت سوچ سمجھ کر موقف طے کرے اخبارات پر سنسر شپ اٹھاتے ہوئے حکومت نے موقف واضح نہیں کیا اور بعد میں موقف تبدیل کر لیا گیا،اور سیاستدانوں کے بیانات پر کالم کی اشاعت نہ کرنے کے حکومتی موقف پر تنقید کی گئی ہے۔23 فروری 1982 کو ظہور الحسن چوہان نے آزادی صحافت کیوں اور کس لیے کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر مملکت ضیا الحق کے بیان اور حکومتی تضاد کو بیان کیا ہے،جس میں صدر آزادیء صحافت کے قائل جبکہ حکومت نے صحافت پر پابندیاں عائد کی ہوئی ہیں۔6 مارچ 1982 کو ارشاد احمد حقانی

نے ’’نفاذ اسلام کے دعوے اور عملی پیش قدمی کی سست رفتاری کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نویس کے حکومت کے دعویٰ نفاذ اسلام پر عدم اتفاق کرتے ہوئے مختلف تجاویز دی ہیں۔ 19 مارچ 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے ’’حکومت کی سیاسی سوچ ، ابہام اب ختم ہونا چاہیے‘‘ کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نویس نے سیاسی سرگرمیوں پر پابندیوں پر مایوسی کا اظہار کیا ہے۔ صدر ضیاالحق اور کابینہ کے ارکان کے مختلف بیانات پر تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ 28 مئی 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے پاکستانی معاشرے کو اسلامی بنانے کا تذکرہ حقانی صاحب نے پاکستانی معاشرے کو اسلامی بنانے کے حکومتی اعلانات کی تائید کی ہے اور دنیا کے ردعمل کو ٹھکرایا ہے۔ اس عمل میں تیزی لانے پر زور دیا ہے۔ 25 جون 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے ’’آئندہ مالی سال کا بجٹ، مثبت اور منفی پہلو‘‘ کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نویس نے بجٹ کے حوالے سے مختلف طبقات کی بات کی ہے اور حکومت پر تنقید کی ہے۔ 28 جولائی 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے ’’سیاسی ڈھانچے کے بارے میں نظریاتی کونسل کی رپوٹ کی واپسی‘‘ کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار حقانی صاحب نے اسلامی کونسل کی دو سال کی محنت کے بعد رپورٹ کی تیاری اور صدر صاحب کے اس پر عدم اتفاق کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ 3 اگست 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے ’’نفاذ اسلام، پانچ سالہ پیشرفت کا جائزہ‘‘ کے عنوان سے کالم لکھا۔ حقانی صاحب سابقہ حکومتوں کے کاموں کا جائزہ اور موجودہ حکومت کے اسلامی نقطہ نظر کے نام سے اپنے نفاد پیدا کر رہی ہے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ہر کام کو نفاذ اسلام کا نام دینے سے گریز کرنے کی تجویز دی ہے۔ 29 ستمبر 1982 کو غلام محمد شاہ نے نفاذ اسلام اور حکومت کے مساعی کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے حکومتی اقدامات کی حمایت کی ہے جو کہ حکومت نفاذ اسلام کے حوالے سے کر رہی ہے، مثلا حدود آرڈیننس اور اس طرح کے مزید اقدامات پر زور دیا ہے۔ 6 ستمبر 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے اصلاح معاشرہ کی مہم اور اس کے نتائج حاصل کرنے کا طریقہ کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر ضیاالحق کی جانب سے چلائی جانے والی مہم کی حمایت کی ہے اور معاشرتی برائیوں کو بے نقاب کرتے ہوئے اصلاحی تجاویز دی ہیں۔ 8 اکتوبر 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے عبوری آئین کا دوسرا ترمیمی بل، نظر ثانی کا منتظر کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے یحییٰ خان کے دور میں برطرف کیے جانے والے افسران کے خلاف بل لانے کی مخالفت کی ہے اور اسے جائز قرار دیا ہے۔ 01 نومبر 1982 کو جلال الدین احمد نوری نے دلی میں ضیاء اندرا ملاقات تاریخ کے آئینے میں کے عنوان سے کالم لکھا جس میں کشمیر کے حوالے سے ضیاء صاحب کی تجویز کی حمایت کی ہے۔ 8 نومبر 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے ’’صدر کی گیند سیاستدانوں کی کورٹ میں‘‘ کے عنوان سے کالم میں صدر کی سیاست دانوں پر تنقید کو درست قرار دیا۔ 19 نومبر 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے خارجہ حکمت عملی، پاکستان کے لیے درست لائحہ عمل کالم نویس نے

امریکی سفیر کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو دیکھ بھال کے تھام لیتے ہوئے اور روس سے بھی تعلقات کو بہتر کرنے کے حکومتی اقدامات کو سراہا ہے۔ 17 دسمبر 1982 کو ارشاد احمد حقانی نے سیاسی دلچسپیوں کی وجہ سے بلدیاتی کونسلروں کے خلاف کاروائی کا امکان کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے ایسے حکومتی اعلان کی مذمت کی ہے جس میں کونسلروں کی سیاسی وابستگی کو ناپسند کیا گیا ہے۔ 10 جنوری 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے اخبارات کو مضبوط ادارتی بورڈ قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ حقانی صاحب نے صدر ضیاالحق کے اخبارات کو اپنے ادارتی بورڈ مضبوط کرنے کے مشورے کی حمایت کی ہے۔ 10 جنوری 1983 کو زیڈ اے سلہری نے کے ''اکہ پاکستان امریکا پر انحصار کرسکتا ہے'' کے عنوان سے لکھے گئے اپنے کالم میں صدر کے دورہ امریکا کا تجزیہ کیا ہے اور اسے نہایت کامیاب قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے امریکا کے دوہرے معیار کا بھی تجزیہ کیا ہے۔ 12 جنوری 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے ''پاکستانیوں کے قومی شعور اور جذبہ حب الوطنی پر عدم اطمینان'' کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر ضیاالحق کی نشر کردہ تقریر کی مخالفت کی ہے جس میں انہوں نے پاکستانیوں کے قومی شعور اور جذبہ حب الوطنی کی کمی کی بات کی ہے۔ 17 جنوری 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے ''عشر کا نفاذ ایک اہم اور تاریخی فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے زکوۃ عشر آرڈیننس میں عشر کے معطل شدہ حصے کے نفاذ کے کابینہ کے فیصلے کو سراہا ہے۔ 26 جنوری 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے ''توانائی کا بحران'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے موجودہ حکومت کی توانائی کے بحران پر کیے گئے فیصلوں کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ 2 فروری 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے نفاذ اسلام توقعات اور نتائج کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے حکومت کے نفاذ اسلام کی کوششوں کو سراہا ہے لیکن ساتھ میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ بہر حال تمام باتیں جمہوری رویے اور جمہوریت کے بغیر غلط ہیں۔ 2 فروری 1983 کو پیر علی محمد راشدی نے وفاقی محتسب کا تقرر کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے سابقہ حکومتوں کی تفصیل کے ساتھ بات کرتے ہوئے وفاقی محتسب کے قیام کو سراہا ہے اور کئی تجاویز بھی دی ہیں۔ 28 فروری 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے نئی نصابی کتب تیار کرانے کا ارادہ کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے حکومت کے اس منصوبے کو سراہا ہے جس کے تحت تمام نصابی کتب کو نئے سرے سے اسلامی ماحول کے مطابق تیار کیا جائے گا۔ 4 مارچ 1983 کو بشیر الدین خان نے توانائی کا مفروضہ بحران اور قیمتوں میں اضافہ کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے توانائی کے بحران کو مصنوعی قرار دیا ہے اور منصوبہ بندی کی کمی کو جواز بتایا ہے۔ 27 مارچ 1983 کو زیڈ اے سلہری نے حکومت اور اشتہارات کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے جنگ کے اشتہارات اور حکومت کے اس اقدام کی سخت مخالفت کی ہے۔ 8 مئی 1983 کو زیڈ اے

سلہری نے کیا سیاسی دور شروع ہو چکا ہے کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر کے ملکی دوروں کا تجزیہ کیا ہے اور انھیں ملک کی اہم ضرورت قرار دیا ہے جبکہ بھٹو صاحب پر تنقید کی ہے۔8 مئی 1983 کوارشاد احمد حقانی نے ''حکومت کی سیاسی سوچ اوراس کے مضمرات پر ایک نظر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں حقانی صاحب نے صدر صاحب کے سیاسی ڈھانچے کو غیر مناسب قرار دیا ہے اور کسی بھی سیاسی سیٹ اپ کے لیے قوم کو اعتماد میں لینے کی بات کی ہے۔11 مئی 1983 کو پروفیسر محمد عثمان نے قومیائے ہوئے اسکول اور کالج کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے تعلیمی اداروں کی پستی کی بات کرتے ہوئے حکومت کے عدم توجہ پر بات کی ہے اور تجویز دی ہے کہ ان اداروں کو واپس NGO کو دے دیا جائے۔27 مئی، 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے یوم آزادی کا مجوزہ اعلان کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے چھ سال بغیر کسی اخلاقی جواز کے حکومت میں رہنے اور اسے طول دینے کے خلاف بحث کی ہے۔اور فوراسیاسی ڈھانچے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ 27 جون 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے پاکستان کی اقتصادی ترقی میں اہم سنگ میل کالم نگار نے چھٹے پانچ سالہ منصوبے پر کالم لکھا ہے اور اس کے کئی پہلوؤں پر توصیفی روشنی ڈالی ہے۔8 جولائی 1983 کو عبدالقادر حسن نے ''مارشل لا طولعمرہ یا دام ظلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں کالم نگار نے مارشل لا کا سابقہ حکومتوں سے موازنہ کیا ہے اور موجودہ حکمرانوں کو نعمت قرار دیا ہے۔11 جولائی 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے مارشل لا کے چھ سال مارشل لا کے چند نقصانات گنوا کر اس کا اختتام اس کی توصیف پر کیا ہے۔ 1 اگست 1983 کو زیڈ اے سلہری نے ''اقدار سنبھالے گا کون'' کے عنوان سے کالم میں ریفرینڈم کی تجویز کو دہرایا ہے اور ضیاالحق کو ملک کے لیے خدا کی جانب سے انعام قرار دیا ہے۔21 اگست، 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے صدر کی تقریر کے بعض ابہام اور خلا کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر ضیاالحق کے صدارتی نظام کے حوالے سے قائداعظم کے کردار کی دلیل کو رد کرتے ہوئے صدارتی نظام کی مخالفت کی ہے۔22 اگست، 1983 کو زیڈ اے سلیری نے ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر صاحب کے اقدامات کی تعریف کی ہے اور غیر سیاسی انتخابات کی بھر پور حمایت کی ہے۔28 اگست، 1983 کو زیڈ اے سلہری نے تعمیر جمہوریت یا تخریب ملت کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے ایم آر ڈی کی احتجاجی تحریک کی مخالفت کی ہے اور صدر مملکت کے تمام اقدامات کو بحالی جمہوریت کی جانب بہترین قدم قرار دیا ہے۔14 ستمبر 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے ''۷۳ کے آئین کو آؤٹ آف ڈیٹ ہونے سے بچایئے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں کالم نگار نے چھ سالہ طویل مارشل لا کے خلاف عوامی ردعمل کو بنیاد بنا کر ۷۳ کے آئین کو فوری طور بحال کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔26 ستمبر، 1983 کو زیڈ اے سلہری نے ''عمل احیائے جمہوریت اور

تحریک رد جمہوریت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں کالم نگار نے صدر ضیاالحق نے شوریٰ میں جمہوریت یا الیکشن کے حوالے سے جو تجاویز پیش کی ہیں ان کو جمہوریت کا حسن بنا کر پیش کیا ہے۔5 اکتوبر 1983 کو زیڈ اے سلہری نے طاقت اور زمہ داری کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر صاحب کی تقریر میں قائداعظم کی ڈائری کے حوالے پیدا ہونے والے شک وشبہ پر بات کی ہے اور صدر صاحب کی تقریر پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔17 اکتوبر 1983 کو ارشاد احمد حقانی نے اعلیٰ سرکاری حکام کی مراعات اور سرکاری وضاحت حقانی صاحب نے گریڈ ۲۱ اور گریڈ ۲۲ کے ملازمین کو اضافی مراعات کی مذمت کی ہے اور تمام سرکاری ملازمین کے لیے یکساں پالیسی بنانے پر زور دیا ہے۔6 نومبر 1983 کو زیڈ اے سلہری نے خارجہ پالیسی کے ممکنات کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے خارجی صورتحال بیان کرنے کے بعد صدر صاحب کی خارجہ پالیسی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس پالیسی کی وجہ سے پاکستان اہم کامیابیاں حاصل کر رہا ہے۔9 دسمبر 1983 کو عبدالقادر حسن نے شائد گھوڑا ہی بول پڑے کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے انتخابات کے حوالے سے ممکنات بیان کیے ہیں اور حکومت کے ارادے کو تو نیک لکھا ہے مگر حالات کے حوالے سے خدشات کا اظہار کیا ہے۔11 جنوری، 1984 کو ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن نے نفاز اسالم کی پیش رفت کا جائزہ کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے حکومت کے چھ سالہ کام کا تفصیلی جائزہ کیا ہے۔پچھلی حکومتوں کو نااہل قرار دے کر اس حکومت کی تعریف کی ہے۔29 جنوری 1984 کو عبدالقادر حسن نے صرف دو چھٹیاں کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے سرکاری محکموں میں ہفتے میں دو چھٹیوں کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسے نااہلی اور کام چوری قرار دیا ہے 3 فروری 1984 کو ارشاد احمد حقانی نے وفاقی وزیر تعلیم کا تشویشناک بیان کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے وفاقی وزیر تعلیم کے بیان پر کالم لکھا ہے اور انہیں تجاویز دیتے ہوئے ان کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ 9 مئی 1984 کو عبدالقادر حسن نے مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر ضیاالحق کے فرمان کہ ''مجھے پی ٹی وی پر کم دکھایا جائے'' کی تعریف کی ہے۔11 مئی 1984 کو ارشاد احمد حقانی نے وزیر دفاع کی تجویز کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر اور وزیر دفاع کی اس تجویز پر بحث کی ہے جس میں عام انتخابات سے قبل صدارتی انتخابات کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔23 مئی 1984، بدھ 3L عبدالقادر حسن نے صدر صاحب استقبالی بچے شکرگزار ہیں کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے ائر پورٹ پر آنے والے مہمانوں کے استقبال کے لیے بچوں کو نہ کھڑے کرنے کے فیصلے پر صدر صاحب کا شکریہ ادا کیا ہے۔4 جون 1984 کو عبدالقادر حسن نے ''نماز کا امام کون'' کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر صاحب کی نماز کی

امامت کوموضوع بنایا ہےاور اسے اچھااقدام قرار دیا ہےاور گمان کیا ہے کے وزیر اعلی اور گورنر بھی اس اقدام کی پیروی کریں گے۔20 جون 1984،کومیاں ظفیر احمد نے’’اقامت صلوۃ واقامت زکوۃ کی دعوت و تحریک‘‘ کےعنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں کالم نگار نے صدر صاحب کے اقامت صلوۃ واقامت زکوۃ کے حوالے سے کیے جانے والے اقدام کی تعریف کی ہے اور بھر پور حمایت کا یقین دلایا ہے۔ 25 جولائی1984 کوعبدالقادر حسن نے دوسرا جوتا کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر صاحب کے کالم پڑھنے اور اپنے عنوان پر بات کرنے کا شکریہ ادا کیا ہے اور الیکشن کی تاریخ پر بات کی ہے۔1 اگست 1984 کومختار زمن نے اردو دفتری زبان کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے اردو کا دفتری زبان کے طور پر اعلان کرنے پر مرکزی حکومت کو سراہا ہے۔اور اس حوالے سے مزید تجاویز دی ہیں۔13 اگست 1984 کوعبدالقادر حسن نے خانہ سیاست کےعنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے سیاست دانوں پر لگنے والی پابندی اور آزادی کے پروانے کوحکومتی نا اہلی قرار دیا ہے۔اور پابندی اور آزادی کے اس کھیل کوختم کرنے کا کہا ہے۔22 اگست 1984 کوعبدالقادر حسن نے بوریا بستر کےعنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر صاحب کے بار بار اصرار کہ وہ الیکشن کروانا چاہتے ہیں،شک کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کالم لکھا ہے۔29 اگست 1984 کو پیر علی محمد راشدی نے ٹریفک کے ایکسیڈنٹ میں غیر معمولی اضافہ کےعنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے ٹریفک حادثوں میں مسلسل اضافہ ہونے پر حکومت پر تنقید کرتے ہوئے اس معاملے پر توجہ دینے کا کہا ہے۔اور حفاظتی اقدامات بڑھانے کا کہا ہے۔3 دسمبر 1984 کوارشاد احمد حقانی نے توانائی کا مسئلہ حقانی صاحب نے حکام بالا کے رویے پر تنقید کی ہے جس میں بحران کی زمہ داری ے سال پرانی حکومت پر ڈالی جا رہی ہے۔بجلی کے رسد اور طلب کے فرق کوختم کرنے کی کوشش نہیں کی جا رہی۔9 دسمبر 1984 کومحمد فاروق نے اسلامی نظام کی جانب ایک اور قدم کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر ضیا الحق کے استصواب رائے کےعمل کو سراہا ہے اور اسلامی نظام کی جانب پیشرفت قرار دیتے ہوئے اسے وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔17 دسمبر 1984 کو پروفیسر محمد خلیل اللہ نے ایک سوال کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے صدر کی کوششوں کو سراہا ہے انہیں عالم اسلام کا ہیرو قرار دیا ہے۔کالم نگار کا کہنا ہے کہ صدر کے ریفرنڈم والے قدم کی مخالفت ضمیر فروشی کہلائے گی۔19 دسمبر 1984 کوعبد القادر حسن نے ریفرنڈم کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے ریفرنڈم کوجمہوریت کی ابتداء قرار دیتے ہوئے اس کے بائیکاٹ کی مخالفت کی ہے۔اور صدر صاحب کی ذاتی خوبیوں کی تعریف کی ہے۔24 دسمبر 1984 کوعبدالقادر حسن نے ہماری جہالتیں کےعنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے تعلیم کی زبوں حالی پر کالم لکھا ہے۔اس حالت کی بنیادی وجہ کی ذمہ دار حکومتوں کی عدم

توجہی کو قرار دیا ہے۔اور تعلیم کے لیے مؤثر اقدامات کی ضرورت پر زور دیا ہے۔15 مارچ1985 کو قدیر الدین احمد نے صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار جو کہ سابق چیف جسٹس ہیں اپنے کالم میں دستور میں ہونے والی ترمیم پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ آئین میں عدم توازن تھا وہ دور ہو گیا ہے۔اور اس ترمیم کو انہوں نے صدر صاحب کے جمہوری رویہ کی ایک مثال قرار دیا ہے۔20 مارچ1985 کو نظام صدیقی نے ''انتخابی گوشوارے اور صدارتی فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے انتخابی گوشوارے کی عدم طلبی کے صدارتی فیصلے کو مایوس کن قرار دیا ہے اور اس فیصلے سے عدم اتفاق کیا ہے۔27 مارچ1985 کو عبدالقادر حسن نے چلہ کشی کے بعد کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے صدر صاحب کے پارلیمنٹ سے خطاب کی تعریف کی ہے اور صاف وشفاف الیکشن کو صدر صاحب کا عظیم کارنامہ قرار دیا ہے۔21 اپریل 1985،کو ارشاد احمد حقانی نے ''قومی معیشت پر خبروں کی گرم بازاری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں کالم نگار نے بجٹ سے قبل حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے حکومتی اقدامات کی تعریف کی ہے،جس میں حکومت عوام وخواص ہر طبقہ فکر سے مشاورت کر رہی ہے۔24 اپریل 1985 کو ارشاد احمد حقانی نے ''گینداب جونیجو حکومت کے کورٹ میں ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں کالم نگار نے ایم آر ڈی کے اجلاس میں ہونے والے فیصلوں پر اعتماد کا اظہار کیا ہے اور مزید کام کرنے کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالا ہے۔9 جون،1985 کو ارشاد احمد حقانی نے سیاسی نظام تجویز کرنے والی کمیٹی کی ذمہ داری کے عنوان سے کالم لکھا حقانی صاحب نے وزیر اعظم جونیجو کی قائم کردہ ۲۹ رکنی کمیٹی پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔اور اسمبلی کے اندر مایوسی کے حوالے سے بات کی ہے۔ 12 جون1985،کو ارشاد احمد حقانی نے سرحدوں پر خطرات کے عنوان سے کالم لکھا حقانی صاحب نے صدر کے دورہ چترال کے حوالے سے بات کرتے ہوئے افغان پالیسی پر بات کی ہے اور اس پالیسی پر دوبارہ غور کرنے پر زور دیا ہے۔آغا شاہی کا بھی حوالہ دیا ہے جو اس پالیسی کے بانی مانے جاتے ہیں ۔انھوں نے بھی اس پالیسی کی مخالفت کی ہے۔30 جون1985 کو ارشاد احمد حقانی نے ''سیاسی جماعتوں کی بحالی غیر واضح صورتحال'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں کالم نگار نے ۲۹ رکنی پارلیمانی کمیٹی سے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے مزید مہلت کو حکومت کی ناکامی جانا ہے۔اور حکومتی پارٹی کے قیام اور دیگر سیاسی جماعتوں کو کام سے روکنا جمہوری عمل کے لیے نقصان دہ قرار دیا ہے۔20 نومبر 1985 کو خلیق نزیری نے بیجا پابندیاں کبھی کسی حکومت کو راس نہیں آئیں کے عنوان سے کالم لکھا کالم نویس نے پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ میں ترامیم پر کالم لکھتے ہوئے سیاسی جماعتوں پر پابندی کو رد کرتے ہوئے ایوب خان،بھٹو اور اندرا گاندھی کا حوالہ بھی دیا ہے۔20 جنوری 1986 کو نجم الدین فخری نے جمہوریت کا سفر اور سیاسی عناصر کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار

نے مارشل لا کے جانے اور جمہوریت کی واپسی کے بعد سیاسی عناصر کے طرزِ عمل کو نامناسب قرار دیا ہے۔اور حکومتی اقدام کو سراہتے ہوئے مزید کام کرنے پر زور دیا ہے۔23 فروری 1986 کو خلیق نزیری نے ''مستحکم جمہوری ادارے ہی آمریت کے آگے بند باندھ سکتے ہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے سیاسی قائدین کے لتے لیتے ہوئے تمام اپوزیشن راہنماؤں کو آئینہ دکھانے کی کوشش کی ہے اور حکومت کے ہاتھ مضبوط کرنے کو جمہوری رویہ قرار دیا ہے۔26 فروری 1986 کو ارشاد احمد حقانی نے ''عمومی اتفاق رائے پیدا کرنے کا ایک اور تاریخی موقع'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے جونیجو کے ایسے اقدامات کی تعریف کی ہے جو انھوں نے مارشل لا اٹھانے کے بعد کیے ہیں اور قوم کے اندر عمومی اتفاق رائے پیدا کرنے کے حوالے سے بھی تجویز دی ہے۔3 مارچ 1986 کو خلیق نزیری نے ''جلسے جلوس چھوڑیے اور اپنی جماعتوں کو منظم کیجئے'' کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے مختلف سیاسی جماعتوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنا منشور عوام کے سامنے پیش کریں اور جونیجو صاحب نے سیاسی ماحول پیدا کیا ہے اسے قابل تعریف قرار دیا ہے۔28 اپریل 1986 کو سلیم یزدانی نے ''وزیر اعظم جونیجو کی حکومت کو کمزور سمجھنا سیاسی غلطی ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے مختلف جہتوں سے جونیجو کی حکومت کو ضیاالحق کی تائید یافتہ اور طاقتور حکومت گرانا ہے۔7 مئی 1986 کو ارشاد احمد حقانی نے ''مس بینظیر کی سیاست سے اختلاف اور اتفاق کرنے والے حضرات'' کے عنوان سے کالم لکھا اس کالم میں کالم نگار نے بینظیر کے حوالے سے قاری کا ایک خط شائع کیا ہے اور حکومت کی کچی آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دینے کو تاریخی کارنامہ قرر دیا ہے۔9 مئی 1986 کو قاضی افتخار احمد اکبر نے ''قومی مفاد میں ۱۹۹۰ء تک انتخابات کا انتظار کیا جائے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے سیاسی جماعتوں کو صدر اور وزیر اعظم کے استعفیٰ کے بجائے الیکشن کے انتظار کا مشورہ دیا ہیاور موجودہ حکومت اور صدر کی سیاسی بصیرت کی تعریف کی ہے۔11 مئی 1986 کو خلیق نزیری نے ''سیاسی جماعتوں کی ذمہ داری'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے جونیجو کے ۱۴ اگست ۱۹۸۵ء کو مارشل لا اٹھانے والے عدے کو پورا کرنے اور حکومت کے مختلف کاموں کو سراہا ہے۔23 مئی 1986 کو سرفراز ذلفی نے ''ملک عام انتخابات کا متحمل نہیں ہوسکتا'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے جونیجو کی شخصیت کو بے باک اور بے لوث قرار دیا ہے اور کسی قسم کے الٹی میٹم سے نہ ڈرنے کی تجویز دی ہے۔15 جون 1986 کو سرفراز ذلفی نے ''وفاقی بجٹ اور محنت کشوں کے مفادات'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نویس نے وفاقی بجٹ کو سابقہ بجٹوں سے بدرجہ بہتر قرار دیا ہے اور جونیجو صاحب کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔25 جون 1986 کو نجم الدین فخری نے ''ہماری تو دعا ہے کہ اللہ انجام اچھا کرے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پارلیمنٹ کی نئی عمارت کے افتتاح پر صدر اور وزیر اعظم کی اخباری نمائندوں سے گفتگو کا ذکر کیا ہے اور حکومت نے اپوزیشن جماعتوں کو جو کھلی

چھوٹ دی ہوئی ہے اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔27جون 1986 کوعبدالقادرحسن نے ''بلی اندر کی یا باہر کی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے پارلیمینٹ کی ناقص تعمیر پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ عمارت کی کوئی کل سیدھی نہیں ہے۔3جولائی1986 کوقمرالدین خان نے''مس بینظیر بھٹو کا اگلا قدم'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے پیپلز پارٹی کے سابقہ دور میں پر تشدد اقدامات اور بینظیر کے حالیہ بیانات کو ملایا ہے۔اور حکومتی اقدامات کو سراہا ہے جس میں حکومت نے خاموشی سے سب کچھ سہا ہے۔4جولائی 1986 کو محمد امجد تھانوی نے''تیل کی بین الاقوامی قیمتیں اور حکومت پاکستان'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے تیل کی بین الاقوامی قیمتوں اور پاکستان میں تیل کی قیمتوں کا موازنہ کیا ہے اور موجودہ قیمت کو زیادتی قرار دیا ہے۔20جولائی1986 کوخلیق نزیری نے''لفظ جموریت کے کثرت سے استعمال سے جمہوریت نہیں آتی'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار کی رائے کے مطابق جمہوریت کا لفظ بار بار استعمال کرنے سے جمہوریت نہیں آتی بلکہ عملی اقدامات سے آتی ہے جو کہ ہمارے سیاستدان اور حکومت بالکل نہیں کرتی۔11اگست1986 کو عبدالقادرحسن نے''بنیادی حقوق مگر کس کے لیے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے ایمرجنسی ختم کرنے کے حکومتی اعلان اور بنیادی حقوق کی بحالی پر کالم لکھتے ہوئے ایسے حقائق بیان کیے ہیں جن کی تردید ممکن ہی نہیں جیسے رشوت میں اضافہ،اسپتالوں کی حالت زار اور تعلیمی اداروں کی صورتحال وغیرہ20اگست 1986 کواشرف طارق نے''تشدد کا سبب'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے اپوزیشن کو تشدد کی سیاست کا سبب قرار دے کر جونیجو صاحب کی بردباری کی تعریف کی ہے اور اپوزیشن کی حب الوطنی صرف اقتدار کو قرار دیا ہے۔31اگست1986 کوسرفراز ذلفی نے''کیا ملک میں چوتھا مارشل لا ناگزیر ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے ملک میں ہونے والی افراتفری کا سبب اپوزیشن کی غلط حکمت عملی کو قرار دیا ہے اور جونیجو اور صدر ضیاالحق کی جمہوریت پسندی کی تعریف کی ہے۔3ستمبر1986 کوفاروق علی خان نے''بحالی جمہوریت کے بعد سیاسی جماعتوں کا کردار'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار کا کہنا ہے کہ اب تک سیاسی جماعتوں کا جو ردعمل سامنے آیا ہے وہ مایوس کن ہے جس کا مطلب جمہوریت سے ناجائز فائدہ اٹھانا لگتا ہے،بعض جماعتیں پھر سے مارشل لا لگوانا چاہتی ہیں۔9مارچ 1987 کوانورسعد نے''صدر ضیاالحق کی کامیاب ڈپلومیسی'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے صدر کے دورہ بھارت پر راجیو گاندھی سے ملاقات پر اور فوجیوں کی دورامن والی پوزیشن پر واپسی ،پر امن حالات کی واپسی کو صدر صاحب کو کامیاب ڈپلومیسی قرار دیا ہے۔20اپریل1987 کوسلیم یزدانی نے''کامیاب ڈپلومیسی ضیاء اسٹائل'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے انڈیا اور افغانستان کے حوالے سے خارجہ پالیسی کے بنیادی ستون پر ضیاالحق کے مکمل کنٹرول پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کامیاب پالیسی قرار دیا ہے اور اسے ضیا اسٹائل ڈپلومیسی کا نام دیا ہے۔5جولائی

1987 کونسیم سحر اکبرآبادی نے ''صدر ضیاالحق کا دس سالہ دور حکومت'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے صدر کے دس سالہ دور کا تجزیہ کیا ہے اور اسے ایک کامیاب دور حکومت قرار دیا ہے۔ جو چند خصوصیات بیان کی ہیں وہ یہ ہیں، نظام زکوۃ ،عشر کا نظام، سود سے پاک بینکاری، شرعی عدالتوں کا قیام وغیرہ۔ 13 جولائی 1987 کو سلیم یزدانی نے ''وزیر اعظم کا دانشمندانہ فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کی سادگی اختیار کرنے کی مہم کی حمایت کی ہے اور اسے وقت کی ضرورت قرار دیا ہے۔ اس فیصلے سے ملک خود کفالت کی کئی منازل طے کر لے گا۔ 12 اگست 1987 کو ملک امجد حسین نے ''خارجہ پالیسی پر نظر ثانی کی ضرورت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک کی خارجہ پالیسی برائے افغانستان اور امریکہ کے حوالے سے خدشات کا اظہار کیا ہے اور ترجیحات کی تبدیلی پر زور دیا ہے۔ اور موجودہ پالیسی کو ملک کے لیے نقصان دہ اور غلامانہ ذہنیت کی عکاسی قرار دیا ہے۔ 25 اکتوبر 1987 کو احمد ندیم قاسمی نے ''پاکستان کے وزیر خارجہ نے یونیسکو کا ڈائریکٹر جنرل بن کے اچھا نہیں'' کیا کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے وزیر خارجہ کے یونیسکو کے ڈائریکٹر جنرل کے امیدوار بن کے پھر دستبردار ہونے کو تیسری دنیا کی شکست گردانا ہے اور اسے حکومت وقت کی غلط حکمت عملی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ 15 نومبر 1987 کو زیڈ اے سلہری نے ''کیا خارجہ پالیسی بدلنے کی ضرورت ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے حکومت کے ان اقدامات کی تعریف کی ہے جو ایٹمی معاملات کے حوالے سے چل رہے ہیں اور تجویز دی ہے کہ دنیا کو بتا دینا چاہیے کہ ایٹمی پروگرام رول بیک نہیں کریں گے۔ 23 دسمبر 1987 کو سید اشتیاق اظہر نے ''بلدیاتی انتخابات کے بعض اہم پہلو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بلدیاتی انتخابات پر جونیجو صاحب کی فہم و فراست کی تعریف کی ہے اور بعض معاملات پر حکومت کو نظر رکھنے کی تجویز دی ہے۔ 27 دسمبر 1987 کو بریگیڈئر عبدالرحمٰن صدیقی نے فوج اور قوم کا ایک مستقل موضوع کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے ملک پر مسلط مارشل لا پر بات کی ہے اور سیاسی عمل کی طویل غیر موجودگی اور حالیہ زبوں حالی کے باعث ہم مجموعی طور اس سے بددل اور بیزار ہو چکے ہیں۔ 10 جنوری 1988 کو سید اسعد گیلانی نے پاکستان'' کی خارجہ پالیسی کے خدوخال'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے خطے کی بدلتی ہوئی صورتحال میں پاکستان کی کمزور خارجہ پالیسی پر بات کی ہے۔ انڈیا اور افغانستان کے حوالے سے پالیسی پر بھی تجزیہ کیا ہے۔ 19 فروری 1988 کو لیفٹیننٹ جنرل (R) محمد اعظم خان (مخالفت) نے ''فیصلے کی گھڑی کے عنوان'' سے کالم لکھا۔ کالم نویس نے ملکی حالات کا ذمہ دار حکمرانوں کو قرار دیا ہے۔ کالا باغ ڈیم، سیاچن اور اس جیسے دوسرے مسائل حکومت کی نا اہلی کی نظر ہو چکے ہیں۔ عوام کی پسند سے دوبارہ عوامی حکومت قائم کی جائے۔ 11 مارچ، 1988 کو عبدالقادر حسن نے ''سیاست دان اور جونیجو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نویس نے جونیجو صاحب کی طرف سے افغانستان کے حوالے سے

سیاستدانوں سے مشاورت کے لیے جو نشست منعقد کی ہے اس پر ان کی فراست کی تعریف کی ہے 14 مارچ 1988, کو زیڈ اے سلہری نے ''پرنالہ وہیں گرا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنیوا معاہدے کے حوالے سے جونیجو کی کوششوں کو سراہا ہے۔ اور پارلیمانی جماعتوں سے مشاورت پر اپنا تجزیہ پیش کیا ہے۔ 4 مئی، 1988 کو جاوید ہاشمی نے ''اوجڑی سے کابل تک'' کے عنوان سے کالم لکھا جاوید ہاشمی نے جنیوا معاہدے اور اوجڑی کیمپ کے حوالے سے حکومتی اقدامات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور حکومت سے سوال کیا ہے کہ آئندہ ایسے حادثات کو روکنے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں۔ 29 مئی، 1988 کو عبدالقادر حسن نے ''روس، افغانستان اور ضیا الحق'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے افغان جنگ کے حوالے صدر ضیا الحق کی تعریف اور توصیف کی ہے اور روس کو شکست دینے پر ضیا الحق کو وقت کا عظیم کمانڈر قرار دیا ہے 8 جون 1988 کو عبدالقادر حسن نے ''ہاں تو میں عرض کر رہا تھا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ضیاء الحق کے جونیجو اور کابینہ کی برخواستگی کے فیصلے کو درست قرار دیا ہے۔ اور ان قدامات کو آئینی قرار دیا ہے۔ 12 جون، 1988 کو زیڈ اے سلہری نے ''پس چہ باید کرد'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے جونیجو دور کی خرابیوں کا تذکرہ کیا ہے اور صدر کے اقدام کو آئینی اور دستوری قرار دیا ہے۔ 17 جون، 1988 کو جاوید جبار نے ''مئی الیکشن توقع کے مطابق امید کیخلاف'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جونیجو کی رخصتی کو غلط قرار دیا ہے اور متبادل آئینی طریقے تجویز کیے ہیں اور صدر صاحب سے سوال کیا ہے ہے کہ ۱۸ نئے وزرا میں سے ۱۰ ارکان پرانے ہیں جن کو نااہلی کی بنیاد پر رخصت کیا گیا تھا۔ 13 جولائی 1988 کو بریگیڈیئر مظفر علی خان نے ''تبدیلی کی ضرورت کا ایک جائزہ'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے صدر ضیا الحق کے مارشل لا کی حمایت کی ہے اور بحالی جمہوریت کے اقدام اور جونیجو حکومت کی برخواستگی پر اسے ملکی ضرورت قرار دیا ہے۔ 17 اگست 1988 کو محمد رمضان نے ''احتساب یا آپریشن کلین اپ'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نویس نے صدر ضیا الحق کے فیصلے کی تعریف کرنے کے بعد سابقہ حکومتوں کی بداعمالیوں پر سخت احتساب کی بات کی ہے۔ 25 ستمبر 1988 کو ارشاد احمد حقانی نے ''حکومت پاکستان کی افغان پالیسی'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے صدر غلام اسحاق خان کی دفتر خارجہ آمد اور میٹنگ پر کالم لکھا ہے اور خارجہ پالیسی برائے افغانستان کی از سر نو جائزے کو سراہا ہے۔ اور جرگہ کے اہتمام کی بات کی ہے۔ 19 دسمبر 1988 کو نظام صدیقی نے ''محترم مشکلات بڑھانے کی نہیں کم کرنے کی ضرورت ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے بلوچستان اسمبلی کے توڑے جانے کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے کہ بیشک یہ آئینی اقدام تھا لیکن طریقہ کار اور وقت فریم غلط تھا۔ 19 دسمبر 1988، کو ارشاد احمد حقانی نے ''بلوچستان اسمبلی کی تحلیل اور اس کے بعد'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے گورنر کے اسمبلی تحلیل کرنے کے اقدام کو وفاقی

حکومت کا ہی قرار دیا ہے اور جمہوریت کے خلاف افسوناک واقعہ قرار دیا ہے۔ 23 دسمبر 1988 کو آغا مسعود حسین نے ''بلوچستان اسمبلی توڑنے کا فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے اسمبلی توڑنے کے حوالے سے حکومت پر کڑی تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ پوری دنیا میں اتنی جلدی نہیں توڑی جاتی جتنی پاکستانی سیاستدانوں نے یہاں ہلڑ بازی لگائی ہوئی ہے۔

محترمہ بے نظیر بھٹو نے 10 اپریل 1986ء کو جب وطن واپسی پر لاہور میں قدم رکھا تو عوام نے ان کا جس والہانہ انداز میں استقبال کیا وہ تاریخی استقبال اور جلوس تھا جس کی لاہور کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ استقبالیہ جلوس اور عوام کے جوش وخروش نے فوجی اور سول افسر شاہی کو زبردست طور پر چونکا دیا اور انہیں یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اگر محترمہ بے نظیر بھٹو اور پی پی پی کو مزید وقت اور سہولت دی گئی تو پاکستان میں سیاست کی کایا پلٹ کا عمل شروع ہو جائے گا اور عسکری وسول افسر شاہی کی سیاست پر گرفت ڈھیلی پڑتی جائے گی۔ اس حوالے سے محترمہ بے نظیر بھٹو اور پی پی پی کو قابو رکھنے کی تدابیر اختیار کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اگست 1988ء میں ضیاء الحق کے طیارے کے حادثے کی وجہ سے سیاست میں نیا موڑ آ گیا۔ مسلح افواج کے سربراہ جنرل اسلم بیگ چاہتے تو ملک کی باگ دوڑ سنبھال لیتے مگر انہوں نے اور ان کے کچھ رفقاء نے گیارہ سالہ طویل آمریت اور اس کے مسائل سے پریشان عوام کو جمہوریت کا تحفہ دینے کا فیصلہ کیا مگر جمہوریت کے راستے میں دس رکاوٹیں کھڑی کرنے کے ساتھ۔ کیونکہ عسکری اور سول افسر شاہی ملک میں جمہوریت کا فروغ نہیں چاہتی تھی۔ تاہم نومبر عام انتخابات کا ڈول ڈالا اور اس میں سے ہر ایک کو طے شدہ حصہ دیا گیا جس پر پی پی پی نے خاصا احتجاج کیا مگر سب بے اثر رہا۔ انتخابات میں 205 کے ایوان زیریں میں پی پی پی کو 92 نشستیں، اسلامی جمہوری اتحاد کو 54 نشستیں اور ایم کیو ایم کو 14 نشستیں حاصل ہوئیں۔ باقی چھوٹی جماعتوں اور آزاد امیدواروں میں تقسیم ہوگئیں۔ پی پی پی کو سادہ اکثریت میں حکومت بنانے کے لیے ایم کیو ایم سے اشتراک کرنا پڑا۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کو حکومت تو ملی مگر ان حالات میں جب ضیاء الحق کے گیارہ سالہ آمرانہ دور کے سماجی، معاشی، مذہبی اور انتظامی مسائل کا سامنا تھا تو دوسری طرف افغانستان سے روسی فوجوں کو واپسی، سرد جنگ کا گرم دور، افغانستان میں جہادیوں کی یلغار، پاکستان میں افغانی پناہ گزینوں کا جاری سلسلہ، بجٹ کا تیزی سے بڑھتا ہوا خسارہ، بھارت سے کشیدگی میں اضافہ، امریکہ کی سرد مہری، قرضوں اور سود کا انبار، اندرون خانہ حسد اور وزیر اعظم کی اختیارات کے لیے رسہ کشی، صدر آٹھویں ترمیم کی بدولت زیادہ با اختیار تھا۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنی ہر ممکن کوشش کی کہ آٹھویں ترمیم منسوخ ہو جائے مگر وہ اس کوشش میں ناکام رہیں۔ ان حالات میں نیم پارلیمانی جمہوریت بھی نزع کے عالم میں سانس لے رہی تھی۔ تاہم اس دور

میں بے نظیر حکومت کا ایک کارنامہ یہ گنوایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے عالمی بینک اور آئی ایم ایف کی کڑی شرائط کو نظر انداز کر کے بحث سازی کی اور دوسرا کارنامہ یا کامیابی یہ حاصل کی کہ افغانستان میں پاکستان کے حمایت یافتہ طالبان کی ناکامی کے جواز میں انہوں نے ڈائریکٹر جنرل آئی ایس آئی حمید گل کو ان کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ مگر بلوچستان اور سندھ کے حالات روز بروز بگڑتے جا رہے تھے۔ پنجاب میں میاں نواز شریف اور ان کی جماعت پی پی پی پر بھاری پڑ رہی تھی۔ اس دوران محترمہ بے نظیر بھٹو نے جوہری بم کی تیاری کے لیے کمانڈ اینڈ کنٹرول پروگرام بنایا، I.R.P پروگرام ترتیب دیا جس میں وزیر اعظم کی منظوری اور اعلیٰ فوجی کمان کا اشتراک عمل شامل قرار پایا۔ ان حالات میں فوجی قیادت جو کسی طور پر جمہوریت کے فروغ کی حامی نہیں تھی۔ اس نے مڈنائٹ جیکل خفیہ ادارے کا سیاسی آپریشن تیار کیا۔ اس میں صدر غلام اسحاق کا بھی اہم کردار تھا جس کا مقصد اسمبلی میں بے نظیر بھٹو کے خلاف تحریک عدم اعتماد لانا تھا جس کے لیے خفیہ ذرائع سے اراکین اسمبلی اور پی پی پی کے بعض اراکین کو بھی رقومات دی گئیں۔ اس کی خبر حکومت کو ملی تو اس نے آئی بی کے ذریعہ کاؤنٹر جال بچھایا مگر آئی جے آئی اور نواز شریف اس جال میں نہ پھنس سکے۔ تاہم آئی بی اور آئی ایس آئی میں کشمکش بڑھ گئی۔ معروف صحافی شاہین صہبائی نے ڈان ۔۔۔ 14 جون 1989ء میں یہ پورا واقعہ تحریر کیا ہے۔ ان تمام تر تلخ حقائق کے علاوہ ایک حقیقت یہ ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو کے شوہر آصف علی زرداری نے 1988ء کے الیکشن کے لیے پارٹی ٹکٹوں کی تقسیم میں بھی بہت منفی کردار ادا کیا۔ انہوں نے پارٹی کے پرانے اور مخلص کارکنوں کے بجائے دوستوں اور خوشامدیوں میں ٹکٹ تقسیم کیے جس سے پارٹی کے اسٹرکچر کو اور الیکشن کے نتائج کو زبردست دھچکا پہنچا۔ دوسرا اہم مسئلہ یہ بھی رہا ہے کہ بے نظیر بھٹو نے بھی شادی سے قبل پارٹی کو جمہوری راج دینے اور تنظیمی ڈسپلن قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ یہ ایک ایسا المیہ رہا ہے کہ پاکستان میں سوائے دو جماعتوں عوامی نیشنل پارٹی (ولی خان) اور جماعت اسلامی کے علاوہ دیگر کسی بھی سیاسی جماعت میں کارکنوں کی سیاسی اور تنظیمی تربیت نہیں کی گئی۔ یہی غلطی پی پی پی کی ہے اور دوسری طرف پاکستان مسلم لیگ (نواز) کی ہے۔

محترمہ بے نظیر بھٹو کا پہلا دور حکومت ان کی خواہشات اور امنگوں کے برعکس رہا۔ وہ چاہتی تھیں کہ ملک میں بیشتر سماجی، معاشی اور سیاسی مسائل کو حل کیا جائے مگر ان کے راستے میں اتنے کانٹے بچھائے گئے کہ وہ ایک قدم آگے نہ بڑھ سکیں۔ پھر ملک میں بالخصوص سندھ میں امن و امان کی صورتحال بدترین سطح کو چھو رہی تھی۔ ایسے میں حیدر آباد میں پکا قلعہ کا واقعہ ان کے دور کا بدترین واقعہ ثابت ہوا۔ اس میں قلعہ میں رہائش پذیر لوگوں پر سندھ پولیس نے آپریشن کر کے گولیاں چلائیں۔ الزام تھا کہ قلعہ میں ایم کیو ایم نے بڑے

پیمانے پر اسلحہ چھپایا ہے۔اس واقعہ پر مرزا اسلم لیگ نے بھی پی پی پی کے خلاف محاذ آرائی شروع کی۔اس طرح اس دور کے بہت سے واقعات ایسے ہیں جن کی غیر جانبدارانہ تحقیقات نہیں ہوسکی اور پھر باہر کوئی پراسرار ہاتھ آڑے آتا رہا ہے۔آخر کار فوج کی صلاح سے صدر غلام اسحاق خان نے بے نظیر کی حکومت کو برطرف کر دیا اور ساتھ میں اسمبلی اور سرحد و سندھ کی اسمبلیاں بھی تحلیل کر دیں۔

بے نظیر نے اقتدار میں آتے ہی وعدہ کیا کہ پریس آزاد کرنے کا وعدہ کیا اور نیشنل پریس ٹرسٹ کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔پریس ایڈوائس کا سلسلہ بھی ختم کر دیا جائے گا۔اسی دور میں ضیاالحق دور میں پابند سلاسل کیے جانے والے صحافیوں کو رہا کر دیا گیا۔بے نظیر دور میں صحافت کی آزادی کے جو وعدے کئے گئے تھے اُس کی پاسداری نہیں کی گئی۔اس دور میں فوٹو گرافروں اور اے پی پی کے صحافیوں کو دھمکیاں دی گئیں 50 فیصد کوٹے کے اشتہارات کو ختم کر دیا گیا۔بے نظیر بھٹو نے وفاق میں اور نواز شریف نے پنجاب میں پریس کو کنٹرول کرنے کے لئے مختلف اقدامات کئے۔صحافیوں اور اخبار کے دفتروں میں حملے ہوئے روزنامہ جنگ کے کوئٹہ اور لاہور آفس پر حملے کئے گئے۔مسلم لیگ کے کارکنوں نے جنگ کو دھمکی دی کہ اپنی پالیسی وزیر اعلیٰ پنجاب سے صحیح کرو ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا بے نظیر دور صحافیوں کے لئے بہت خطرناک ثابت ہوا پریس کلب پر حملے ہوئے،اشتہارت پر پابندیاں لگائی گئیں صحافیوں پر ہتک عزت کا دعویٰ کیا گیا اخبارات کے ڈیکلریشن منسوخ کر دیئے گئے۔نیوز پرنٹ پر ڈیوٹی بڑھادی گئی تاکہ زیادہ ڈیکلریشن حاصل نہ کئے جائیں اور مشین کی خریداری پر دی گئی سہولت بھی واپس لے لی گئی۔تمام سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کو پابند کیا گیا کہ اشتہارات دینے کے لئے PID کی سفارشات ضرور حاصل کریں اس طرح حکومت کے زیر نگرانی اخبارات کو یہ اشتہارات زیادہ دیئے جانے لگے۔

بے نظیر بھٹو کے پہلے دور میں روزنامہ جنگ کے کالم نویسوں نے مختلف کالمز لکھے اور تحریر کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار کیا 19 دسمبر 1988 روزنامہ جنگ کے ایڈیٹوریل صفحہ کے lower half میں تین کالمی کالم نظام صدیقی نے تحریر کیا جس میں موجودہ حکومت کے خلاف رائے دیتے ہوئے کہا کہ محترمہ کو مشکلات بڑھانے کی نہیں کم کرنے کی ضرورت ہے کالم نگار نے بلوچستان اسمبلی کے توڑے جانے کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے کہ بیشک یہ آئینی اقدام تھا لیکن طریقہ کار اور وقت فریم غلط تھا۔19 دسمبر 1988 کو ارشاد احمد حقانی نے ''بلوچستان اسمبلی کی تحلیل'' کے عنوان سے کالم لکھا جس میں کالم نگار نے گورنر کے اسمبلی تحلیل کرنے کے اقدام کو وفاقی حکومت کا ہی اقدام قرار دیا ہے اور جمہوریت کے خلاف افسوناک واقعہ قرار دیا۔23 دسمبر 1988 میں آغا مسعود حسین نے بلوچستان اسمبلی توڑنے کا فیصلہ کے عنوان سے کالم لکھا اور

اپنی تحریر میں حکومت مخالف رائے دیتے ہوئے کالم نگار نے اسمبلی توڑنے کے حوالے سے حکومت پر کڑی تنقید کی اور کہا کہ پوری دنیا میں اتنی جلدی نہیں توڑی جاتی جتنی پاکستانی سیاستدانوں نے یہاں ہلڑبازی لگائی ہوئی ہے۔6 مارچ 1989 عبدالقادر حسن نے ''طنبورے'' کے عنوان سے کالم لکھا اور کالم نگار نے وزیراعظم صاحبہ کی افہام وتفہیم کی پالیسی کی تعریف کی ہے۔نواز شریف اور بینظیر صاحبہ سے گزارش کی ہے کہ دونوں اپنے ترجمانوں کو خاموش رہنے کا حکم دیں۔15 مارچ 1989،عبدالقادر حسن کالم نگار نے وفاقی حکومت کی پنجاب میں دلچسپی کو پسند نہیں کیا اور کہتے ہیں کہ وفاقی حکومت زبانی مداخلت نہیں کر رہی بلکہ عملی طور پر نواز شریف کو بے دست و پا کیا ہوا ہے۔23 جولائی 1989 ارشاد احمد حقانی اپنا کالم 'وزیراعظم بے نظیر کی انڈیا پالیسی''عنوان سے لکھتے ہیں اس کالم میں کالم نگار نے حکومت کی انڈیا پالیسی کی بے حد تعریف کی ہے اور مخالفت کرنے والوں کو ضیاالحق کے جانشین اور وقت کی ضرورت سے نابلد کہا ہے۔21 اگست 1989 زیڈ اے سلہری نے ''اسلم بیگ کا خطاب'' کے عنوان سے اپنا کالم لکھتے ہیں' کالم نگار نے اسلم بیگ کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے حکومت کی نا اہلی بیان کی ہے اور کہا ہے کہ وہ سورج ابھی طلوع نہیں ہوا جس کا ہم اور آپ خواب دیکھ رہے تھے۔8 ستمبر 1989 کو عبدالقادر حسن ''مزید اوایس ڈی'' کے عنوان سے کالم لکھتے ہیں اور اس کالم میں حکومت کے مزید اوایس ڈی بھرتی کرنے اور سرکاری ملازمین کو تیزی سے اوایس ڈی بنانے کے فیصلے کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور اس پر حیرت کا بھی اظہار کیا ہے۔29 ستمبر 1989 کو محمود شام نے ''حالات کی تبدیلی یا حکومت کی تبدیلی'' کے عنوان سے لکھا ہے۔کالم نگار موجودہ حالات کو مایوس کن لکھ رہے ہیں اور ان حالات کا سبب پنجاب حکومت کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حکومت تو حالات تبدیل کرنا چاہتی ہے مگر نواز شریف اس میں بہت بڑی روکاوٹ ہیں۔13 نومبر 1989 عبدالستار افغانی ''تحریک عدم اعتماد اور باہمی تعاون'' کی ضرورت کے عنوان سے لکھتے ہیں۔کالم نگار نے تحریک عدم اعتماد کی ناکامی کو بھی حکومت کی ہی ناکامی قرار دیا ہے۔گیارہ ماہ کی کارگردگی کا تجزیہ کیا ہے اور حکومت کے گراف گرنے کی بات کی ہے۔18 دسمبر 1989 ارشاد احمد حقانی ''وزیراعظم کے خدشات اور الزامات'' کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ وزیراعظم صاحبہ کی پریس کے لوگوں سے ملاقات کا احوال لکھا ہے اور وزیراعظم کی گفتگو کا حوالہ دیا ہے کہ مزاحمت کے ذریعے ملک میں گڑبڑ پیدا کر کے حکومت تبدیل کرنے کا عمل اچھی روایت نہیں۔اس سے اپوزیشن کو گریز کرنا چاہیے۔20 دسمبر 1989 ارشاد احمد حقانی نے ''پی پی پی کی غریب دوستی کے دعوے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے پی پی کے دور حکومت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر واقعی پی پی پی اپنے آپ کو محروم طبقے کی جماعت سمجھتی ہے تو اسے اپنی حکمت عملی اور پالیسی پر نظر ڈالنی چاہیے۔7 جنوری 1990 ارشاد احمد حقانی نے ''عوام کی غالب اکثریت کے حقیقی مسائل'' کے عنوان سے کالم

لکھا جس میں لکھتے ہیں کہ حکمرانوں کو اپنے اقتدار اور کرسیوں کی فکر پڑی ہے اور عوام گرانی اور دیگر مسائل کے انبار تلے سسک رہی ہے۔15 جنوری 1990 حسین حقانی نے ''کشیدگی اور محاذ آرائی کا ایک سال'' کے عنوان سے ایک کالم لکھا۔ کالم میں لکھتے ہیں کہ مرکز اور پنجاب حکومت کے درمیان محاذ آرائی اور ان حالات کا سبب پیپلز پارٹی ہے اور عوام میں اس محاذ آرائی کی وجہ سے پارٹی کا گراف بھی نیچے آرہا ہے۔11 مارچ 1990 زیڈ اے سلہری اپنے کالم ''کلمہ حق با اثر کیوں نہیں ہوتا'' میں لکھتے ہیں کہ موجودہ بحران حکومت کا پیدا کردہ ہے اور ضیا الحق کو مرد بحران قرار دیا ہے اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔9 اپریل 1990 عبدالقادر حسن اپنے کالم عنوان ''ناموں کے انتخاب میں حکومتی غلطیوں'' پر کالم لکھا ہے جس میں مختلف افراد کے ناموں سے دیگر افراد مستفید ہوتے رہے ہیں۔11 اپریل 1990 ارشاد احمد حقانی اپنے کالم عنوان ''مسٹر بھٹو کا اصل مشن اور بے نظیر حکومت کی کارگردگی'' میں بھٹو کی برسی پر کی جانے والی بے نظیر بھٹو کی تقریر کا تجزیہ کیا ہے انہوں نے بے نظیر حکومت کو بھٹو ازم کی مخالف، عوام سے دوری اور سابقہ حکومت کا تسلسل قرار دیا ہے۔ 27 اپریل 1990، جمعہ ڈاکٹر رحیم الحق نے ''جشن طلائی کے زنگ آلود'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں کہ عوام کے نمائندے عوام کے مسائل حل نہیں کر پا رہے۔ اشیاء کی قیمتوں میں بے تحاشا اضافہ ہو چکا ہے۔ بھارتی وزیر اعظم پاکستان کو دھمکیاں دے رہا ہے یہ سب ناقص حکمت عملی کا نتیجہ ہے۔21 مئی 1990 ارشاد احمد حقانی نے ''وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم اور وزیر اعظم کا اعتراف'' کے عنوان سے کالم لکھا ہے۔ کالم نگار نے ملک میں دولت اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کے حکومتی اعتراف کو ناکافی قرار دیا ہے اور حکومت سے عملی اقدامات کرنے کو کہا ہے۔ اور کہا ہے کہ نوجوان طبقہ حکومت سے بیزار ہو رہا ہے۔6 جون 1990 عبدالقادر حسن ''ایک قوم سو پیاز اور سو جوتے'' کے عنوان سے کالم لکھتے ہیں۔ کالم نگار نے عوام کے ڈیڑھ برس کے اندر جمہوریت سے مایوسی پر کالم لکھا ہے۔ عوام اتنی جلدی مارشل لا پکار رہی ہے جو حکومت کی نااہلی کا ثبوت ہے۔10 جون 1990 عبدالقادر حسن نے ''ڈاکٹر عبدالقدیر کے آنسو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے موجودہ حالات دیکھ کر ڈاکٹر قدیر کے آنسو اور کراچی سمیت سندھ کے حالات پر کالم لکھا ہے اور نواز شریف صاحب کو دعوت دی ہے کہ وہ کچھ عملی اقدامات کریں۔11 جون 1990 محمد حنیف رامے نے ''امن و امان یقیناً حکومت کا فرض ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا ہے۔ کالم نگار نے امن و امان کی خراب صورتحال کی ذمہ داری اپوزیشن پارٹیوں پر ڈالتے ہوئے انتظار کرنے کی بات کی ہے اور کہا ہے کہ بے نظیر حکومت کو مزید وقت دیا جائے تاکہ وہ پرانی خرابیوں کو درست کر سکیں۔13 جون 1990 کو سید محمد رضوی نے ''اچھا بجٹ نہ برا بجٹ'' کے عنوان سے کالم تحریر کیا۔ کالم نگار نے بجٹ پر تجزیہ کیا ہے اور اپوزیشن کے رویے پر تنقید کی ہے اور بجٹ کو عمومی طور پر مناسب قرار دیا ہے۔ اور ٹیکنو

کرپٹ وزیرخزانہ کی تعریف کی ہے۔8 اگست 1990 کو ارشاد احمد حقانی نے صدر اسحاق کا اقدام کے عنوان سے کالم تحریر کیا۔ کالم نگار نے صدر کے پارلیمنٹ توڑنے کے اقدام کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہماری دانست میں ملک کی مجموعی سیاسی قیادت کی خامیوں کو تسلیم کرنے کے باوجود اس انتہائی اقدام کا کوئی جواز نہیں تھا۔

9 اکتوبر 1993ء کے عام انتخابات میں محترمہ بے نظیر بھٹو نے انتخابات جیتنے کے بعد اپنی حکومت بنائی۔ ان انتخابات میں پی پی پی نے 86، مسلم لیگ نواز نے 73 نشستیں حاصل کی تھیں۔ کراچی میں ایم کیو ایم نے الیکشن کا بائیکاٹ کیا تو اس سے پی پی پی اور مسلم لیگ نواز کو وہ نشستیں مل گئیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے حلف اٹھایا تب صدر غلام اسحاق خان کا دور ختم ہو رہا تھا۔ صدر کے انتخاب کا ابھی مسئلہ تھا۔ صدر اسحاق خان کے ساتھ کام کر کے محترمہ بے نظیر بھٹو نے بہت کچھ سیکھ لیا تھا اس لیے انہوں نے بہت غور وخوص کے بعد صدر کے لیے پارٹی کے پرانے رہنما فاروق احمد خان لغاری کا نام منتخب کیا۔ فاروق احمد خان لغاری صدر منتخب ہو گئے۔ مگر ماضی کی طرح جب محترمہ بے نظیر بھٹو اقتدار میں آئیں تو ملک کے حالات بہت سنگین ہو چکے تھے۔ خاص طور پر سندھ بالخصوص کراچی میں لسانی اور نسلی فسادات، بدامنی، لوٹ مار، قتل، بھتہ وصولی اور ہڑتالوں کا سلسلہ عام تھا۔ ان حالات میں بیشتر حلقوں کا خیال تھا کہ ملک میں مارشل لاء نافذ کر لیا جائے گا جس کے لیے پوری طرح میدان تیار تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ بے نظیر اور آصف علی زرداری پر کرپشن کے الزامات کا خوب چرچا تھا۔ ان کے اس دور میں آگسٹ آبدوزوں کا اسکینڈل خوب اچھالا گیا۔ دوسرا یہ کہ محترمہ بے نظیر بھٹو نے نجکاری کے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔ اس حوالے سے یہ سوال شدت سے اٹھ رہے تھے کہ نجکاری کی رقم کہاں خرچ ہوئی؟ اگر خرچ نہیں ہوئی تو کہاں گئی؟ یہ سوال تا حال جواب طلب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دور میں بیشتر ادارے اور صنعتیں فروخت کی گئی تھیں۔ اس حوالے سے بھی ان پر کرپشن کے مقدمات قائم کیے گئے۔ اس بار محترمہ بے نظیر بھٹو نے فوجی افسران کے حوالے سے بھی محتاط رویہ اختیار کیا۔ نئے چیف آف آرمی کے تقرر کا موقع آیا تو انہوں نے عبدالوحید خان کاکڑ کو چیف بنایا اور دیگر اعلیٰ افسران کی ترقیوں میں بھی انہوں نے مثبت رویے کا ثبوت دیا جس کی وجہ سے انہیں فوج کی طرف سے نرم گوشہ میسر آیا۔ اس دوران محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنے والد کے نظریے کے مطابق سوشلسٹ اور نیم سوشلسٹ ممالک سے تعلقات استوار کرنے کی پالیسی اپنائی جس کے لیے انہوں نے ویتنام اور لیبیا کا بھی دورہ کیا۔ مگر ان کی خارجہ پالیسی کو کوئی نئی جہت میسر نہ آئی۔ پرانے دور کے مسائل البتہ حل طلب تھے۔ جیسے کہ افغانستان میں طالبان نے اپنی حکومت تشکیل دیدی۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنے والد کی پالیسی اپناتے ہوئے

افغانستان میں پاکستان کے اثر ورسوخ کو فروغ دینے اور بھارت کے اثرات کو ختم کرنے کی پالیسی کے تحت طالبان کو اسلام آباد میں سفارت خانہ قائم کرنے کی دعوت دی۔ علاوہ ازیں بےنظیر حکومت کو جوہری پروگرام کی وجہ سے امریکہ کے مخالفانہ رویہ کا بھی سامنا رہا۔ بجٹ میں خسارہ بڑھنا، غیر ملکی امداد میں کٹوتی، بدامنی اور بے روزگاری کی وجہ سے اور ماضی کی غلط پالیسیوں کے نتیجے میں پاکستان میں غربت، معاشرتی پسماندگی اور افراتفری میں اضافہ ہورہا تھا۔ ان حالات میں محترمہ بےنظیر بھٹو کے بھائی مرتضیٰ بھٹو کو پولیس مقابلے میں ہلاک کردیا گیا۔ ملک کی وزیراعظم کا بھائی کراچی کی سڑکوں پر ماردیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی بعض خفیہ اداروں نے اس قتل کا الزام وزیراعظم کے شوہر آصف علی زرداری پر عائد کردیا۔ جواز یہ پیش کیا گیا کہ دونوں سالے اور بہنوئی میں پہلے دن سے کشیدگی چلی آرہی تھی۔ بعض شخصیات کا دعویٰ تھا کہ مرتضیٰ بھٹو نے آصف علی زرداری سے بےنظیر بھٹو کی شادی کی شدید مخالفت کی تھی۔ ان دونوں کی مخاصبت میں بیگم نصرت بھٹو جوان دنوں علیل تھیں نے بیٹے کی طرفداری کی۔ اس لیے یہ جواز بنایا گیا کہ آصف علی زرداری نے مرتضیٰ بھٹو کو راستے سے ہٹادیا۔ مگر افسوس کہ ہر اہم قتل کے حقائق اور اصل مجرم کبھی سامنے نہیں آئے اور مرتضیٰ بھٹو کے قتل کا کیس بھی افواہوں کی زد میں حسب روایت فائلوں میں دبا دیا گیا۔ اور پھر ملک میں بدامنی، فرقہ واریت اور لسانی تفریق بڑھتی جارہی تھی۔ آئے دن قتل، اغواء اور ہڑتالوں نے معیشت کو نڈھال اور عوام کو مزید بدحال کردیا۔ اس پس منظر میں صدر فاروق لغاری نے اپنی ہی پارٹی کی وزیراعظم کو برطرف کردیا اور اسمبلیاں تحلیل کردیں۔ یہ بھی آٹھویں ترمیم کا ہی کرشمہ تھا۔

بےنظیر بھٹو کے دوسرے دور میں روزنامہ جنگ کے ایڈیٹوریل صفحہ پر کالم نویسوں نے مختلف کالمز لکھے اور کالم نویسی کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ 1 اکتوبر 1993 کو عبدالغفار نے ''جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی'' کے عنوان سے کالم تحریر کیا کالم نویس نے نگراں وزیراعظم کے بیان اور تردید پر کالم لکھتے ہوئے ایٹمی پروگرام کو بند کرنے پر شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ بیرون ملک سے آئے ہوئے وزیراعظم کو ملک کے لیے خطرہ قرار دیا ہے۔ 29 اکتوبر 1993 کو آغا مسعود حسین نے ''وزیراعظم بےنظیر بھٹو اور ماضی کے تجربات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بےنظیر صاحبہ کو تجربہ کار وزیراعظم لکھتے ہوئے ملکی وسائل اور کشمیر جیسے مسائل کے حوالے سے توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ امید کرتے ہیں کہ دوبارہ وزیراعظم بننے کے بعد یہ سب مسائل حل ہوسکیں گے۔ 1 نومبر 1993 کو ارشاد احمد حقانی نے ''صدارتی انتخاب کی دوڑ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے محترمہ کی اپوزیشن سے رائے لینے کی روایت کی تعریف کی ہے اور اپوزیشن سے کہا ہے کہ وہ بھی تعاون کرے تاکہ متفقہ صدارتی امیدوار سامنے آسکے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو جمہوریت

کو مستحکم کرنے کا ایک اچھا موقع ضائع ہو جائے گا۔ 7 نومبر 1993 کو نجم الدین فخری نے ''نظام حکومت کی خرابیاں اور صدارتی انتخابات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بے نظیر صاحبہ کے بارے میں اپنا تجزیہ پیش کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پچھلے دور حکومت میں تو انھوں نے بہت غلطیاں کی لیکن اس دفعہ بہت سوچ سمجھ کر اور اچھے فیصلے کر رہی ہیں۔ اور امید ہے کہ صدارتی امیدوار والا معاملہ بھی خوش اسلوبی سے طے پا جائے گا۔ 17 نومبر 1993 کو عبدالقادر حسن نے ''سردار فاروق کے فرائض'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کہا ہے کہ جیسا کہ اب صدارتی انتخاب کا مرحلہ مکمل ہو گیا ہے اور فاروق لغاری صدر منتخب ہو چکے ہیں۔ اب ان کو چاہیے کہ وہ بے نظیر کے لیے مخلص مشیر کی حیثیت سے بھی کام کریں اور ان کو ایسے مشورہ دیں جس سے ان کی پارٹی دیہی علاقوں سے نکل کر شہری علاقوں میں بھی مضبوط ہو۔ 19 نومبر 1993 ارشاد احمد حقانی نے ''صدر لغاری کا منشور۔ قومی مصالحت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر کے عزائم پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی تعریف کی ہے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت کی بھی تعریف کی ہے۔ بقول صدر کے وہ صرف صدارتی محل تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ ملک کے طول و عرض میں جا کر عوام کی خدمت کروں گا۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ یہ سب خوش آئند ہے اگر ایسا ہو جائے تو حالات بہتر ہو جائیں گے۔۔ 1 دسمبر 1993 کو ارشاد احمد حقانی نے ''مذاکرات کی دعوت قبول نہ کرنے کا اشارہ'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے اپوزیشن کے رویئے کا جائزہ لے کر کہا ہے کہ حکومت بننے کے بعد سے ہی اپوزیشن چاہتی ہے کے حکومت کے ساتھ تعلقات خرب کیے جائیں تا کہ سیاست کرنے کا موقع مل سکے۔ انہوں نے حکومت کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے وہ مسلسل کوشش میں مصروف ہے کسی طرح ملک کا سیاسی ماحول درست رہے تا کہ ملک ترقی کر سکے۔ 3 دسمبر 1993 کو آغا مسعود حسین نے ''کیا برآمدات کا ہدف حاصل ہو جائے گا؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے اس معاملے میں پچھلی حکومتوں کا تجزیہ کرنے کے بعد اس حکومت کے برآمدات کے ہدف کے حصول کو بھی ناممکن قرار دیا ہے۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ ہمارے ہاں پالیسیاں ایڈ ہاک ازم کی بنیاد پر بنائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے ان میں کوئی تسلسل نہیں رہتا۔ اس لیے حکومت کو چاہیے کہ ایسا ہدف مقرر کرے جو حاصل بھی کیا جا سکے۔ اور ہدف کے پورے نہ ہونے میں ایک بڑا قصور بیورو کریسی کے رویے کا بھی ہے۔ 6 دسمبر 1993 کو سلیم یزدانی نے ''عوام کو مایوس نہ کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار اپوزیشن کے رویے کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسا سوچنا بھی ٹھیک نہیں کہ بے نظیر پاکستان کے مفادات کا سودا کر دیں گی یا امریکا کے سامنے جھک جائیں گی۔ انھوں نے اپوزیشن کو تجویز دی ہے کہ ملک کے حالات ایسے نہیں کہ اندورنی سیاست کی جائے اس لیے حکومت کو کام کرنے دیں اور ملک کو ترقی کی راہ پر چلنے دیں۔ 10 دسمبر 1993 کو عبدالقادر حسن نے ''ڈکیتی کی برآمدگی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نویس نے

فنانس کمپنیوں کی ڈکیتی پر اپنے لکھے گئے کالموں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں اس طرف تقریباً تمام حکومتوں کی توجہ دلاتا رہا ہوں۔ویسے تو میں اس حکومت پر بھی تنقید کرتا رہتا ہوں لیکن اس حکومت نے فنانس کمپنیوں کے خلاف ایکشن لے کر عوام کی خواہشات کی ترجمانی کی ہے۔اور ان کمپنیوں سے فراڈ کی مکمل تحقیقات ہونی چاہیے۔ 31 دسمبر 1993 کو آغا مسعود حسین نے ''نئے سال کی آمد اور ماضی کا تجربہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک کا مجموعی منظر نامہ پیش کر کے حکومت کی ان پالیسیوں کی مخالفت کی ہے جو وہ سامراج کے کہنے پر بنا رہی ہیں اور حکومت سے کہا ہے کہ ہم ایک باعزت قوم ہیں اس لیے ہمیں ان سامراجی نظام سے نکل کر خود مختار پالیسی بنانی ہوگی۔5 جنوری 1994 کو عبدالقادر حسن نے ''ایسی چستی ایسی سستی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے بے نظیر حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اتنا وقت گزرنے کے باوجود بھی ابھی تک حکومت مکمل نہیں ہوسکی اور یہ حکومت کی نااہلی ہے کہ وہ ابھی تک یہی طے نہیں کر پا رہی کہ کس کو کونسی وزارت دینی ہے۔حکومت کو یہ معاملات پہلے ہی طے کر کے رکھنے چاہیے، جتنی تاخیر ہوتی اپنے ہی ملک کا نقصان ہوتا ہے۔7 جنوری 1994 کو مجیب الرحمٰن شامی نے ''حکومت کا گریبان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے پاک بھارت مذاکرات کی تاریخ مختصراً لکھنے کے بعد یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ بھارت کبھی بھی ان مذاکرات میں مخلصانہ رویہ اختیار نہیں کرتا ،اس لیے بے نظیر صاحبہ کو چاہیے کہ وہ بہت زیادہ پر امید ہو کر مذاکرات نہ کریں اور نہ ہی اتنی خوشی کا اظہار کریں۔16 جنوری 1994 کو خواجہ حامد سعید نے ''نجکاری کا عمل'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نویس نے نجکاری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا ہے یہ حکومت کی اچھی پالیسی ہے، لیکن نج کاری کرتے وقت ادارے کے ملازمین کا خیال رکھا جائے۔ان کا کہنا ہے پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ کرپشن زدہ اداروں سے جان چھڑوائیں تاکہ حکومت کو اور اچھے کام کرنے کا موقع مل سکے۔17 جنوری 1994 کو عبدالقادر حسن نے ''جاگتے رہو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے بے نظیر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ حکومت بجائے اس کے کہ عوام کی خدمت کرے، اپنے خاندان کے جھگڑوں میں الجھی ہوئی ہے جس سے دشمن ملک فائدہ اٹھا رہے ہیں اور محترمہ کی بھارت نوازی سے بھی ملک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔21 جنوری 1994 کو پروفیسر عطاءاللہ کلاچی نے ''بے نظیر حکومت کا دوسرا دور'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ پروفیسر صاحب کا کہنا ہے کہ محترمہ کے تین ماہ کا جائزہ لینا ویسے تو قلیل مدت ہے ۔لیکن نواز حکومت سے کئی درجے بہتر ہے۔محترمہ نے نہ صرف معیشت کو ٹھیک کرنے کے لیے اقدامات کیے ہیں بلکہ کرپشن کے ناسور کا مقابلہ بھی ڈٹ کر کرنے کی کوشش کی ہے۔23 جنوری 1994 کو سید آصف ہاشمی نے '' قانون سازی اپوزیشن کا عدم اطمینان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار محترمہ کی حکومت کو درپیش مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

حکومت تو قانون سازی کرنا چاہتی ہے لیکن حزب اختلاف کا رویہ بہت ہی خراب ہے اور حتی کہ خواتین کے بل پر بھی اپوزیشن مسلسل روڑے اٹکا رہی ہے۔30 جنوری1994 رشید احمد قدوائی نے ''حکومت کی کارگردگی اور اس سے توقعات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے سو دن کا جائزہ پیش کیا ہے ،اور مختلف معاملات پر حکومت کی کارگردی کا ناقدانہ تجزیہ پیش کیا ہے۔اور کالم نویس کا موقف ہے کہ حکومت نے اپنے سابقہ دور سے کچھ نہیں سیکھا۔5 فروری1994 نثار احمد قائم خانی نے ''کشمیر میں بھارتی رویہ اور جنگ کے امکانات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کشمیر کے حوالے سے محترمہ کی پالیسیوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حکومت نے بھارت سے مذاکرات کرنے کا ارادہ ترک کر کے درست سمت میں قدم قرار دیا ہے اور حکومت کے اس عزم کی تعریف کی ہے کہ وہ عالمی سطح پر مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنے کی کوششیں کر رہی ہے۔11 فروری1994 کو پروفیسر ایم رشید نے ''قومی بقا کا مسئلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی تعلیم کے حوالے سے پالیسی پر تنقید کی ہے اور حکومت کی اس شعبے پر عدم توجہی کو ایک المیہ قرار دیا ہے۔16 فروری1994 کو عبدالقادر حسن نے ''وزیر اعظم پاکستان کا اعتراف'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بے نظیر کے سکھوں کے حوالے سے چلنے والی تحریک میں بھارت کا ساتھ دینے کے بیان پر ان کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ یہ کوئی نیا انکشاف نہیں ہے بلکہ سب جانتے ہیں محترمہ ملک سے مخلص نہیں ہیں ۔اور آخر میں ان کا کہنا ہے کہ پتا نہیں کب تک ہم پر امریکی ایجنٹ حکمرانی کرتے رہیں گے۔ 18 فروری1994 کو آغا مسعود حسین نے ''تعصّبات کے انتشار میں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر صاحب کی ایک تقریر کا حوالہ بنا کر کالم لکھا ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ تعصّبات ہماری قوم کو کھائے جا رہے ہیں۔ وہ جس عہدے پر ہیں وہاں سے ملک کی اندرونی حالت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں اس لیے انھوں نے بہت دردمندانہ اپیل کی ہے قوم سے کہ وہ ان تعصّبات سے نکلیں۔ یہ بات قابل تحسین ہے۔ 20 فروری1994 کو پروفیسر خورشید احمد نے ''سرحد کا بحران اور مرکزی حکومت کا کردار'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے درمیان تنازعات پر بات کر رہے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ ملکی حالات ایسے نہیں ہیں کہ مرکز صوبائی حکومتوں کے معاملات میں دخل اندازی کرے اور ان کی رائے ہے کہ معاملات کو مذاکرات اور بات چیت سے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ورنہ ملک میں مارشل لاء کا خطرہ بڑھ جائے گا۔28 فروری1994 کو منظور قادر ایڈوکیٹ نے ''مسئلہ کشمیر اور امریکا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مسئلہ کشمیر پر تجزیہ کرتے ہوئے امریکا کے دباؤ کی بات کی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ فی الحال تو حکومت اس مسئلے کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کی کوشش کرتی نظر آتی ہے اور مزید توقع ہے کہ حکومت امریکا کا دباؤ قبول نہیں کرے گی بلکہ کشمیر کے مسئلہ پر اپنے موقف پر قائم رہے گی۔4 مارچ1994 کو آغا مسعود حسین

نے ''افغانستان سے متعلق خارجہ حکمت عملی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی افغانستان کے حوالے سے حکمت عملی کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ لگتا ہے خارجہ پالیسی ہوش کے بجائے جوش سے مرتب کی جارہی ہے، ملک پہلے ہی دشمنوں سے گھرا ہوا ہے ایسے وقت میں حکمت سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

18 مارچ 1994 کو آغا مسعود حسین نے ''پاکستان کشمیر کا مقدمہ ہار گیا ہے؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے اقوام متحدہ میں کشمیر پر حکومتی کارگردگی کو بہت ہی خراب قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ حکومتی نمائندے بھرپور طریقے سے ملک کا موقف پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم کشمیر کے معاملے میں کمزور ہوتے جارہے ہیں۔ 3 اپریل 1994 کو ارشاد احمد حقانی نے ''وزیراعظم اور فاٹا کے مسائل اور توجہ طلب پہلو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے گزشتہ روز وزیراعظم کے جرگے سے خطاب کا تجزیہ پیش کیا ہے، انہوں نے وزیراعظم کے اس اعلان کا خیر مقدم کیا ہے جس میں انھوں نے ڈرگ مافیا کے خلاف جاری آپریشن کو کسی قیمت پر بھی بند نہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ 18 اپریل 1994 کو ڈاکٹر انوار الحق نے ''وزارت خارجہ کی ناکامی اور اس کا تدارک'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے اقوام متحدہ میں کشمیر کے حوالے سے قرارداد پیش کرنے میں ہونے والی ناکامی پر کالم لکھا ہے اور خارجہ پالیسی بہتر کرنے کے لیے کچھ تجاویز پیش کی ہیں۔ 1 مئی 1994 کو لیفٹیننٹ کرنل مختار احمد نے ''کیا جمہوریت خطرے میں ہے؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بےنظیر اور پی پی پی کی جمہوریت کے لیے کی جانے والی جدوجہد کو سراہا ہے اور ساتھ ساتھ ان کو تجویز دی ہے کہ ملک کے حالات پھر سے خراب ہوتے جارہے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ حکومت افہام وتفہیم سے معاملات نمٹا لے۔ 4 مئی 1994 کو ارشاد احمد حقانی نے ''کالا ڈیم منصوبہ۔ کیا اسے ترک کیا جارہا ہے؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نویس نے کالا باغ ڈیم منصوبے کے حوالے سے شائع ہونے والی خبر پر کالم لکھتے ہوئے کہا ہے کہ اگر یہ رقم استعمال نہیں کی گئی تو عالمی بینک یہ فنڈ کسی اور ملک کو منتقل کر دے گا، اس لیے حکومت کو چاہیے اس پر توجہ دے اور اس منصوبہ پر جلد کوئی فیصلہ کرے۔ 9 مئی 1994 کو عبدالقادر حسن نے ''بھارت سے اپنے احسان کا بدلہ مانگیے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بےنظیر کے بھارت کے خلاف دیے جانے والے بیان پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھارت سندھ میں افراتفری پھیلا رہا ہے، لیکن کیا حکومت کا کام صرف بیان دینا ہے یا ان ہنگاموں کو کنٹرول کرنا ہے۔ 15 مئی 1994 کو ارشاد احمد حقانی نے ''رول بیک کے الزامات اور ڈاکٹر قدیر کی وضاحت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار لکھتے ہیں کہ جب محترمہ نے حکومت سنبھالی تھی تو اپوزیشن

نے فوراً یہ مہم چلا دی تھی کہ محترمہ ایٹمی پروگرام رول بیک کر رہی ہیں۔لیکن اب ڈاکٹر قدیر کی وضاحت نے یہ ثابت کر دیاہے کہ محترمہ ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔27 مئی 1994 کو آغا مسعود حسین نے ''غیر ملکی سرمایہ کاری کے امکانات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے محترمہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ کسی بھی عالمی فورم پر غیر ملکی سرمایہ کاروں کو مخاطب کیے بنا نہیں رہتی اور ان کی بھر پور کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح بیرون ملک سے سرمایہ کاروں کو متوجہ کیا جائے۔6 جون 1994 کو نیر زیدی نے ''صدر لغاری کا دورۂ امریکا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر کے دورہ امریکا کا تجزیہ پیش کیا ہے اور ان سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جو اپوزیشن کی جانب سے اٹھائے جا رہے ہیں۔کالم نگار کا کہنا ہے کہ حکومت کی میڈیا ٹیم نے دراصل ٹھیک سے اپنا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے عوام میں بے چینی پھیلانے کا موقع اپوزیشن کو ملا۔27 جون 1994 کو مجیب الرحمٰن شامی نے ''جناب صدر کے کپڑے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر کے مختلف اقدامات پر تنقید کی ہے اور ساتھ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ویسے تو صدر نے پی پی پی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا ہے لیکن وہ ابھی بھی ایک پارٹی کے رکن کی طرح کام کر رہے ہیں جس سے ملک میں سرکاری کاموں میں مداخلت ہو رہی ہے۔12 جون 1994 کو اظہر سہیل نے ''اندیشہ ہائے دور دراز'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کالم میں پچھلی روایتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ سب حکومت میں آتے ہی اپوزیشن کو کڑے ہاتھوں لیتی ہے لیکن موجودہ حکومت اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپوزیشن کے ساتھ مفاہمت کا رویہ رکھے ہوئے ہے جو کہ قابل تحسین عمل ہے۔13 جون 1994 کو افضال مبین نے ''وزیر اعظم کا کراچی پیکج'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے محترمہ کے کراچی پیکج کی تعریف میں کالم لکھا ہے۔ بہت عرصے بعد کسی حکومت نے اس بڑے شہر کے مسائل پر توجہ دی ہے۔اس پیکج سے کم از کم کرچی کے لوگوں کے دو بڑے مسائل یعنی پانی اور بجلی کا مسئلہ حل ہونے کے نمایاں امکانات ہیں۔17 جون 1994 کو اظہر حسن صدیقی نے ''ہیں کواکب میں کچھ نظر آتے ہیں کچھ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومتی بجٹ کا تفصیلات جائزہ لے کر بیشتر حکومتی اقدامات کی تعریف کی ہے اور بجٹ کو عوام کے حق میں قرار دیا ہے۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ بجٹ تنخواہ دار اور نوکری پیشہ دونوں کے لیے مناسب ہے۔26 جون 1994 کو عبدالقادر حسن نے ''بجٹ تجاویز۔۔معیشت کے لیے خطرات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے پیش کردہ بجٹ کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور نئے لگنے والے ٹیکسوں کو عوام پر ظلم قرار دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ یہ عوام دوست بجٹ نہیں ملک کی معیشت میں تباہی لے کر آنے والا بجٹ ہے۔1 جولائی 1994 کو آغا مسعود حسین نے ''حکمرانوں کی شاہ خرچیاں اور عوام کی پریشانیاں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مرتضیٰ بھٹو کے مہران بینک اسکینڈل پر دیے جانے والے

بیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ موجودہ حکمران جس طرح عیاشی اور کرپشن کے ذریعے ملکی دولت کو لوٹ رہے ہیں یہ پریشان کن بات ہے۔ دوسری طرف بیچاری عوام روز بروز غربت کی جانب بڑھ رہی ہے۔ جب تک جاگیرداری نظام رہے گا ملک کے حالات نہیں بدلیں گے۔ 6 جولائی 1994 کو کمال اظفر نے ''وفاقی بجٹ۔۔متوازن ترقی کی طرف پیش قدمی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وفاقی بجٹ کا جائزہ لیتے ہوئے حکومت کے مختلف اقدام کی تعریف کی ہے۔ پہلی دفعہ حکومت نے اخراجات میں کمی، آمدنی میں اضافہ اور پیداوار میں اضافے کے لیے حکمت عملی بنائی ہے۔ جس سے بجٹ کی ایک متوازن صورت سامنے آئی ہے۔ 8 جولائی 1994 کو پروفیسر خورشید نے ''مسئلہ کشمیر اور ہماری ذمے داریاں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مسئلہ کشمیر پر سابقہ حکومتوں کی پالیسیوں کا جائزہ پیش کیا ہے اور ساتھ ساتھ موجودہ حکومت کی پالیسی کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ موجودہ حکومت بیانات کی حد تک تو بہت فعال نظر آتی ہے، لیکن اس مسئلہ پر کوئی مربوط پالیسی بنانے میں ناکام رہی ہے۔ 22 جولائی 1994 کو ارشاد احمد حقانی نے ''حکومت اپوزیشن ڈائیلاگ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے اپوزیشن سے رویے کی تعریف کی ہے اور صدر کی جانب سے مفاہمت کی کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اپوزیشن کو بھی چاہیے کہ وہ حکومتی اقدامات کا بہتر جواب دے تاکہ ملک جمہوریت کی راہ پر چلتا رہے۔ 24 جولائی 1994 کو علی اشرف خان نے ''اقتصادی نظام تباہی کے دہانے پر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملکی معیشت کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے اور موجودہ حکومت کے پیش کیے گئے بجٹ پر بھی بات کی ہے۔ بجٹ میں جن پالیسیوں کو عوام کے حق میں قرار دیا جارہا ہے وہ دراصل معیشت کی تباہی لے کر آئیں گی۔ پہلے ہی معیشت کا بھت برا حال ہے۔ 5 اگست 1994 کو آغا مسعود حسین نے ''اخبارات کے لیے اخلاقی کمیٹی کا کیا جواز'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے اخبارات کے لیے حکومت کی جانب سے بنائی جانے والی اخلاقی کمیٹی پر تنقید کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حکومت سے ملک کے ضروری معاملات تو سنبھل نہیں رہے اور اب حکومت الٹے سیدھے کاموں میں اپنے آپ کو الجھا رہی ہے۔ 7 اگست 1994 کو ارشاد احمد حقانی نے ''نئے ججوں کی تقرریاں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ حقانی صاحب نے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ میں ججوں کی تقرری پر حکومت کی تعریف کی ہے۔ بہت عرصے سے خالی نشستوں کی وجہ سے عدالتی کام کی رفتار بھی سست تھی۔ ان نئی بھرتیوں سے نظام کو فائدہ ہوگا۔ لیکن ساتھ میں ان کا کہنا ہے کہ تقرریوں کے دوران میرٹ کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ 21 اگست 1994 کو ارشاد احمد حقانی نے ''کراچی کا کرب۔۔کیا کوئی چارہ گر ہے؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کراچی کے حالات کا ذکر کیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ کراچی کے لوگ پچھلے کچھ عرصے سے کرب سے گزر رہے ہیں ان میں سابقہ حکومتوں کا کردار بھی ہے۔ لیکن موجودہ

حکومت بھی اس کی ذمہ دار ہے کیونکہ یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ حالات ٹھیک کرنے کے لیے سخت اقدامات اٹھائے۔24اگست 1994 کو ذوالفقار علی چٹھہ نے ''ججوں کی تقرریاں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے موجودہ حکومت کی جانب سے ججوں کی ایڈہاک بنیاد پر جو تقرریاں ہوئی ان کو موضوع بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حکومت نے میرٹ کو نظر انداز کر کے تقرری کی ہے جس سے عدلیہ کو بھی سیاست کا شکار کر دیا ہے۔ زیادہ ترجیح سیاسی وابستگیاں رکھتے ہیں۔19 ستمبر 1994 کو ارشاد احمد حقانی نے ''یہ بے صبری اور عجلت پسندی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حالیہ سیاسی حالات کا تجزیہ کیا ہے۔ ان کی رائے کے مطابق حکومت اور اپوزیشن کے تعلقات خطرناک حد تک کشیدہ ہو چکے ہیں۔ ویسے تو موجودہ حکومت نے شروع دن سے ہی کوشش کی ہے کہ اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلے لیکن اپوزیشن کا رویہ درست نہیں۔28 ستمبر 1994 کو ڈاکٹر منصور نورانی نے ''افغانستان میں بھارتی مداخلت اور ہماری خارجہ پالیسی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے افغانستان میں بڑھتی ہوئی اندرونی مداخلت کا ذکر کیا ہے اور دوسری طرف اپنی خارجہ پالیسی کی ناکامی کا ذکر کیا ہے۔ ہماری خارجہ پالیسی اتنی ناکارہ ہو چکی ہے کہ ہم برادر ملک میں دشمن کو جگہ دے رہے ہیں جو مستقبل میں ہمارے لیے خطرناک ثابت ہوگا۔6اکتوبر 1994 کو ارشاد احمد حقانی نے ''صدر کا دورہ گلگت ۔۔علماء نے لائق تقلید مثال قائم کی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ حقانی صاحب نے صدر کے دورہ گلگت پر کالم لکھتے ہوئے ان کے دورے کو سراہا ہے۔ صدر صاحب کی فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے کی جانے والی کوششوں کی خصوصی تعریف کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس دفعہ علماء کرام نے بھی صدر صاحب کے ساتھ تعاون کر کے ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔10اکتوبر 1994 کو ارشاد احمد نے ''کشمیر ایک بار پھر اقوام متحدہ میں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار اقوام متحدہ میں کشمیر کے حوالے سے ممکنہ طور پر پیش کی جانے والی قرارداد پر بات کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وزیراعظم اور صدر دونوں ہی اس حوالے سے متحرک نظر آتے ہیں اور سفارتی کوششیں بھی کافی تیز ہیں، اس لیے محسوس یہ ہوتا ہے کہ پاکستان کو اس بار خوش آئند نتائج ملیں گے۔21اکتوبر 1994 کو اظہر حسن صدیقی نے ''پنشنرز پھر محروم رہ گئے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ایک خط کا حوالہ دیتے ہوئے پنشنرز کے مسائل کا ذکر کیا ہے، اور سرکاری افسران کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور حکومت سے اس طرف توجہ دینے کا کہا ہے۔28اکتوبر 1994 کو اظہر حسن صدیقی نے ''نئی انتظامی اصلاحات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی جانب سے کی جانے والی انتظامی اصلاحات کی تعریف میں کالم لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انتظامی عہدہ کم کر کے اور ریٹائرمنٹ کی عمر کم کر کے حکومت نے بہتری کی جانب ایک قدم اٹھایا ہے۔7نومبر 1994 کو خالد احمد کھرل نے ''مسئلہ کشمیر پر پاکستان کی جیت اور بھارت کی ہار'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مسئلہ کشمیر پر اقوام متحدہ کے فورم پر حاصل ہونے والی

کامیابیوں کا ذکر کیا ہے اور بھارت کی عالمی سطح پر ناکامی کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے حکومت کی کامیابی قرار دیا ہے۔23 نومبر 1994 کو انجینئر احسن اقبال نے ''عوامی مسائل۔۔کیا حکومت حل کر سکتی ہے؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے عوام کے مجموعی مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں امن وامان، مہنگائی، اقتصادی بحران وغیرہ شامل ہیں، ان تمام مسائل سے نمٹنے کی صلاحیت حکومت میں نظر نہیں آتی۔ 9 دسمبر 1994 کو آغا مسعود حسین نے ''مہنگائی کی تپش'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومتی بجٹ کا ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ حکومت نے بجٹ میں تو کوئی ٹیکس نہیں لگایا لیکن دو ماہ بعد ہی غریب عوام پر بجلی کی قیمتیں بڑھا کر بجلی گرادی ہے۔حکومت کو چاہیے ایسے فیصلے کرنے سے پہلے عوام کو اعتماد میں لیا کرے۔16 دسمبر 1994 کو اظہر حسن صدیقی نے ''مہنگائی کا علاج کمیٹی کے ذریعے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مرکزی کابینہ کے فیصلے پر تنقید کی جس کے تحت ایک کمیٹی بنائی جائے گی جو ملک میں دورہ کر کے اور مختلف طبقات کے لوگوں سے ملاقاتیں کر کے اپنی رپوٹ مرتب کرے گی، کالم نگار کا کہنا ہے کہ اس طرح پہلے بھی ہوتا آیا ہے، اس ساری مشق سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔18 دسمبر 1994 کو ممتاز احمد نے ''پاک چین تعلقات ایک نئی اور بامقصد پیشرفت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر کے حالیہ دورہ چین پر کالم لکھا ہے جس میں اس دورے کو پاک چین دوستی میں ایک نیا باب قرار دیا ہے۔اگر اسی طرح بامقصد دورے ہوتے رہیں تو دونوں مماک کے درمیان تو تعلقات میں اضافہ ہوگا۔5 مارچ 1995 کو مشاہد حسین نے ''پاکستان کی خارجہ پالیسی اور قومی سلامتی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت وقت کی خارجہ پالیسی پر بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ خارجہ پالیسی بہت مبہم نظر آتی ہے، کوئی واضح پالیسی نہیں ہے، سفراء اسرائیل کے سفارتخانے کی تقریب میں بھی شرکت کررہے ہیں۔امریکا کے حوالے سے بھی کوئی واضح پالیسی نہیں اس لیے ملک کی خارجہ پالیسی کو نقصان ہورہا ہے۔15 مارچ 1995 کو نصر اللہ نے ''ماڈرن اسلام'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کراچی میں امریکی سفارت خانے کے دو اہلکاروں کی ہلاکت پر حکومت کے حد سے زیادہ تعاون اور روزانہ مرنے والے شہریوں پر کوئی ایکشن نہ لینے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔19 مارچ 1995 کو زیڈ اے سلہری نے ہم خطرات میں گھرے ہوئے ہیں کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کراچی کے حالات کو خصوصی طور پر اور پورے ملک کے حالات کا عمومی طور پر ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت کی نااہلی ان سب معاملات میں عیاں ہے اور اس میں بہتری کے لیے حکومت کو اپنا طریقہ کار بدلنا ہوگا ور وزیر اعظم کے فیصلوں کو کابینہ اور قومی اسمبلی میں لانا ہوگا۔20 مارچ 1995، کو عبدالغفار نے ''ورثہ وارث'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نکتہ بیان کیا ہے کہ حکومت کا یہ طرز عمل کہ سب خرابیاں وراثت میں ملی ہیں بالکل ٹھیک نہیں ہے کیوں کہ اگر سب خرابیاں وراثت میں ملی ہیں تو خود حکومت نے کیا ان کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی

، بلکہ غیر ملکی دورے پہلے سے زیادہ ہیں، اور شاہی اخراجات ہو رہے ہیں، لیکن سب مسائل کے حل کے لیے یہ بہانہ بنایا جاتا ہے کہ وراثت میں ملے ہیں۔ 26 مارچ 1995 کو آغا مسعود حسین نے ''وزیر اعظم کا دورۂ امریکا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار کا موقف ہے کہ اس دورے سے کچھ حاصل نہیں ہو پائے گا، بلکہ الٹا کچھ کام کرنے کو مل جائیں گے۔ کیو ں کہ محترمہ کے پہلے دوروں سے بھی کچھ حاصل نہیں ہو سکا۔ 10 اپریل 1995 کو نصر اللہ خان نے ''خبریں کچھ ادھر کی کچھ ادھر کی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کراچی کے حالات اور وزیر اعظم کے دورہ امریکا کے بارے میں لکھتے ہوئے طنز کیا ہے کہ یہاں تو بہت شور مچ رہا ہے دورے کا لیکن امریکی اخبارات نے تو خبر دینا بھی مناسب نہیں سمجھی۔ تو حکومت جو امریکا کی اس قدر غلامی کر رہی اسے ہے، حاصل کیا ہو رہا ہے۔ 14 اپریل 1995 کو عبدالقادر حسن نے ''امریکا! رحم!'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے دورہ امریکا پر طنزیہ کالم لکھا ہے۔ محترمہ نے جتنے اخراجات دورے پر کیے ہیں، اس سے زیادہ تو بچا سکتی تھی اگر وہ دورہ نہ کرتی۔ لیکن اب تو وہ چلی گئی ہیں تو ہماری دعا ہے کہ اتنا تو مل جائے امریکا سے کہ دورے کے اخراجات پورے ہو جائیں۔ 16 اپریل 1995 کو ارشاد احمد حقانی نے ''وزیر اعظم کے دورۂ امریکا پر ایک نظر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ حقانی صاحب نے محترمہ کے دورہ امریکا سے حاصل ہونے والے فوائد پر بات کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکا کو کشمیر پر دباؤ بڑھانے کے لیے راضی کرنا اور ۶ ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی مفاہمتی یادداشت پر دستخط اور اس طرح کے کئی معاہدے اس بات کا ثبوت ہیں کہ دورہ کامیابی سے ہمکنار ہوا ہے۔ 21 اپریل 1995 کو آغا مسعود حسین نے ''نیا بجٹ اور مالی مشکلات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نیا بجٹ آنے سے پہلے حکومتی پالیسیوں کا جائزہ لے کر ان پر تنقیدی کالم لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہر پالیسی ایڈ ہاک کی بنیاد پر بنائی جا رہی ہے اور نئے ٹیکس لگانے کی تیاری ہو رہی ہے جس سے عوام بلبلا اٹھیں گے۔ 23 اپریل 1995 کو ملک الطاف حسین نے ''دورۂ امریکا۔ کامیاب کیسے اور ناکام کیوں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے محترمہ کے دورہ امریکا پر تبصرہ کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ دورے کا جس پہلو سے بھی جائزہ لیا جائے تو وہ ناکام ہی نظر آتا ہے۔ وزیر اعظم نے امریکا سے کہا ہے کہ ہم خطے میں مصر جیسا کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن ہمیں مراعات بھی وہی ملنی چاہیے۔ یعنی کہ گروی رکھنے کے لیے تیار ہیں۔ 5 جون 1995 کو ایم سلمان فاروقی (وفاقی سیکریٹری) نے ''کیا پاکستان ماحولیاتی تحفظ میں پیچھے رہ گیا ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے موجودہ حکومت کے ماحولیاتی آلودگی سے بچاؤ کے لیے جاری منصوبوں کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بڑھتے ہوئے مسائل کا تذکرہ کرنے کے بعد حکومتی اقدامات کا بھی ذکر کیا ہے اور سارے منصوبوں کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ 9 جون 1995 کو آغا مسعود حسین نے ''وفاقی بجٹ کے آنے

سے پہلے'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے بجٹ کے آنے سے پہلے حکومت کو چند گزارشات پیش کی ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ نیا ٹیکس لگانے کے بجائے غیر ترقیاتی اخراجات کم کیے جائیں جو کہ بہت زیادہ ہے اور بیرونی دوروں کو بھی کم ہونا چاہیے۔21 جون 1995 کو پروفیسر حسن اختر نے ''وفاقی بجٹ پر ایک طائرانہ نظر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وفاقی بجٹ کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے ان تمام اقدامات کا تفصیلی ذکر کیا ہے جس سے عام آدمی کا معیار زندگی بڑھے گا اور حکومت کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس بجٹ سے عوام تو یقیناً خوش ہوں گے لیکن سیاسی مخالفین ہمیشہ کی طرح مخالفت ہی کریں گے۔26 جون 1995 کو احسن اقبال نے ''بجٹ 1995,1996 '' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومتی بجٹ کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے اور ان تمام اقدامات کا تفصیلی ذکر کیا ہے جس سے عوام پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔کالم نگار کا کہنا ہے کہ بجٹ میں ایسے اقدامات کیے گئے ہیں جن سے خواص کو تو فائدہ ہو گا لیکن بیچارے عوام ٹیکسوں کے بوجھ تلے دب جائیں گے۔26 جون 1995 کو ارشاد احمد حقانی نے ''حکومت کی اشتہاری مہم گناہ بے لذت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔حقانی صاحب نے حکومت کی اشتہاری مہم پر کالم لکھا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ حکومت کو اس فضول اشتہاری مہم سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور عوام کا پیسہ بھی پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔اس لیے حکومت کو چاہیے کہ اس اشتہاری مہم پر پیسہ خرچ کرنے کے بجائے عوام کی فلاح و بہبود پر پیسہ لگانا چاہیے۔2 جولائی 1995 کو ایم اے ملک نے ''بجٹ، قیاس آرائیاں اور حقیقت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے بجٹ برائے سال 1995,1996 پر مسلم لیگ کی تنقید کو بے جا قرار دیتے ہوئے حکومتی بجٹ کی تعریف کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ان حالات میں حکومت جتنا بہتر بجٹ بنا سکتی تھی اس نے بنایا ہے اور یہ پیپلز پارٹی کی ہی حکومت کا اعزاز ہے کہ ان کے دور میں جی ڈی پی کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔14 جولائی 1995 کو اظہر حسن صدیقی نے ''عوام دوست بجٹ اور عوام'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے گزشتہ دنوں مختلف اخبارات میں چھپنے والے دو کالموں کا ذکر کرتے ہوئے ان پر تبصرہ کیا ہے کہ ان دو کالموں میں جس طرح بجٹ کی حمایت کی گئی ہے وہ ٹھیک نہیں ہے، کیوں کہ حکومت بجٹ پر جو مؤقف دے رہی وہ یہ ہے کہ ٹیکسوں میں ردوبدل کیا گیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بہت سے ٹیکس ایسے ہیں جو عام پر اب لگا دیئے گئے ہیں۔16 جولائی 1995 کو میاں اعجاز شفیع نے ''آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومتی پارٹی کے مجموعی رویہ پر بات کی ہے۔حکومتی پارٹی کا رویہ اس وقت آمرانہ ہو چکا ہے۔حکومتی کاموں ہر توجہ کے بجائے اپوزیشن کو سزا دینے پر زیادہ فوکس ہے۔ملک کی جو حالت ہے اس حکومتی نا اہلی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔21 جولائی 1995 کو آغا مسعود حسین نے ''منی بجٹوں کا سلسلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومتی دعوی پر تنقید کی ہے کہ کوئی منی بجٹ نہیں آئے گا، لیکن ابھی

بجٹ کو گزرے چند ماہ بھی نہیں ہوئے اور بجلی کی قیمت بڑھا دی گئی جو کہ منی بجٹ سے کم نہیں، کیوں کہ اس سے تمام اشیاء صرف میں اضافہ ہوگا۔ 1 ستمبر 1995 کو ارشاد احمد حقانی نے ''ایلیٹ کلچر ختم کرنے کا کھوکھلا دعویٰ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ حقانی صاحب نے محترمہ کے اس دعوی پر تبصرہ کیا ہے کہ وہ ملک سے ایلیٹ کلچر کا خاتمہ کر کے رہیں گی۔ لیکن محترمہ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ ملک سے اس کلچر کا خاتمہ کرنا ناممکن ہو چکا ہے، اور وہ خود بھی اسی کلچر کا حصہ ہیں۔ اگر وہ سمجھتی ہیں کہ اس میں کامیاب ہوگئی ہیں تو ان کو چاہیے کسی سرکاری ہسپتال کا دورہ بھیس بدل کر کر لیں تو اندازہ ہو جائے گا کیا صورتحال ہے۔ 11 ستمبر 1995 کو مجیب الرحمٰن شامی نے ''جناب صدر کے کانٹے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر صاحب کے پنجاب میں گورنر راج کے فیصلے کی تائید میں بیانات دینے پر تنقیدی کالم لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جمہوری صدر کو یہ بالکل زیب نہیں دیتا کہ وہ اس طرح کے اقدامات کی حمایت کریں۔ 13 ستمبر 1995 کو سلیم زاہد صدیقی نے ''شکوہ بے جا تو نہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حقانی صاحب کے محترمہ کی حمایت میں لکھے جانے والے کالم کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ایسی کونسی ایمرجنسی تھی کہ پنجاب حکومت کا خاتمہ کیا گیا اور گورنر راج لگایا گیا۔ حالیہ دنوں میں جو حالات تھے وہ تو ماضی میں بھی رہ چکے ہیں۔ تو گورنر راج صرف اب ہی کیوں لگایا گیا۔ 27 ستمبر 1995 کو مجیب الرحمٰن شامی نے ''عمارت کی الٹی تعمیر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بلدیاتی انتخابات کے نہ ہونے پر کالم تحریر کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ جمہوریت کا بہت شور مچایا جاتا ہے لیکن بلدیاتی ادارے جو جمہوریت کی جڑ ہیں انہی پر توجہ نہیں دی جاتی۔ یعنی ایسی عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس کی بنیاد ہی کھوکھلی ہو۔ 4 اکتوبر 1995 کو زاہدہ حنا نے ''حکمراں جماعت کی سیاسی ساکھ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک کے حالات پیش کر کے حکومتی کی اہلیت پر تبصرہ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حکومت نے پنجاب کے معاملات میں الجھا کر عوام کو بیرونی حالات سے غافل کر دیا ہے، ورنہ مجموعی طور پر ہماری خارجہ پالیسی بھی خدشات سے نبرد آزما ہے اور حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ 13 اکتوبر 1995 کو آغا مسعود حسین نے ''اقتصادی صورتحال اور اسٹیٹ بنک کی سالانہ رپورٹ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حال ہی میں جاری ہونے والی اسٹیٹ بینک کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اس رپورٹ سے عوام کو معلوم ہوگیا ہے کہ حکومت نے کس بے دردی سے اخراجات میں اضافہ کیا ہے۔ اور اسٹیٹ بینک نے بھی مشورہ دیا ہے کہ حکومت اپنے اخراجات کو کنٹرول کرے اور بالواسطہ ٹیکس لگانے سے گریز کرے۔ 20 اکتوبر 1995 کو الطاف حسین قریشی نے ''سب سے بڑی فوج کے مسائل'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے موجودہ حکومت کے شاہانہ اخراجات کا تذکرہ کیا ہے اور دوسری طرف فوج کی مالیاتی ضرورتوں کو سامنے رکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ فوج ایسا ادارہ ہے جہاں

حکومت کے بعد سب سے زیادہ کلرکوں کی تعداد ہے اور اس وقت فوج جن حالات سے گزر رہی ہے تو حکومت کو چاہیے ان کی ضروریات کو سامنے رکھ کر ان کو وسائل فراہم کرے۔ 23 اکتوبر 1995 کو سلطان رفیع نے حکومت کے دو سال کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے حکومت کے دو سال میں کیے جانے والے کاموں پر کالم لکھا ہے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ سب کچھ اچھا ہوا ہے لیکن ایسا بھی نہیں کہ حکومت نے کچھ کیا ہی نہیں۔ حکومت نے اپنی طرف سے کافی کوششیں کی ہیں لیکن حالات ابھی بہتر نہیں ہوئے۔ 1 نومبر 1995 کو حاجی عبدالرزاق نے ''حکومت کے دو سال ۔۔ دعوے اور حقائق'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے دو سال مکمل ہونے پر تنقیدی کالم لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں تنزلی نہ ہوئی ہو، معیشت کا برا حال ہے، امن وامان کے حالات سب کے سامنے ہیں، اور سب سے بڑی جمہوری پارٹی نے بلدیات کا جو حال کیا ہے وہ بھی عوام کے سامنے ہے۔ ، مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے۔ 3 نومبر 1995 کو آغا مسعود حسین نے ''پاکستان اقتصادی بحران کی زد میں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیراعظم کے مشیر وی اے جعفری صاحب کی آئی ایم ایف کے سامنے قرض مانگنے کے لیے جانے والے واقعے کا تذکرہ کیا ہے۔ عالمی ادارے کے حکام نے ان سے سخت باز پرس کی ہے اور ان کو قرض دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اور ان کو حکومتی اخراجات کم کرنے کا کہا ہے۔ 6 نومبر 1995 کو عالیہ مرزا نے قومی ثقافت اور بے نظیر حکومت کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے محترمہ حکومت کے ان اقدامات کا تذکرہ کیا ہے جن سے پاکستان کی ثقافت کو پروان چڑھنے کا موقع ملے گا۔ موجودہ حکومت نے قومی کمیشن برائے ثقافت وتاریخ کو فعال کر دیا ہے اور اسی طرح قومی پالیسی برائے ثقافت منظور کر کے اس شعبے کو بھرپور توجہ دی ہے۔ 8 نومبر 1995 کو پرویز الہی نے ''منی بجٹ، مہنگائی اور حکومت کے حربے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے موجودہ حکومت کی اقتصادی پالیسیوں پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور اس کے حالیہ اقدامات کا تذکرہ کیا ہے جس میں ادویات کی قیمتوں میں اضافہ اور پیٹرول کی قلت اور زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی شامل ہے۔ 26 نومبر 1995 کو احسن اقبال نے ''کیا اقتصادی بحران خطرے کا الارم بج چکا ہے؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک کے معاشی حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے حکومتی پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زرمبادلہ کے ذخائر تیزی سے کم ہو رہے ہیں اور حکومت نے قرضہ لینے کا سارا ٹارگٹ تین ماہ میں ہی پورا کر لیا ہےلیکن شاہ خرچیاں کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہیں۔ 10 مارچ 1996 کو خالد احمد کھرل ''انتخابی اصلاحات، ایک اور انقلابی قدم'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے گزشتہ ماہ کابینہ کے اجلاس سے منظور ہونے والی انتخابی اصلاحات کو سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ اپوزیشن کو چاہیے کہ جو کام اچھا ہوا ہو اس کی تو تعریف کرے۔ یہ انتخابی اصلاحات پاکستان کے انتخابی نظام میں بہتری کا باعث بنیں

گی۔13 مارچ1996 محمد احمد سبزواری نے ''کیا ہر ادارے کی نج کاری کی ضرورت ہے؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پچھلے اور حالیہ دور میں ہونے والی نجکاری کا جائزہ لے کر کہا ہے کہ، ہر ادارے کی نج کاری ضروری نہیں ہوتی۔ نج کاری کے مقاصد کچھ ہوں لیکن اپنے بنیادی اور منفعت بخش اداروں کو بیچنا کسی صورت ملکی مفاد میں نہیں۔18 مارچ1996 کو پیر شجاعت حسنین قریشی نے ''وزیر اعظم کے بیرونی دورے اور سرمایہ کاری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے حالیہ دورہ برائے انڈونیشیا اور ملائشیا کا تفصیلی تجزیہ کیا ہے اور اپوزیشن کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ مخالفت برائے مخالفت اچھی چیز نہیں اور ان دو ممالک کا بہت عرصے سے کسی نے دورہ بھی نہیں کیا تھا۔5 اپریل1996 کو آغا مسعود حسین نے ''حبیب بینک کی نجکاری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حبیب بینک کی نجکاری کے حوالے سے کیے جانے والے اعلان پر تنقید کی۔ ان کا کہنا ہے کہ پہلے بھی جو ادارے فروخت ہوئے ہیں وہ کوڑیوں کے مول بیچے گئے ہیں، اب اور منافع بخش ادارہ اسی طرح بیچنے کی تیاری ہو رہی ہے۔ 10 مئی 1996، جمعہ کو آغا مسعود حسین (مخالفت) نے ''کیا پاکستان کی اقتصادی آزادی چھن گئی ہے؟'' کے عنوان سے کالم میں حکومت کی اقتصادی پالیسی کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اقتصادی ماہرین کہہ رہے ہیں کہ حکومت نے ملک کو عالمی اقتصادی ادروں کے شکنجے میں دھکیل دیا ہے کہ اب کوشش کے باوجود بھی نکل نہیں پائیں گے۔20 مئی1996 کو ارشاد احمد حقانی نے ''جمہوریت کسی چڑیا کا نام نہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے جمہوریت کی حمایت میں دیے جانے والے بیانات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ صرف جمہوریت لفظ کا راگ الاپنے سے جمہوریت مضبوط نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے کارگردگی بھی دکھانی چاہیے۔ ملک میں گورننس کا جو حال ہے اس سے تو عوام کا بھروسہ جمہوریت سے ہی اٹھ گیا ہے۔12 جون 1996 کو زاہدہ حنا نے ''بجٹ: حکومت اور شہریوں کے بداعتمادی کی خلیج'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار حکومتی بجٹ پیش ہونے سے پہلے عوام کے تاثرات پیش کر رہی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حکومت عالمی اداروں کے دباؤ کی وجہ سے سخت بجٹ بنانے پر مجبور ہوگی اور دوسری طرف عوام صرف بجٹ سے ہی پریشان نہیں ہوتی بلکہ بار بار آنے والے منی بجٹ ان کے لیے مصیبت بن جاتے ہیں۔12 جون1996 کو کرنل مختار بٹ نے ''حکمرانوں کے دعوے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے محترمہ نک کراچی کے حالیہ دورے کے دوران دیئے جانے والے اس بیان پر تنقید کی ہے کہ ''ہماری حکومت کا کوئی فرد کرپٹ نہیں ہے''۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ اگر وزیر اعظم صاحبہ بھیس بدل کر کسی بھی سرکاری ادارے میں چلی جائیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ ملک کس قدر کرپشن میں ڈوب چکا ہے۔17 جون1996 کو قمر الدین خان نے ''خود مختاری کے تقاضے'' کے عنوان سے کالم لکھتے ہوئے چند ترقی پزیر ممالک کی مثال دے کر حکومت پر تنقید کی ہے کہ چھوٹے چھوٹے

ممالک بھی اپنی خودمختاری اورعزت پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے ،لیکن یہاں تو ایسے لگتا ہے کہ ملک ہی امریکا کے حوالے کردیا گیا ہے۔19 جون1996 کوڈاکٹر شاہد حسن نے''بجٹ: انجام گلستاں کیا ہوگا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حال ہی میں پیش ہونے والے وفاقی بجٹ پر تفصیلی اور تنقیدی کالم لکھا ہے۔موجودہ حکومت کا یہ تیسرا بجٹ ہے،لیکن اس بجٹ میں بھی خسارے کا اضافہ ہی ہوا ہےاور غیر ملکی قرضوں پر انحصار بھی بڑھ گیا ہے اور عوام پر بالواسطہ ٹیکسوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔21 جون1996 کو آغامسعود حسین نے ''بجٹ۔۔کیا دیکھا کیا سنا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار بجٹ کا احوال لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ تاریخ میں اتنا زیادہ بوجھ عوام پر نہیں ڈالا گیا جتنا قرضوں کا بوجھ اس دفعہ عوام پر ڈالا گیا ہے۔حکومتی اخراجات میں کوئی کمی نہیں کی گئی،یعنی امیر اسی طرح عیاشیاں کریں گےاور غریب ان کا بوجھ اٹھائے گا۔26 جون1996 کو پیر شجاعت حسنین قریشی نے''وفاقی بجٹ اور اپوزیشن'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار حکومتی بجٹ کے مثبت پہلوؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس متوازن بجٹ سے ملکی معیشت میں استحکام آئے گا اور اپوزیشن کا رویہ ہمیشہ کی طرح منفی ہی ہے۔28 جون1996 کو آغامسعود حسین نے''یہ انداز حکمرانی کیا ہے؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جماعت اسلامی کے جلوس پر فائرنگ کے نتیجے میں کارکنان کی ہلاکت پر کالم لکھا ہےاور دیگر جمہوری ممالک کی مثال دیتے ہوئے کہا ہے کہ کسی بھی ملک میں اس طرح پرامن احتجاج پر فائرنگ نہیں کی جاتی،حکومت کو اپنے طرز حکمرانی میں تبدیلی لانی ہوگی۔17 جولائی1996 کومحمد اصغر خان نے''اقتدار کا نشہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے سرکاری اافسران کوسول اداروں میں ملازمت دینے کے حکومتی فیصلے کوتنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ جوتھوڑا بہت اداروں کا تاثر رہ گیا ہے وہ بھی ایسے اقدامات سے زائل ہوجائے گا۔لگتا ایسا ہے کہ ہرآنے والے حکمران نے ملک کو پیچھے دھکیلنے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔22 جولائی1996 کوعبدالقادر حسن نے''ہمارے حکمرانوں کی الف لیلیٰ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے اپنے صحافی دوست کا ذکر کیا ہے جوانڈیا کے وزراء کے دفاتر کا حال سناتے ہوئے کہتا ہے کہ وہی انگریزوں والی حالت میں ہیں ان کے دفاتر۔لیکن پاکستان کے سیاستدانوں نے تو عوام کے خون پسینے کی کمائی کو اپنی عیاشیوں میں اڑا دیا ہے۔کسی وزیر کے دفتر میں جائیں تو ایسے لگتا ہے جیسے کسی محل میں آگئے ہوں۔25 جولائی1996 کوکرامت علی (مخالفت)''بجٹ کے معاشی،سیاسی وسماجی مضمرات'' کے عنوان سے کالم لکھتے ہوئے حکومتی بجٹ پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ موجودہ بجٹ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ معاشی بدانتظامی کے نتیجے میں ہمارے معاشرے کا سیاسی وسماجی ڈھانچہ خطرناک حد تک انتشار کا شکار ہے۔4 اگست1996 کو پیر شجاعت حسنین قریشی نے''دھرنا سیاست یا تشدد کی سیاست'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے اپوزیشن کے رویہ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ وہ صرف تشدد اور سڑکوں پر آکر

حکومت سے استعفیٰ چاہتی ہے، حالانکہ اس کو پانچ سال انتظار کرنا چاہیے کیوں کہ عوام نے حکومت کو مینڈیٹ دیا ہے کہ وہ پانچ سال پورے کرے۔ 9 اگست 1996 کو پروفیسر شبیر اختر عابد نے ''پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے وزیر اعظم کا پروگرام'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے لکھا کہ محترمہ کے حالیہ دورے بلوچستان میں پسماندہ علاوقوں کے لیے ترقیاتی فنڈ اور منصوبوں کا جو اعلان کیا ہے اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ 18 اگست 1996 کو نجم الدین فخری نے ''خدا کے حضور گڑگڑانے کا وقت'' کے عنوان سے کالم میں ملک کے مجموعی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ملک کے حالات اس قدر خراب ہو چکے ہیں کہ اب سوائے وسط مدتی انتخابات کے کوئی راستہ نظر نہیں آتا، اس لیے محترمہ کو چاہیے کہ وسط مدتی انتخابات کا اعلان کر دیں تا کہ ملک کسی بڑے بحران سے بچ جائے۔ 4 اکتوبر 1996 کو ارشاد احمد حقانی (حمایت) نے ''ایوان صدر کی غیر جانبداری اور متعلقہ فریقوں کی ذمہ داری'' کے عنوان سے اپنے کالم میں ایوان صدر میں ہونے والے اجلاس کا ذکر کیا ہے جس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ صدر اپنے فیصلوں میں متوازن رہیں گے، کسی اقدام سے ایسا تاثر نہیں ہونے دیا جائے کہ صدر کسی پارٹی کے صدر ہیں۔ یہ فیصلہ ملکی حالات کے لیے خوش آئند ہے۔ 9 اکتوبر 1996 کو عبداللہ میمن نے ''وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کا سہہ نکاتی ایجنڈا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے محترمہ کے جنرل اسمبلی میں کیے گئے خطاب کو سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ وزیر اعظم نے پاکستان کا مقدمہ دنیا بھر کے سامنے بھرپور طریقے سے پیش کیا ہے اور کشمیر کے مسئلے پر جو سہہ نکاتی ایجنڈا پیش کیا ہے وہ بھی قابل ستائش ہے۔ 13 اکتوبر 1996 کو سید شاہ عزیز امام نے ''حکومت اور حکومتی اخراجات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومتی وزراء اور مشیران کی فوج ظفر موج کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے لکھا ہے کہ ملک جس معاشی ابتری سے گزر رہا ہے وہاں وزراء اور مشیران پر اربوں روپے کے اخراجات کیے جا رہے ہیں۔ 25 اکتوبر 1996 کو آغا مسعود حسین نے ''کیا عوام زندہ رہ سکیں گے'' کے عنوان سے اپنے کالم میں حکومت کے منی بجٹ پر تبصرہ کیا ہے۔ حکومت نے بجٹ کے صرف تین ماہ بعد ہی منی بجٹ پیش کر دیا ہے جس میں عوام ۵۱ ارب روپے کے نئے ٹیکس لگا دیئے گئے۔ عوام جو پہلے ہی بے حال ہے وہ کیسے یہ بوجھ برداشت کرے گی۔ 27 اکتوبر 1996 کو شہزاد کریم نے ''خارجہ پالیسیاں۔۔ تین سالہ کامیابیوں کا جائزہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے تین برسوں میں خارجہ امور پر حاصل کی گئی کامیابیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ حکومت نے ان تین برسوں میں نہ صرف عالمی ایٹمی معاہدے کے سلسلے میں پاکستان کے مؤقف کی پذیرائی کی اور لکھا کہ امریکا سے رُکا ہوا اسلحہ اور ساز وسامان کی ترسیل نمایاں ترین کامیابیاں ہیں۔ 17 نومبر 1996 کو عبدالقادر حسن نے ''ایک وزیر اعظم یہ بھی ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نگراں وزیر اعظم کی بنائی گئی کابینہ کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ جن الزامات پر سابقہ حکومت کو

برطرف کیا گیا تھا اسی کردار کے تمام لوگ نگراں کابینہ میں بھرتی کر لیے گئے ہیں۔وزیراعظم خود تو قابل احترام ہیں لیکن ان کے وزراء وہی کرپٹ لوگ ہیں۔

محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت کو برخاست کرنے کے بعد غلام مصطفیٰ جتوئی کو نگراں وزیراعظم بنایا گیا۔جتوئی صاحب کو امید تھی کہ وہ آئندہ وزیراعظم ہو سکتے ہیں مگر جے یو آئی اور ایم کیو ایم نے ان کی نگراں حکومت سے دوری رکھی۔کراچی میں امن وامان کی صورتحال بگڑتی رہی۔11 اکتوبر کو آصف علی زرداری کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ان پر لندن میں مقیم پاکستانی تاجر کو بلیک میل کر کے کروڑوں ڈالر طلب کرنے کا الزام تھا۔دوسری طرف کراچی میں ایم کیو ایم کے دفاتر اور کیمپوں پر حملے شروع ہو گئے۔نگراں حکومت نے محترمہ بے نظیر بھٹو پر الزام لگایا کہ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے دولت لوٹی ہے۔جتوئی نگراں حکومت کے لیے مشکلات بہت تھیں جبکہ کوئی بھی دھڑا انہیں نرم گوشہ فراہم کرنے پر راضی نہ تھا اور یہ صورتحال جتوئی صاحب کے لیے پریشان اور مایوس کن تھی۔انہیں وزارت عظمیٰ کا خواب ادھورا ہوتا نظر آ رہا تھا۔انتخابات میں حصہ لینے کے لیے پی پی پی نے آئی جے آئی کے مقابلے میں پی ڈی اے کے نام سے اپنا الگ گروپ بنالیا تھا جبکہ فضل الرحمٰن گروپ اور ایم کیو ایم الگ تھے۔1990ء کے انتخابات میں آئی جے آئی کو وثوق سے کہا جاتا تھا کہ کچھ نادیدہ قوتوں کی مدد حاصل ہے جو بعد میں اصغر خان کیس میں واضح ہوئی۔1990ء کے انتخابات میں میاں نواز شریف کی آئی جے آئی کو زیادہ ووٹ حاصل ہوئے۔میاں نواز شریف اکثریت سے اعتماد کا ووٹ لے کر وزیراعظم منتخب ہوئے۔ان کو ضیاء کے دور کے تعلقات اور عسکری حلقوں سے ہم آہنگی کے باوجود خاصی مشکلات پیش آئیں۔ان کے دور میں امریکی امداد میں بندش، ایف سولہ طیاروں کا مسئلہ اور مشرق وسطیٰ سے تارکین وطن کی اپنے اہل خانہ کو ارسال کرنے والی رقومات میں بھی کمی آ گئی جبکہ یہ رقم پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کے مترادف ہے اور آج اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔

وزارت دفاع اور وزارت خارجہ وزیراعظم کو نہیں دیئے گئے تھے جبکہ وزارت خزانہ پر زیادہ دباؤ عالمی بینک اور آئی ایم ایف کا ہوتا ہے۔اس حوالے سے خاص طور پر 1991ء میں نواز شریف کو شدید تنقید کا نشانہ بننا پڑا۔پھر ان پر مالی بدانتظامی کے الزامات بھی لگے۔خاص طور پر کوآپریٹو سوسائٹی کو ہونے والے نقصانات نے مزید ابتری پیدا کر دی۔ڈان کراچی یکم نومبر 1991ء کے اخبار میں شائع خبر کے مطابق محترمہ بے نظیر بھٹو نے نواز شریف کی آئی جے آئی کی حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ انہوں نے پاکستان کو لوٹ کا مال بنا رکھا ہے۔یہ سلسلہ تھما نہیں بلکہ مزید آگے بڑھتا گیا۔اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ محترمہ بے نظیر بھٹو اور دیگر ساتھی جانتے تھے کہ آئی جے آئی کی حکومت غیر قانونی ہے جو دھاندلی اور ایک سازش کے

تحت وجود میں آئی۔محترمہ بے نظیر بھٹو نے نواز شریف حکومت کے خلاف پہلے لانگ مارچ پھر ٹرین مارچ شروع کیا۔انہوں نے صدر غلام اسحاق خان سے پھر مفاہمت کر لی تھی۔درحقیقت پاکستان میں سیاسی عمل کا یہ المیہ رہا ہے کہ قومی مفادات کی اہمیت کو نظر انداز کر کے ذاتی مفاہمت اور ذاتی مفاد کو ترجیح دی جاتی ہے، ذاتیات کو محور بنایا جاتا ہے اور نظریات، قومی پروگرام اور دیگر قومی امور کو نظر انداز کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ پاکستان کا سیاسی کلچر بن چکا ہے۔سب ہی ذاتیات پر بات کرتے ہیں۔تاہم نواز شریف نے قوم سے خطاب میں یہ اعلان کیا کہ ذاتیات سے بلند ہو کر ملک کی خدمت کریں گے۔اس دوران مشرق وسطیٰ میں عراق کا کویت پر حملہ اور اس پر قبضہ بہت اہم واقعہ تھا، سب کی توجہ اسی طرف تھی، نواز شریف نے اس گھمبیر ماحول میں مسلم ممالک کے دورے کیے اور مشرق وسطیٰ کے بیشتر حکمرانوں سے ملاقاتیں کیں۔

مگر ایک مسئلہ یہ رہا کہ آئی جے آئی اور حکومت کے مؤقف میں تفریق پڑ گئی۔ایک بڑا دھڑا صدام حسین کی حمایت کر رہا تھا جبکہ حکومت کا مؤقف مغربی ملکوں سے مطابقت رکھتا تھا۔اس وجہ سے بھی پاکستان اور امریکہ کے تعلقات خاصے متاثر ہوئے۔سندھ میں صورتحال خاصی بگڑتی جا رہی تھی۔1990ء میں پی پی پی سندھ کے پرانے رہنما جام صادق علی لندن سے کراچی آ گئے۔ان کی آمد پر پی پی پی کے کارکنوں نے خوشیاں منائیں مگر یہ سب وقتی ثابت ہوئیں۔جام صادق علی نے 1990ء کے انتخابات میں آزاد امیدوار کے طور پر کامیابی حاصل کی تھی جس کے بعد انہوں نے ایم کیو ایم اور آزاد اراکین کے ساتھ مخلوط حکومت بنا لی۔وہ اگست 1990ء تا مارچ 1992ء تک سندھ کے عبوری وزیر اعلیٰ رہے۔ان کے دور میں سندھ میں پی پی پی کو شکایت رہی کہ ان کے کارکنوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔جام صادق اور ایم کیو ایم کے رہنما الطاف حسین نے ان سے مفاہمت کر لی۔گذشتہ حکومت میں کراچی میں جو آپریشن ہوا تھا اس کا ازالہ کرنے کے لیے وزیر اعظم نواز شریف نے کراچی کا دورہ کیا اور وہ لیاقت آباد بھی گئے۔نواز حکومت نے کراچی کی ترقی کے لیے بعض اہم اعلانات بھی کیے۔ان تمام کاوشوں کے باوجود سندھ میں ڈاکوؤں کا راج تھا اور شہر میں فرقہ وارانہ اور لسانی تنازعات بڑھتے جا رہے تھے جس سے وفاقی حکومت کو پریشانی لاحق تھی۔جام صادق کی حکومت بھی سندھ میں امن کے قیام میں ناکام نظر آ رہی تھی۔1992ء میں جام صادق کے انتقال کے بعد مظفر حسین شاہ نے عبوری وزیر اعلیٰ کا چارج سنبھالا۔سندھ میں تیزی سے بگڑتی ہوئی صورتحال نے ہر طرف ابتری پھیلا دی تھی۔ان حالات میں سندھ میں ڈاکوؤں کے خلاف آپریشن کا ڈول ڈالا گیا مگر یہاں عجیب پیچیدہ صورتحال پیش آئی۔زمینوں پر قبضہ کرنے کے لیے نو نہتے شہریوں کو ہلاک کر دیا۔ایسے میں جنرل آصف نواز نے ڈاکوؤں کے خلاف آپریشن کو سندھ کے شہری علاقوں بالخصوص کراچی کی طرف موڑ دیا۔

کراچی میں فوجی آپریشن کے مسئلے پر ایم کیو ایم اور وفاقی حکومت میں کشیدگی در آئی۔ نواز شریف حکومت کی پریشانیوں میں مزید اضافہ ہوگیا۔ ان حالات میں بے نظیر بھٹو جو حالات دیکھ رہی تھیں اس میں ان کی جماعت اور کارکنوں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ تب انہوں نے بھی نواز شریف کے خلاف احتجاج شروع کیا۔ ہڑتال، لانگ مارچ اور احتجاجی جلسوں کا سلسلہ دراز ہوا۔ وقت کے ساتھ ساتھ دونوں بڑی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کے مابین تعلقات کشیدہ ہوتے چلے گئے۔ ایسے میں ایک واقعہ جنرل آصف جنجوعہ کا انتقال ہوگیا۔ وہ گالف کھیلتے ہوئے گر پڑے اور ان کی موت واقع ہوگئی۔ جنرل آصف کی بیوہ نے ان کی موت کو سیاسی اور زہر دے کر مارنے کا عندیہ دیا۔ ان حالات میں صدر غلام اسحاق اور نواز شریف کے بیچ دراڑ بڑھ گئی۔ فوجی ترجمان نے جنجوعہ کی موت کو طبعی قرار دیا۔ نواز شریف اور اسحاق خان کے درمیان اختلافات اتنے آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے نواز شریف کی حکومت برطرف کردی۔ نواز شریف نے سپریم کورٹ سے رجوع کیا۔ چیف جسٹس نسیم حسن شاہ نے لارجر بنچ کے تحت نواز حکومت کو بحال کردیا۔ اس آئینی لڑائی میں مزید مشکلات بڑھ گئیں۔ آخر کار وزیراعظم نے صدر کو اسمبلیاں تحلیل کرنے کی درخواست کردی۔ اس کے بعد اسمبلیاں تحلیل کردی گئیں اور خود صدر اسحاق خان بھی مستعفی ہوگئے۔ بعدازاں معین قریشی کو باہر سے بلا کر نگراں وزیراعظم بنادیا گیا۔ اس تمام صورتحال کا اگر ایک سرسری نظر جائزہ لیا جائے تو 1988ء کے بعد سے 1993ء تک پی پی پی اور مسلم لیگ (ن) کی حکومتوں نے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے، الزامات عائد کرنے اور جمہوری اقدار کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس حوالے سے پاکستانی دانشوروں اور سینئر صحافیوں کو تجزیہ کرنا چاہئے کہ یہ سب کیوں ہوتا رہا؟ ہر چند کہ میاں نواز شریف نے عوامی بہبود کے لیے پروگرام بھی دیا مگر وہ تکمیل تک نہ پہنچا۔ بے نظیر بھٹو کی حکومت میں بھی چند اچھی اسکیمیں پیش کی گئیں اور خارجہ پالیسی کو بہتر سے بہتر بنانے کی بھی کوشش کی گئی مگر یہ بھی ثمر آور ثابت نہیں ہوئیں۔ اسی طرح محترمہ بے نظیر بھٹو اور پھر میاں نواز شریف کا پہلا دور دونوں ہی ناکام رہے۔ بلاشبہ اس میں زیادہ تر سیاستدانوں کی نااہلی کو اور باقی درپردہ قوتوں کی کارستانیوں کو ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ کہا جاتا ہے کہ نواز شریف نے اپنے دور میں پی پی پی کی قیادت کو زیادہ زک پہنچائی۔

وزارت دفاع اور وزارت خارجہ وزیراعظم کو نہیں دیئے گئے تھے جبکہ وزارت خزانہ پر زیادہ دباؤ عالمی بینک اور آئی ایم ایف کا ہوتا ہے۔ اس حوالے سے خاص طور پر 1991ء میں نواز شریف کو شدید تنقید کا نشانہ بننا پڑا۔ پھر ان پر مالی بدانتظامی کے چارج بھی لگے۔ خاص طور پر کوآپریٹو سوسائٹی کو ہونے والے نقصانات نے مزید ابتری پیدا کردی۔ ڈان کراچی یکم نومبر 1991ء کے اخبار میں شائع خبر کے مطابق محترمہ

بے نظیر بھٹو نے نواز شریف کی آئی جے آئی کی حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ انہوں نے پاکستان کو لوٹ کا مال بنا رکھا ہے۔ یہ سلسلہ تھما نہیں بلکہ مزید آگے بڑھتا گیا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ محترمہ بے نظیر بھٹو اور دیگر ساتھی جانتے تھے کہ آئی جے آئی کی حکومت غیر قانونی ہے جو دھاندلی اور ایک سازش کے تحت وجود میں آئی۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے نواز شریف حکومت کے خلاف پہلے لانگ مارچ پھر ٹرین مارچ شروع کیا۔ انہوں نے صدر غلام اسحاق خان سے پھر مفاہمت کر لی تھی۔ درحقیقت پاکستان میں سیاسی عمل کا یہ المیہ رہا ہے کہ قومی مفادات کی اہمیت کو نظر انداز کر کے ذاتی مفاصمت اور ذاتی مفاد کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ذاتیات کو محور بنایا جاتا ہے۔ نظریات، قومی پروگرام اور دیگر قومی امور کو نظر انداز کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ پاکستان کا سیاسی کلچر بن چکا ہے۔ سب ہی ذاتیات پر بات کرتے ہیں۔ تاہم نواز شریف نے قوم سے خطاب میں یہ اعلان کیا کہ ذاتیات سے بلند ہو کر ملک کی خدمت کریں گے۔ اس دوران مشرق وسطیٰ میں عراق کا کویت پر حملہ اور اس پر قبضہ بہت اہم واقعہ تھا، سب کی توجہ اسی طرف تھی، نواز شریف نے اس گھمبیر ماحول میں مسلم ممالک کے دورے کیے اور مشرق وسطیٰ کے بیشتر حکمرانوں سے ملاقاتیں کیں۔ مگر ایک مسئلہ یہ رہا کہ آئی جے آئی اور حکومت کے مؤقف میں تفریق پڑ گئی۔ ایک بڑا دھڑا صدام حسین کی حمایت کر رہا تھا جبکہ حکومت کا مؤقف مغربی ملکوں سے مطابقت رکھتا تھا، اس وجہ سے بھی پاکستان اور امریکہ کے تعلقات خاصے متاثر ہوئے۔ سندھ میں صورتحال خاصی بگڑتی جارہی تھی۔ 1990ء میں پی پی پی سندھ کے پرانے رہنما جام صادق علی لندن سے کراچی آ گئے۔ ان کی آمد پر پی پی پی کے کارکنوں نے خوشیاں منائیں مگر یہ سب وقتی ثابت ہوئیں۔ جام صادق علی نے 1990ء کے انتخابات میں آزاد امیدوار کے طور پر کامیابی حاصل کی تھی جس کے بعد انہوں نے ایم کیو ایم اور آزاد اراکین کے ساتھ مخلوط حکومت بنالی۔ وہ اگست 1990ء تا مارچ 1992ء تک سندھ کے عبوری وزیر اعلیٰ رہے۔ ان کے دور میں سندھ میں پی پی پی کو شکایت رہی کہ ان کے کارکنوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ جام صادق اور ایم کیو ایم کے رہنما الطاف حسین نے ان سے مفاہمت کر لی۔ گذشتہ حکومت میں کراچی میں جو آپریشن ہوا تھا اس کا ازالہ کرنے کے لیے وزیر اعظم نواز شریف نے کراچی کا دورہ کیا اور وہ لیاقت آباد بھی گئے۔ نواز حکومت نے کراچی کی ترقی کے لیے بعض اہم اعلانات بھی کیے۔ ان تمام کاوشوں کے باوجود سندھ میں ڈاکوؤں کا راج تھا اور شہر میں فرقہ وارانہ اور لسانی تنازعات بڑھتے جارہے تھے جس سے وفاقی حکومت کو پریشانی لاحق تھی۔ جام صادق کی حکومت بھی سندھ میں امن کے قیام میں ناکام نظر آ رہی تھی۔ 1992ء میں جام صادق کے انتقال کے بعد مظفر حسین شاہ نے عبوری وزیر اعلیٰ کا چارج سنبھالا۔ سندھ میں تیزی سے بگڑتی ہوئی صورتحال نے ہر طرف ابتری پھیلا دی تھی۔ ان حالات میں سندھ میں ڈاکوؤں کے خلاف آپریشن کا ڈول ڈالا گیا مگر یہاں عجیب پیچیدہ صورتحال پیش آئی۔ ایک

۔۔۔اپنی زمینوں پر قبضہ کرنے کے لیے نو نہتے شہریوں کو ہلاک کردیا۔ ایسے میں جنرل آصف نواز نے ڈاکوؤں کے خلاف آپریشن کو سندھ کے شہری علاقوں بالخصوص کراچی کی طرف موڑ دیا۔ کراچی میں فوجی آپریشن کے مسئلے پر ایم کیو ایم اور وفاقی حکومت میں شدید کشیدگی کی لہر آئی۔ نواز شریف حکومت کی پریشانیوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ان حالات میں بے نظیر بھٹو جو حالات دیکھ رہی تھیں اس میں ان کی جماعت اور کارکنوں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ تب انہوں نے بھی نواز شریف کے خلاف احتجاج شروع کیا۔ ہڑتال، لانگ مارچ اور احتجاجی جلسوں کا سلسلہ دراز ہوا۔ وقت کے ساتھ ساتھ دونو ں بڑی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کے مابین تعلقات کشیدہ ہوتے چلے گئے۔ ایسے میں ایک واقعہ جنرل آصف جنجوعہ کا ہو گیا۔ وہ گالف کھیلتے ہوئے گر پڑے اور ان کی موت واقع ہو گئی۔ جنرل آصف کی بیوہ نے ان کی موت کو سیاسی اور زہر دے کر مارنے کا عندیہ دیا۔ ان حالات میں صدر غلام اسحاق اور نواز شریف کے بیچ دراڑ اور بڑھ گئی۔ فوجی ترجمان نے جنجوعہ کی موت کو طبعی قرار دیا۔ نواز شریف اور اسحاق خان کے درمیان اختلافات اتنے آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے نواز شریف کی حکومت برطرف کردی۔ نواز شریف نے سپریم کورٹ سے رجوع کیا، چیف جسٹس نسیم حسن شاہ نے لارجر بنچ کے تحت نواز حکومت کو بحال کر دیا۔ اس آئینی لڑائی میں مزید مشکلات بڑھ گئیں۔ آخر کار وزیر اعظم نے صدر کو اسمبلیاں تحلیل کرنے کی درخواست کردی۔ اس کے بعد اسمبلیاں تحلیل کردی گئیں اور خود صدر اسحاق خان بھی مستعفی ہو گئے۔ بعد از اں معین قریشی کو باہر سے بلا کر نگراں وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ اگر ایک سرسری نظر میں جائزہ لیا جائے تو 1988ء کے بعد سے 1993ء تک پی پی پی اور مسلم لیگ (ن) کی حکومتوں نے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے، الزامات عائد کرنے اور جمہوری اقدار کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس حوالے سے پاکستانی دانشوروں اور سینئر صحافیوں کو تجزیہ کرنا چاہیے کہ یہ سب کیوں ہوتا رہا؟ ہر چند کہ میاں نواز شریف نے عوامی بہبود کے لیے پروگرام بھی دیا مگر وہ تکمیل تک نہ پہنچا۔ بے نظیر بھٹو کی حکومت میں انہوں نے بھی چند اچھی اسکیمیں پیش کی تھیں اور خارجہ پالیسی کو بہتر سے بہتر بنانے کی بھی کوشش کی تھی مگر یہ بھی ثمر آور ثابت نہیں ہوئیں۔ اسی طرح محترمہ بے نظیر بھٹو کا پہلا دور اور پھر میاں نواز شریف کا پہلا دور دونوں ہی ناکام رہے۔ بلاشبہ اس میں زیادہ تر سیاستدانوں کی نااہلی کو اور باقی درپردہ قوتوں کی کارستانیوں کو ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔

بے نظیر حکومت کے بعد نواز شریف حکومت دوبارا اقتدار میں آئی۔ 1990 اور 1997ء کے دونوں ادوار میں نواز شریف نے جو پہلا قدم اٹھایا وہ بیوروکریسی کی اصلاح تھی۔ وزیر اعظم نے بیوروکریسی کی اصلاح کے ساتھ ساتھ دوسرا اہم قدم جو اٹھایا وہ اپنے اختیارات میں اضافہ کرنا تھا اور تیرہویں آئینی ترمیم

کر دی گئی تھی۔ تیرہویں آئینی ترمیم کے بعد صدر کے اختیارات کے تحت نہ قومی اسمبلی توڑی جا سکتی تھی اور نہ ججوں اور جرنیلوں کے تقرر میں اپنی سفارشات شامل کی جا سکتی تھیں۔ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کے پہلے دور میں آزادیٔ صحافت کو در پیش چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔ جب 6 اگست 1990ء کو صدر غلام اسحاق خان نے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کی حکومت کو برطرف کر دیا اور غلام مصطفیٰ جتوئی کو عبوری وزیر اعظم بنا دیا گیا اور عبوری حکومت کے انتخابات کرائے اور میاں نواز شریف وزیر اعظم منتخب ہوئے تو مسلم لیگ ن نے پیپلز پارٹی کے سابق رہنما جام صادق کو وزیر اعلیٰ منتخب کیا اور ایم کیو ایم بھی حکومت میں شامل ہو گئے۔ 18 مارچ 1991ء کو بی بی سی کراچی کے نامہ نگار اور ماہنامہ ہیرالڈ کے رپورٹر ظفر عباس کو 6 نامعلوم ملزمان نے گھر پر حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ روزنامہ ڈان کو 1991ء میں کراچی میں تقسیم ہونے سے روکا گیا۔ اسٹار کی اشاعت احتجاجاً روکی گئی اور روزنامہ ڈان کا بائیکاٹ کیا گیا۔ 1991ء میں اخباری کاغذ کی درآمد کے لیے دوبارہ پرمٹ جاری کرنے کا فیصلہ کیا گیا اس طرح حکومت کو اخبارات کی آزادی کو کنٹرول کرنے کا اختیار پھر حاصل ہو گیا۔ جام صادق نے روزنامہ فرنٹیئر پوسٹ کے ایک رپورٹر کو خبر شائع کرنے پر دھمکیاں دیں جس کی صحافی تنظیموں نے مذمت کی۔ نواز شریف دور میں صحافیوں پر مختلف پابندیاں عائد رہیں۔

انتخابات میں حصہ لینے کے لیے پی پی پی نے آئی جے آئی کے مقابلے میں پی ڈی اے کے نام سے اپنا الگ گروپ بنا لیا تھا جبکہ فضل الرحمٰن گروپ، ایم کیو ایم الگ تھے۔ 1990ء کے انتخابات میں آئی جے ائی کو وثوق سے کہا جاتا تھا کہ کچھ نادیدہ قوتوں کی امداد حاصل ہے جو بعد میں اصغر خان کیس میں واضح ہوئی۔ 1990ء کے انتخابات میں میاں نواز شریف کی آئی جے آئی جو زیادہ ووٹ حاصل ہوئے۔ میاں نواز شریف اکثریت سے اعتماد کا ووٹ لے کر وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ ان کو ضیاء کے دور کے تعلقات اور عسکری حلقوں سے ہم آہنگی کے باوجود خاصی مشکلات پیش آئیں۔ ان کے دور میں امریکی امداد میں بندش، ایف سولہ طیاروں کا مسئلہ اور مشرق وسطیٰ سے تارکین وطن کی اپنے اہل خانہ کو ارسال کرنے والی رقومات میں بھی کمی آ گئی جبکہ یہ رقم پاکستان کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کے مترادف ہے اور آج اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ وزارت دفاع اور وزارت خارجہ وزیر اعظم کو نہیں دیئے گئے تھے جبکہ وزارت خزانہ پر زیادہ دباؤ عالمی بینک اور آئی ایم ایف کا ہوتا ہے۔ اس حوالے سے خاص طور پر 1991ء میں نواز شریف کو شدید تنقید کا نشانہ بننا پڑا۔ پھر ان پر مالی بدانتظامی کے چارج بھی لگے۔ خاص طور پر کوآپریٹو سوسائٹی کو ہونے والے نقصانات نے مزید ابتری پیدا کر دی۔ ڈان کراچی یکم نومبر 1991ء کے اخبار میں شائع خبر کے مطابق محترمہ بے نظیر بھٹو نے نواز شریف کی آئی جے آئی کی حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ انہوں نے پاکستان کو لوٹ کا

مال بنا رکھا ہے۔ یہ سلسلہ تھا نہیں بلکہ مزید آگے بڑھتا گیا۔اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ محترمہ بےنظیر بھٹو اور دیگر ساتھی جانتے تھے کہ آئی جے آئی کی حکومت غیر قانونی ہے جو دھاندلی اور ایک سازش کے تحت وجود میں آئی۔محترمہ بےنظیر بھٹو نے نواز شریف حکومت کے خلاف پہلے لانگ مارچ پھر ٹرین مارچ شروع کیا۔انہوں نے صدر غلام اسحاق خان سے پھر مفاہمت کر لی تھی۔درحقیقت پاکستان میں سیاسی عمل کا یہ المیہ رہا ہے کہ قومی مفادات کی اہمیت کو نظر انداز کر کے ذاتی مفاصمت اور ذاتی مفاد کو ترجیح دی جاتی ہے۔ذاتیات کو محور بنایا جاتا ہے۔نظریات،قومی پروگرام اور دیگر قومی امور کو نظر انداز کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ پاکستان کا سیاسی کلچر بن چکا ہے۔سب ہی ذاتیات پر بات کرتے ہیں۔تاہم نواز شریف نے قوم سے خطاب میں یہ اعلان کیا کہ ذاتیات سے بلند ہو کر ملک کی خدمت کریں گے۔اس دوران مشرق وسطیٰ میں عراق کا کویت پر حملہ اور اس پر قبضہ بہت اہم واقعہ تھا،سب کی توجہ اسی طرف تھی،نواز شریف نے اس گھمبیر ماحول میں مسلم ممالک کے دورے کیے اور مشرق وسطیٰ کے بیشتر حکمرانوں سے ملاقاتیں کیں۔مگر ایک مسئلہ یہ رہا کہ آئی جے آئی اور حکومت کے مؤقف میں تفریق پڑ گئی۔ایک بڑا دھڑ اصدام حسین کی حمایت کر رہا تھا جبکہ حکومت کا مؤقف مغربی ملکوں سے مطابقت رکھتا تھا،اس وجہ سے بھی پاکستان اور امریکہ کے تعلقات خاصے متاثر ہوئے۔

سندھ میں صورتحال خاصی بگڑتی جا رہی تھی۔1990ء میں پی پی پی سندھ کے پرانے رہنما جام صادق علی لندن سے کراچی آگئے۔ان کی آمد پر پی پی پی کے کارکنوں نے خوشیاں منائیں مگر یہ سب وقتی ثابت ہوئیں۔جام صادق علی نے 1990ء کے انتخابات میں آزاد امیدوار کے طور پر کامیابی حاصل کی تھی جس کے بعد انہوں نے ایم کیو ایم اور آزاد اراکین کے ساتھ مخلوط حکومت بنالی۔وہ اگست 1990ء تا رمارچ 1992ء تک سندھ کے عبوری وزیر اعلیٰ رہے۔ان کے دور میں سندھ میں پی پی پی کو شکایت رہی کہ ان کے کارکنوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔جام صادق اور ایم کیو ایم کے رہنما الطاف حسین نے ان سے مفاہمت کر لی۔گذشتہ حکومت میں کراچی میں جو آپریشن ہوا تھا اس کا ازالہ کرنے کے لیے وزیر اعظم نواز شریف نے کراچی کا دورہ کیا اور وہ لیاقت آباد بھی گئے۔نواز حکومت نے کراچی کی ترقی کے لیے بعض اہم اعلانات بھی کیے۔ان تمام کاوشوں کے باوجود سندھ میں ڈاکوؤں کا راج تھا اور شہر میں فرقہ وارانہ اور لسانی تنازعات بڑھتے جا رہے تھے جس سے وفاقی حکومت کو پریشانی لاحق تھی۔جام صادق کی حکومت بھی سندھ میں امن کے قیام میں ناکام نظر آ رہی تھی۔

1992ء میں جام صادق کے انتقال کے بعد مظفر حسین شاہ نے عبوری وزیر اعلیٰ کا چارج سنبھالا۔سندھ میں تیزی سے بگڑتی ہوئی صورتحال نے ہر طرف ابتری پھیلا دی تھی۔ان حالات میں سندھ میں

ڈاکوؤں کے خلاف آپریشن کا ڈول ڈالا گیا مگر یہاں عجیب پیچیدہ صورتحال پیش آئی۔ایک۔۔۔اپنی زمینوں پر قبضہ کرنے کے لیے نو نہتے شہریوں کو ہلاک کر دیا۔ایسے میں جنرل آصف نواز نے ڈاکوؤں کے خلاف آپریشن کو سندھ کے شہری علاقوں بالخصوص کراچی کی طرف موڑ دیا۔کراچی میں فوجی آپریشن کے مسئلے پر ایم کیو ایم اور وفاقی حکومت میں شدید کشیدگی کی لہر آئی۔نواز شریف حکومت کی پریشانیوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ان حالات میں بے نظیر بھٹو جو حالات دیکھ رہی تھیں اس میں ان کی جماعت اور کارکنوں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔تب انہوں نے بھی نواز شریف کے خلاف احتجاج شروع کیا۔ہڑتال، لانگ مارچ اور احتجاجی جلسوں کا سلسلہ دراز ہوا۔وقت کے ساتھ ساتھ دونوں بڑی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں کے مابین تعلقات کشیدہ ہوتے چلے گئے۔ایسے میں ایک واقعہ جنرل آصف جنجوعہ کا ہو گیا۔وہ گالف کھیلتے ہوئے گر پڑے اور ان کی موت واقع ہو گئی۔جنرل آصف کی بیوہ نے ان کی موت کو سیاسی اور زہر دے کر مارنے کا عندیہ دیا۔ان حالات میں صدر غلام اسحاق اور نواز شریف کے بیچ دراڑ اور بڑھ گئی۔فوجی ترجمان نے جنجوعہ کی موت کو طبعی قرار دیا۔نواز شریف اور اسحاق خان کے درمیان اختلافات اتنے آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے نواز شریف کی حکومت برطرف کر دی۔نواز شریف نے سپریم کورٹ سے رجوع کیا، چیف جسٹس نسیم حسن شاہ نے لارجر بنچ کے تحت نواز حکومت کو بحال کر دیا۔اس آئینی لڑائی میں مزید مشکلات بڑھ گئیں۔آخر کار وزیراعظم نے صدر کو اسمبلیاں تحلیل کرنے کی درخواست کر دی۔اس کے بعد اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں اور خود صدر اسحاق خان بھی مستعفی ہو گئے۔بعد ازاں معین قریشی کو باہر سے بلا کر نگراں وزیراعظم بنا دیا گیا۔اگر ایک سرسری نظر میں جائزہ لیا جائے تو 1988ء کے بعد سے 1993ء تک پی پی پی اور مسلم لیگ (ن) کی حکومتوں نے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے، الزامات عائد کرنے اور جمہوری اقدار کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔اس حوالے سے پاکستانی دانشوروں اور سینئر صحافیوں کو تجزیہ کرنا چاہیئے کہ یہ سب کیوں ہوتا رہا؟ ہر چند کہ میاں نواز شریف نے عوامی بہبود کے لیے پروگرام بھی دیا مگر وہ تکمیل تک نہ پہنچا۔بے نظیر بھٹو کی حکومت میں انہوں نے بھی چند اچھی اسکیمیں پیش کی تھیں اور خارجہ پالیسی کو بہتر سے بہتر بنانے کی بھی کوشش کی تھی مگر یہ بھی ثمر آور ثابت نہیں ہوئیں۔اسی طرح محترمہ بے نظیر بھٹو کا پہلا دور اور پھر میاں نواز شریف کا پہلا دور دونوں ہی ناکام رہے۔بلاشبہ اس میں زیادہ تر سیاستدانوں کی نااہلی کو اور باقی درپردہ قوتوں کی کارستانیوں کو ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے۔تاہم یہ کہا جاتا ہے کہ نواز شریف نے اپنے دور میں پی پی پی کی قیادت کو زیادہ زک پہنچائی۔

1997ء کے انتخابات میں پاکستان مسلم لیگ (نواز) کو قومی اسمبلی میں 135 نشستیں حاصل ہوئیں۔یہ مسلم لیگ کی بڑی فتح تھی۔اس کے حصص مارکیٹ پر بھی اچھے اثرات نمایاں ہو گئے۔حکومت تشکیل

دینے کے بعد نواز شریف نے بھارت سے اچھے تعلقات قائم کرنے، معیشت کو مستحکم بنانے اور دیگر ملکی مسائل کو حل کرنے کا پیغام دیا۔ سیاسی حلقوں کے ذہن میں یہ سوال گردش کر رہا تھا کہ کیا بھاری مینڈیٹ رکھنے والے وزیراعظم مؤثر اور ضروری اصلاحات لانے کی ہمت کریں گے؟ اپنی پہلی تقریر میں انہوں نے ملک میں لوٹ کھسوٹ اور ماضی کی بے اعتدالیوں کا ذکر کیا۔ کرپشن کی شدید مذمت کی اور ملک کو سماجی معاشی مسائل سے چھٹکارہ دلانے کی بات کی۔ بعد ازاں حکومت نے سادگی اپنانے پر زور دیتے ہوئے ون ڈش پالیسی مرتب کی۔ قرض اتارو ملک سنوارو مہم چلائی مگر اس طرح کے اقدامات سے ٹھوس اقتصادی مسائل حل نہیں ہوسکے۔ آئی ایم ایف سے وسط مدتی قرضوں کے معاہدے بھی کرنے پڑے۔ اس دوران وزیراعظم نے تیرہویں ترمیم پیش کردی جس کے ذریعہ آٹھویں ترمیم کی شق 58-2(B) کا خاتمہ کردیا جس سے صدر فاروق لغاری اور نواز شریف کے بیچ ایک دراڑ سی پڑ گئی۔ پھر سندھ میں گورنر کی تعیناتی اور فاروق لغاری کے بھائی کی سینٹ کی ٹکٹ کے مسئلے پر یہ دراڑ مزید وسیع ہوگئی۔ 1997ء کے دوران حکومت اور عدلیہ کے بیچ یکا یک کشیدگی ظاہر ہوئی۔ اس کے نتیجے میں سپریم کورٹ کے جج سجاد علی شاہ کو برطرف کردیا گیا۔ 2 دسمبر کو صدر فاروق لغاری نے استعفیٰ دیدیا۔ عدلیہ اور حکومت کے مابین انسداد دہشت گردی کی عدالتوں کے قیام پر بھی تنازعہ رہا۔ اس کے علاوہ حکومت اور عدلیہ ججوں کے تقرر اور ترقی کے مسئلے پر بھی ٹکراتی رہی۔ سینٹ کے چیئرمین وسیم سجاد نے صدر کے عہدے کا حلف اٹھالیا۔ وزیراعظم مزید بہتر پوزیشن میں آ گئے۔ 1998ء کی مردم شماری میں فوج کی مدد لینے کو سیاسی حلقوں نے پسند نہیں کیا مگر یہ سول حکومت کی مجبوری تھی۔ وزیراعظم نے اپنے پسندیدہ پراجیکٹ موٹروے کی تعمیر کے لیے ایک ارب ڈالر مختص کردیئے۔ اس پر زیادہ تنقید کا سامنا کرنا پڑا اس لیے کہ معیشت کساد بازاری کا شکار تھی، مہنگائی عروج پر تھی، صوبوں کے اپنا مسائل تھے، زرمبادلہ کے ذخائر گھٹتے جارہے تھے اور ملک کی معیشت صرف پاکستانی تارکین وطن کے زرمبادلہ سے چل رہی تھی۔ دفاعی اخراجات میں اضافہ ہوتا جارہا تھا مگر بھارت میں بی جے پی کی حکومت اور اس کے تیز تند بیانات کی وجہ سے ان پر دباؤ پڑ رہا تھا۔ اپریل میں پاکستان نے غوری میزائل کا تجربہ کیا۔ بھارت نے مئی کے اوائل میں راجھستان میں پانچ دھماکے کیے۔ اس پر ہر طرف واویلا مچ گیا۔ پاکستان پر امریکہ اور دیگر قوتوں نے دباؤ ڈالا کہ دھماکے نہ کرے۔ اس ضمن میں کہا جاتا ہے کہ امریکی صدر بل کلنٹن نے پاکستان کو 5 بلین ڈالر کی امداد کی پیشکش کی تھی مگر وزیراعظم نواز شریف یہ پیشکش مسترد کرتے ہوئے 28 مئی کو چاغی میں پانچ دھماکے کرائے۔ اس سے قومی حمیت اور حب الوطنی کی تسکین ہوئی۔ ایٹمی طاقت بننے کا ایک افسانوی تصور سب کے ذہنوں میں گھر کرتا رہا مگر حقیقی طور پر اور زمینی حقائق یہ ہیں کہ ملک مقروض ہے، کرپشن کا بازار گرم ہے، اقرباء پروری اور ناانصافی عام، تعلیم، صحت عامہ اور شہری وسماجی سہولتوں کے شعبے ناپید ہیں، اگر ہیں تو غیر معیاری

ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو یا میاں نواز شریف دونوں بالائی طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ محض اپنے نام اور دولت کو آگے بڑھانے کے سوا اور کچھ نہیں سوچتے۔ ان سب کا جرم یہ ہے کہ انہوں نے عوام کو تعلیم اور آگہی سے بے بہرہ رکھا ہے۔ بنیادی سہولتوں سے محروم رکھا ہے۔ اس پر ستم یہ ہے کہ ان پر انتہا پسند مذہبی گروہوں کو مسلط کر دیا گیا ہے۔ ملک میں مذہبی جنونیت کو فروغ دیا ہے کیونکہ یہ ان کی حکمرانی کو آسان بناتی ہے اور عوام کو ان سے دور رکھتی ہے۔ میاں نواز شریف کا دوسرا دور کارگل کے افسانے کی نذر ہو گیا کیونکہ وزیر اعظم نے بغیر منصوبہ بندی کے معاملہ آگے بڑھایا اور خود اس جال میں پھنس گئے۔ اس طرح اکتوبر 1999ء کو اقتدار سے محروم ہو گئے۔

نواز شریف کے دور حکومت میں کالم نویسوں نے ہر موضوع پر کالم لکھے۔ روزنامہ جنگ کراچی کے ادارتی صفحے پر شائع ہونے والے کالموں کے ذریعے کالم نگاروں نے رائے عامہ ہموار کی۔ 13 فروری 1991 کو سینیٹر جاوید جبار نے ''خلیج کی پالیسی ختم کرنے کے لیے مجوزہ اقدامات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے خارجہ پالیسی کی مخالفت کرتے ہوئے کئی ایسے اقدامات تجویز کیے ہیں جس سے حکومت پاکستان خلیج میں جاری جنگ میں اپنی پالیسی سے دوستانہ تعلقات پر ضرب پڑنے سے بچاتے ہوئے اپنا کردار ادا کر سکے۔ 24 فروری 1991 کو ڈاکٹر رحیم الحق نے ''وزیر اعظم کا امن مشن دوسرا راؤنڈ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے بیرونی دوروں کی تفصیل لکھنے کے بعد اس اقدام کی تعریف کی ہے جس میں وہ خلیج کی صورتحال پر چھ نکاتی فارمولے پر کام کر رہے ہیں اور عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ حکومت کو اچھے مشورے دیں۔ 17 مئی 1991 کو وقار یوسف عظیمی نے ''فیصلے خود انحصاری اور گرانی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے کاموں کی تعریف کی ہے اور خلیج میں جاری جنگ سے متاثر ہونے والی معیشت پر بھی بات کی ہے اور اس کو جنگ کی صورتحال سے جوڑا ہے۔ 18 ستمبر 1991 کو چوہدری پرویز الٰہی نے ''آئی جی آئی حکومت کی ترجیحات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے موجودہ حکومت کے کارنامے بیان کیے ہیں اور عوام کو خوشحال بنانے کے وعدوں پر مشتمل آئندہ کرنے والے کام لکھے ہیں۔ انہوں نے اپوزیشن پر تنقید کی ہے۔ 18 اکتوبر 1991 کو ارشاد احمد حقانی نے ''اپوزیشن پر ملک توڑنے کی کوشش کا الزام'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم صاحب کے بیان کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ کرپشن کا کوئی الزام ابھی تک بے نظیر اور ان کے شوہر پر ثابت نہیں ہو سکا اور موجودہ تجربہ بھی خوشگوار نہیں ہے، اس کی زیادہ تر ذمہ داری موجودہ حکومت پر ہے۔ 13 نومبر 1991 پروفیسر حسنین کاظمی نے ''اچھے فیصلے

پر ناپسندیدگی کا ردعمل کیوں؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز حکومت کا ایک سال پورا ہونے پر بہت سارے اعلانات کو خوش آئند قرار دیا ہے اور خصوصاً سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں پر مشتمل کمیشن کے قیام کے اعلان کو سراہا ہے جو کوآپریٹو اسکینڈل کی تحقیق کرے گا۔ 15 نومبر 1991 کو ارشاد احمد حقانی نے ''وزیر اعظم کی نشری تقریر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کی ایک سالہ کارگردگی کو مایوس کن قرار دیا اور ان کی نشری تقریر پر تنقید کی اور اسے الفاظ کا گورکھ دھندہ قرار دیا۔ خارجہ پالیسی، امن وامان اور نج کاری کے حوالے سے خصوصی ناکامی کا ذکر کیا ہے۔ 25 نومبر کو نجم الدین فخری نے ''اپنا قبلہ درست رکھیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ فخری صاحب نے حکومت کے خلاف نازیبا بیانات پر کالم لکھا اور حکومت کے مختلف اقدامات کی تعریف کی اور اپوزیشن سے درخواست کی کہ حکومت کے ہاتھ مضبوط کریں۔ 9 دسمبر 1991 کو ارشاد احمد حقانی نے ''کیا سیاسی مفاہمت کا کوئی امکان ہے؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت اور اپوزیشن کے درمیان سیاسی کشیدگی پر کالم لکھا اور مفاہمت کو وقت کی ضرورت قرار دیا اور کہا کہ ماحول کو معمول پر لانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ 23 دسمبر 1991 کو نظام صدیقی نے ''ایک فرد کو ہٹانا اور مسائل کا حل ہونا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر غلام اسحاق خان کے پارلیمنٹ سے خطاب کے موقع پر بےنظیر صاحبہ کے ردعمل پر کالم لکھا اور اسے بچکانہ، غیر ضروری ردعمل اور سیاست میں غلط روایت کا آغاز قرار دیا۔ 25 دسمبر 1991 کو واجد شمس الحسن نے ''میٹھا میٹھا ہپ۔ کڑوا کڑوا تھو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی ناکامیوں کی تصویر کھینچی ہے اور کئی ناکامیاں گنوائی ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے میڈیا پر پابندی کی بات کی ہے۔ 27 دسمبر 1991 کو آغا مسعود حسین نے ''کیا ہم میں برداشت کا حوصلہ ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ پارلیمنٹ ہاؤس میں ہونے والے ہنگامے پر کالم نگار نے اپوزیشن کو موردِ الزام ٹھہرایا اور اسے مارشل لاء کی دعوت دینے کے مترادف قرار دیا ہے۔ 17 فروری 1992 کو ارشاد احمد حقانی نے ''محترمہ بےنظیر بھٹو کی مذاکرات پر آمادگی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے قائد حزبِ اختلاف بےنظیر صاحبہ کی مذاکرات پر آمادگی کو سراہا اور کہا کہ آگے بڑھ کر مذاکرات کامیاب بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ 19 فروری 1992 کو ارشاد احمد حقانی نے ''یہ کفایت شعاری کے تقاضوں کی تکمیل ہے؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مختلف وزارتوں کے حوالے سے حقائق بیان کرنے کے بعد مختلف مد میں ناجائز اخراجات کا ذکر کیا اور حکومت کو کفایت شعاری کا وعدہ یاد دلایا۔ 21 فروری 1992 کو سلطان رفیع نے ''بیت المال، فلاحی اسلامی ریاست کی جانب پہلا قدم'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بیت المال کے افتتاح کے موقع پر اسے پاکستان کے لیے سنگ میل قرار دیا ہے اور کہا کہ اس کا قیام معاشی ناہمواری اور گمراہی کے ماحول میں روشنی کی کرن ثابت ہوگا۔ 23 فروری 1992 کو عبدالقادر حسین نے ''پھر وہی توسیع'' کے عنوان

سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کو اپنے وعدوں میں سے ایک وعدہ یاد دلایا ہے جس میں کہا گیا تھا کہ ملازمتوں میں توسیع نہیں دی جائے گی لیکن ملازمین کو مسلسل توسیع دی جا رہی ہے جس پر انہوں نے حکومت کی گوشمالی کی ہے۔ 24 فروری 1992 کو زاہدہ حنا نے ''قاضی حسین احمد کا اختلاف اصولی ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے قاضی صاحب کی تقریر پر کالم لکھا کہ قاضی صاحب نے آئی جے آئی حکومت پر جن تحفظات کا اظہار کیا ہے وہ نہ صرف عوامی تحفظات ہیں بلکہ عوام کی آواز ہیں اور حکومت اپنے وعدوں سے انحراف کر رہی ہے۔ 18 مارچ 1992 کو پروفیسر حسنین کاظمی نے ''ایک اچھی روایت کا خوشگوار نتیجہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کاظمی صاحب نے پنجاب میں کوآپریٹو اسکینڈل پر عدالتی تحقیقات کو اچھی روایت قرار دیا اور ان تحقیقات میں نواز شریف اور ان کے خاندان کے بری ہونے کو اپوزیشن کی ناکامی قرار دیا ہے۔ 5 اپریل 1992 کو ارشاد احمد حقانی نے ''بجٹ کی آمد آمد اور عام آدمی کے اندیشے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ انہوں نے لکھا کہ 70 افراد کی کابینہ مگر حکومت ڈانواڈول، حکومتی وزراء کی تنخواہوں میں بے تحاشہ اضافہ مگر عوام بھوک اور افلاس کا شکار ہے۔ کالم نگار کی نظر میں حکومت عوام کو ریلیف دینے والی نہیں۔ 6 اپریل 1992 کو مختار احمد بٹ نے ''حالات حکومت کے لیے خطرناک ہو سکتے ہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار کے مطابق ملکی سیاست میں طوفان برپا ہے۔ حکومت کو اندرونی جھگڑوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے عملی اقدامات کرنے ہیں تاکہ تبدیلی کا احساس ہو سکے۔ 24 اپریل 1992 کو ظفر محی الدین نے ''خود روزگار اسکیم۔۔ مثبت فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز شریف صاحب کی خود روزگار اسکیم کے منصوبے کو سراہتے ہوئے اسے ملک کے لیے انقلابی قدم قرار دیا اور بے روزگار افراد کے لیے نعمت قرار دیا۔ 4 مئی 1992 کو ملک امجد حسین نے ''کیا یہ جمہوریت کی خدمت ہے؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے آئی جے آئی کی حکومت جو کہ پورے ملک میں قائم تھی اسے خرابی کا ذمہ دار قرار دیا۔ انہوں نے لکھا کہ ملک میں سکون اور امن کی فضا بھی نظر نہیں آتی۔ 10 جون 1992 کو سکندر تنگی نے ''جہاں راہ وہاں چاہ کا وعدہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے موٹروے پروجیکٹ کے افتتاح پر نواز شریف کے قوم کو شاہراہوں کے ذریعے بندھن میں باندھنے کے عزم کو سراہا ہے اور کہا کہ اگر ایسا ہو جائے تو ملک وقوم کی خوش قسمتی ہوگی۔ 29 جولائی 1992 کو ارشاد احمد حقانی نے ''قاری اسکینڈل۔۔ کیا حقیقت کبھی سامنے آئے گی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی نااہلی کے بارے میں بات کی ہے اور قاری غلام سرور اسکینڈل کی تفصیلات درج کیں اور اسے حکومتی کرپشن اور نا اہلی کا کچھ حصہ قرار دیا۔ 31 جولائی 1992 کو رشید دہلوی نے ''حکومت ہی کام کر سکتی ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومتی تجویز، سی بی آر کو ٹھیکے پر دینے کو نہایت بچکانہ قرار دیا اور مذاق اڑاتے ہوئے لکھا کہ حکومت کو دفاع بھی

ٹھیکے پر دے دینا چاہیے۔ 13 ستمبر 1992 کو رشید دہلوی نے ''نئی نئی چیزیں خریدنے کا شوق'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومتی ارکان کی فضول خرچیوں پر کالم لکھا اور وزیر اعظم کے طیارے خریدنے کے فیصلے کو عوام پر ظلم قرار دیا۔ 20 ستمبر 1992 کو نازیہ نعمانی نے ''وزیر اعظم کے جراتمندانہ فیصلے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے اعلانات اور اقدامات کو خوش آئند قرار دیا اور کہا کہ اگر نواز شریف صاحب اسی طرح کام کرتے رہے تو ملک کی تقدیر بدل جائے گی۔ 15 اکتوبر 1992، کو نجم الدین فخری نے ''حکومت کی برطرفی کا مطالبہ کیوں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ فخری صاحب نے غیر جمہوری حکومتوں کو مضبوط کرنے والے عناصر اور جمہوری حکومتوں کی برطرفی کا مطالبہ کرنے والے عناصر کی بات کی اور نواز شریف پر اپوزیشن کی تنقید کو بلا جواز قرار دیا ہے۔ 7 اکتوبر 1992 کو رشید دہلوی نے ''بے ہوش ہونا ایس ایس پی صاحب کا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کھر صاحب کا پرانا واقعہ تحریر کر کے نواز شریف کے اوکاڑہ کے دورے پر تبصرہ کرتے ہوئے پنجاب اور سندھ کی صورتحال کو انتہائی مخدوش قرار دیا اور خصوصی توجہ دینے کا کہا ہے۔ 12 اکتوبر 1992 کو رشید دہلوی نے ''یہ تبسم یہ تکلم تیری عادت ہی نہ ہو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے اعلان کہ ''اب ہم آئی ایم ایف سے قرضہ نہیں لے گے'' پر کالم لکھا ہے اور کابینہ اور حکومت کی شاہ خرچیوں پر اعتراض کیا ہے۔ 30 اکتوبر 1992 کو فاروق اقدس نے ''کیا حکومت کے پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ضیا الحق اور جونیجو کے دور کے پریس کے حالات قلم بند کرنے کے بعد موجودہ حکومت کے پریس پر توڑے جانے والے مظالم کا ذکر کیا ہے۔ جنگ کے اشتہارات اور صحافیوں پر مقدمات پر حکومتی وزراء کے تضادات سے بھرپور بیانات پر تنقید کی۔ 4 نومبر 1992 کو رشید دہلوی نے ''جہاز نہیں تو کیا ٹانگہ خریدیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے جہاز خریدنے کے فیصلے کو عوام پر بوجھ قرار دیتے ہوئے اس پر شجاعت صاحب کے بیان کو مذاق کہا ہے۔ 6 نومبر 1992 کو رشید دہلوی نے ''وزیر اعظم کا شادی کی تقریبات کا بائیکاٹ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے اس فیصلے کو انقلابی قدم کہا۔ کہتے ہیں کہ اس فیصلے سے غریب عوام کا بھلا ہوگا اور سادگی کا چلن عام ہوگا۔ 2 دسمبر 1992 کو نجیب اقبال صدیقی نے ''اپوزیشن کا لانگ مارچ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک کی ترقی کے لیے جمہوریت کو لازمی کہا ہے اور اپوزیشن کے رویے کو ملک دشمن ثابت کیا اور کہتے ہیں کہ اگر جمہوریت کو نقصان پہنچا تو ذمہ دار اپوزیشن ہوگی۔ 23 دسمبر 1992 کو مخدوم جاوید ہاشمی نے ''بابری مسجد اور پی ڈی اے'' کی سیاست کے عنوان سے کالم لکھا۔ ہاشمی صاحب نے بابری مسجد کی شہادت کے حوالے سے اپنی حکومت کے اقدامات دیکھتے ہوئے پی ڈی اے کی حکمت عملی پر تنقید کی اور قومی یکجہتی اور مثبت انداز فکر کے منافی قرار دیا ہے۔ 25 دسمبر 1992 کو ارشاد احمد حقانی نے ''لانگ مارچ صدارتی

خطاب اور اس کے بعد'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر کے پارلیمنٹ سے خطاب پر کالم لکھا ہے۔ انہوں نے اسے مایوس کن قرار دیتے ہوئے حکومت کو خوش نہ ہونے کی بات کی ہے۔ اپوزیشن کو متحد ہونے اور حکومت کے خلاف مشترکہ جدوجہد کی بات کی ہے۔ 27 دسمبر 1992 کو ارشاد احمد حقانی نے ''اقتصادی پالیسیوں کی کامیابی کے دعوے اور حقیقت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ حکومت کے مؤقف کہ اس نے دوسالہ اقتدار میں معیشت کو بہت فائدہ پہنچایا ہے کی تردید کرتے ہوئے حقائق بیان کیے اور کہا ہے کہ وزیراعظم نے مالیاتی امور میں نظم وضبط کی خلاف ورزی کی ہے۔ 29 جنوری 1993 کو سید جالب بخاری نے ''تازہ کھچڑی نہیں پکے گی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے امور خارجہ کی اسٹیئرنگ کمیٹی کی قیادت سنبھالنے پر بےنظیر صاحبہ کی دوغلی پالیسی اور حکومت کی بہترین حکمت عملی قرار دیا ہے۔ 10 فروری 1993 کو نصراللہ خان نے ''ایں کار از تو آید'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز شریف صاحب کے کچے کے علاقے میں زمین سندھ کے ہاریوں میں تقسیم کے فیصلے کو جرات مندانہ فیصلہ قرار دیا اور لکھا کہ اس سے ملک کے غریب اور ناکس عوام کو فائدہ پہنچے گا۔ 12 فروری 1993 کو سلطان رفیع نے ''الارض اللہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ہر سیاسی جماعت کے منشور میں زرعی اصلاحات کے حوالے دینے کے بعد صرف مسلم لیگ اور موجودہ حکومت کو اس کا سہرا دیا ہے کہ اس نے زرعی اصلاحات پر عمل کیا ہے اور سندھ میں بے زمین ہاریوں کو زمین کا مالک بنا دیا ہے۔ 17 فروری 1993 کو رشید دہلوی نے ''غریب ملک کی شاہ خرچیاں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بھٹو دور کا ذکر کرتے ہوئے موجودہ حکومت کی توجہ بیرونی دوروں میں شاہ خرچیوں کی طرف مبذول کرائی اور غلط اعداد وشمار پیش کرنے پر تنقید کی ہے۔ 28 فروری 1993 کو طلعت ترین نے ''ارباب سیاست سے التماس'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت مخالف سیاستدانوں کو کہا کہ چند سال آرام سے گزار لیں اور حکومت کو کام کرنے دیں، ان پر کیچڑ اچھالنے سے اچھا ہے ان کے مثبت پہلوؤں پر نظر ڈالیں۔ 16 اپریل 1993 کو آغا مسعود حسین نے ''بحرانوں کا بھنور'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار صدر اور وزیراعظم کے درمیان سرد جنگ کو گرم جنگ میں تبدیل ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اسمبلیوں کی تحلیل سے ملک انارکی کا شکار ہو جائے گا اور نوز شریف کو اقتدار سے محروم کرنے کی کوشش ملک کو خطرناک صورتحال سے دوچار کر سکتی ہے۔ 7 مئی 1993 کو مرزا اسلم بیگ نے ''سیاست کے میدان میں پاکستان کے عالمی ریکارڈ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ انہوں نے لکھا کہ دنیا کی سب سے بڑی کابینہ، سب سے زیادہ اخراجات، ۸ سال میں تیسری بار قومی اسمبلی کی تحلیل، چوتھا ریکارڈ، تیرہ ریفرنس جس کے خلاف خود دائر کروائے گئے اسے کابینہ میں وزیر بنا لیا گیا یعنی تھوک کے چاٹ لیا گیا۔ 10 مئی 1993 کو ایم احمد منظر نے ''احتساب یا سیاسی انتقام'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ عبوری حکومت کے وزیر نے

نواز شریف کے خلاف جو احتساب کی مہم شروع کر رکھی ہے اس پر بات کی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ عارضی حکومت ہے لہٰذا اسے اس طرح کے اقدامات کا حق نہیں پہنچتا۔ 19 مئی 1993 کو نصر اللہ خان نے ''کیا بات بنے کیا کام چلے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نویس نے نگراں وزیر اعظم کے پچھلی حکومت پر اعتراضات پر بات کی اور کہا کہ پچھلی حکومت کے احتساب اور بہت سے کام جو اپنے ذمہ لیے ہیں وہ سب آنے والی حکومت پر چھوڑ دیں اور نگراں حکومت صرف انتخابات کروائے۔ 11 جون 1993 کو آغا مسعود حسن نے ''حکومت کے سامنے سب سے بڑا چیلنج'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی بحالی پر کہا ہے کہ اس وقت جو سب سے بڑا چیلنج ملا ہے وہ بجٹ کا ہے۔ عام آدمی پر ٹیکس لگانا بھی مشکل اور ٹیکس کے بغیر ملک چلانا بھی مشکل ہے، مگر حکومت نے تاجروں اور صنعت کاروں سے مشاورت شروع کر دی ہے جو ایک اچھا شگون ہے۔ 13 جون 1993 کو ملک الطاف حسین نے ''پائیدار مفاہمت کے تقاضے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی مفاہمانہ پالیسی کو جلد بازی قرار دیا اور لکھا کہ اپوزیشن اور نگراں حکومت کے کرداروں کو بے نقاب ہونا چاہیے تاکہ عوام ان کی حقیقت جان سکے، اس طرح حکومت کے کمزور ہونے کا تاثر نہ جاتا۔ 4 جولائی 1993 کو ارشاد احمد حقانی نے ''آخر کار بحران کا سیاسی حل ہی تلاش کرنا پڑے گا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مشورہ دیا ہے کہ نواز حکومت کے لیے بہتر ہے کہ خود ہی صدر کو اسمبلی توڑنے کا مشورہ دے دیں، قانونی جنگ کو طول نہ دیں اور فوج کی نگرانی میں الیکشن کروائے جائیں۔ 5 جولائی 1993 کو اقبال اختر نے ''قومی حکومت کیوں'' میں محترمہ صاحبہ کو تجویز دی کہ حکومت کو اپنی آئینی مدت پوری کرنے دیں ورنہ کوئی حکومت بھی اپنی مدت پوری نہیں کر سکے گی۔ 16 جولائی 1993 کو آغا مسعود حسین نے ''لانگ مارچ کی حقیقت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے لانگ مارچ کو صدر کی حمایت اور حکومت کے خلاف قرار دے کر جمہوری حکومت کے خلاف سازش قرار دیا۔ 30 جولائی 1993 کو ارشاد احمد حقانی نے ''نگراں حکومت کے خلاف دبی دبی مہم'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نگراں وزیر اعظم معین قریشی صاحب کی کردار کشی کی مہم کے خلاف کالم لکھا اور کہا کہ حکومت کے متعلق بدظنی کا اظہار مناسب نہیں۔ 13 ستمبر 1993 کو نصر اللہ خان نے ''ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کو ہر قسم کے اختیارات کے باوجود ملک بھر میں قتل و غارت گری بند نہ کروا سکنے پر تنقید کا نشانہ بنایا۔ 26 فروری 1997 کو سلطان رفیع نے ''جناب وزیر اعظم باہر بھی دیکھیے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے عالمی حالات میں امریکا کی بدلتی ہوئی ترجیحات کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی بھارت کی خارجہ پالیسی میں آتی تبدیلیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا کہ وزیر اعظم کو ملکی سیاست سے وقت نکال کر خارجہ پالیسی پر بھی توجہ دینا ہوگی۔ 28 فروری 1997 کو نجم الدین فخری نے ''قرض اتاریئے ملک سنواریئے'' کے عنوان سے

کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کی طرف سے شروع کی گئی قرض اتارو اسکیم کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ یہ پہلا موقع ہے کہ عوام کو ملک کے معاملات میں حصہ لینے کا موقع ملا ہے جس سے عوام میں امید کی شمع روشن ہوئی ہے۔ 3 مارچ 1997 کو عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ نے ''خود انحصاری کا عزم'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم نواز شریف کی نئی پالیسیوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس طرح نواز شریف نے ملک کی معیشت کو ٹھیک کرنے اور کرپشن کے خاتمے کے لیے اقدامات کا اعلان کیا ہے یہ قابل تحسین ہے۔ 5 مارچ 1997 کو ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی نے ''خود کفالت کی طرف حوصلہ افزا پیش قدمی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کی جانب سے پیش کیے جانے والے ۹ نکاتی معاشی ایجنڈے کی تعریف کی اور اسے بہتر معیشت کی طرف حوصلہ افزا قدم قرار دیا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ کچھ خامیاں بھی واضح کی ہیں جن میں نج کاری کی پالیسی سب سے نمایاں ہے۔ 16 مارچ 1997 کو ارشاد احمد حقانی نے ''نواز شریف حکومت کا ایک ماہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز حکومت کے پہلے ایک ماہ کا تجزیہ کیا ہے۔ کالم میں زیادہ تر کاموں پر تنقید کی گئی ہے جبکہ کچھ کام ایسے بھی ہیں جن کی تعریف کی گئی ہے۔ 21 مارچ 1997 کو نجم الدین فخری نے ''صاحب کو کام کرنے دیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز حکومت کے اقدامات کی تعریف کی اور عوام اور اپوزیشن سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی حکومت کا ساتھ دیں نہ کہ ان کی راہ میں روڑے اٹکائیں۔ 24 مارچ 1997 کو حسن احمد صدیقی نے ''نواز شریف صاحب! اصل کام کیجئے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز حکومت کی توجہ ملک کے دیگر معاملات کی طرف مبذول کروانے کی کوشش کی ہے۔، ان کا کہنا ہے کہ صرف قرض اتارو ملک سنوارو اسکیم سے تمام مسائل حل نہیں ہوں گے، معیشت کی بہتری کے لیے دیگر اقدامات کی طرف بھی توجہ دینا ہوگی اور بے روزگاری کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ 2 اپریل 1997 کو سینیٹر اقبال حیدر نے ''قرض اتارو ملک سنوارو۔ کچھ توجہ طلب حقائق'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز حکومت کی قرض اتارو مہم کے بارے میں کچھ حقائق بتاتے ہوئے تنقیدی کالم لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کی مہم قرض اتارنے میں کوئی خاطر خواہ مدد نہیں دے سکتی، اس سے اچھا ہے حکومت قرضہ واپس لو کی مہم چلائے جس سے شاید کچھ معیشت بہتر ہو جائے۔ 4 اپریل 1997 کو عبدالقادر حسن نے ''نیا دور نیا سیاستدان نیا حکمران'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے اقدامات اور اعلانات کو سراہتے ہوئے نواز شریف کی تعریف کی اور ان کو قوم کی امیدوں پر پورا اترنے والا حکمران قرار دیا ہے۔ 13 اپریل 1997 کو عباس مہکری نے ''بیوروکریسی کی تطہیر یا انتقامی کارروائی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بڑی تعداد میں سرکاری افسران کو معطل کیے جانے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بغیر ثبوت اور عدالتی کارروائی کے اس طرح سرکاری افسران کو معطل کرنے سے نظام کو نقصان پہنچے گا۔

27اپریل1997 کوعبدالقادر حسن نے''ہاریوں میں زمین کی تقسیم'' کےعنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے نواز شریف کے زمین ہاریوں میں تقسیم کرنے کےعمل کے حوالے سے کالم لکھا۔ان کا کہنا ہے کہ نواز شریف نے حکومت جانے سے پہلے جس جگہ سے کام چھوڑا تھاو ہیں سے آغاز کر دیا ہےاوراس کام کی جتنی تعریف کی جائےکم ہے کہ انہوں نے سندھ کےغریب ہاریوں میں زمین تقسیم کر کےانہیں وڈیروں کے برابر لا کھڑا کیا ہے۔7 مئی 1997 کوعرفان صدیقی نے''احتساب ہونے دیجئے'' کےعنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے انٹرویو کےسلسلے میں وزیراعظم سے ہونے والی ملاقات کےاقتباسات لکھے ہیں۔ان کے مطابق نواز شریف صاحب ملک میں احتساب کےحوالے سے پرعزم ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ عوام نے ان کواحتساب کے لیے ووٹ دیا ہے۔18 مئی1997 کوسید انور قدوائی نے''کشمیر مالدیپ اور نواز شریف'' کےعنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے کشمیر کےحوالے سے پالیسی پر نواز حکومت کی تعریف کی اور کہا کہ نواز شریف نے اپنے سابقہ دور میں بھی کشمیر کے مجاہدین کی بھرپور حمایت کی تھی۔21 مئی 1997 کوزاہدہ حنا نے''نواز شریف کی مخالفت کیوں ہورہی ہے'' کےعنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے مؤقف پیش کیا کہ نواز حکومت کی مخالفت کی بنیادی وجہ ان کی بیوروکریسی مخالف اوراحتساب کےحوالے سے کڑی پالیسیاں ہیں جن سے بہت سےلوگ خائف ہیں۔لیکن نواز شریف کو اپنی پالیسیاں جاری رکھنی چاہئیں کیوں کہ عوام ان سے یہی چاہتی ہے۔25 مئی1997 کواظہر حسن صدیقی نے''حکومت کے سو دن۔۔عوام کی آرزوئیں اور توقعات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت کے سودن کا تجزیہ پیش کرتے ہوئےحکومت کےمختلف اقدامات کو سراہا ہے۔ان اقدامات میں قرض اتارو ملک سنوارو،احتساب،اورمہنگائی کے خلاف مہمات شامل ہیں۔ان مہمات سےعوام میں امید پیدا ہورہی ہے۔26 مئی1997 کوالطاف حسین قریشی نے''محترم نواز شریف'' کےعنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے تمہید باندھ کرنواز حکومت کی حمایت میں کالم لکھااوران کا کہنا ہے کہ میں کوئی چاپلوسی نہیں کررہا بلکہ بغیر کسی تردد کے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ ملک کے حالات بدل رہے ہیں اورعوام میں امیدیں روشن ہورہی ہیں۔یہ سب نواز حکومت کےمختلف اقدامات کا نتیجہ ہے۔28 مئی1997 کوسینیٹر اقبال حیدر نے''۱۰۰دن کی حکومت،سبز باغ یا انقلاب'' کےعنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت کے سو دن کا تنقیدی جائزہ لیا اور کہا ہے کہ جیسے حکومت نے اعلانات کیے تھے اس کے برعکس کام ہورہا ہے۔مہنگائی میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے،اسٹاک مارکیٹ کی صورتحال خراب ہے،قرضہ جات مسلسل بڑھ رہے ہیں اور بیروزگاری میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔11 جون 1997 کوزیڈاے سلہری نیپ''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ'' کےعنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے نواز حکومت کو ملنے والےعوامی مینڈیٹ کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ نواز شریف پچھلی حکومت کی طرح بدعنوانی میں ملوث نہیں بلکہ وہ روز ہی ملک میں کسی منصوبہ کا افتتاح کررہے

ہوتے ہیں اور یقیناً کچھ ہی عرصے میں ملک ترقی کی راہ پر سفر شروع کر دے گا۔13 جون 1997 کو ڈاکٹر منصور نورانی نے ''حکومت کے اچھے کاموں کو سراہنا چاہیے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز حکومت کی تعریف میں کالم لکھا اور اپوزیشن کے رویے کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے جو اچھے کام ہو رہے ہیں ان کو سراہنا چاہیے۔13 جون 1997 کو آغا مسعود حسین نے ''قرض نادہندگان سے متعلق ایک اچھا فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے قرض نادہندگان کے لیے دیئے جانے والی رعایتی پیکج کی تعریف کی اور کہا ہے کہ اس سے ملک کے بڑے قرضے واپس کرنے میں مدد ملے گی۔15 جون 1997 کو عباس مہکری نے ''احتساب یکطرفہ ہو جانے کے خطرات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے قومی اسمبلی میں لائے جانے والے احتساب بل کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ اس سے صرف اپوزیشن کے ارکان کا احتساب ہو سکے گا جبکہ حکومتی ارکان کو بچا لیا گیا ہے۔20 جون 1997 کو ایم اے شیخ نے ''اونٹ بلبلاتے ہوئے لادے جاتے ہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز حکومت کی تعریف کرنے کے بعد کہا کہ وزیراعظم صاحب کو چاہیے وہ ساری تنقید کو نظر انداز کر کے اپنا کام جاری رکھیں۔25 جون 1997 کو زاہدہ حنا نے ''نواز شریف کا تاریخی کارنامہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز شریف کی طرف سے بھارت کی جانب مفاہمت کا ہاتھ بڑھانے کو تاریخی قدم قرار دیا اور کہا ہے کہ اندرونی مخالفت کے باوجود اتنا بڑا اقدام اٹھانا نواز شریف کی جرات کو ظاہر کرتا ہے۔10 اگست 1997 کو عباس مہکری نے ''حسرت ان غنچوں پہ ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے احتساب کمیٹیوں کے اعلان کے ملتوی ہونے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ احتساب ہونے سے پہلے ہی معاملات خراب ہو چکے ہیں تو حکومت آگے احتساب کیا کر پائے گی۔ 15 اگست 1997 کو نجم الدین فخری نے ''صورتحال کی خرابی کے تمنائی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ان لوگوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ جن کی خواہش ہے کہ حالات خراب ہوں اور نواز حکومت کا خاتمہ ہو اس کے لیے وہ نئے نئے بہانے تلاش کر رہے ہیں، لیکن نواز شریف صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے کام کی طرف توجہ مبذول رکھیں اور حالات کو بہتری کی طرف گامزن رکھیں۔15 ستمبر 1997 کو بدرالدین احمد نے ''حکومت کی کارکردگی کا ایک جائزہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کی کارگردگی متاثر کن نہیں لیکن یہ تاثر دینا کہ ملک دیوالیہ ہونے جا رہا ہے بالکل غلط ہے۔ اس حکومت نے ملک میں نئے ٹیکس لگانے سے گریز کیا ہے اور قرضوں کی واپسی کے لیے مزید وقت لے لیا ہے جس سے نئے قرضے لینے سے نجات مل جائے گی۔28 ستمبر 1997 کو سید شاہ عزیز امام نے ''وزیراعظم نواز شریف کے مثبت اقدامات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے مثبت اقدامات کا ذکر کیا جس میں احتسابی کمیشن کا ذکر نمایاں ہے۔ اس ذکر میں انہوں نے حکومت کی تعریف کی ہے اور ساتھ ساتھ سیف الرحمٰن کی بھی

تعریف کی ہے جو کمیشن کے سربراہ ہیں۔6اکتوبر 1997 کو حاجی محمد نواز کھوکھر نے ''نواز شریف حکومت ناکامی کی ڈگر پر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت کے سیاسی انتقام اور محاذ آرائی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس دفعہ بھی وہی رویہ اپنایا جا رہا ہے جس سے ملک کی معیشت کو زبردست نقصان پہنچ رہا ہے اور حکومت ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔22اکتوبر 1997 کو مختار احمد بٹ نے ''کسی کو کام بھی کرنے دیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت مخالفین کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ ہر دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ حکومت کو کام کرنے ہی نہیں دیا جاتا لیکن نواز حکومت کی ہمت ہے کہ وہ تمام تر مخالفت کے باوجود مسلسل کام کر رہی ہے۔9نومبر 1997 کو ارشاد احمد نے ''موجودہ حکومت کا انداز حکمرانی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے انداز حکمرانی پر تنقیدی کالم لکھتے ہوئے کہا ہے کہ نہ حکومت احتساب کر سکی نہ قرض اتارو ملک سنوارو اسکیم کا کوئی فائدہ اٹھا سکی اور نہ ہی ملکی معیشت کی بہتری کے لیے کوئی انقلابی اقدام کر سکی اور عدالت عظمی سے بھی مستقل کشمکش کی حالت ہے۔28نومبر 1997 کو سلطان رفیع نے ''پاکستان موٹروے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے موٹروے کے افتتاح کے موقع پر اس کی اہمیت وافادیت بیان کی اور اس بہترین منصوبے کو مکمل کرنے پر نواز شریف حکومت کو سراہا ہے۔5دسمبر 1997 کو عبدالقادر حسن نے ''وتعزمن تشاء'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے نواز شریف کے سابقہ دور میں اور موجودہ دور میں پیدا ہونے والے بحرانوں کا تذکرہ کیا اور کہا کہ ان سب بحرانوں نے نواز شریف کو کمزور کرنے کے بجائے مزید طاقت دی ہے اور ان کو اس سے سیکھنے کا موقع ملا ہے۔14دسمبر 1997 کو اظہر حسن صدیقی نے ''وزیراعظم آن لائن ہو گئے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وزیراعظم کے انٹرنیٹ کے استعمال کی خبر پر توصیفی کالم لکھا اور کہا کہ نوزا شریف آغاز ہی سے عوام سے رابطے میں رہنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور اب انٹرنیٹ سے اس میں مزید بہتری آئے گی۔22دسمبر 1997 کو حسین حقانی نے ''کاسہ گدائی کب ٹوٹے گا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے مسلم لیگ کے انتخابات کے منشور کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ جس طرح آئی ایم ایف سے قرضہ ملنے پر سرکاری جشن منایا گیا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت اپنے وعدوں پر کتنا عملدرآمد کر رہی ہے۔29دسمبر 1997 کو حسین حقانی نے ''دوستوں اور اہل خاندان کے ذریعے حکمرانی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حسین نواز کے دورۂ بھارت پر تنقیدی کالم لکھا ہے۔انہوں نے کہا کہ اپنے خاندان کے ذریعے ملک چلانے کا طرز عمل ٹھیک نہیں ہے۔اپنے خاندان کے لوگوں کو عہدوں پر براجمان کرنا کسی طور پر بھی جمہوریت کا حسن نہیں ہے۔4جنوری 1998 کو عباس مہکری نے ''اقتصادی بدحالی پر بھی فتح پایئے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے نواز حکومت کی مختلف پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ معیشت کا برا حال ہے اور دوسری طرف مجموعی طور پر نواز خاندان کے لوگوں نے ملک میں

اجارہ داری قائم کی ہوئی ہے۔ان کو چاہیے ملک کو فتح کرنے کے بجائے اقتصادیات پر بھی توجہ دیں۔ 9 جنوری 1998 کو آغا مسعود حسین نے ''بلدیاتی انتخابات کا التواء'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے بلدیاتی انتخابات ملتوی کرنے کے فیصلے کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا ہے کہ پچھلی حکومتوں کی طرح یہ حکومت بھی اختیارات کو نچلی سطح پر منتقل کرنے سے خائف نظر آتی ہے۔18 جنوری 1998 کو ارشاد احمد حقانی نے ''حکومت کی بھارت پالیسی'' کے عنوان سے نواز حکومت کی بھارت پالیسی پر ناقدانہ کالم لکھا۔ان کا کہنا ہے کہ بھارت کے حوالے سے عوام کے علم میں لائے بغیر فیصلے کیے جارہے ہیں جس سے کشمیر کاز کو نقصان پہنچ رہا ہے۔23 جنوری 1998 کو آغا مسعود حسین نے ''نادہندگان سے قرضوں کی وصولی کی ہدایت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وزیراعظم کے ایڈوائزری کونسل سے کیے جانے والے خطاب کو کالم کا موضوع بنایا اور کہا کہ نواز شریف نے قرض نادہندگان سے قرض لینے کے حوالے جس عزم کا اظہار کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔28 جنوری 1998 کو الطاف حسین قریشی نے ''شجاعت مومنانہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وزیرداخلہ کے امریکا کے خلاف بیان پر تعریفی کالم لکھا اور کہا کہ توہین رسالت پر ہمارا قانون صرف ملکی معاملہ نہیں بلکہ دینی معاملہ بھی ہے اس لیے اس پر کوئی دباؤ قبول نہیں کیا جائے گا۔اس بیان پر کالم نگار نے چوہدری شجاعت کی تعریف کی۔6 فروری 1998 کو آغا مسعود حسین نے ''غیرملکی سرمایہ پاکستان کیوں کر آئے گا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وزیراعظم کے ورلڈ اکنامک فورم کے خطاب کو موضوع بنا کر کالم لکھا۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ملکی سرمایہ دار ہی حکومت سے مطمئن نہیں تو غیرملکی سرمایہ کار کیوں پاکستان میں پیسہ لگائے گا،اس لیے انقلابی تقاریر کا نہیں بلکہ انقلابی اقدامات کا وقت ہے۔23 فروری 1998 کو حسین حقانی نے ''وزیراعظم تاریخ کو مسخ نہ کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے دورۂ بنگلادیش کے موقع پر وزیراعظم کی جانب سے دیئے جانے والے بیان کی مذمت کی اور کہا کہ اپنی سیاست کے چکر میں تاریخ کو مسخ نہیں کرنا چاہیے۔27 فروری 1998 کو سلطان رفیع نے ''وزیراعظم کے خواب اور ان کی تعبیر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے قیوم نظامی کے کالم کا جواب دیتے ہوئے موٹروے کی اہمیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ نواز حکومت کے عملی اقدامات کی تعریف کی۔2 مارچ 1998 کو پروفیسر این ڈی خان نے ''حکومت اپنی ایک سالہ کارکردگی کے آئینے میں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومتی کارکردگی پر کڑی تنقید کی اور ایک سال میں ملک میں ہونے والے قتل وغارت کے واقعات اور مہنگائی،اور بنگلادیش میں مکتی باہنی کے مزار پر دی جانے والی حاضری کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔16 مارچ 1998 کو حسین حقانی نے ''اسکینڈل فری حکومت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وفاقی وزیراطلاعات کے اس بیان کہ ابھی تک ہماری حکومت اسکینڈل فری ہے کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کچھ اسکینڈلز کا ذکر کیا جن میں احتساب کمیشن،چیف جسٹس کی برطرفی

اور صدر کا استعفیٰ وغیرہ شامل ہیں۔20 مارچ 1998 کو عبدالقادر حسن نے ''مردم شماری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے سترہ برس بعد مردم شماری مکمل کروانے پر نواز حکومت کی تعریف کی اور کہا کہ یہ نواز شریف کا کارنامہ ہے۔3 اپریل 1998 کو آغا مسعود حسین نے ''پورٹ قاسم کے متعلق وزیراعظم کے فیصلے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وزیراعظم کے حالیہ دورۂ پورٹ قاسم کراچی پر کالم لکھا اور وہاں کے حوالے سے کیے گئے فیصلوں کی تعریف کی ۔لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ ان سب فیصلوں میں احتیاط کی ضرورت ہے۔8 اپریل 1998 کو مجیب الرحمٰن شامی نے ''نواز شریف کا تحفۂ عید'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے غوری میزائل کے کامیاب تجربے پر نواز شریف کی تعریف کی اور کہا کہ وزیراعظم نے عید کے موقع پر قوم کو بہترین تحفہ دیا ہے۔17 اپریل 1998 کو پروفیسر این ڈی خان نے ''غوری میزائل کا کامیاب تجربہ ریاستی کارنامہ ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے غوری میزائل کے کامیاب تجربے کو ریاست کا کارنامہ قرار دیا اور کہا کہ اس کام میں سابقہ حکومتوں کی جدوجہد بھی شامل ہے۔1 مئی 1998 کو سینیٹر میاں رضا ربانی نے ''منظور نظر افراد کی سرپرستی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت کی جانب سے شروع کی جانے والی ڈاؤن سائیزنگ اسکیم کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ ایک طرف تو ملازمین کو نکالا جا رہا ہے اور دوسری طرف لاکھوں روپے تنخواہ پر منظور نظر افراد کو نوکری پر رکھا جا رہا ہے۔25 مئی 1998 کو مختار احمد بٹ نے ''میاں صاحب دیر نہ کریں دھماکا کر دیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے نواز شریف پر زور دیا کہ بھارت کے جواب میں فوراً دھماکہ کر دینا چاہیے اور نواز شریف پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ عوام آپ کے ساتھ ہیں تو پھر اتنی تاخیر کیوں۔1 جون 1998 کو ایم خلیل نے ''پاکستان کا ایٹمی دھماکہ قوم طویل آزمائش کے لیے تیار رہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے بھارت کے ایٹمی دھماکوں کا جواب دینے پر نواز شریف کی تعریف کی اور قوم سے کہا کہ وہ اب طویل آزمائش کے لیے تیار رہے۔7 جون 1998 کو عباس مہکری نے ''دھماکہ اپنی جگہ مسائل اپنی جگہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ عوام کو ایٹمی دھماکوں کے جشن میں مصروف کر کے حکومت نے عوام کے مسائل سے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے۔دھماکے اپنی جگہ لیکن ان سے عوام کے مسائل حل نہیں ہوتے۔15 جون 1998 کو وقار یوسف عظیمی نے ''منزل قریب ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت کے بڑے فیصلے جن میں نیشنل فنانس ایوارڈ، پانی کی تقسیم اور مالیاتی اصلاحات کا نفاذ شامل ہیں کو سراہتے ہوئے کالم لکھا اور کہا کہ اگر حکومت قائم رہی تو بہت جلد ملک ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہوگا۔17 جون 1998 کو زاہدہ حنا نے ''نواز شریف داد کے حق دار ہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وزیراعظم کے زمین ہاریوں میں تقسیم کرنے کے فیصلے کی تعریف کی اور کہا کہ نواز شریف وہ واحد انقلابی لیڈر ہیں جنھوں نے ملک میں زرعی اصلاحات کرنے

کا فیصلہ کیا ہے اس کے لیے وہ داد کے مستحق ہیں۔

19 جون 1998 کو آغا مسعود حسین نے ''نادہندگان سے وصولی کی آخری تاریخ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے اس فیصلے کی تعریف کی جس میں انہوں نے اپنے اثاثے بنک کے پاس گروی رکھنے کا اعلان کیا اور کہا کہ اگر وہ رقم ادا نہ کر سکیں تو ان کے اثاثے ضبط کر لیے جائیں۔ یہ ایک اچھی روایت ہے۔ 29 جون 1998 کو حسین حقانی نے ''قائدانہ صلاحیتوں کا فقدان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے بغیر سوچے سمجھے فیصلے کرنے کی عادت کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ ان میں قائدانہ صلاحیتوں کا فقدان ہے۔ 3 جولائی 1998 کو مشتاق احمد قریشی نے ''خودی اور خود انحصاری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ایٹمی دھماکوں کے بعد وزیر اعظم کی جانب سے شروع کی جانے والی خود انحصاری اسکیم کی تعریف کی اور لکھا کہ اس اسکیم سے قوم کی خود اعتمادی میں بھی اضافہ ہوگا۔ 3 جولائی 1998 کو آغا مسعود حسین نے ''خطرناک معاشی رجحانات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بجٹ کو ایک طرف رکھ کر چند معاشی مشکلات کا ذکر کیا اور کہا کہ روپے کی قدر میں مسلسل کمی، زرمبادلہ کے ذخائر میں کمی اور اسی طرح کراچی کے حالات کی خرابی آنے والے وقت میں مشکلات کا باعث بنے گی اور نواز حکومت ان مسائل کے لیے کوئی خاص حکمت عملی نہیں بنا سکی۔ 26 جولائی 1998 کو عباس مہکری نے ''صنعتکار وزیر اعظم کے دور میں صنعتی ابتری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم پر طنز کرتے ہوئے کالم لکھا کہ ایک صنعتکار وزیر اعظم کے ہوتے ہوئے ملک جس صنعتی ابتری کا شکار ہوا ہے ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ 9 اگست 1998 کو عباس مہکری نے ''وفاقی وزراء سندھ پر رحم کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وفاقی وزراء کے سندھ دوروں کی وجہ سے پھیلنے والی گورنر راج کی افواہوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح دورے کرنے سے صوبائی حکومت مشکلات کا شکار ہوتی ہے۔ 2 ستمبر 1998 کو اسد اللہ غالب نے ''نفاذ اسلام۔۔ میاں نواز شریف کا ساتھ دیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز شریف کی جانب سے پندرہویں ترمیم کی تجویز پر ان کی تعریف کی اور اپوزیشن سے مطالبہ کیا کہ نفاذ اسلام کی اس کوشش کے آگے رکاوٹیں نہ ڈالیں۔ 7 ستمبر 1998 کو حسین حقانی نے ''نفاذ شریعت یا نفاذ اقتدار'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی مجوزہ پندرہویں ترمیم کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ حکومت نفاذ اسلام کے نام پر اپنی حکومت کو طول دینا چاہتی ہے اور عوام کو بے وقوف بنانا چاہتی ہے۔ 13 ستمبر 1998 کو ارشاد احمد حقانی نے ''پارلیمنٹ سے مشورے کا مستحسن فیصلہ۔۔ منطقی تقاضا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے حوالے سے حکومت کی جانب سے پارلیمنٹ میں بحث کروا کے کسی فیصلے پر پہنچنے کے عمل کو سراہا اور کہا کہ اس طرح کے

عمل سے جمہوریت مضبوط ہوتی ہے۔14 ستمبر 1998 کو پیر فضل حق نے ''نفاذ شریعت کی آڑ میں ارتکاز اختیارات کی سازش'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کہا ہے حکومت نفاذ شریعت کا سہارا لے کر صرف اپنی حکومت بچانا چاہ رہی ہے ورنہ دو سال سے حکومت میں ایسی کسی تجویز پر پہلے کیوں عمل نہیں کیا گیا۔21 ستمبر 1998 کو عثمان عرفانی نے ''نفاذ شریعت چاہیے انتشار نہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز شریف کی مجوزہ پندرھویں ترمیم پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ عوام نفاذ اسلام چاہتی ہے لیکن اس بہانے کو استعمال کر کے ملک میں افراتفری دیکھنا نہیں چاہتی۔5 اکتوبر 1998 کو حسین حقانی نے ''آزادانہ عدالتی تحقیقات کیوں نہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے آبزرور اخبار کی رپوٹ کو بنیاد بناتے ہوئے کالم لکھا اور کہا کہ اسی طرح کی رپورٹ ایکسپریس میں بے نظیر حکومت کے خلاف چھپی تھی، اس وقت تو اس کے سچ ہونے کا واویلا مچایا گیا تھا اور اب ایسی ہی رپورٹ اگر نواز حکومت کے خلاف لگ گئی ہے تو اسے جھوٹ کا پلندہ قرار دیا جا رہا ہے۔14 اکتوبر 1998 کو عبدالقادر حسن نے ''میاں صاحب کا آخری موقع'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے خراب نظم و نسق کی صورتحال کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ان کی ٹیم نا اہل ہے جس کی وجہ سے ملک کے معاشی حالات پہلے سے بھی خراب ہو چکے ہیں۔ لیکن نواز شریف کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ ان کے پاس آخری موقع ہے۔19 اکتوبر 1998 کو عبدالقادر حسن نے ''سرکاری نیکیاں دریاؤں میں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے موجودہ حکومت کے عوامی فلاح کے لیے کیے گئے کاموں کا ذکر کیا ہے جن میں بجلی کی قیمتوں میں کمی، ایٹمی دھماکہ، اور فارن ایکسچینج شامل ہے اور اس سب کاموں کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کی حکومت سراہا۔22 نومبر 1998 کو عباس مہکری نے ''قرضے شاہراہیں ترقی کا خواب'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیراعظم کے کراچی حیدرآباد موٹروے کی تعمیر کے فیصلے کی مخالفت میں کالم لکھا اور کہا کہ اتنی رقم سے کراچی اور حیدرآبا کی ہزاروں سڑکیں نئے سرے سے تعمیر ہو سکتی ہیں جس سے نہ صرف پیٹرول کی بچت ہوگی بلکہ عوام کو بھی ریلیف ملے گا۔9 نومبر 1998 کو ارشاد احمد حقانی نے ''اقتصادی ریلیف پیکج اور عام آدمی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے عالمی اداروں سے حاصل کیے گئے ریلیف پیکج اور کراچی کے حالات کو موضوع بنایا اور اس کے ساتھ بیچاری عوام کی حالت کا بھی ذکر کیا اور نواز شریف کو وہ وعدے یاد دلائے ہیں جو انہوں نے وزیراعظم بنتے وقت کیے تھے۔ انہوں نے حکومت کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔2 دسمبر 1998 کو سلطان رفیع نے ''وزیراعظم کا دورۂ امریکا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیراعظم کے دورۂ امریکا پر اپوزیشن کی بے جا تنقید کو رد کرتے ہوئے کہا کہ نواز شریف نے ایٹمی دھماکوں کے بعد پوری دنیا کے دباؤ کو عزم کے ساتھ برداشت کیا اور اب وہ سر اٹھا کر امریکا جا رہے ہیں۔6 دسمبر 1998 کو عباس مہکری نے ''کوئی ان کے ساتھ سچ تو بولے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار

نے صدر کی طرف جنرل سیلز ٹیکس کو پندرہ فیصد کرنے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ اس اعلان نے عوام پر مہنگائی کا ایٹم بم گرا دیا ہے۔ 7 دسمبر 1998 کو مشتاق احمد قریشی نے ''دل دل پاکستان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز شریف کی ملک کے لیے خدمات کو سراہا اور ان کے دور میں ہونے والی ترقی کے کاموں کا ذکر کیا اور کہا کہ اپوزیشن کا کام تو ہے ہی کیڑے نکالنا اس لیے ان کو ہر اچھا کام بھی برا ہی لگتا ہے۔ دسمبر 1998 کو حسین حقانی نے ''امریکی آشیر باد کا معیار بدل گیا ہے'' کے عنوان سے اپنے کالم میں وزیر اعظم کے دورۂ امریکا پر تبصرہ کیا۔ کالم نگار کا کہنا ہے کہ حکومت اس دورے کو جتنا کامیاب ثابت کرنا چاہ رہی ہے اس کے برعکس امریکی حکومت اتنی ہی خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔ 9 دسمبر 1998 کو سید اشتیاق اظہر نے ''وزیر اعظم پاکستان کا دورۂ امریکا: منفی اور مثبت پہلو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے دورہ امریکا کے منفی مثبت پہلوؤں کا تذکرہ کیا ہے لیکن مجموعی طور پر نواز شریف کے دورے کو کامیاب قرار دیا۔ 6 مارچ 1999 کو بشیر حسین طاہر نے ''میاں صاحب کی حکومت کے دو سال'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے دو سالہ دور حکومت کا تجزیہ کیا اور کہا کہ مجموعی طور پر نواز شریف نے قوم کی ترقی کے لیے بہتر اقدامات کیے جن میں ایٹمی دھماکے، موٹر وے، عالمی اداروں کے قرضوں کی ری شیڈولنگ شامل ہے۔ 7 مارچ 1999 کو عباس مہکری نے ''نج کاری یا اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے اداروں کی نج کاری کے حوالے سے بات کی اور کہا کہ دنیا میں جتنی بھی نج کاری ہوئی وہ سب ناکام ہوئی ہیں اور حکومت تمام ذمہ داریوں سے جان چھڑانے کے لیے اپنے منفعت بخش اداروں کو نیلام کرنا چاہتی ہے۔ 3 مئی 1999 کو سلطان رفیع نے ''وزیر اعظم کا دورۂ روس'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے حالیہ دورۂ روس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایسے وقت میں جب امریکا نے اسلحے کی فراہمی روک دی ہے، روس کا دورۂ کرنا کامیاب خارجہ پالسی کی عکاسی کرتا ہے۔ 23 مئی 1999 کو عباس مہکری نے ''پیٹرول کی قیمتوں میں اضافہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پیٹرول کی قیمتوں میں حالیہ اضافے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ اگر اس طرح کے اقدامات کرنا لازمی ہوں تو کم از کم سیاسی جماعتوں کو ضرور اعتماد میں لے لینا چاہیے۔ 26 مئی 1999 کو رؤف صدیقی نے ''صدارتی آرڈیننس'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کراچی کے حوالے سے جاری ہونے والے صدارتی آرڈیننس پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ قومی اسمبلی کے کرنے والے کام صدر کر رہے ہیں اور نواز شریف نے مینڈیٹ کیا لے لیا وہ ملک کا جمہوری نظام ہی الٹ کر رکھ دیا ہے۔ 3 نومبر 1999 کو سید اشتیاق اظہر نے ''چیف ایگزیکٹو کا دورۂ سعودی عرب و یو اے ای'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پرویز مشرف کے دورۂ سعودی عرب کا تجزیہ پیش کیا اور اور اس دورے سے حاصل ہونے والے فوائد کا ذکر کیا جن میں تیل کی مد میں مدد اور لیبر کی فراہمی وغیرہ

شامل ہیں۔ 7 نومبر 1999 کو اظہر حسن صدیقی نے ''چیف ایگزیکٹو کے اثاثوں کا اعلان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک میں پریس کی آزادی اور چیف ایگزیکٹو کی طرف سے اپنے تمام اثاثے عوام کے سامنے پیش کرنے پر ان کی تعریف کی۔ کالم نگار نے لکھا کہ ایسا تاریخ میں پہلی دفعہ ہو رہا ہے۔ 1 ستمبر 1999 کو مشاہد حسین نے ''کامیابیوں کا سفر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نواز حکومت کے تیس ماہ میں کیے گئے کاموں کا ذکر کیا اور حکومت کی کامیابیوں کو سراہا۔ 3 ستمبر 1999 کو آغا مسعود حسین نے ''اب کے ای ایس سی اور سپر ہائی وے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کے ای ایس سی کو ڈائیوو کو دینے اور سپر ہائی وے فوجی فاؤنڈیشن کو دیے جانے کے فیصلے کی مخالفت کی۔ 13 ستمبر 1999 کو حسین حقانی نے ''وزیر اعظم کے دورے پر اخراجات کا فائدہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے تین برسوں میں وزیر اعظم کے دورے کی تفصیلات اور اخراجات بتا کر تنقیدی کالم لکھا اور کہا کہ بیرونی دوروں کا مقصد دوست ممالک سے تعلقات بہتر بنانا ہوتا ہے لیکن ہمارے تعلقات تمام ممالک سے خراب ہی نظر آ رہے ہیں۔

جنرل پرویز مشرف کو وزیر اعظم نواز شریف نے آرمی چیف کے عہدے پر فائز کر دیا۔ اس سے قبل وزیر اعظم جنرل جہانگیر کرامت سے استعفیٰ لے چکے تھے۔ جنرل مشرف کہتے ہیں کہ مجھے وزیر اعظم نے وردی پر نئے عہدے کے ستارے لگاتے ہوئے خوش دلی سے مبارکباد دی تھی۔ جنرل پرویز مشرف کو بہت دکھ تھا کہ جہانگیر کرامت سے استعفیٰ لے لیا گیا جس سے فوج میں بے چینی پائی جاتی تھی۔ بعد ازاں وزیر اعظم نے اپنے ساتھیوں سے سپریم کورٹ پر حملہ کرایا۔ صدر کو بے اختیار کر کے وہ ایک مضبوط مگر آپے سے باہر وزیر اعظم بن گئے۔ جنرل پرویز مشرف کہتے ہیں کہ مجھے آرمی چیف کی حیثیت سے صرف ایک سال ہی گزرا تھا کہ فوج کو نواز شریف کے خلاف ردعمل دکھانا پڑا۔ ہمارے تعلقات صرف کارگل کے واقعہ اور 4 جولائی 1999ء کو واشنگٹن میں نواز شریف کا صدر بل کلنٹن کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے بعد ہی خراب ہوئے۔ نومبر 1998ء میں مجھے پانچ چھوٹے بڑے حملوں کی رپورٹیں ملیں۔ دراصل یہ مجاہدین تھے جو بڑی تعداد میں کشمیر اور ان علاقوں میں موجود تھے۔ ان کی تعداد بھی زیادہ تھی اور ان کے پاس وافر مقدار میں جدید اسلحہ بھی موجود تھا۔ وہ کارروائیاں کرتے رہتے تھے۔ ان حالات میں ہم نے اپنی FCN اور تازہ بٹالینز خاص خاص مورچوں پر تعینات کر لیں۔ مجاہدین اپنے طور پر زیادہ سرگرم تھے۔ دلچسپ بات یہ کہ بھارتی فوجوں کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ پاکستانی فوج LOC کے ساتھ ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ ایسے تین بڑی جھڑپیں ہوئیں جس پر بھارت نے سخت ردعمل دکھایا جبکہ مجاہدین بہت اندر تک پھنس چکے تھے۔ بھارتی فوجیں پورے علاقے کا سروے کر رہی تھیں۔ مئی کے مہینے تک سرحد پر توپ خانہ اور پیدل دستے اگلے موچوں پر بھجوا دیئے۔ بھارتی

افواج نے ایک غیر متوازن پالیسی اپنائی اور اپنی بڑی قوت کشمیر میں جھونک دی۔ اس طرح ہمارے لیے جوابی حملہ کرنے کے لیے میدان خالی چھوڑ دیا جس سے ہم ان کی کشمیر میں موجود قوت کا راستہ بند کر سکتے تھے۔ جب بھارت مجاہدین کو جو پہاڑوں کی بلندیوں پر قابض تھے ہٹانے میں ناکام رہا تو اس نے بڑے پیانے پر حملے شروع کر دیئے۔ وسط جون تک بھارت کو کامیابی ملی تو اس نے اس کا ڈھنڈورا پیٹا۔ ہماری جانب سے سیاسی قیادت نے غافلانہ اور مدبرانہ سوچ کے فقدان کا مظاہرہ کیا اور اس موقع پر قومی یکجہتی کی سنجیدہ کوشش نہ کی۔ دونوں ممالک جنگ سے ڈرتے تھے۔ نواز شریف نے ہمت ہار دی۔ 4 جولائی کو صدر بل کلنٹن اور وزیر اعظم نواز شریف کے درمیان طے کیے گئے فارمولے کے تحت جنگ بندی عمل میں آئی۔ پرویز مشرف کا استدلال ہے کہ مجھ پر اور فوج پر بہتان تراشی کی گئی۔

12 اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف نے ملکی منتخب حکومت کو برطرف کر کے اسمبلیوں کو تحلیل کر کے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ بیشتر کا کہنا تھا کہ جنرل مشرف کے مارشل لاء کے نفاذ کو برا سمجھا جائے گا۔ لہٰذا ماہر قانون، نظریہ ضرورت کے بانی اور غیر جمہوری حکمرانوں کے حامی بیرسٹر شریف الدین پیرزادہ نے مشرف کو مشورہ دیا کہ وہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے بجائے چیف ایگزیکٹو کا نام استعمال کریں جس کے لیے انہوں نے چند آئینی ترامیم بھی طے کر دیں۔ جنرل مشرف نے قوم سے خطاب کیا۔ بتایا کہ ان کے کیا منصوبے ہیں۔ ملک کی موجودہ صورتحال بہت زیادہ بگڑ چکی ہے جس کو سدھارنے کے لیے آخر کار انہیں اور ان کے زیرک تجربہ کار ساتھیوں کو آگے آنا پڑا۔ انہوں نے اپنی کابینہ تشکیل دینے کے لیے زیادہ تر اپنے اسکول اور کالج کے دوستوں کو خاص ترجیح دی۔ کابینہ شوکت عزیز، رزاق داؤد، زبیدہ جلال، معین الدین حیدر اور دیگر پر مشتمل تھی۔ اس حوالے سے دلچسپ بات یہ سامنے آئی کہ جنرل پرویز مشرف کو اپنی کابینہ کے ارکان کی امریکن لہجہ میں گفتگو کرنا بہت اچھا لگا، ان کے نزدیک لیاقت اور صلاحیت کا شاید یہی پیمانہ تھا۔ تاہم جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف دور کے کرپشن، بیڈ گورنینس اور اقرباء پروری کے خوفناک نظریے پیش کیے۔ جنرل پرویز مشرف نے اپنی 17 اکتوبر کی تقریر میں اپنے سات نکاتی ایجنڈے کا بھی خاکہ پیش کیا جس میں قومی اعتماد، حوصلے، از سر نو تعمیر نو، معیشت کی بہتری، قانون کی حاکمیت اور غیر جانبدارانہ احتساب وغیرہ جیسی نوعیت کے نعرے اور منشور شامل تھے جسے قوم سنتی اور پڑھتی آئی تھی۔ جنرل مشرف نے ہر آمر کی طرح ایک تجربہ دہرایا اور جوش و خروش سے ''ادارہ قومی تعمیر نو'' کی بنیاد رکھی۔ ان تمام معاملات میں وہ دوستوں پر زیادہ بھروسہ کرتے تھے۔ یہ نہیں پرکھا کہ یہ اس کام کا اہل ہے کہ نہیں۔ البتہ جنرل پرویز مشرف کے دور میں ''لوکل گورنمنٹ آرڈیننس'' پر جنرل (ر) تنویر حسین نقوی نے مناسب کام کر کے دکھایا۔ یہ اور بات ہے کہ ہر کام میں بہتری

کی گنجائش ہوتی ہے۔ لوکل گورنمنٹ کا پروگرام جاری رکھا جاتا تو مناسب تھا۔ مگر پی پی پی اور مسلم لیگ (ن) کا یہ سماجی، سیاسی اور نفسیاتی مسئلہ رہا ہے کہ وہ اختیارات کو نچلی سطح تک لانے کے خلاف ہیں۔ جنرل پرویز مشرف نے 2002ء اکتوبر میں عام انتخابات کرائے جس میں کنگ پارٹی مسلم لیگ (ق) ان کے ساتھ تھی۔ یہ انتخابات 1998ء کی مردم شماری کے تحت عمل میں آئے تھے۔ حکومت نے قومی اسمبلی کی نشستوں کے علاوہ 60 نشستیں خواتین کے لیے مخصوص کر دیں۔ خاص طور پر لوکل گورنمنٹ کے نظام سے ایک اچھا تاثر قائم ہوتا تھا مگر یہاں بھی بیشتر جگہ اس نظام کو ناکام کرنے کی کوشش کی گئی۔ کراچی اور حیدرآباد کو حکومت نے خصوصی فنڈز فراہم کیے جس سے دونوں شہروں کے انفرااسٹرکچر میں بہتری آئی۔ 2002ء کے انتخابات کے بعد کنگ پارٹی نے زیادہ سیٹیں حاصل کیں مگر ایم ایم اے کے ساتھ مل کر حکومت تشکیل دی۔ میر ظفر اللہ جمالی وزیر اعظم بن گئے۔ پرویز مشرف کی حکومت کے دور میں 9/11 جیسے خوفناک سانحہ کے بعد 2005ء میں اس صدی کا خوفناک زلزلہ کشمیر مظفر آباد اور گردونواح میں آیا۔ اس سے ہزاروں افراد ہلاک، بے گھر اور اپاہج ہوگئے۔ ان دو سانحات کا پرویز مشرف نے سیاسی فائدہ اٹھایا اور عالمی برادری سے ہمدردیاں بٹوریں۔ اس حوالے سے پاکستان بڑے پیمانے پر مالی امداد حاصل کرتا رہا مگر سب کرپشن کی نذر ہوگئی۔ پرویز مشرف نے اسمبلی سے وعدہ کیا تھا کہ وہ 2004ء میں وردی اتار دیں گے مگر بعد کے حالات میں ایم ایم اے کا رویہ، وزیرستان کی جنگ میں تیزی اور اسی دوران عراق جنگ زور پکڑ رہی تھی۔ اس اثناء میں پرویز مشرف کو بڑی قوتوں کے سامنے ایٹمی پھیلاؤ کے مسئلے پر ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی سرگرمیوں کی وجہ سے شرمندہ ہونا پڑا۔ اے کیو خان نے جوہری راز افشا کر دیا اور ایران کو فراہم کیا جس پر ایک لمبی کہانی چلی اور جرمانے ادا ہوئے۔ اہم پیش رفت یہ تھی کہ جنوری 2004ء میں وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے پاکستان کا دورہ قبول کر لیا۔ قومی اسمبلی میں میر ظفر اللہ جمالی کی حکومت 2002ء سے 2004ء تک چلتی رہی مگر پھر مختلف دھڑوں میں اختلافات پیدا ہوگئے۔ پرویز مشرف معاملات سلجھانے کی کوشش کرتے رہے مگر ناکامی ہوئی۔ آخر کار پرویز مشرف نے اپنے پرانے ساتھی کو قومی اسمبلی کی نشست دلا کر وزیر اعظم بنا دیا اور وہ شوکت عزیز تھے۔ پرویز مشرف کو یہ امید تھی کہ بینکار وزیر اعظم معیشت بہتر بنا سکتا ہے مگر ایسا نہیں ہوا۔ شوکت عزیز نے بینکنگ کے نظام میں یک طرفہ اصلاحات کر کے تمام رعایتیں اور فوائد بینکوں کو دیدیئے اور عوام پر نیا بوجھ عائد کر دیا۔ اس طرح ان کی ان اصلاحات سے جو بنی فائدے کے لیے تھیں مگر عوام کو تا حال شدید نقصانات اٹھانے پڑ رہے ہیں۔ ان کے دور میں غیر ملکی بینکوں کے قرضے تین گنا بڑھ گئے اور سٹہ بازی عروج پر رہی۔ ہر چند کہ پرویز مشرف اور شوکت عزیز کی حکومت نے اقتصادی استحکام، اقتصادی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے بنیادی اصلاحات اور طرز حکمرانی میں بہتری لانا وغیرہ کے نعروں سے اپنی حکمت عملی کا آغاز کیا مگر ملک میں مہنگائی،

بے روزگاری اور بدامنی کا راج عروج پر تھا۔ 9/11 کے واقعہ پر امریکہ کے سفیر رچرڈ آرمٹیج نے جو دھمکی دی کہ ہمارے ساتھ ہو یا دہشت گردوں کے ساتھ تو ایسے میں پرویز مشرف نے جواب دیا کہ ہم امریکہ کے ساتھ ہیں۔ اس فیصلے کے بعد افغانستان میں بمباری شروع ہوگئی۔ البتہ پاکستان کو امریکی نوازشات میسر آئیں۔ بدلے میں شمسی اور جیکب آباد کے ہوائی اڈے امریکہ کو استعمال کے لیے دیئے گئے۔ پاکستان کو سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک سے بھی خاصی امداد موصول ہوئی مگر پاکستان عملاً مذہبی فرقہ پرستی، شدت پسندی اور دہشت گردی کا مرکز بن گیا۔ امریکہ کو یقین تھا کہ ملا عمر اور اس کی طالبان حکومت اور پاکستان کے شدت پسند افغانستان میں اسامہ بن لادن کی مدد کر رہے ہیں اس لیے تمام مغربی خفیہ اداروں نے افغانستان اور پاکستان پر نظریں جمائی ہوئی تھیں جبکہ بیشتر آزاد حلقوں کا خیال یہ تھا کہ صدر پرویز مشرف سمیت دیگر فوجی اور دینی حلقے افغانستان اور ملا عمر سے کشیدہ تعلقات نہیں چاہتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یہ سب طالبان کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ یہی وہ بات تھی جو امریکہ کو پاکستان کے ساتھ دوستی کے باوجود کھٹک رہی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ بیشتر بڑے دہشت گردوں کو جن پر زر کثیر رکھا گیا تھا حکومت نے امریکہ کے حوالے بھی کیے۔ صدر پرویز مشرف اور امریکہ کے تعلقات ایک حوالے سے اچھے بھی رہے۔ صدر مشرف نے امریکیوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ اسامہ بن لادن گردوں کی بیماری کی وجہ سے پہاڑوں میں بھٹکتا رہا۔ علاج کی سہولت میسر نہ آنے پر چل بسا۔ وہ اس مؤقف کو بار بار دہراتے رہے۔ اس کے علاوہ اندرونی حالات جس میں امن عامہ، معیشت میں بہتری اور دیگر مسائل جن کو حکومت نے جلد حل کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدے پورے نہ ہوئے۔ اس دوران صدر پرویز مشرف نے ایک بڑے وفد کے ساتھ گوادر کا دورہ کیا اور خطے میں ترقی کے کئی منصوبے بیان کیے مگر حالات میں تنزلی آتی رہی۔ ایسے میں آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل حمید گل نے صدر مشرف کو مشورہ دیا کہ چونکہ ہماری کشمیر پالیسی پر گرفت ڈھیلی پڑ رہی ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ مجاہدین کو کشمیر میں حملے کے لیے بھجوایا جائے۔ اس بیان سے مزید کشیدگی پھیلی اور پاکستان کے انتہا پسندوں سے تعلقات پر بحث چل پڑی۔ دوسری طرف افغانستان کا مسئلہ مزید الجھتا جا رہا تھا۔ نیز امریکی خفیہ ادارے صدر مشرف کی افغان اور طالبان پالیسی پر مطمئن نہیں تھے۔ ایسے میں صدر پرویز مشرف کے پاس کوئی آپشن نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ قوم کو اندرونی مسائل میں الجھا کر بڑے مسائل سے توجہ ہٹا دیں۔

یوں بھی دو تین برسوں سے نواب اکبر بگٹی اور وفاقی حکومت کے مابین کشیدگی چل رہی تھی۔ اتفاقاً مشرف نے 14 دسمبر 2005ء کو فرنٹیئر کور کے کوہلو کیمپ کا دورہ کرنا تھا۔ اس دن اس کیمپ پر 6 راکٹ داغے گئے جن میں تین کیمپ کے قریب آ کر پھٹے۔ اس واقعہ میں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا مگر صدر مشرف

نے نواب اکبر بگٹی کے خلاف شدید نفرت کا اظہار کیا۔ جنوری میں فوجیوں نے علاقے میں اپنی کارروائیاں شروع کردیں۔ ہر چند کہ چوہدری شجاعت حسین اور مخدوم امین فہیم نواب اکبر بگٹی سے بات چیت کررہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ صدر مشرف ذرا سی نرمی برتیں تو معاملہ کو بات چیت سے حل کیا جاسکتا ہے ورنہ تشدد کا راستہ معلوم نہیں کہاں تک جائے۔ مگر اگست 2006ء میں اکبر بگٹی اور ان کے 26 ساتھیوں کو ان کی پناہ گاہ میں بمباری کرکے ہلاک کردیا گیا۔ اس بڑے سانحہ کے بعد جنرل مشرف کو مزید دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر اتحادی جماعت ایم ایم اے نے بھی وردی اتارنے اور انتخابات کرانے کا مطالبہ کردیا۔ ویسے بھی عام تاثر یہی تھا کہ حکومت نے جو وعدے کیے اور منصوبہ سازی کی وہ پوری نہیں ہوئے۔ کرپشن، مہنگائی، بے روزگاری، بدامنی اور دہشت گردی کی سطح مزید بلند ہوگئی۔ اس تناظر میں جنرل پرویز مشرف کو انتخابات کرانے کا خیال تو آیا مگر وہ اس کے بعد بھی اقتدار میں رہنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف امریکہ کا دباؤ تھا کہ ملک میں انتخابات کرائے جائیں اور بنیادی حقوق کو تحفظ دیا جائے۔ اس ضمن میں صدر پرویز مشرف نے اپنے صلاح کاروں کے ساتھ دبئی کا دورہ کیا جہاں ان کی انتخابات اور آئندہ ملکی سیاست کے حوالے سے بات چیت ہوئی۔ ان ملاقاتوں اور بات چیت کے نتیجے میں پرویز مشرف اور بے نظیر بھٹو کے مابین ایک معاہدہ طے پایا جو N.R.O کہلایا۔ اس معاہدہ میں طے پایا کہ صدر پرویز مشرف ہی رہیں گے۔ اس معاہدہ پر پرویز مشرف، بے نظیر بھٹو اور بعد ازاں نواز شریف کو بھی شامل کرلیا گیا۔ ان تینوں کے دستخط ہوگئے۔ مگر بعد کے بدلتے سیاسی منظر میں بے نظیر بھٹو نے صدر پرویز مشرف کو صدر کے طور پر قبول کرنے سے انکار کردیا۔ جنرل پرویز مشرف کے لیے یہ ایک بڑا جھٹکا تھا۔ اس پر انہوں نے بے نظیر بھٹو کو ملک واپس آنے سے منع کروایا کہ یہاں ان کی جان کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ دیگر خفیہ ذرائع نے بھی بے نظیر بھٹو کو مطلع کیا کہ ان کی جان کو خطرہ لاحق ہے۔ مگر بے نظیر بھٹو نے اپنے طے شدہ پروگرام پر پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھا۔ پھر وہی ہوا ان پر دو مہلک قاتلانہ حملے ہوئے جس میں دوسرے حملے میں وہ جانبر نہ ہوسکیں۔ 2008ء میں انتخابات عمل میں آئے۔ پی پی پی نے حکومت تشکیل دی اور صدر پرویز مشرف کو حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ مجموعی طور پر صدر جنرل پرویز مشرف کا دور دیگر آمروں کے ادوار سے زیادہ مختلف نہ تھا۔ ملک میں وہی مسائل رہے، خارجہ پالیسی میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آئی اور دہشت گردی اور مذہبی منافرت میں اضافہ ہوا۔

15 اکتوبر 1999 کو ارشاد احمد حقانی نے ''نواز حکومت کی برطرفی اور اس کے بعد'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے نواز شریف کے اقدامات کی مخالفت کرتے ہوئے لکھا کہ نواز شریف

کے ناپختہ اقدامات اور غیر جمہوری رویے کی بناء پر آج ملک وقوم کو نقصان پہنچا ہے اس کے ذمہ دار نواز شریف ہیں جبکہ کالم نگار نے فوج کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اچھا ہے کہ انہوں نے واضح کہہ دیا کہ ان کا ارادہ مارشل لاء لگانے کا نہیں ہے۔ 15 اکتوبر کو مختار احمد بٹ نے ''فوج کی یکجہتی کا شاندار مظاہرہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے فوج کے اقدامات کی تعریف کی اور کہا کہ فوج کبھی بھی اقتدار پر قبضہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ چیئرمین جوائنٹ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز مشرف بحیثیت وزیر اعظم نواز شریف کے تمام احکامات مانتے تھے مگر نواز شریف کا مشرف کو برطرف کرنا مناسب نہ تھا۔ اس اقدام کو فوج کی کمزوری تصور کیا جانے لگا جس کی وجہ سے فوج کی یکجہتی کی بدولت فوج کا ردعمل سامنے آیا اور فوج نے ثابت کر دیا کہ وہ اپنے سپہ سالار کے پیچھے متحد ہے۔ 15 اکتوبر 1999 کو آغا مسعود حسین نے ''یہ تو ہونا ہی تھا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ نواز شریف تمام جمہوری تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر حکومت کر رہے تھے جس کی وجہ سے فوج کے اقدام کو عوام کی حمایت حاصل ہوئی اور اس اقدام کا خیر مقدم کیا گیا۔ کالم نگار کے مطابق جنرل پرویز مشرف نے بروقت اقتدار سنبھال کر ملک کو تباہی سے بچا لیا اور ایک سازش کا خاتمہ کر دیا جو فیڈریشن کو تباہ کر سکتی تھی۔ 17 اکتوبر 1999 کو عباس مہکری نے ''انوکھا لاڈلہ کھیلن کو مانگتا تھا چاند'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے 12 اکتوبر 1999 کے اقدامات کو سویلین اقدام قرار دیا اور کہا کہ فوج اقتدار میں آنا نہیں چاہتی تھی مگر حکمرانوں کی کمزوری اور نااہلی نے فوج کو مجبور کیا۔ 17 اکتوبر 1999 کو ارشاد احمد حقانی نے ''جو کام بہر حال ہونے چاہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے اپنی چند تجاویز موجودہ فوجی حکومت کو پیش کیں اور کہا کہ چند کام ہیں جو بہر حال ہونے چاہئیں۔ انتخابی قوانین میں ترمیم کی جائے، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے حلقے بڑھائے جائیں، تمام انتخابی فہرستوں کو کمپیوٹرائزڈ کیا جائے، قومی شناختی کارڈ کے نظام کو کمپیوٹرائزڈ کیا جائے اور قرض لے کر واپس جمع نہ کرانے والے نادہندگان کو نااہل قرار دیا جائے۔ 18 اکتوبر 1999 کو ''اور پہل کرنے والا مارا گیا'' کے عنوان سے عبدالقادر حسن نے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے نواز شریف کو لااُبالی سیاستدان قرار دیا۔ کالم نگار کے مطابق نواز شریف قسمت کے دھنی ہیں۔ قسمت ہمیشہ ان پر مہربان رہی وہ اچھے بزنس مین اور اچھے سیاستدان رہے ہیں مگر نواز شریف نے بے نظیر اور زرداری کی طرح اس ملک کی معیشت کو ختم کر کے رکھ دیا اور ملک مزید مسائل کا شکار ہو گیا۔ پاکستان کی عوام کے دلوں میں کرپٹ سیاستدانوں کے لیے حقارت کے جذبات موجود ہیں۔ 18 اکتوبر 1999 کو حسین حقانی نے ''ضرورت ہے کھرے لوگوں کی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے تجزیہ کرتے ہوئے لکھا کہ آخر کا نواز شریف کی بادشاہت کا خاتمہ ہو ہی گیا، نواز شریف اپنے اقتدار کو مضبوط سے مضبوط بنانے اور

مستحکم کرنے کے چکر میں اپنے اختیارات کھو بیٹھے اور فوج کی کمان ایسے تبدیل کرنے کی کوشش کی جیسے وہ تھانیدار تبدیل کرتے ہیں۔ جنرل پرویز مشرف کھرے انسان ہیں اور جنرل صاحب ایسے ہی کھرے لوگوں کو حکومت کرنے کا موقع فراہم کریں۔ 18 اکتوبر 1999 کو اسداللہ غالب نے ''کارگل کا ہیرو اور آخری موقع'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف کے 12 اکتوبر 1999 کے پورے اقدام کو بیان کیا اور لکھا ہے کہ شہیدوں کے اہل خانہ کی دعاؤں اور فوج کی بدولت 6 منٹ کی اڑان نے پاکستان بدل دیا۔ 20 کتوبر 1999 کو ڈاکٹر منصور نورانی نے ''اب ہمیں اپنا طرز عمل بدلنا ہوگا'' کے عنوان سے کالم میں لکھا کہ نواز شریف کا دوسرا دور بھی ختم کر دیا گیا اور بے نظیر کی طرح ان کا دوسرا دور بھی آئینی مدت پوری کیئے بغیر ختم کر دیا گیا اور یہ بات بھی حقیقت پر مبنی ہے کہ یہ اقتدار نواز شریف نے بڑے مینڈٹ سے حاصل کیا تھا اور اس کی بناء پر بڑے آمرانداز میں حکومت کی جس کی وجہ سے ملک اور معیشت دونوں تباہ ہو کر رہ گئے۔ کالم نگار نے لکھا ہے کہ اب کسی باہمت انسان نے ملک کو صحیح کرنے کی ہمت ٹھان لی ہے تو ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیئے۔ 20 کتوبر 1999 کو عبدالقادر حسن نے ''جنرل صاحب ہم تیار ہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ ان کی تقریر انتہائی شفاف اور واضح ہے اور اگر انہوں نے انصاف اور قانون کی بالادستی قائم کر دی تو یہ 14 کروڑ عوام کا تعاون ان کے ساتھ ہوگا اور اس تقریر میں سورۃ مائدہ کی آیت پڑھی گئی ہے جو حق اور انصاف کی بات کرتی ہے۔ لہٰذا حق اور انصاف کی خاطر عوام ان کے ساتھ ہیں۔ 20 کتوبر 1999ء کو ارشاد احمد حقانی نے ''باشعور پاکستانی اب کیا چاہتا ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے اپنی رائے دیتے ہوئے لکھا کہ اب باشعور پاکستانی چاہتا ہے کہ جلد از جلد اور تیزی سے ملک کی معیشت کو ترقی دی جائے اور ملک میں ترقیاتی کام اور روزگار بحال ہو اور ٹیکس کلچر شروع کیا جائے۔ 20 کتوبر 1999ء کو عالی رضوی نے ''فوج کو تقسیم کرنے کی سازش'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے نواز شریف کی حکومت پر تنقید کرتے ہوئے لکھا کہ نواز شریف حکومت ملک میں خانہ جنگی چاہتی تھی اور جنرل پویز مشرف کو صرف سری لنکا سے آنے سے روکنا مقصد نہ تھا بلکہ زندگی کے منظر سے غائب کرنا چاہتی تھی جس سے فوج کو تقسم کرنا آسان ہو جاتا۔ 22 اکتوبر 1999ء کو بیرسٹر ظہو بٹ نے ''جنرل صاحب قائداعظم کا پاکستان ہمیں واپس دلوا دیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں کالم نگار نے فوج کے اقدام کی تعریف کی اور کہا کہ ملک پر کھوٹے سکے راج کر رہے تھے اور ملک تباہی سے دوچار تھا اور مشرف کا اقدام جو غیر آئینی کہا جا رہا ہے ویسے کون سا اس ملک میں قانونی کام ہو رہا ہے۔ سیاستدان صرف آئینی حربہ استعمال کرتے ہیں۔ 24 اکتوبر 1999 کو عباس مہکری نے ''جنرل صاحب سے سندھ کی امیدیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ اس کالم میں

کالم نگار نے 12 اکتوبر 1999 کے اقدام کو کچھ خاص اقدام قرار نہیں دیا۔کالم نگار کے مطابق سندھ میں یہ اقدام تو ایک سال قبل 17 اکتوبر 1998 کو گورنر راج کر کے آ چکا تھا، اس اقدام سے سندھ کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی تھی۔ جنرل صاحب سے کالم نگار نے مبصرین کی رائے کے مطابق مطالبہ کیا کہ سندھ کے ساتھ انصاف کیا جائے اور گزشتہ برسوں میں ہونے والی زیادتیوں کا ازالہ کیا جائے اور صوبوں کو ان کا حق دیا جائے۔24 اکتوبر 1999 کو اظہر حسن صدیقی نے ''جنرل پرویز مشرف کے سات نکات۔ایک گزارش ہماری بھی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف کے پیش کردہ سات نکات کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشرف صاحب کی جانب سے جو سات نکات پیش کیئے گئے ہیں وہ واقعی اہم ہیں اور ان کا حل بھی ضروری ہے مگر گزشتہ حکمرانوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی۔مشرف صاحب کو اس سلسلے میں مشکلات ضرور پیش آئیں گی مگر ان کا حل اگر نکال لیا جاتا ہے تو عام آدمی کی زندگی سہل ہو جائے گی۔اپنی گزارش پیش کرتے ہوئے کالم نگار نے مہنگائی کا ذکر کیا اور عام آدمی کو مہنگائی اور کم آمدنی کے مسائل کا سدباب کرنے کا کہا۔3 نومبر 1999 کو سید اشتیاق اظہر نے ''چیف ایگزیکٹو کا دورۂ سعودی عرب و یو اے ای'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورۂ سعودی عرب کی تفصیلات بتانے کے ان کے اقدام کو سراہا اور ملک کے حالات کو زیر بحث لائے۔3 نومبر 1999 کو عبدالقادر حسن نے ''بات صاف ہوگئی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کی تقریر کو موضوع بحث بنایا اور ان کے نکات کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ حکمرانوں نے اپنے مقاصد بالکل واضح کر دیئے۔7 نومبر 1999 کو سید اظہر حسن نے ''چیف ایگزیکٹو کے اثاثوں کا اعلان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کی جانب سے اپنے اثاثے ظاہر کرنے اور عوام کو بتانے کے اعلان کی تعریف کی اور اس عمل کو باقی حکمرانوں کے لیے قابل تقلید عمل قرار دیا۔12 جنوری 2000 کو سلیم یزدانی نے ''کچھ کرنے کے فوری کام'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت کی موجودہ صورتحال کا جائزہ پیش کرنے کے بعد ان کے بہت سے اقدامات کو تنقید کا نشانہ بنایا۔12 جنوری 2000 کو محمد ساجد خاں نے ''عوامی مفاد اور سی ٹی بی ٹی معاہدہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومتی وزیر کے اس بیان کی شدید مخالفت کی اور سی ٹی بی ٹی معاہدے پر دستخط کے حوالے سے جو مہم چلائی جا رہی تھی اس پر تنقید کی۔26 جنوری 2000 کو عبدالقادر حسن نے ''ہم کون ہیں ہمارا تعارف کیا ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر کلنٹن کے دورے پر صدر مشرف کے تبصرے کو مکمل اور بہترین قرار دیا اور کہا کہ اگر وہ امن کے لیے آ رہے ہیں تو ان کو پاکستان آنا چاہیئے اور اگر کسی اور مقصد کے لیے آ رہے ہیں تو بے شک نہ آئیں۔22 مارچ 2000 کو زاہدہ حنا نے ''ایک اور موقع گنوا دیا گیا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر کلنٹن کے دورۂ پاکستان کے موقع پر ملک بھر میں لگائی جانے والی جلسے

جلوسوں کے خلاف پابندی کے خلاف کالم لکھا اور کہا کہ عوام کو اپنی رائے کے اظہار کی آزادی ہونی چاہیے۔24مارچ2000 کو ثروت جمال اصمعی نے''شاہ سے زیادہ شاہ کی وفاداری کیوں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے امریکی صدر کے دورے کے موقع پر حکومت کی جانب سے لگائی جانے والی پابندیوں کے خلاف کالم لکھا اور اسے شاہ سے زیادہ شاہ وفاداری قرار دیا۔27مارچ2000 کو رحمت علی رازی نے''کیا نئے نظام سے حقیقی جمہوریت بحال ہو سکے گی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نئے بلدیاتی نظام پر تنقید کی اور کہا کہ اس سے کسی طرح بھی اختیارات نچلی سطح پر منتقل نہیں ہو سکیں گے۔12اپریل2000 کو پیر محمد فضل حق نے''دہشت گردی،عوام اور حکمران'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک میں دہشت گردی کی حالیہ وارداتوں کا ذکر کیا اور کہا کہ اتنی جانوں کا ضیاع حکومت کی نااہلی کے باعث ہے۔3مئی2000 کو ارشاد احمد حقانی نے''مشرف حکومت کا کردار'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کی حکومت کا جائزہ لیا اور کہا کہ ان کی جانب سے کیے جانے والے بیشتر اقدامات سے تعلیم یافتہ طبقہ خوش ہے اور ان کی رائے مثبت ہے۔7مئی2000 کو اظہر حسن صدیقی نے''مالیاتی نظام کے اعداد و شمار میں اتنا فرق کیوں؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حال ہی میں شائع ہونے والی تین اہم رپوٹوں پر تبصرہ کیا اور کہا کہ ان تینوں رپوٹوں نے حکومتی اداروں کی غلطیوں کا واشگاف اظہار کیا ہے اور سامنے آیا کہ حکومت کتنی بڑی بڑی غلطیاں کر رہی ہے۔12مئی2000 کو آغا مسعود حسن نے''خشک سالی کے متاثرین کی بحالی کا کام'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے تھر میں خشک سالی سے متاثرہ لوگوں کے لیے مرکزی حکومت کی جانب سے کیے جانے والے اقدامات کی تعریف کی جبکہ صوبائی حکومتوں کو تنقید کا نشانہ بنایا۔17مئی2000 کو پیر محمد فضل حق نے''موجودہ حکومت کا ایجنڈا عوام قبول نہیں کریں گے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے سیکولر ایجنڈے پر تنقید کی اور کہا کہ پاکستان کی عوام نظریاتی معاملات میں حکومت کا ایجنڈا قبول نہیں کریں گے۔31مئی2000 کو زاہدہ حنا نے''سات ماہ کی کارگردگی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کی پریس کانفرنس کا تنقیدی جائزہ لیا جس میں انہوں نے اپنے سات ماہ کی کارگردگی پیش کی۔ کالم نگار کا مؤقف ہے کہ حالات مزید خراب ہو رہے ہیں اور معیشت کا پہیہ جام ہو رہا ہے۔12جون2000 کو سعید صدیقی نے''اصلاح احوال کی کوششیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کی حکومت کو وقت کی ضرورت قرار دیا اور کہا کہ ملک جن حالات سے گزر رہا تھا تو ضروری تھا کہ فوج اقتدار سنبھالے۔14جون2000 کو ثروت جمال اصمعی نے''پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک کی موجودہ فوجی حکومت کے سیکولرازم کے ایجنڈے پر تنقید کی اور کہا کہ پاکستان کے عوام اس ایجنڈے کو کبھی قبول نہیں کریں گے اور یہ ملک ہمیشہ اسلامی ملک ہی

رہے گا۔ 25 جون 2000 کو ارشاد احمد حقانی نے ''نیک نام سیاستدانوں سے ملاقاتوں کا ارادہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے اس اعلان کا خیر مقدم کیا جس میں انہوں نے ملک میں مختلف سیاستدانوں سے ملاقات کا اعلان کیا جو اچھی شہرت کے حامل ہیں۔ 5 جولائی 2000 کو ملک الطاف حسین نے ''نظام ناکام، حکمراں کامیاب؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نیب کے سربراہ کے اس بیان پر تنقید کی کہ ملک میں بہتری لانے کے لیے نظام بدلنے کی ضرورت ہے، اس پر کالم نگار کا مؤقف ہے کہ نظام بدلنے کے لیے جنرل صاحبان خود کو بدلیں۔ حکومت کا رویہ مایوس کن ہے۔ 7 جولائی 2000 کو آغا مسعود حسین نے ''مثبت پیشرفت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کی جانب سے سیاسی شخصیات سے ملاقاتوں کو ایک مثبت قدم قرار دیا اور کہا کہ اس طرح ملک میں جمہوریت کی راہ میں حائل مشکلات کم ہوں گی۔ 16 جولائی 2000 کو عباس مہکری نے ''تاریخ کسی کا انتظار نہیں کرتی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے موجودہ حکمرانوں پر شدید تنقید کی اور کہا کہ جس طرح عوام نے نئے حکمرانوں سے امیدیں باندھیں تھیں حکمرانوں نے عوام کو بری طرح مایوس کیا ہے اور ملک کی اقتصادی صورتحال ابتری کا شکار ہے۔ 23 جولائی 2000 کو حسن نثار نے ''آنسوؤں والا آہنی آدمی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے بارے میں ایک واقعہ کا تذکرہ کیا جس میں وہ اپنے والد کی یاد میں رو پڑے تھے، اس کے بعد ان کو عوام کے دکھوں کا احساس دلایا کہ ان پر بھی دو آنسو بہالیں۔ 18 اگست 2000 کو پیر محمد فضل حق نے ''دینی مدارس کے لیے مراعات یا مداخلت کا منصوبہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی طرف سے پیش کردہ مراعاتی پیکج پر تنقید کی اور کہا کہ حکومت اس کے ذریعے مدارس میں مداخلت کرنا چاہتی ہے جو کسی صورت قبول نہیں کیا جائے گا۔ 18 اگست 2000 کو پروفیسر محی الدین نے ''جنرل پرویز مشرف کے پاکستان ساز اقدامات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کی جانب سے پیش کیے جانے والے بلدیاتی نظام کی تعریف کی اور کہا اس سے عوام کے بہت سے مسائل کا خاتمہ ہوگا۔ 28 اگست 2000 کو ثقلین امام نے ''ضلعی حکومتوں کا قیام اور اختیارات کا سرچشمہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے متعارف کردہ بلدیاتی نظام کی تعریف کی اور کہا کہ اس نظام کے آنے سے عوام کی ڈیڑھ سو برس پرانے نظام سے جان چھوٹ گئی ہے۔ 15 ستمبر 2000 کو حسن علی شہزیب نے ''جنرل مشرف کا دورۂ نیویارک'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورۂ امریکا کی تفصیل درج کی اور اس کے ساتھ ان کے اس دورے کی تعریف بھی کی جو کہ ملک کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوگا۔ 18 ستمبر 2000 کو حسین حقانی نے ''محاذ آرائی کی تیاریاں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورۂ امریکا پر تبصرہ کیا اور ساتھ ساتھ ملک کے مجموعی حالات بیان کرنے کے بعد مشرف پر تنقید کی اور کہا کہ عوام اور

سیاستدانوں سے فاصلے بڑھا کر ملک ترقی نہیں کرسکتا۔22 ستمبر 2000 کو جاوید چوہدری نے ''اگر اعتماد نہیں تو۔۔'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف پر تنقید کی اور کہا ہے کہ ملکی ترقی کسی کام کی نہیں جب حکمرانوں کو عوام پر اعتماد ہی نہیں۔24 ستمبر 2000،کو عباس مہکری نے ''مصنوعی سہارا ہمیں کب تک چلائے گا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت کی معاشی پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ آخر کب تک ہم عالمی اداروں اور ورلڈ بینک وغیرہ کے سہارے چلتے رہیں گے۔11 اکتوبر 2000 کو مشتاق احمد قریشی نے ''کچھ قربانیاں تو دینی پڑیں گی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جمہوری دور کا نقشی بدعنوانی کی تفصیلات بتا کر موجودہ حکومت کی مشکلات کا ذکر کیا اور کہا کہ حالات بالکل بہتر تو نہیں ہوئے لیکن پہلے سے بہت بہتر ہیں۔13 اکتوبر 2000 کو پیر محمد فضل حق نے ''حکومت کی ایک سالہ کارگردگی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت کی ایک سالہ کارگردگی کا تنقیدی جائزہ لیا اور کہا کہ حکومت نے عوام کو وعدوں کے سوا کچھ نہیں دیا۔بہتر یہی ہے کہ حکمران سرحدوں کی حفاظت کا کام کریں اور حکومت سیاسی جماعتوں کے حوالے کردیں۔15 اکتوبر 2000 کو عباس مہکری نے ''حکمرانوں کی شاہ خرچیاں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے بیوروکریسی اور حکمرانوں کے اخراجات کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا ایک غریب ملک کے حکمران اگر اس طرح کی شاہ خرچیاں کریں گے تو عوام کا یہی حال ہوگا جو آج ہے۔25 اکتوبر 2000 کو مختار احمد بٹ نے ''بھاری مشاہروں پر مشیر رکھنے کی غلط روایت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے گزشتہ ہفتے وفاقی کابینہ میں ہونے والی توسیع کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ غریب ملک میں اس قدر بھاری مشاہروں پر مشیروں کی فوج رکھنا کہاں کا انصاف ہے۔5 نومبر 2000،کو عباس مہکری نے ''مقامی حکومتیں،تجربوں پر تجربے کیوں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے ضلعی نظام میں حکومت کی جانب سے ہونے والی بار بار کی تبدیلی پر کڑی تنقید کی اور کہا کہ حکومت نے بغیر ہوم ورک کیے یہ نظام متعارف کروادیا جس کی وجہ سے یہ مسائل ہو رہے ہیں۔15 نومبر 2000 کو ارشاد احمد حقانی نے ''مشرف حکومت کے عمل احتساب کا ایک سال'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے مشرف حکومت کی نیب کی کارگردگی کا تجزیہ کیا اور کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ حکومت نے کرپشن کے خلاف بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔17 نومبر 2000 کو سلیم یزدانی نے ''جنرل مشرف کا درست فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے ڈاکٹروں کو باہر بھیجنے کے حوالے سے جو مسئلہ پیدا ہوا ہے اس میں مداخلت کر کے حل کرنے پر ان کی تعریف کی۔ 26 نومبر 2000،کو ارشاد احمد حقانی نے ''صرف گورنر صفدر نہیں،جنرل مشرف بھی ڈنڈا پکڑیں'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بدعنوانی کے خلاف مہم تیز کرنے کی تجویز دی اور کہا کہ گورنر پنجاب کی طرح وہ بھی سختی کریں۔18 دسمبر 2000 کو جاوید چوہدری نے ''نیشنل انٹرسٹ'' کے

عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے نواز شریف ڈیل پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ اب وہ سب قرضے اور جرائم جو نواز شریف نے کیے تھے وہ کہاں گئے؟ نیشنل انٹرسٹ کے نام پر مفاد پرستی کی جا رہی ہے۔22 دسمبر 2000 کو مشتاق احمد قریشی نے ''کیسا وقار کہاں کا وقار'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے نواز شریف کے ساتھ ڈیل کو حکومت کی معاملہ فہمی اور حب الوطنی قرار دیا اور کہا کہ کچھ لوگ صرف تنقید کرنا جانتے ہیں۔24 دسمبر 2000 کو اظہر حسن صدیقی نے ''چیف ایگزیکٹو کا خطاب'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کے حالیہ خطاب پر طنز کرتے ہوئے کہا کہ عوام کی جو توقعات تھیں وہ پوری نہیں ہو سکی۔24 جنوری 2001 کو زاہدہ حنا نے ''قوم کا نقصان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے ۱۲ اکتوبر کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کا تنقیدی تجزیہ کیا اور ملک میں بے چینی کی جو صورتحال ہے اس کو فوج کی سیاست میں مداخلت کا نتیجہ قرار دیا۔26 جنوری 2001 کو آغا مسعود حسین نے ''وزارت خارجہ آنکھیں کھولے'' کے عنوان سے کالم میں کہا کہ دنیا بھر میں وزارت خارجہ اور وزارت تجارت کے درمیان گہرے مراسم ہوتے ہیں اور دونوں وزارتیں مل کر کام کرتی ہیں جس سے تعلقات قائم کرنا آسان ہوتا ہے لیکن پاکستان میں وزارت خارجہ بغیر کسی باہمی مشاورت کے معاملات چلاتی ہے جس سے ملک کو نقصان ہوتا ہے۔ 28 جنوری 2001 کو اظہر حسن صدیقی نے ''ملازمتوں میں چھانٹی اور بھرتی۔دو متضاد فیصلے'' کے عنوان سے لکھے گئے کالم میں حکومتی پالیسی پر تنقید کی جس کے تحت ایک طرف تو لوگوں کو نوکریوں سے نکال کر بے روزگار کیا جا رہا تھا اور دوسری طرف لاکھوں روپے تنخواہوں سے نئے من پسند افراد کو ملازمت پر رکھا جا رہا تھا۔ 9 فروری 2001 کو جاوید چوہدری نے ''جنرل پرویز مشرف سے ایک طویل ملاقات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف سے ہونے والی تفصیلی ملاقات کی روداد لکھی جس میں ان کی جانب سے پاکستان کے مسائل پر ہونے والی بات چیت کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا کہ انہوں نے جس طرح کی حکمت عملی بتائی اس سے تو لگتا ہے مسائل ہو جائیں گے۔14 فروری 2001 کو مختار احمد بٹ نے ''فوج کو گند صاف کرنے دیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے پچھلے فوجی ادوار کی کارگردگی بیان کرنے کے بعد سیاستدانوں کے کارناموں کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس ملک میں ہمیشہ فوج نے ہی مشکل وقت میں سنبھالا ہے، اس لیے میری تجویز تو یہ ہے کہ فوج کو گند صاف کرنے دیں۔4 مارچ 2001 کو اظہر حسن صدیقی نے ''زلزلے اور مہنگائی کے جھٹکے'' کے عنوان کے تحت کالم میں بھارت اور پاکستان میں زلزلے کا ذکر کرنے کے بعد ملک میں ہونے والی مہنگائی کو بھی زلزلے کے جھٹکے سے تشبیہ دی ہے اور اس کے علاوہ حکومت کی طرف غلط اعداد و شمار پیش کرنے پر بھی اسے تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔11 مارچ 2001 کو اظہر حسن صدیقی نے ''آئی ایم ایف سے چھٹکارا کب حاصل ہوگا؟'' کے عنوان سے کالم تحریر کیا۔کالم نگار نے حال میں وزیر خزانہ اور

سیکریٹری خزانہ کی جانب سے دیئے جانے والے بیانات کی روشنی میں کالم لکھا اور کہا کہ بیانات تو اچھے دیئے جا رہے ہیں لیکن چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے جن اقدامات کی ضرورت ہے وہ نہیں کیے جا رہے۔ 14 مارچ 2001 کو ارشاد احمد حقانی نے ''مدیران جرائد کے ظہرانے سے جنرل پرویز مشرف کا خطاب'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل پرویز سے مدیران کی ہونے والی ملاقات کا احوال لکھا ہے اور ساتھ ساتھ ان کی ان باتوں کا ذکر کیا جس سے وہ متاثر ہوئے ہیں، جن میں ملک کے مسائل کا ادراک، خارجہ پالیسی میں بہتری، صاف گوئی اور خود اعتمادی کی تعریف کی ہے۔ 18 مارچ 2001 کو عبدالقادر حسن نے ''تو نہیں اور سہی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ایک حقیقت پسند انسان ہیں اور جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھاتے ہیں۔ لیکن کالا باغ ڈیم کے حوالے سے بھی تھوڑا سخت فیصلے کرنے ہوں گے۔ 26 مارچ 2001 کو عبدالقادر حسن نے ''صرف ٹیکس ہی کیوں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر خزانہ کے زرعی زمینوں پر ٹیکس لگائے جانے کے بیان پر تنقیدی کالم لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمیشہ صرف ٹیکس کی بات ہی کیوں کی جاتی ہے، حکومتی اخراجات کم کرنے کی بات کیوں نہیں کی جاتی۔ صدر ہاؤس اور وزیر اعظم ہاؤس کے اخراجات کم ہونے چاہیے۔ 2 اپریل 2001 کو مختار احمد بٹ نے ''گراف اوپر جا سکتا ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی ۱۸ ماہ کی کارگردگی کا جائزہ لے کر کہا ہے کہ حکومتی کارگردگی اتنی بھی بری نہیں جتنی پیش کی جا رہی ہے۔ بس کچھ شعبہ جات ہیں جن پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ 4 اپریل 2001 کو زاہدہ حنا نے ''آئین کو الزام نہ دیں کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے آئین میں تبدیلی کی بازگشت پر کالم لکھا اور کہا ہے کہ آئین کو چھیڑنے کے بجائے ملک کے دیگر مسائل کو حل کرنے پر توجہ دی جائے جن میں مہنگائی اور امن وامان جیسے مسائل پر توجہ دیں۔ 15 اپریل 2001 کو عباس مہکری نے ''تشویشناک انکشاف'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پاکستان کے غریب ممالک کی فہرست میں 37 نمبر آنے پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا کہ ملک میں مہنگائی اور بے روزگاری میں بے حد اضافہ ہو رہا ہے اور لوگوں کو بہت سی توقعات وابستہ تھیں لیکن حکومت نے کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جس سے ملک میں خوشحالی آتی۔ 23 اپریل 2001 کو خورشید ندیم نے ''جنرل پرویز مشرف اور منصب صدارت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پرویز مشرف کے صدر بننے کے لیے کی جانے والی کوششوں پر طنز کیا ہے اور تجویز دی ہے کہ اقتدار میں رہنے کے بہانے ڈھونڈنے کے بجائے سیاستدانوں کے سپرد کر کے سرخرو ہو جائیں۔ 29 اپریل 2001 کو عباس مہکری نے ''قومی ایئر لائن کو بحال کرنے کا فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے پی آئی اے کو بحال کرنے کے حوالے سے کیے جانے والے اقدامات کی تائید کی ہے اور خورشید انور کی نامزدگی پر خوشی کا ظہار کیا ہے۔ 14 مئی 2001 کو حسین حقانی نے ''ضرورت ہے ملک چلانے

والوں کی'' کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے جنرل مشرف اور ایوب خان کا تقابلی جائزہ لے کر کہا ہے کہ جرنیل جب بھی آتے ہیں تو وہ شروع میں نجات نادہندہ بن کر آتے ہیں لیکن پھر جانے کا نام ہی نہیں لیتے۔اس لئے مشرف صاحب بھی اسی موڈ میں نظر آتے ہیں۔ہمیں ملک کے نجات نادہندہ کی نہیں بلکہ ملک چلانے والوں کی ضرورت ہے۔16 مئی 2001 کو پیر محمد فضل حق نے ''حکومتی دعوے اور اقدامات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے کالم میں لکھا ہے کہ حکومت ایک طرف تو اتنے بڑے بڑے دعوے کرتی ہے لیکن دوسری طرف حکومتی کارکردگی صفر ہے،عوام تو اب دعووں کے عادی ہو چکے ہیں۔21 مئی 2001 کو رحمت علی رازی نے ''پھر دیا جائے گا لوگوں کو فریب آرزو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کے بی بی سی کو دیے جانے والے انٹرویو کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے کہا کہ فوج واپس چلی جائے گی اور جمہوریت کو فروغ دیا جائے گا۔لیکن ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا،حکومت کی کارکردگی صفر ہے نہ کوئی ترقیاتی کام ہو رہے ہیں اور نہ ہی کرپشن کی روک تھام۔27 مئی 2001 کو مختار احمد بٹ نے ''پاکستان کی کامیاب خارجہ پالیسی کا ثبوت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے بھارت کی طرف سے دی جانے والی مذاکرات کی دعوت کو پاکستانی حکومت کی کامیاب خارجہ پالیسی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ آج سے پہلے بھارت بات کرنے کا بھی روادار نہیں تھا لیکن اب اس نے باقاعدہ دورے کی دعوت دی ہے۔3 جون 2001 کو حسن نثار نے ''وزیر داخلہ کے ساتھ اظہار یکجہتی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وفاقی وزیر داخلہ کے انتہا پسندی کے خلاف دیے جانے والے بیان کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ پاکستان کی ۹۹ فیصد عوام کے دل کی آواز ہے۔11 جون 2001 کو ارشاد احمد حقانی نے ''مذہبی انتہا پسندی اور جنرل پرویز مشرف'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کی انتہا پسندی کے خلاف پالیسیوں کی حمایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں لینا چاہیے کہ وہ کشمیر کی جدوجہد کے خلاف ہیں۔18 جون 2001 کو حسین حقانی نے ''سیاستدانوں کو اعتماد میں لینے کے فوائد'' کے عنوان سے کالم تحریر کیا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورۂ بھارت سے پہلے سیاستدانوں سے مشورہ کرنے کی جو بات کی ہے اس کی حمایت میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے اس طرح کے اقدامات سے ملک میں جمہوریت کو فروغ ملے گا اور سیاست دان بھی سیاسی عمل کا حصہ بن سکیں گے۔24 جون 2001 کو اظہر حسن صدیقی نے ''بجٹ میں مہنگائی کے سوا کیا ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وفاقی بجٹ پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ حکومت نے تنخواہوں میں اضافہ کا اعلان تو چند ماہ بعد سے کیا ہے لیکن مہنگائی ابھی سے کر دی ہے۔پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ نہیں کیا گیا تھا وہ بھی کر دیا گیا ہے۔دراصل بجٹ کے اس فرسودہ طریقے کو بدلنے کی ضرورت ہے۔25 جون 2001 کو مشتاق احمد قریشی نے ''عزت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے اسلام آباد میں مختلف لوگوں سے

ملاقات کے دوران جنرل مشرف کے حوالے سے جو تاثرات تھے وہ قلمبند کیے ہیں اور کہا ہے کہ اس تبدیلی کے حوالے سے لوگوں کی رائے مثبت ہے۔اس لیے ہم بھی اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ جنرل صاحب ملک کی خدمت کریں۔2 جولائی 2001 کو حسین حقانی نے ''پائیدار مشاورت کی بنیاد رکھنے پر غور کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورۂ بھارت سے پہلے ہونے والی مشاورت کی تعریف کی ہے اور ساتھ ساتھ ان کو مشورہ دیا ہے کہ آئندہ بھی ملکی معاملات میں ملک کے مختلف طبقات سے مشاورت ضرور کیا کریں۔23 جولائی 2001 کو حسین حقانی نے ''سیاسی اقتصادی اداروں کو مضبوط بنانے کی ضرورت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف کے دورۂ بھارت کی تعریف کی اور کہا ہے کہ ان کے دورے سے پوری دنیا میں کشمیر کے مسئلے کو پزیرائی ملی ہے۔ساتھ تجویز دی ہے کہ اس طرح کے مضبوط مؤقف پیش کرنے کے لیے ملک کی اقتصادی حالت کا بہتر ہونا بہت ضروری ہے۔23 جولائی 2001 کو پیر محمد فضل حق نے ''جنرل مشرف نے پاکستان کے موقف سے انحراف نہیں کیا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کے دورۂ بھارت پر تبصرہ کرتے ہوئے کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے پاکستان کا مؤقف بہترین طریقے سے پیش کیا ہے اور ساتھ ساتھ آئندہ مذاکرات کے لیے بھی امکانات چھوڑے ہیں۔29 جولائی 2001 کو اظہر حسن صدیقی نے ''اور اب بیواؤں اور ضعیفوں پر بھی انکم ٹیکس'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جلد بازی سے تیار کیے گئے نئے انکم ٹیکس قوانین پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ بیچارے ضعیفوں اور بیواؤں کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔اور سب سے زیادہ ناانصافی محدود آمدنی والے طبقے کے ساتھ کی گئی ہے۔15 اگست 2001 کو پیر محمد فضل حق نے ''بلدیاتی انتخابات اور اس کے بعد'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے نئے بلدیاتی نظام کا تجزیہ کیا ہے اور کہا ہے کہ انتخابات تو مکمل ہو گئے ہیں اب ان کے اثرات دیکھنا ہوں گے لیکن لوگوں کا کہنا یہی ہے کہ اس نظام سے وفاق کمزور ہوگا اور صوبائی عصبیت میں اضافہ ہو گا۔نسلی اور لسانی جماعتوں کو پنپنے کا زیادہ موقع ملے گا۔5 ستمبر 2001 کو ارشاد احمد حقانی نے ''نئی ٹاسک فورس۔۔عظیم مقصد کے لیے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں کالم نگار نے ڈاکٹر نسیم اشرف کی سربراہی میں بننے والی ٹاسک فورس کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا مقصد نوجوانوں کو تعلیم اور ہنر سے آشنا کرنا بھی ایک بڑا مقصد ہے۔اور جنرل مشرف کا یہ اقدام لائق تحسین ہے۔9 ستمبر 2001 کو عباس مہکری نے ''قومی اداروں کو بچانے کی پالیسی اپنائیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔اس کالم میں کالم نگار نے این ڈی ایف سی کو نیشنل بینک میں ضم کرنے کے اقدام پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ بیچارے کھاتیداروں کو شدید مشکل میں ڈال دیا گیا ہے۔جب حکومت آئی تھی تو کہا تھا کہ معاشی حالات ٹھیک ہو جائیں گے،لیکن اس اقدام سے تو معیشت کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔15 اکتوبر 2001 کو حسین حقانی نے ''قومی مفاد کا تعین'' کے عنوان سے

کالم لکھا۔کالم نگار نے دہشت گردی کی جنگ میں امریکا کا ساتھ دینے کی تعریف کی ہے لیکن ساتھ میں فوجی حکومت کو اس بات پر تنقید کا نشانہ بنایا ہے کہ جب یہی بات سول حکام کیا کرتے تھے تو مشرف صاحب مانتے نہیں تھے۔24 اکتوبر 2001 کو جاوید چوہدری نے ''واسٹ میجارٹی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے مشرف کے حکومت امریکا کا ساتھ دینے کے فیصلے کی تائید کے لیے جوانہوں نے بیان دیا کہ واسٹ میجارٹی ان کے ساتھ ہے اس پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ واسٹ میجارٹی تو سڑکوں پر اس فیصلے کے خلاف احتجاج کر رہی ہے۔9 جنوری 2002 کو ارشاد احمد حقانی نے ''سپریم کورٹ میں تقرریاں، مشرف حکومت کا خوفناک فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کی طرف سے کی گئی اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی تقرری پر کڑی تنقید کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ یہ کام نئے آنے والے چیف جسٹس کے مشورے سے کیا جانا چاہیے تھا۔ایسے اقدام سے عدلیہ کے کاموں میں مداخلت ہوتی ہے۔11 جنوری 2002 کو ارشاد احمد حقانی نے ''کشمیر کمیٹی کا احیا۔حسن انتخاب'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے پاک بھارت کشیدگی کے اس اہم موڑ پر حکومت پاکستان کی جانب سے کشمیر کمیٹی کے احیاء کے فیصلے کو قابل تعریف قرار دیا ہے اور ساتھ کمیٹی کے چیئرمین کے لیے منتخب کیے گئے فرد کی بھی تعریف کی ہے۔14 جنوری 2002 کو حسین حقانی نے ''اپنوں کی طرف بھی دوستی کا ہاتھ بڑھائیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے مشرف کے اب تک کے اقدامات کی تعریف کی ہے اور خاص کر بھارت کے ساتھ تعلقات بہتر کرنے کے لیے کی جانی والی کوشش کی تعریف کی ہے اور ساتھ میں یہ تجویز بھی دی ہے کہ ملک کے باہر ہی نہیں بلکہ ملک کے اندر بھی سیاسی طاقتوں کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھائیں۔18 جنوری 2002 کو قاضی حسین احمد نے ''جنرل مشرف کی تقریر پر تبصرہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے مشرف کی تقریر پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور ان کے بیشتر اقدامات کو ناممکن قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مساجد اور مدارس کی رجسٹریشن کی جائے یا لاؤڈ اسپیکر پر پابندی لگائی جائے۔اس کے بجائے حکومت کو اپنے اداروں کی اصلاح کرنی چاہیے۔6 فروری 2002 کو جاوید اقبال نے ''ایجنڈے کی تکمیل کی جانب'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے مشرف حکومت کے دوسالہ دور کا تجزیہ کیا ہے اور ان کے کیے گئے وعدوں کو گنوا کر ان کا جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گئے ہیں۔10 فروری 2002 کو اظہر حسن صدیقی نے ''وزیر داخلہ کا عمائدین سے خطاب'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وزیر داخلہ جنرل معین الدین حیدر کے قبائلی عمائدین سے کیے جانے والے خطاب کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ پورے ملک کے شہریوں کے قوانین یکساں ہونے چاہئیں۔3 مارچ 2002 کو عباس مہکری نے ''غیر معمولی کارنامہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے پی آئی اے کے منافع بخش ادارے بننے کی خبر پر موجودہ حکومت کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حکومت ہی کا

کارنامہ ہے کہ اس نے ایسے فرد کا ادارے کے سربراہ کے طور پر انتخاب کیا جس نے اپنی محنت سے ادارے کو منافع بخش بنا دیا۔ 17 مارچ 2002 کو عبدالقادر حسن نے ''وزارت عظمی کے طالبان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے فوجی حکومت پر طنزیہ کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ فوجی حکومت نے انتخابات سے پہلے ہی سیاستدانوں کو تمام صورتحال بتا دی ہے کہ مضبوط عہدے اور اختیارات مشرف کے پاس ہی رہیں گے۔ 25 مارچ 2002 کو حسین حقانی نے ''سیاست کی گاڑی کو چلنے دیا جائے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے ریفرنڈم کے فیصلے پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ جنرل صاحب کو چاہیے کہ وہ آئینی طریقے سے جو کرنا چاہتے ہیں کر لیں لیکن سیاست کی گاڑی کو چلنے دیں۔ 7 اپریل 2002 کو ارشاد احمد حقانی نے ''ریفرنڈم کرانے کا فیصلہ۔۔مضمرات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مشرف کے دور میں حکومتی نظم و نسق کے بہتر ہونے کی تعریف کی ہے لیکن کہا ہے کہ ان کے بقیہ اقدام یعنی اپنی حکومت کو طول دینے کے اقدامات بالکل غیر آئینی ہیں۔ 12 اپریل 2002 کو آغا مسعود حسین نے ''جنرل صاحب کی خیر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کی تعریف میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ آپ کو ریفرنڈم کی ضرورت ہی نہیں تھی کیوں کہ عوام پہلے ہی آپ کے ساتھ اور نتیجہ بالکل واضح ہے کہ آپ جیت جائیں گے۔ 17 اپریل 2002 کو ارشاد احمد حقانی نے ''جنرل مشرف درست اضطراری اور غلط ارادی فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مشرف کے ریفرنڈم کے فیصلے کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے اس کے جتنے بھی استدلال پیش کیے جائیں لیکن یہ رہے گا پھر بھی غیر قانونی۔ اور دنیا میں پہلی دفعہ ایسا ہوگا کہ لوگ بغیر ووٹر لسٹوں کے ووٹ ڈالیں گے۔ 20 مئی 2002 کو خلیل احمد نینی تال والا نے ''ایک ستم اور مری جاں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کی حکومت کے دور میں ہونے والی مہنگائی کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابھی تو عوام مہنگائی کے جال سے ہی نہیں نکل پا رہی کہ پیٹرول ۱۷ فیصد مہنگا کرنے کا اعلان کر دیا گیا ہے جو کہ عوام پر بم کی طرح گرا ہے۔ 23 جون 2002 کو اظہر حسن صدیقی نے ''وفاقی بجٹ۔۔اس تکلف کی بھی کیا ضرورت تھی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی طرف سے پیش کیے جانے والے بجٹ کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ ایسا بجٹ پیش کرنے سے تو اچھا تھا کہ حکومت یہ زحمت ہی نہ کرتی۔ 19 جولائی 2002 کو سلطان برق نے ''صدر صاحب کی تقریر کا تنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پچھلے دنوں کی جانے والی صدر مشرف کی تقریر کا تنقیدی تجزیہ کیا ہے اور اس میں بیشتر حقائق بیان کیے ہیں کہ غربت میں تو کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ مہنگائی میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کرپشن میں بھی دوبارہ اضافہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔ 22 جولائی 2002 کو جاوید چوہدری نے ''اعلان اور دورے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے میر والا میں ہونے والے مختاراں مائی کے واقع پر کیے جانے والے

دورں پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ کیا ہر گاؤں کی خواتین کو اس طرح کی قربانی دینی پڑے گی اپنے گاؤں کی ترقی کے لیے۔ ملک میں کام کسی واقع کے نتیجے میں نہیں ہونا چاہیے۔ 26 جولائی 2002 کو مرزا اختیار بیگ نے ''ایک امید افزا فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے گوادر کو حکومت کی جانب سے ڈیوٹی فری پورٹ بنانے کے فیصلے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ اس کے طویل مدتی اثرات مرتب ہوں گے۔ 31 جولائی 2002 کو پروفیسر خورشید نے ''آئینی ترمیم، ایک جائزہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مجوزہ آئینی ترمیم کے مختلف نکات پر تجزیہ کیا ہے جس میں زیادہ توجہ فوج کی ملکی سیاست میں شمولیت کے حوالے سے شقوں پر تنقید کی ہے۔ 9 اگست 2002 کو پروفیسر ڈاکٹر محمد اعظم نے ''آئینی ترامیم کے پیکج کا جائزہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کی طرف سے کی جانے والی آئینی ترمیم کا جائزہ لیا ہے اور ان کی طرف سے کی جانے والی ترمیم کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ اس ملک میں بہتری آئے گی۔ 25 اگست 2002 کو کیپٹن محمد صفدر نے ''آئین سے وفاداری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر مشرف کی جانب سے کی جانے والی آئینی ترمیم پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ فوج کو جس طرح سیاست میں رکھنے کے لیے دروازہ کھولا جا رہا ہے اس کے ملک پر بہت برے اثرات مرتب ہوں گے۔ 26 اگست 2002 کو مشتاق احمد قریشی نے ''کچھ نے کہا چہرہ ترا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر کی متعارف کرائی جانے والی آئینی ترمیم کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ سیکیورٹی کونسل کا قیام دراصل فوج کا سیاست میں داخلہ روکنے کے لیے انتہائی مناسب طریقہ ہے۔ 2 ستمبر 2002 کو حسین حقانی نے ''آئینی ترمیم اور عام انتخابات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ہلکے پھلکے لہجے میں مشرف کی آئینی ترمیم پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ مشرف نے اس ترمیم کے ذریعے سارے آمروں والے اختیارات لے لیے ہیں۔ 2 ستمبر 2002 کو سلطان برق نے ''غربت کے خاتمے کے لیے صدر صاحب کا ایجنڈا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر مشرف کی بدعنوانی سے پاک ہونے کی تعریف کی ہے اور ساتھ ساتھ ان کو غربت کے خاتمے کے لیے چند تجاویز بھی دیں ہیں۔ 13 اکتوبر 2002 کو اظہر حسن صدیقی نے ''اعداد و شمار کی بحث حقیقت کیا ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے الیکشن کے بعد حکومت کی طرف سے پیش کیے جانے والے ترقی کے حوالے سے اعداد و شمار پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ اگر واقعی میں ہی ترقی ہوئی ہے تو نظر کیوں نہیں آرہی۔ 21 اکتوبر 2002 کو حسن صدیقی نے ''گیارہ ارب روپے کی اسمبلیاں اور عوام'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مشرف پر انتخابات کروانے پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ غریب عوام کے مسائل حل کرنے کے بجائے ان فضول کاموں پر عوام کا پیسہ لگا دیا گیا ہے۔ 11 نومبر 2002 کو حسین حقانی نے ''سیاست کو موقع تو دیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مشرف اور فوج کے سیاسی امور میں ناکامی پر

تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ فوج کا یہ کام نہیں ہے اس لیے وہ سیاسی جماعتوں کو کام کرنے دیا جائے تا کہ ملک میں جمہوریت بحال ہو جائے۔13 نومبر 2002 کو مشتاق احمد قریشی نے ''مثبت پیشرفت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے انتخابات کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کو جنرل مشرف نے جس طرح افہام وتفہیم سے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کررہے ہیں اس پر ان کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وہ تو تمام سیاسی جماعتوں کو برابری کی سطح پر لے کر چل ہیں۔24 نومبر 2002 کو عباس مہکری نے ''صدر مشرف کی خواہش کے مطابق بنی حکومت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے مشرف کے کرائے گئے انتخابات کے بعد بننے والی حکومت کو ان کی خواہشات پر بنی حکومت کہا ہے اور طنز کرتے ہوئے کہا ہے جیسے وہ چاہتے تھے ویسا ہی ہو گیا ہے، لیکن ہماری دعا ہے کہ اب ملک سے بے روزگاری اور غربت کا خاتمہ ہو۔16 دسمبر 2002 کو مشتاق احمد قریشی نے ''عوامی بھلائی کی طرف پہلا قدم'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وزیر اعظم جمالی کی زیر صدارت ہونے والے کابینہ کے پہلے اجلاس میں کیے گئے فیصلوں کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ بہت عرصہ بعد عوام کو ریلیف ملا ہے اور مہنگائی میں کمی کے امکانات واضح ہو گئے ہیں۔20 دسمبر 2002 کو ارشاد احمد حقانی نے ''نئی حکومت جنرل مشرف کا شاہکار'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے انتخابات کے بعد بننے والی حکومت کی صورتحال بتا کر مشرف پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ ان کے تین سالہ دور سے جو نظام برآمد ہوا ہے اس سے کوئی بے وقوف ہی اچھے کی امید رکھ سکتا ہے۔25 دسمبر 2002 کو بے نظیر بھٹو نے ''ہماری خارجہ پالیسی اور خطے کی صورتحال'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے موجودہ حالات میں پاکستان کی خارجہ پالیسی پر بحث کی ہے اور بھارت سے تعلقات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ جمہوری دور میں تعلقات کو پروان نہیں چڑھنے دیا جاتا اور اب کوشش کی جارہی ہے۔6 جنوری 2003 کو ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ نے ''معیشت کو داؤ پر لگا کر فیصلے نہ کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے قومی بچت کی اسکیموں پر شرح منافع کی کمی کے حکومتی اعلان کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ معیشت کی بہتری کے لیے اور بہت سے اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔13 جنوری 2003 کو حامد میر نے ''عراق کے بعد پاکستان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے امریکا کے مختلف اداروں کی جانب سے پاکستان پر لگائے جانے والے الزامات کا جواب نہ دینے پر وزیر خارجہ اور صدر مشرف پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ ان کو صحیح جواب دینا چاہیے۔19 جنوری 2003 کو عباس مہکری نے ''زیب النساء کی موت کا ذمہ دار کون'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے زیب النساء جو کہ دل کے عارضہ میں مبتلا تھی اور پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے علاج نہ کرواسکی اور موت کے منہ میں چلی گئی، کے کیس کو سامنے رکھ کر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔5 فروری 2003 کو عظیم ایم میاں نے ''وزیر خارجہ کا دورۂ امریکا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وزیر خارجہ محمود قصوری کے دورہ امریکا کی تعریف میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے

کہ انہوں نے وہاں موجود پاکستانیوں کے مسائل کا ہر فورم پر تذکرہ کیا اور پاکستان کے حوالے سے امداد کے تسلسل پر بھی بات کی۔10 فروری 2003 کو ممتاز احمد تارڑ نے ''صدر مشرف کے وعدے، حقائق کے آئینے میں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر مشرف کی جانب سے کیے جانے والے وعدوں کا تذکرہ کیا ہے اور موجودہ صورتحال میں ان ووعدوں کو یاد دلا کر کہا ہے کہ کوئی بھی وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔13 اپریل 2003 کو اظہر حسن صدیقی نے ''دوائیں سستی کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ادویات کی بڑھتی ہوئی قیمتوں پر حکومت پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ غریب آدمی کے لیے علاج کروانا بھی مشکل ہو گیا ہے، اور وزیر اعظم اس پر کمیٹی تشکیل دیتے جا رہے ہیں۔30 اپریل 2003 کو ڈاکٹر صفدر محمود نے ''غیر مہذب اسمبلی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے بیان کہ میں غیر مہذب اسمبلی سے خطاب نہیں کروں گا، طنزیہ کالم لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ خود ہی اسمبلیاں بنا کر ان کو غیر مہذب کہنا کہاں کا اصول ہے۔11 مئی 2003 کو ارشاد احمد حقانی نے ''وزیر اعظم اور وزیر خارجہ کی یقین دہانی پر اعتماد کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پاک بھارت مذاکرات اور کشمیر کے حوالے سے کرائی جانے والی وزیر اعظم اور وزیر خارجہ کی یقین دہانیوں کو قابل یقین قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ عوام کو بھی ان پر یقین رکھنا چاہیے۔18 مئی 2003 کو اظہر حسن صدیقی نے ''غربت میں کمی کی تجاویز پر پھر غور'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے غربت مٹاؤ پروگرام کے حوالے سے وزارت خزانہ کے اجلاس کی تعریف کی ہے اور کہا ہے وزیر خزانہ اتنے قابل ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو اس پروگرام کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔26 مئی 2003 کو ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ نے ''ترقیاتی چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے حوصلہ افزا اقدامات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے اس ہفتے ''وزیر اعظم اور ان کے وزراء کے کراچی کے دورے'' کے عنوان سے کالم لکھا اور کہا ہے کہ جس طرح وزیر اعظم اور ان کی ٹیم ان دو دنوں میں کراچی میں مصروف رہی تو اس سے محسوس ہوتا ہے کہ حکومت وقت اقتصادی ترقی کے حوالے سے سنجیدہ ہے۔9 جون 2003 کو رحمت علی رازی نے ''بے روزگاری کا بھی تو کچھ کیجئے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری کی طرف حکومت کی توجہ دلانے کی کوشش کی ہے اور اسی سلسلے میں حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔11 جون 2003 کو جیون خان نے ''غریبوں کی سنو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک میں غریبوں کی بے بسی کا ذکر کرنے کے بعد حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے ان کے لیے اسکیمیں متعارف کروانی چاہئیں۔13 جون 2003 کو جاوید چوہدری نے ''سرکاری بوڑھے اور غیر سرکاری بوڑھے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے سرکاری ملازمین کو ملنے والی پنشن پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ پنشن سب بوڑھوں کے لیے ہونی چاہئے۔ 15 جون 2003 کو اظہر حسن صدیقی نے ''عوام کی حالت میں کب بہتری آئے گی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔

کالم نگار نے حکومت کی جانب سے سرکاری فلیٹس میں رہنے والوں کے کرائے میں اضافے کے خلاف کالم لکھا ہے اور حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ امیر تو امیر ہوتے جا رہے ہیں جب کہ غریب بیچارہ پستا جا رہا ہے۔ 16 جون 2003 کو ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ نے ''سرمایہ کار دوست بجٹ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی جانب سے پیش کیے جانے والے بجٹ کو سرمایہ کار دوست بجٹ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حکومت نے تاجروں کے دیرینہ مسائل حل کر دیے ہیں۔ 14 جولائی 2003 کو حسین حقانی نے ''کامیاب دورے کامیاب حکمرانی کا متبادل نہیں ہوتے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل پرویز مشرف کے طویل غیر ملکی دوروں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ ان طویل ترین دوروں سے بہتر ہے کہ ملک کی حکمرانی پر توجہ دیں جہاں مسائل کا ایک انبار لگا ہوا ہے۔ 20 جولائی 2003 کو خالد خان نے ''صرف ایک آئینہ چاہیے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کسی کالم کا جواب دیتے ہوئے حکومت کی تعریف کی ہے اور حکومت کی جانب سے کیے گئے اہم اقدامات کا تذکرہ بھی کیا ہے اور کہا ہے کہ حکومتی پالیسی اس وقت سب سے بہترین ہے۔ 21 جولائی 2003 کو رحمت علی رازی نے ''امن وامان کی خواہش اور موجودہ انتظامیہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے امن وامان کے حوالے سے دیئے گئے بیان کو موضوع بناتے ہوئے کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ صرف پولیس والوں پر انحصار کر کے حالات ٹھیک نہیں کیے جا سکتے۔ 23 جولائی 2003 کو عبدالقادر حسن نے ''پھر وہی ٹریکٹر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے پرانے ٹریکٹر درآمد کرنے کے فیصلے کے خلاف کالم لکھا ہے اور کہا کہ اس سے مقامی صنعت کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔ 6 اگست 2003 کو ارشاد احمد حقانی نے ''صدر مشرف سے ملاقات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر جنرل مشرف سے ہونے والی ملاقات کا احوال تحریر کیا ہے اور اس میں بیشتر موقعوں پر ان کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ 24 اگست 2003 کو اظہر حسن صدیقی نے ''اردو بطور دفتری زبان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے اردو کو دفتری زبان بنائے جانے کے حوالے سے اجلاس بلانے کے فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے اور اس کام پر حکومت کی تعریف کی ہے۔ 5 ستمبر 2003 کو آغا مسعود حسین نے ''جنرل پرویز مشرف کا دورۂ سندھ اور کالا باغ ڈیم'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے سیلاب کے بعد جنرل مشرف کے دورۂ سندھ کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی وہاں کی گئی باتوں کی تعریف کی ہے۔ 12 ستمبر 2003 کو سید انور قدوائی نے ''ملاوٹ سیاست اور حکمراں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے ملاوٹ کے خلاف حالیہ ایکشن کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ لگتا ہے وزیر اعظم واقعی اس مسئلے سے نمٹنا چاہتے ہیں۔ 10 اکتوبر 2003 کو مشتاق احمد قریشی نے ''احتساب بیورو کارگردگی کا ایک پہلو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے الائنس موٹرز فراڈ کے حوالے سے نیب کی کارگردگی کی تعریف کی اور کہا ہے کہ اس کیس کے حل ہونے سے بے شمار غریبوں کا مسئلہ حل ہو

جائے گا۔ 15 اکتوبر 2003 کو حسن نثار نے ''کنگال سے قارون بننے والے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کے تین سال پورے ہونے پر طنزیہ کالم لکھ کر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ ملک خوشحال ہو گیا ہے اور کرپشن کا بھی خاتمہ ہو گیا لیکن اتنی خاموشی سے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چل رہا۔ 5 نومبر 2003 کو حسن نثار نے ''آئی ایم سارٹکس'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جاوید ہاشمی کی گرفتاری پر حکومت کے خلاف کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ ہمارے ملک میں قانون صرف غریب اور کمزور کو ہی گرفت میں لیتا ہے۔ 5 نومبر 2003 کو زاہدہ حنا نے ''جاوید ہاشمی کی گرفتاری اور حکومتی مؤقف'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جاوید ہاشمی کی گرفتاری پر حکومت نے جو مؤقف اپنایا ہے اس کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اس طرح رکن پارلیمان کے ساتھ سلوک کرنا کہاں کی جمہوریت ہے۔ 10 نومبر 2003 کو حامد میر نے ''اتنی بے چینی کیوں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک کے اندر بے چینی کی وجوہات کا تذکرہ کیا ہے جس میں امن وامان، معاشی حالات، کرپشن وغیرہ شامل ہیں۔ کالم نگار کا مؤقف ہے کہ ان سب کی بنیادی وجہ بیڈ گورننس ہے۔ 23 نومبر 2003 کو نذیر ناجی نے ''دہشت گردی کا سوال'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک میں بڑھتی ہوئی انتہا پسندی پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ آغاز میں تو مشرف کی پالیسیوں سے لگتا تھا کہ وہ انتہا پسندی کا خاتمہ کر دیں گے لیکن اب محسوس ہوتا ہے کہ ان کے دور میں انتہا پسندی میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ 24 نومبر 2003 کو ڈاکٹر اختر حسن خان نے ''پاکستان اسٹیٹ آئل کی نجکاری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پاکستان اسٹیٹ آئل کی کارکردگی پیش کرنے کے بعد اس کی نجکاری کی مخالفت میں کالم لکھا ہے اور حکومت سے اس کو نجکاری والی فہرست سے نکالنے کی اپیل کی ہے۔ 7 دسمبر 2003 کو عباس مہکری نے ''صاف گوئی بجا مگر۔۔'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حال ہی میں صدر مشرف کے بی بی سی کے دیے گئے انٹرویو کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور ان کے جوابات پر بات کرتے ہوئے ان کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ 17 دسمبر 2003 کو عطاء الحق قاسمی نے ''Long live Mushraff'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مشرف پر قاتلانہ حملے پر تنقید کی ہے اور ان کے حق میں لمبی عمر کی دعا دی ہے اور کہا ہے کہ حکمرانوں کو ہٹانے کا یہ طریقہ بہت خطرناک اور غلط ہے۔ 24 دسمبر 2003 کو ارشاد احمد حقانی نے ''ایٹمی سائنسدانوں سے پوچھ گچھ اور مشرف کا کردار'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے ہونے والی پوچھ گچھ پر کالم لکھا ہے اور موجودہ حالات کا تفصیل سے جائزہ لینے کے بعد مشرف کو درست قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے وہی کیا جو ریاست کے حق میں تھا۔ 5 جنوری 2004 کو حسین حقانی نے ''ہر ڈکٹیٹر تنہا ہوتا ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر کو حملے میں بچ جانے پر سلامتی کی دعا دینے کے بعد دنیا کے آمروں کی تاریخ بیان کی ہے اور کہا ہے کہ دنیا بھر میں ڈکٹیٹر تنہا ہی رہ جاتے ہیں۔ اس لیے مشرف چاہے کچھ بھی کر لیں

آخر وقت میں کوئی بھی ان کے ساتھ کھڑا نہ ہوگا۔ 14 جنوری 2014 کو عبدالقادر حسن نے ''یہ نیا پاکستان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کشمیر کے حوالے سے حکومتی بیان کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کو تھوڑی دیر کے لیے الگ کیا جا سکتا ہے پر کڑی تنقید کی اور کہا ہے کہ یہ ملک کی بنیادی خارجہ پالیسی کے اصولوں کے خلاف ہے۔ 23 جنوری 2004 کو اصغر ندیم سید نے ''مشرف اور عدل جہانگیری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے خود ایکشن لینے والے اقدامات کی تعریف کی ہے لیکن ساتھ میں یہ بھی کہا ہے کہ کب تک صدر خود ہر کام کا میں خود مداخلت کریں گے ،نظام کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ 26 جنوری 2004 کو مشتاق احمد قریشی نے ''گھر پیارا گھر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے سرکاری ملازمین کو گھر دینے کے اعلان کا خیر مقدم کیا ہے اور ان کی تعریف میں کالم لکھا ہے۔ 2 فروری 2004 کو مشتاق احمد قریشی نے ''کیا ہم نے خودکشی کا ارادہ کر لیا ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان پر برہمی کا اظہار کیا ہے اور حکومت کے خلاف کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ اپنے ہیروز کے ساتھ ایسا سلوک کر کے ہم برباد ہو جائیں گے۔ 8 فروری 2004 کو عباس مہکری نے ''ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پی آئی اے کے منافع بخش ادارہ بننا پر حکومت کی تعریف کی ہے اور کہا ہے جس طرح مشرف انتظامیہ نے اس ادارے کو منافع بخش بنایا ہے اسی طرح دیگر اداروں پر بھی توجہ دینا ہوگی۔ 9 فروری 2004 کو نذیر ناجی نے ''مشرف کی ڈی بریفنگ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ایٹمی ٹیکنالوجی کی منتقلی والے معاملے کو صحیح سے ہینڈل کرنے کا کریڈٹ مشرف کو دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو معاملات بگڑ جاتے۔ 4 مارچ 2004 کو ارشاد احمد حقانی نے ''خارجہ پالیسی ،حکومتی کارگردگی کا ایک روشن رخ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کہا ہے کہ جہاں میں نے مشرف کی مختلف پالیسیوں کی مخالفت کی ہے وہیں ان کی بہتر پالیسیوں حمایت بھی کرتا ہوں۔ جیسا کہ مشرف حکومت نے پاکستان کی خارجہ پالیسی میں واضح کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ 17 مارچ 2004 کو جاوید چوہدری نے ''حکومتی افراتفری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی افراتفری کا ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ ملک میں اتنی زیادہ مہنگائی، مرغی کی قیمت آسمانوں کو چھو رہی ہے، لوہا اتنا مہنگا کہ خریدنا مشکل ہو گیا ہے۔ لیکن حکومت کی اس طرف کوئی توجہ بھی نہیں۔ 29 مارچ 2004 کو حامد میر نے ''ہوش مندی کا تقاضا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنوبی وزیرستان میں حکومتی آپریشن پر اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ آپریشن کا جواز تو بنتا تھا لیکن طریقہ کار غلط اپنایا گیا ہے جس کے تباہ کن اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ 7 اپریل 2004 کو ارشاد احمد حقانی نے ''وزیر خزانہ شوکت عزیز لیاقت علی خان کی پیروی کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کی شوکت عزیز کو دی جانے والی ہدایات پر ان کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وزیر خزانہ کو بھی چاہیے کہ وہ ان

کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے بجٹ کی تیاری کریں۔14 اپریل 2004 کو محمود شام نے ''نصاب تعلیم، مملکت کی ذمہ داری یا حکومتوں کی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے نصاب تعلیم میں ہونے والی تبدیلیوں پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اگر ایک دوسرے پر الزام لگانے کا طرز عمل رہا تو ہمارے بچوں کا مستقبل تباہ ہو جائے گا۔اور نصاب کے حوالے سے حکومت کو خصوصی توجہ دینی ہوگی۔16 اپریل 2004 کو نذیر ناجی نے ''وردی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر مشرف کے وردی والے معاملے پر طنزیہ کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ حکومتی نمائندوں کو خود سمجھ نہیں آ رہا کہ وہ وردی کے حوالے سے کیا مؤقف اپنائیں۔19 اپریل 2004 کو مرزا اختیار بیگ نے ''پاکستان کی برآمدات کا ایک تجزیہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے سائٹ ایسوسی ایشن کے سیمینار میں اپنے پڑھے جانے والے مقالے کی تفصیلات درج کی ہیں ساتھ ساتھ پاکستان کی برآمدات کے حوالے سے نئی بننے والی پالیسی کی بھی تعریف کی ہے۔26 اپریل 2004 کو سلیم یزدانی نے ''بند ہوتے راستے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے دنیا کے بدلتے ہوئے حالات پر تجزیہ کرنے کے بعد پاکستان کو درپیش چیلنجز کا ذکر کیا ہے اور آخر میں جنرل مشرف کی پالیسیوں کی تعریف کی ہے۔7 مئی 2004 کو جاوید چوہدری نے ''سارے دروازے کھول دیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت پر طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر حکومت مضبوط ہے اور عوام ان کے ساتھ ہے تو پھر ایک شخص کی پاکستان آمد سے اتنا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔26 مئی 2004 کو احمد ندیم قاسمی نے ''عراق میں پاکستانی فوج بھجوانے کا فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وزیر خارجہ کے عراق فوج بھیجنے سے انکار کرنے والے بیان پر ان کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ آخر کار حکومت نے ہمت کا مظاہرہ کر ہی دیا۔28 مئی 2004 کو ارشاد احمد حقانی نے ''وطن عزیز میں جیلوں اور قیدیوں کی حالت زار'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے ملک کے طول عرض میں موجود جیلوں اور قیدیوں کی حالت زار بیان کی ہے اور اس کی خرابی کا ذمہ دار حکومت کو قرار دیا ہے۔4 جون 2004 کو محمد جاوید اقبال نے ''بجٹ ۲۰۰۵ء اور معروضی حقائق'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت کی چار سالہ معاشی کارگردگی کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ چار سال میں ملک کی معاشی مشکلات میں مزید اضافہ ہی ہوا ہے۔اس لیے حکومت کو چاہیے اس دفعہ کے بجٹ میں عوام کا کچھ بھلا کر دے۔9 جون 2004 کو سید انور قدوائی نے ''منزل کی طرف'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے عالمی حالات کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے ۱۱ ستمبر کے بعد سے ملک جن حالات میں گھر گیا تھا اس حساب سے جنرل مشرف نے بہترین پالیسیاں اپنائی۔بس اب ملک میں اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے۔18 جون 2004 کو مشتاق احمد قریشی نے ''وانا آپریشن اور عوامی بجٹ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وانا میں کیے جانے والے آپریشن کی حمایت کی ہے اور ساتھ ساتھ بجٹ کو عوامی قرار دیا ہے اور حکومت کی تعریف کی ہے۔20

جون 2004 کو عبدالقادر حسن نے ''عوام کی جڑوں تک'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کی پالیسوں پر طنزیہ کالم لکھا ہے اور ان کی تقریباً تمام امور پر تنقید کی ہے خاص کر ضلعی نظام اور امور خارجہ وغیرہ پر۔ 5 جولائی 2004 کو مرزا اختیار بیگ نے ''معاشی استحکام کو سیاسی استحکام پر فوقیت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک کی معاشی حالت بیان کرنے کے بعد آئندہ بننے والے وزیراعظم شوکت عزیز کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ ان کو تمام محکموں کی حمایت بھی حاصل ہوگی اور وہ طاقتور وزیراعظم ہوں گے جس سے ملک کی معیشت کو فائدہ ہوگا۔ 16 جولائی 2004 کو آغا مسعود حسین نے ''موسم اور مہنگائی اور محبت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک میں خراب ہوتی معیشت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ملک میں مہنگائی خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے جس سے لوگوں کے گھروں میں جھگڑے ہو رہے ہیں۔ 30 جولائی 2004 کو مشتاق احمد قریشی نے ''کیا سیاست میں ایسا بھی ہوسکتا ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے شوکت عزیز کی وزیراعظم کے طور پر تقرری کی حمایت میں کالم لکھا ہے اور ساتھ ساتھ جنرل مشرف کے دور کے مثبت اقدام کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ سیاست میں کچھ بھی ہو لیکن پرویز مشرف نے ملک کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ 6 اگست 2004 کو ارشاد احمد حقانی نے ''جنرل مشرف کے انٹرویو کا پوسٹ مارٹم'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حال ہی میں کیے گئے جنرل مشرف کے انٹرویو پر کالم لکھا ہے۔ کالم نگار نے تفصیلی تجزیہ کرنے کے بعد کہا ہے کہ میں ان کے تمام کاموں کی تائید تو نہیں کرتا لیکن انہوں نے ملک کی بہتری کے لیے کافی اقدامات کیے ہیں۔ 18 اگست 2004 کو ارشاد احمد حقانی نے ''جنرل مشرف قوم کے روبرو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے ٹی وی کے حالیہ پروگرام پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ جو سوال میں نے کیا تھا میں اس پر ان کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں کہ تمام فوجی مداخلتیں ملک کی خوشحالی کا باعث بنی ہیں۔ 18 اگست 2004 کو عبدالقادر حسن نے ''کوئی ایک آدھ پالیسی ملک کے خلاف بھی بنائیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکمرانوں پر طنزیہ کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ ہر پالیسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ملک کے مفاد میں ہے چاہے اس سے ملک کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ 20 اگست 2004 کو جاوید چوہدری نے ''ادھورے لوگ'' کے عنوان کے تحت اپنے کالم میں اسلام آباد میں ہونے والے ہیلتھ کنونشن پر ہونے والے بیش بہا اخراجات پر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ 25 اگست 2004 کو ارشاد احمد حقانی نے ''بلوچستان پر کمیٹی کے قیام کا مستحسن فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیراعظم چوہدری شجاعت حسین کی جانب سے بلوچستان کے مسئلے پر کمیٹی کے قیام کے فیصلے کی تعریف کی ہے۔ 6 ستمبر 2004 کو عبدالقادر حسن نے ''وزیراعظم کے ساتھ کھانے کی میز پر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیراعظم کے ساتھ کھانے پر ہونے والی ملاقات کی تفصیل درج کی ہے اور

ساتھ کہا ہے کہ شوکت عزیز کہیں سے بھی منافق نہیں لگتے اس لیے ان سے اچھے کی امید ہے۔ 22 ستمبر 2004 کو سید انور قدوائی نے ''صدر، وردی اور عوام'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے وردی میں رہنے کے فیصلے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ سیاستدان اس مسئلے کو عوام کا مسئلہ بنا کر پیش کر رہے ہیں، حالانکہ عوام کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ 22 ستمبر 2004 کو جاوید چوہدری نے ''کابینہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے دنیا کے دیگر ممالک کی کابینہ کے ارکان کی تعداد بیان کی ہے اور اس کا موازنہ پاکستان کی کابینہ سے کیا ہے اور تنقید کی ہے کہ ہماری کابینہ غیر ضروری طور پر بڑی ہے۔ 3 اکتوبر 2004 کو اظہر حسن صدیقی نے ''آخر تھر کی قسمت جاگ اٹھی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم کے تھر میں ترقیاتی منصوبے شروع کرنے کے اعلانات کا خیر مقدم کیا ہے اور کہا ہے کہ آخر کار تھر جیسی پسماندہ آبادی کی قسمت بھی جاگ ہی گئی۔ 17 اکتوبر 2004 کو ملک الطاف حسین نے ''وردی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وردی کی حمایت میں لکھے گئے کالم کا جواب دیتے ہوئے وردی پر کڑی تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ فوج کو سیاست سے پاک رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ جنرل مشرف وردی اتار دیں۔ 29 اکتوبر 2004 کو ارشاد احمد حقانی نے ''صدر مشرف کی حقیقت پسندی اور اس کا تاثر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک کے کٹھن حالات اور امریکا کے دباؤ میں پاکستان کو سنبھالنے کا کریڈٹ مشرف کو دیا ہے اور ان کی تعریف کی ہے۔ 3 نومبر 2004 کو ارشاد احمد حقانی نے ''کشمیر کے مسئلے پر صدر مشرف پر اعتماد کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کہا ہے کہ مجھے مشرف کی بہت سی پالیسیوں سے اختلاف ہے لیکن کشمیر کے مسئلے پر میں ان کی مؤقف کی حمایت کرتا ہوں۔ 3 نومبر 2004 کو ثروت جمال اصمعی نے ''وردی اور خلافت راشدہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومتی سینیٹر کے وردی کی حمایت میں دیے گئے بیان پر کڑی تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ خلافت راشدہ کے دور سے ساتھ موجودہ حکمرانوں کو موازنہ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ 21 نومبر 2004 کو اظہر حسن صدیقی نے ''قوم سے خطاب عوام کے لیے نوید'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حال ہی میں وزیر اعظم کی جانب سے قوم سے خطاب پر کالم لکھا ہے اور اس خطاب کی تعریف کی ہے اور کہا ہے ان کے خطاب سے لگتا ہے کہ وہ عوام کے لیے کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ 22 نومبر 2004 کو ارشاد احمد حقانی نے ''صدر مشرف کا منطقی اور معقول مؤقف'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ حقانی صاحب نے اپنے کالم میں صدر مشرف کے کشمیر کے حوالے سے اپنائے گئے مؤقف کی بھرپور حمایت کی ہے اور کہا ہے کہ موجودہ حالات میں سب سے بہترین حکمت عملی ہے جو صدر نے اپنائی ہے۔ 12 دسمبر 2004 کو عباس مہکری نے ''وزیر اعظم کے ساتھ ایک نشست'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کراچی میں وزیر اعظم شوکت عزیز سے ملاقات کا احوال بتاتے ہوئے ان کی شخصیت کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وہ کافی اپ

ٹو ڈیٹ ہیں تمام معاملات سے۔15 دسمبر 2004 کو ارشاد احمد حقانی نے ''وزیراعظم کی طرف سے اپوزیشن کو مذاکرات کی دعوت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے جو پوزیشن کو مذاکرات کی دعوت دی ہے اس کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مثبت عمل ہے۔29 دسمبر 2004 کو زاہدہ حنا نے ''ایسی ترقی کا کیا فائدہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حال ہی میں جاری ہونے والی SPDC کی رپورٹ پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ اس رپورٹ سے اندازہ ہوتا ہے کہ غریب کس طرح زندگی گزار رہے ہیں اور حکمران کس طرح کے دعوے کر رہے ہیں۔4 فروری 2005 کو آغا مسعود حسن نے ''پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں بڑھانے پر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اس سے ملک ترقی نہیں کرے گا بلکہ عوام پر مہنگائی کا بم گر جائے گا۔14 فروری 2005 کو جاوید چوہدری نے ''صاحب نے قہقہہ لگایا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی جانب سے پیٹرول کی قیمتیں بڑھانے پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور اس پر لگائے جانے والے ٹیکسوں کی تفصیلات لکھی ہیں اور کہا ہے کہ حکومت کو چاہیے کہ کچھ ٹیکس کم کر دے۔23 فروری 2005 کو جاوید چوہدری نے ''جنٹل مین یو مے گوناؤ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے بلوچستان کے حالات کا ذمہ دار مرکزی حکومت کو قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وسائل کی تقسیم اگر ٹھیک سے کی جائے تو تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔7 مارچ 2005 کو ڈاکٹر اختر حسن خان نے ''پی ٹی سی ایل اور کے ای ایس سی کی نجکاری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی طرف سے ان دو اداروں کی نجکاری کے فیصلے پر کڑی تنقید کی ہے اور حکومت کو کہا ہے کہ نجکاری کے حتمی مقاصد پہلے طے کیے جائیں۔13 مارچ 2005 کو جاوید چوہدری نے ''مہنگائی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پیٹرول کی قیمتیں بڑھنے سے ملک میں ہونے والی مہنگائی پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ پوری دنیا میں پیٹرول کی قیمتیں بڑھتی ہیں لیکن مہنگائی نہیں ہوتی، لیکن ہمارے ملک میں حکومت ٹیکس بڑھا کر مہنگائی کر دیتی ہے۔1 اپریل 2005 کو سلیم یزدانی نے ''مہنگائی کیسے کنٹرول ہو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ہر تھوڑے دن بعد پیٹرول اور بجلی کی قیمتوں میں اضافے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اس اشرافیہ کا تو مسئلہ ہی نہیں ہے مہنگائی اس لیے ان کو احساس ہی نہیں ہے۔15 اپریل 2005 کو مختار احمد بٹ نے ''اچھے کام پر تنقید درست نہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے موجودہ حکومت کی طرف سے بھارت کے ساتھ تعلقات میں بہتری لانے کے لیے جو اقدامات کیے ہیں ان کو درست قرار دیا ہے اور اپوزیشن کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ ہر کام پر تنقید درست نہیں ہوتی۔29 اپریل 2005 کو آغا مسعود حسین نے ''افراطِ زر، شرح نمو اور غربت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک میں بڑھتی ہوئی غربت پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے جب اقتدار سنبھالا تھا تو کہا

تھا کہ سادگی سے حکومت کی جائے گی لیکن اب مغلیہ طرز پر اخراجات کیے جا رہے ہیں۔ 6 مئی 2005 کو آغا مسعود حسین نے ''پاکستان اسٹیل مل کی نجکاری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پاکستان اسٹیل مل کی نجکاری کے حوالے سے حکومتی وزراء کے بیانات پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اس کی نجکاری نہیں ہونی چاہیے۔ 8 مئی 2005 کو عبدالقادر حسن نے ''شوکت عزیز کشمیر اور بھارت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وزیر اعظم شوکت عزیز کے اس بیان پر کہ بھارت کے ساتھ تجارت مسئلہ کشمیر حل ہونے کی صورت میں ہوسکتی ہے، اس بیان کا خیر مقدم کیا ہے۔ 15 مئی 2005 کو حسن نثار نے ''صدر صاحب کا قابل تحسین فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جسٹس افتخار چوہدری کو ملک کا چیف جسٹس بنانے پر صدر مشرف کی تعریف کی ہے، اور کہا ہے کہ میرٹ پر فیصلے دینے سے ملک کے نظام میں بہتری آئے گی۔ 25 مئی 2005 کو ارشاد احمد حقانی نے ''صدر مشرف کے نزدیک لبرل ازم کی حدود'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر کے حالیہ انٹرویوز میں لبرل ازم پر ان کے خیالات کا دفاع کیا ہے اور کہا ہے کہ صدر جانتے ہیں اس معاشرے میں کیا حدود ہونی چاہیے۔ 27 مئی 2005 کو سلیم یزدانی نے ''این ایف سی ایوارڈ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے این ایف سی ایوارڈ کے مسئلے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے صدر صاحب کو اس معاملے میں خود توجہ دے کر معاملہ حل کروانا چاہیے۔ 10 جون 2005 کو اصغر ندیم سید نے ''خودکشی کی بات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی معاشی ٹیم کو خودکشی کی وجوہات نفسیاتی دینے والے بیان کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ نفسیاتی مسائل کی بنیادی وجہ بھی غربت ہی ہوتی ہے۔ 13 جون 2005 کو ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ نے ''وزیر اعظم کے ساتھ دورۂ ترکی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے شوکت عزیز کے ساتھ ان کے دورۂ ترکی کی روداد لکھی ہے اور ان کی مختلف باتوں کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وہ ملک کے لیے اچھے وزیر اعظم ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کے پاس معیشت کا اعلیٰ تجربہ ہے۔ 3 جولائی 2005 کو نذیر ناجی نے ''پتہ درکار ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر اور وزیر اعظم کی ملاقات کے بعد جاری ہونے والی پریس ریلیز کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ وہ کون سا محکمہ ہے جو پیٹرول کی قیمتوں میں اضافے کا اثر بقیہ اشیاء پر پڑنے سے روکے گا۔ 6 جولائی 2005 کو ڈاکٹر مجاہد منصوری نے ''سر پر کھڑا مہنگائی کا ایک اور طوفان'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پیٹرول اور گیس کے نرخ بڑھانے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور مہنگائی کی پیش گوئی کی ہے۔ 24 جولائی 2005 کو رحمت علی رازی نے ''یہ اقدامات نتیجہ خیز نہیں ہوں گے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے حالیہ عوام سے خطاب پر تبصرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی پالیسیاں بہترین ہیں جن سے دہشت گردی روکی جا سکتی ہے لیکن ان پالیسیوں پر عمدرآمد نہیں ہو پاتا۔ 27 جولائی

2005 کو مختار احمد بٹ نے ''صدر کی تقریر کے چند پہلو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر کے عوام سے خطاب کے مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کیا ہے اور ان میں سے بیشتر کی تعریف کی جیسے کہ امریکا سے تعلقات اور دہشت گردی۔ 3 اگست 2005 کو مشتاق احمد قریشی نے ''صدر مشرف کا حوصلہ افزاء مؤقف'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر کے سوات کے جلسے میں خطاب کو سراہا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے ایٹمی ہتھیاروں اور میزائلوں کے حوالے سے جو مؤقف اپنایا ہے وہ ملک کے بہترین مفاد میں ہے۔ 5 اگست 2005 کو آغا مسعود حسن نے ''صدر صاحب اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے غیر ملکی طلبا کو مدارس چھوڑنے کے حوالے سے دیئے گئے صدارتی احکام پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ صدر صاحب کو اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ 5 اگست 2005 کو نذیر ناجی نے ''افغان پناہ گزینوں کی واپسی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے افغان پناہ گزینوں کو وطن واپس بھیجنے کے حکومتی فیصلے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے اس فیصلے سے عوام کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو گیا ہے۔ 23 ستمبر 2005 کو آغا مسعود حسن نے ''صدر کا یہودی کانگریس سے خطاب'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر جنرل مشرف کے یہودی کانگریس کے کے خطاب پر ہونے والی تنقید کو غلط قرار دیتے ہوئے ان حالات کا ذکر کیا ہے جن میں یہ اقدام کیا گیا ہے اور کہا ہے کہ صدر صاحب کی تقریر مسلمانوں کے بارے میں غلط خدشات کو ختم کرنے میں مدد دے گی۔ 30 ستمبر 2005 کو چوہدری فواد حسین نے ''عورتوں کے حقوق اور صدر مشرف'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر مشرف کے عورتوں کے حوالے سے کیے گئے اقدامات کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ قائد اعظم کے بعد سب سے اچھے حکمران خواتین کے حوالے سے مشرف ثابت ہوئے ہیں۔ 9 اکتوبر 2005 کو سید انوار قدوائی نے ''آخری مرحلے کے نتائج اور اس کے اثرات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر مشرف کے متعارف کروائے گئے بلدیاتی نظام کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ ملکی تاریخ کا کامیاب ترین بلدیاتی نظام ہے اور اب اس پر عملدر آمد بھی مکمل ہو گیا ہے۔ 21 اکتوبر 2005 کو نذیر ناجی نے ''اعلانات نہیں اقدامات'' کے عنوان سے کالم تحریر کیا۔ کالم نگار نے زلزلے کے موقع پر صدر کی جانب سے لائن آف کنٹرول کو کھولنے کے اعلان کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے بھارت کا اصل چہرہ سامنے آتا ہے۔ 12 دسمبر 2005 کو پیر محمد فضل حق نے ''نئے آبی ذخائر کی تعمیر، دانشمندانہ فیصلہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر مشرف کی جانب سے نئے آبی ذخائر پر گہری دلچسپی لینے کو اور اس پر مزید کام کرنے کو اپنی ترجیحات میں شامل کرنے پر ان کی تعریف کی ہے۔ 5 فروری 2006 کو عباس مہکری نے ''چینی کی قیمتیں، حکومت کی بے بسی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک میں بڑھتی ہوئی چینی کی قیمتوں پر کنٹرول نہ کرنے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ حکومت اس معاملے میں بہت بے بس نظر آتی

ہے۔12 مارچ2006 کو عباس مہکری نے ''مہنگائی مایوسی پیدا کر رہی ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے نیب کی جانب سے چینی اور پیٹرول کی قیمتوں میں اضافے پر تحقیقات کا اعلان کیا ہے۔ اس پر کالم نگار نے حکومت کی تعریف کی ہے کہ اس اہم معاملے پر بھی حکومت نے کوئی توجہ تو دی۔ 15 مارچ2006 کو زاہدہ حنا نے ''حکومت کے دعوے اور زمینی حقائق'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے عورتوں کے دن کے حوالے سے کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ حکومت بڑھا چڑھا کر اعداد و شمار پیش کرتی رہتی ہے لیکن ملک میں خواتین کا حال ماضی جیسا ہی ہے۔ غیرت کے نام پر قتل، تشدد سب جاری ہے۔ 26 مارچ2006 کو ارشاد احمد حقانی نے ''جناب وزیر اعظم کس سے مزید قربانی کا مطالبہ کر رہے ہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حال ہی میں شوکت عزیز کی جانب سے دیے گئے بیان پر تبصراتی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ حکمران خود تو عیاشی کی تمام حدود پار کر چکے ہیں اور عوام سے مزید قربانیوں کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ 24 اپریل2006 کو ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ نے ''صدر کے ساتھ دورۂ گوادر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حال ہی میں صدر مشرف کے ساتھ گوادر کا دورہ کیا ہے جس پر انہوں نے کالم لکھا ہے۔ ان کا مؤقف ہے کہ حکومت گوادر کی ترقی کے لیے مخلص ہے اور اس کے لیے اچھے منصوبے بنا رہی ہے۔ 1 مئی2006 کو ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ نے ''قومی معیشت کے مثبت اشارے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے پاکستان کی معیشت پر تفصیلی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ مجموعی طور پر ملک کی معیشت درست سمت میں گامزن ہے اور حکومت نے بہترین طریقے سے معیشت کو مضبوط کیا ہے۔ 5 مئی2006 کو سلیم یزدانی نے ''صحیح سمت میں سفر کی ضرورت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر مشرف اور ان کی حکومت پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کے سات سال ہو گئے ملک کی بھاگ ڈور سنبھالے ہوئے اور ابھی تک ملک کے حالات جوں کے توں ہیں اور بہتری کے کوئی آثار نہیں۔ 5 مئی2006 کو ارشاد احمد حقانی نے ''صدر مشرف کی مقبولیت میں کمی کیوں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر مشرف کی مقبولیت میں حالیہ کمی کی وجوہات بیان کرتے ہوئے ان کے منفی کاموں کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ سیاست میں فوج کی مداخلت اور ہر کام اپنے ہاتھ میں لینے اور بلوچستان کے مسئلے کی وجہ سے وہ غیر مقبول ہو رہے ہیں۔ 22 مئی 2006 کو نفیس صدیقی نے ''ملک کے اندرونی حالات کا سرسری جائزہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک کی اندرونی حالات کا تجزیہ پیش کرنے کے بعد ملک کے مسائل کا ذمہ دار مشرف حکومت کو ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ جمہوریت کی عدم موجودگی میں ملک پیچھے کی جانب سفر کر رہا ہے۔ 26 مئی2006 کو مختار احمد بٹ نے ''مضبوط معیشت کی خوشخبری؟'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے وفاقی وزیر کی جانب سے ملکی معیشت کی مضبوطی کی نوید کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ غریب اسی طرح پس رہے ہیں تمام اشیاء کی قیمتیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔ لیکن حکومت مضبوط معیشت کے

راگ الاپ رہی ہے۔2 جون 2006 کو ارشاد احمد حقانی نے ''دنیا ہے تیری منتظر روز مکافات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وفاقی وزیر تعلیم کی سیمینار میں کی گئی تقریر پر تبصرہ کیا ہے اور ساتھ وزیر اعظم سے کیے گئے انٹرویو کا احوال بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ تعلیم کی صورتحال بھی ناقص ہے اور غربت بھی بڑھ رہی ہے،لیکن حکومت بڑے بڑے اعداد و شمار پیش کرنے میں مصروف ہے۔5 جون 2006 کو عبدالقادر حسن نے ''پانچ ہزار کا نوٹ اور قرضوں کی یلغار'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے پانچ ہزار کے نوٹ اور بیس کے نوٹ کے ڈیزائن پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ نئے نوٹ سے ملکی معیشت بہتر نہیں ہوتی بلکہ غیر ملکی قرضوں سے جان چھڑانی پڑے گی۔ 12 جون 2006 کو ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ نے ''بجٹ 2006,2007 کا تجزیہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت کے پیش کردہ بجٹ کا مثبت تجزیہ کیا ہے اور سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کو خوش آئند قرار دیا ہے اور ساتھ ساتھ کچھ چیزوں پر تنقید بھی کی ہے۔14 جون 2006 کو سعید صدیقی نے ''ریلوے کی حالت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے ریلوے کی موجودہ حالت بیان کرنے کے بعد حکومت کی طرف سے اس کو بہتر کرنے کے لیے پیش کردہ منصوبوں پر روشنی ڈالی ہے اور اس سلسلے میں حکومت کی تعریف کی ہے۔18 جون 2006 کو بے نظیر بھٹو نے ''بجٹ کا تنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔محترمہ نے حکومت کے پیش کردہ حالیہ بجٹ کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور کہا ہے کہ نہ تو یہ عوامی بجٹ ہے اور نہ ہی کاروباری افراد کے مفاد میں۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے کافی تفصیل سے حکومتی کوتاہیوں کا ذکر کیا ہے۔25 جون 2006 کو رحمت علی رازی نے ''غریبوں کا بجٹ ایسا تو نہیں ہوتا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وفاقی بجٹ کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے اور مؤقف اپنایا ہے کہ جس حساب سے نئے ٹیکس لگائے گئے ہیں یہ کسی طور پر بھی غریبوں کا بجٹ محسوس نہیں ہوتا۔7 جولائی 2006 کو آغا مسعود حسن نے ''بجلی کا بحران اور ناقص منصوبہ بندی کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے ملک میں جاری بجلی کے بحران کا ذمہ دار حکومت کو قرار دیا ہے اور کہا ہے اس کی بنیادی وجہ ناقص منصوبہ بندی ہے۔مستقبل کے لیے کوئی تیاری نہیں کی گئی۔7 جولائی 2006 کو ارشاد احمد حقانی نے ''سرکاری اداروں کے بے پناہ اخراجات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے سرکاری اداروں کے شاہانہ اخراجات پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے ایک طرف تو غریب غربت کی چکی میں پس رہی ہیں اور دوسری طرف اگر سرکاری اداروں پر نظر ڈالی جائے تو اخراجات اتنے شاہانہ ہیں کہ جیسے مغلیہ دور کے۔31 جولائی 2006 کو نذیر ناجی نے ''مثبت 33'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وفاقی حکومت کی جناب سے 33 صحافیوں کی فہرست والی خبر پر تنقید کی ہے اور کہا ہے یہ پرانا فارمولا ہے کہ صحافیوں کو نوازا جائے اب جو فہرست تیار کی گئی ہے اس میں ان سب صحافیوں کے نام شامل ہیں جو حکومت کے خلاف لکھنے کی جسارت کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ان کا خاص

خیال رکھا جائے۔2اگست 2006 کوارشاد احمد حقانی نے ''فوج اور جمہوریت ،صدر کا بے وزن استدلال'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف پر وردی میں ہونے اور جمہوریت کی باتوں کوتنقید کا نشانہ بنایا ہےاور کہا ہے قائداعظم نے کبھی ایسی جمہوریت کا تصور بھی نہیں کیا ہوگا کہ وردی میں ملبوس صدر پاکستان کا سربراہ ہو گا۔9اگست 2006 کوارشاد احمد حقانی نے ''قومی اسمبلی پر اٹھنے والے اخراجات اور غربت کی شرح'' کے عنوان سے ایک کالم تحریر کیا۔کالم نگار نے قومی اسمبلی میں کسی رکن پارلیمان کے اس بیان پر کالم لکھا کہ ہر رکن پر سالانہ ایک کروڑ کے اخراجات آتے ہیں۔اس پر کالم نگار نے تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک طرف غربت کی شرح میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہےاور دوسری طرف یہ شاہانہ اخراجات۔22 ستمبر 2006 کو نذیر ناجی نے ''وردی کی طاقت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر کے اس بیان پر کہ مجھے بڑے لوگوں پر ہاتھ ڈالنے کے لیے وردی کی ضرورت ہے طنزیہ اور تنقیدی کالم لکھا ہےاور کہا ہے صدر صاحب اس طرح کے بیانات دے کر اپنا بھی مذاق بنوا رہے ہیں اور ملک کا بھی۔1اکتوبر 2006 کوارشاد احمد حقانی نے جرائم پر قابو پانے کا عزم کے عنوان سے کالم لکھا کالم نگار نے وزیراعظم کے جرائم پر قابو پانے کے عزم کے اظہار کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ صرف بیانات دینے سے صورتحال نہیں بدلے گی ،ملک میں جرائم کی بڑھتی ہوئی وارداتیں روکنے کے لیے طویل مدتی پالیسی کی ضرورت ہے۔2اکتوبر 2006 کوسلیم یزدانی نے ''صدر کی کتاب کی مقبولیت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حال ہی میں شائع ہونے والی صدر جنرل مشرف کی کتاب کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا ہے اور کہا ہے کہ صدر صاحب کی کتاب نہ صرف ملک میں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی بہت مقبول ہوئی ہے۔18اکتوبر 2006 کوسلیم یزدانی نے ''حکومت اپنی ذمے داریوں کو سمجھے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وفاقی حکومت کوتنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت کو زیادہ سے زیادہ اختیارات صوبائی حکومتوں کو منتقل کر دینے چاہئیں۔18اکتوبر 2006 کوڈاکٹر صفدر محمود نے ''صدر صاحب نے سچ کہا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر صاحب کے بیان پر طنزیہ کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح صدر صاحب نے بیان دیا ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد کیا میں مرنے کے بعد کتاب لکھتا اس سے لگتا ہے وہ اپنی زندگی میں قیادت سے دستبردار ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے۔27اکتوبر 2006 کوعباس مہکری نے ''یہ سات سال کچھ نہ پوچھیے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر مشرف کی سات سالہ حکومت کا تجزیہ پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ شروع شروع میں تو جنرل مشرف کی حکومت نے عوام کی بھر پور خدمت کی لیکن پھر اس طرح کے حالات آ گئے جیسے پہلے حکمرانوں کے دور میں تھے اور ملک خطرناک حالت سے گزر رہا ہے۔12نومبر 2006 کومختار احمد بٹ نے ''عوام کو مایوس نہ کریں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وفاقی وزراء کے بیانات پر کالم لکھا ہے جس میں وہ قوم کو امریکا سے ڈرا رہے ہیں۔کالم نگار کا کہنا

ہے کہ پہلے ہی قوم پر مشکل وقت ہے اس لیے مزید مایوس نہ کیا جائے۔15 نومبر 2006 کو عطاالحق قاسمی نے ''باجوڑ سے درگئی تک'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے درگئی میں ہونے والے دردناک واقعہ کی تحقیقات میں کوئی پیشرفت نہ ہونے پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ اس واقعہ کی فوراً تحقیق مکمل ہونی چاہیے۔15 نومبر 2006 کو ارشاد احمد حقانی نے ''پارلیمانی وفود پر اٹھنے والے اخراجات پر نظر ثانی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے قومی اسمبلی اور سینیٹ کے وفود پر ہونے والے اخرجات پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ حکومت کو ان اخراجات پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔17 نومبر 2006 کو آغا مسعود حسن نے ''مخالفت برائے مخالفت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے اپوزیشن پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہر کام کی مخالفت برائے مخالفت کرنے کا طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔اپوزیشن مشرف کی وردی کی آڑ میں ان کو اقتدار سے ہٹانا چاہتی ہے۔6 دسمبر 2006 کو ثروت جمال اصمعی نے ''خواتین ایکٹ اور عوام'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے خواتین ایکٹ پر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ تمام علماء کرام اس کے خلاف رائے دے چکے ہیں، حکومت پھر بھی اس کو اپنانے پر بضد ہے۔8 دسمبر 2006 کو آغا مسعود حسن نے ''دکھی عوام گورنر ہاؤس میں'' کے عنوان کے تحت کالم میں پنجاب کے گورنر ہاؤس میں ہونے والی تقریب کی تعریف کی ہے جس میں رضاکارانہ طور پر اپنے گردے عطیہ کیے اور اس تقریب میں گورنر نے ان کے ساتھ کھانا بھی کھایا۔10 دسمبر 2006 کو نذیر ناجی نے ''صدر مشرف کی دلیرانہ تجویز'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حال ہی میں صدر کے بھارتی ٹی وی کو دیے گئے انٹرویو کی تعریف کی ہے کہ جس میں انہوں نے دلیرانہ اور خوداعتمادی سے کشمیر کے مسئلے پر بات کی ہے اور پاکستان کا مؤقف بہترین طریقے سے پیش کیا ہے۔18 دسمبر 2006 کو ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ نے ''وزیراعظم کے ساتھ یمن کا دورہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے وزیراعظم کے ساتھ کیے جانے والے حالیہ دورے کی تفصیلات لکھی ہیں اور ساتھ ساتھ ان کی اپروچ کی تعریف کی ہے۔5 جنوری 2007 کو عابد تہامی نے ''سب امن ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے ملک بھر میں ہونے والے تشدد کے واقعات کے اعداد و شمار پیش کرنے کے بعد حکومت کو طنز کا نشانہ بنایا ہے کہ یہ سب تو بس تھوڑے سے واقعات ہیں ورنہ ملک بھر میں تو امن ہے۔21 جنوری 2007 کو ڈاکٹر صفدر محمود نے ''حکومت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے ڈکیتی کے دو واقعات کا تذکرہ کرنے کے بعد ملک میں جاری بدامنی کی طرف حکومت کی توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ ایسا لگتا ہے ملک میں حکومت نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔29 جنوری 2007 کو سلیم یزدانی نے ''نئی حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے عالمی حالات بیان کرنے کے بعد خصوصی طور پر افغانستان کی صورتحال کا تذکرہ کرنے کے بعد حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ خارجہ پالیسی پر بھرپور نظر ثانی کی ضرورت ہے۔11 فروری 2007 کو پروفیسر

خورشید احمد نے ''پاکستان دوراہے پر'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کے لبرل اور انتہا پسند طاقتوں والے بیان پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ صدر صاحب ملک کی نظریاتی بنیادوں کو ہلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ 9 فروری 2007 کو خالد مسعود نے ''صدر جنرل مشرف کے حالیہ دورے اور خلیفہ امام بخش'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر جنرل مشرف کے غیر ملکی دوروں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ صدر نے اپنے دور میں ان ملکوں کے بھی دورے کیے جن کے نام سے بھی لوگ واقف نہیں تھے۔ 5 فروری 2007 کو ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ نے ''ٹیکسٹائل صنعت کا موجودہ بحران اور اس کے ذمہ دار'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے ملک میں جاری کپڑے کی صنعت کے موجودہ بحران پر تفصیلی کالم لکھا ہے اور بہت ساری وجوہات میں حکومت کو بھی ذمہ دار قرار دیا ہے۔ 21 مارچ 2007 کو سعید صدیقی نے ''کچھ ان کا تغافل تھا شامل بربادی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جیو کے دفتر اور صحافیوں اور وکلاء کی جانب سے کیے گئے تشدد پر حکومت کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ ایسا تو مارشل لاء دور میں بھی نہیں ہوا۔ 30 مارچ 2007 کو آغا مسعود حسن نے ''سازش ختم نہیں ہوئی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے موجودہ احتجاج کو اپوزیشن کی سازش قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ملک کا پڑھا لکھا طبقہ حکومت کی حمایت کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ یہ احتجاج اپوزیشن اپنی سیاست چمکانے کے لیے کر رہی ہے۔ 9 مئی 2007 کو ڈاکٹر شاہد مسعود نے ''آستینیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے جنرل مشرف کی حکومت کے گزرے سالوں پر تنقیدی کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے ملک کے واحد صاف ادارے پر بھی عوام کو انگلی اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ 14 مئی 2007 کو سردار عبدالعزیز نے ''حکومت مخالف تحریک ، مہنگائی اور بے روزگاری'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے شوکت عزیز کے حالیہ بیان کو موضوع کالم بنایا ہے اور کہا ہے کہ یہ بیان غریبوں کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ ملک میں حکومت مخالف تحریک میں تیزی کے ساتھ مہنگائی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ 14 مئی 2007 کو ڈاکٹر صفدر محمود نے ''خون کی ہولی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے کراچی میں 12 مئی کو کھیلی جانے والی خون کی ہولی کا ذمہ دار حکومت کو قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ حکومت اگر صبر و تحمل سے کام لیتی تو اتنے گھر نہ اجڑتے۔ 14 مئی 2007 کو عطاء الحق قاسمی نے ''تمام شہر نے پہنے ہوئے دستانے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے 12 مئی کو کراچی میں ہونے والی قتل و غارت گری پر کالم لکھا ہے اور صدر مشرف پر شدید تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح انہوں نے اسلام آباد میں تقریر کرتے ہوئے الفاظ استعمال کیے یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ 16 مئی 2007 کو ڈاکٹر صفدر محمود نے ''کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے اسلام آباد میں ایڈیشنل رجسٹرار حماد رضا کے قتل پر حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ سات سالوں میں ملک کی حالت ابتر ہو گئی ہے اور کوئی بہتری نظر نہیں

آتی۔16 مئی 2007 کواشتیاق بیگ نے ''بش اور مشرف مقبول ترین شخصیات میں شامل نہیں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے دنیا کی مقبول ترین شخصیات میں ان دونوں حضرات کا نام نہ ہونے کی وجوہات پر کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ ملک کے اندر بڑھتی ہوئی غربت اور امن وامان کی خراب ہوتی صورتحال اور ملکی خارجہ پالیسی کی ناکامی اس کے اسباب ہیں۔6 جون 2007 کوارشاد احمد حقانی نے ''آزادیٔ صحافت پر مزید پابندیاں'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے حکومت کی طرف سے نئے جاری کیے جانے والا پیمرا آرڈیننس پر بحث کی اور حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔2 جولائی 2007 کونذیر ناجی نے ''صدر مشرف اور میڈیا'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے نیشنل ڈیفنس یونی ورسٹی میں صدر کی گفتگو کی تعریف کی ہے جس میں انہوں نے میڈیا کو اہم جز قرار دیا ہے اور اپنی پچھلی کوتاہیوں پر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا ہے۔4 جولائی 2007 کونذیر ناجی نے ''وردی اور سیاست'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کے وردی میں رہنے کی مخالفت میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ جس وردی نے انہیں اتنی عزت دی اب اس وردی کو بدنامی سے بچانے کے لیے اسے اتار دینا چاہیے۔3 اگست 2007 کوڈاکٹر شاہد مسعود نے ''محفوظ راستہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے جنرل مشرف کے خلاف کہا ہے کہ ایک کمانڈو اپنے لیے محفوظ راستے مانگتے ہوئے عجیب لگ رہا ہے۔5 اگست 2007 کوڈاکٹر صفدر محمود نے ''وردی میں رہ کر جمہوریت کی خدمت'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر جنرل مشرف کی مخالفت میں کالم لکھا ہے اور طنز کرتے ہوئے کہا ہے کہ وردی میں رہ کر وہ جو جمہوریت کی خدمت کر رہے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔27 اگست 2007 کوڈاکٹر صفدر محمود نے ''مجھے رہنے دو'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر کے بیان پر طنز کہا ہے کہ جب عوام مجھے پسند نہیں کریں گی تو میں اقتدار چھوڑ دوں گا۔لیکن سوال یہ ہے کہ ان کو پتہ کیسے چلے گا کہ عوام یہ چاہتی ہے۔3 اکتوبر 2007 کوچوہدری فواد حسین نے ''پرویز مشرف کا صدر بننا کیوں ضروری ہے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر مشرف کے دوبارہ صدر بننے کی حمایت کی ہے اور ملک کی صورتحال بتا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صدر مشرف کے دوبارہ صدر بننے سے ملک مضبوط ہوگا۔8 اکتوبر 2007 سکندر لودھی نے ''مصالحتی آرڈیننس،صدر مشرف کا قوم کو تحفہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر مشرف اور پیپلز پارٹی کے درمیان ہونے والے مصالحتی آرڈیننس کی مخالفت میں کالم لکھا ہے اور کہا ہے کہ قوم بیچاری گھٹ گھٹ کر مر رہی ہے لیکن حکمران اپنے مفادات کا تحفظ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔17 اکتوبر 2007 ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی نے ''وعدے اور کارکردگی'' کے عنوان سے کالم لکھا۔کالم نگار نے صدر جنرل مشرف کے سات سالہ دور کے معاشی کارکردگی کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد ان پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ وعدے تو بہت کیے گئے لیکن پورے نہیں ہو سکے۔29 اکتوبر 2007 مرزا اختیار بیگ نے '' معاشی

ترقی دعوے اور اصل حقائق'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے حکومت کی جانب سے کیے جانے والے معاشی ترقی کے دعووں اور حقائق پر کالم لکھا ہے جس میں دعوے اور حقائق میں بہت فرق ہے۔ 7 نومبر 2007 سکندر حمید لودھی نے ''ایمرجنسی کا نفاذ اور ملکی معیشت پر پڑنے والے اثرات'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر مشرف کی جانب سے لگائی جانے والی ایمرجنسی کو ملکی مفاد کے منافی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے ملک کو نا قابل یقین نقصان پہنچ رہا ہے اور معیشت ڈوب رہی ہے۔ 10 دسمبر 2007 کو سکندر حمید لودھی نے ''ایوان صدر میں چار گھنٹے'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے صدر مشرف کی رہائش گاہ پر گزرے چار گھنٹوں کا احوال لکھا ہے اور مجموعی طور پر صدر کی تعریف کی ہے۔ 17 دسمبر 2007 کو مرزا اختیار بیگ نے ''مہنگائی اور غربت میں اضافہ'' کے عنوان سے کالم لکھا۔ کالم نگار نے مختلف اعداد و شمار پیش کرنے کے بعد کالم میں یہ تاثر دیا ہے کہ ملک میں مہنگائی اور غربت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور جس کی وجہ موجودہ حکومت کی غلط معاشی پالیسیاں ہیں۔

''پی پی پی اور پی ایم ایل (ن) اتحاد ایک طویل المدتی اور مستحکم سیاسی اتحاد ہو سکتا تھا جو دہشت گردی اور شدت پسندی کے خلاف مؤثر محاذ بنا سکتا تھا۔ جنرل پرویز مشرف اور بے نظیر بھٹو کا اتحاد غیر فطری تھا، اس میں کوئی مماثلت نہیں تھی۔ اس حوالے سے پی پی پی اور پی ایم ایل (ن) کا اتحاد زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتا تھا جس کی وجوہات یہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ دونوں جماعتیں پرویز مشرف کے برعکس عوام میں اپنی جڑیں رکھتی ہیں۔ انتخابات کے انعقاد میں دونوں جماعتیں 80 فیصد تک عوامی حمایت حاصل کر سکی تھیں جو ملک میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف اقدام کر سکتی تھیں جبکہ غیر جمہوری آمرانہ دور میں دہشت گردی نے ایک طوفان مچا رکھا تھا۔ جمہوری حکومتیں ہی انتہا پسندوں کے خلاف فعال کردار ادا کر سکتی ہیں۔ بلوچستان کے سیاسی حلقے دونوں جماعتوں میں موجود ہیں مگر جنرل پرویز مشرف نے جان بوجھ کر بلوچستان کو جہنم بنا رکھا تھا۔ اس حوالے سے امریکی مبصر کریس پائن نے تبصرہ میں کہا کہ ہر آمر ملک میں انتشار پیدا کرتا ہے، یہی پرویز مشرف نے کیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں بڑی جماعتیں اس کی اہل ہیں کہ وہ قبائلی علاقے کی عوام کو دہشت گردوں سے چھٹکارہ دلائیں جبکہ پرویز مشرف نے قبائلی علاقوں میں زیادہ ظلم ڈھائے اور فوج کا بڑا حصہ وہاں قبائلی عوام کے خلاف آپریشن کرتا رہا۔ ضروری تھا کہ قبائلی عوام اور ان کے علاقوں پر آپریشن کرنے کے بجائے ڈیورنڈ لائن پر زیادہ توجہ مرکوز کی جاتی اور مداخلت کاروں کو روکا جا سکتا جبکہ قبائلی عوام کو درپیش مسائل کو فوری حل کرنے پر توجہ دی جاتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ دونوں جماعتوں مسلم لیگ اور پاکستان پیپلز پارٹی نے 1988-1999ء کے ادوار میں افغانستان میں سیاسی عمل کو

تیز کرنے میں کردار ادا کیا تھا۔اس دور میں کابل میں شمالی اور جنوبی افغانستان کی مخلوط حکومت تشکیل پائی تھی جس میں صبغت اللہ مجددی صدر اور پھر برہان الدین ربانی صدر رہے۔اسی طرح افغان روایات کے تحت یہ حکومتیں تشکیل پائی تھیں۔اس میں پاکستان کی دونوں بڑی جماعتوں کا فعال کردار رہا۔ اس حوالے سے ان دونوں جماعتوں کی افغانستان میں ساکھ کو دیکھا جائے تو نظر آتا ہے کہ امریکہ، نیٹو، پختون اور شمالی اتحاد کا انحصار پاکستانی فوج پر دکھائی دیتا ہے جس میں 60 فیصد پنجابی اور 40 فیصد پختون ہیں۔ایسے میں دیکھا جائے تو مسلم لیگ (ن) کا زیادہ تر اثر پنجاب میں ہے جبکہ پی پی پی کا پختون علاقوں، جنوبی پنجاب وغیرہ میں خاصا اثر ورسوخ ہے۔اس کے برعکس پرویز مشرف کا فوج میں ایک چھوٹا گروپ حامی ہے اور مسلم لیگ (ن) کے کچھ رہنما ان کی حمایت کرتے ہیں۔تاہم فوج دونوں بڑی جماعتوں یا ان کے اتحاد کو ناپسند کرتی ہے۔اس تمام تناظر میں محترمہ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف نے لندن میں 15 مئی 2006ء کو ایک میثاق جمہوریت (چارٹر آف ڈیموکریسی) پر دستخط کیے تھے۔جمہوریت کی بحالی، دہشت گردی اور انتہا پسندی کا خاتمہ اولین ترجیح طے پائی۔پرویز مشرف اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے معاہدے این آر او کے باوجود عوامی مطالبہ تھا کہ دونوں بڑی جماعتیں اتحاد بنائیں۔خطے کی صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے بیشتر مغربی ممالک اور پاکستان کے عوام کی بڑی تعداد کی خواہش ہے کہ دونوں جماعتیں اتحاد بنا کر ملک کو مسائل سے نجات دلائیں۔
''

اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے روزنامہ جنگ کے بیشتر کالم نویسوں نے مارشل لاء دور میں فوجی حکومت کی حمایت زیادہ کالم لکھے ہیں کیونکہ ضیاء الحق دور میں 168 کالموں کو منتخب کیا گیا تھا ان میں سے 106 فوجی حکومت کی حمایت میں کالم لکھے گئے اور صرف 63 کالموں میں فوجی حکومت پر تنقید کی گئی یا حکومت کی پالیسی کے خلاف لکھا گیا۔لہذا ہم ان کالموں کی بنیاد پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح جنرل محمد ضیاء الحق دور کے مارشل لاء میں صحافیوں پر پابندیاں عائد کی گئیں اور اخبارات پر پابندیاں لگائیں گئیں اس کی وجہ سے کالم نگاروں نے بھی اپنی تحریر اور رائے کو آزادانہ پیش نہیں کیا اور مارشل لاء حکومت کی سخت پالیسیوں پر حکومت کی حمایت میں مسلسل کالم لکھتے رہے جس سے صحافتی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی۔کالم نگار بھی ایک رپورٹر اور ایک عامل صحافی کی طرح مصلحت کا شکار رہا۔ضیاء الحق دور میں رونما ہونے والے واقعات پر جس طرح فوجی حکومت نے چاہا خبر شائع کروائی اور صحافیوں پر پابندیاں عائد کیں، اخبارات کو نقصان پہنچایا جس کی وجہ سے کالم نگاروں نے بھی افہام وتفہیم سے کالم لیتے ہوئے قاری کے سامنے آزادانہ تجزیہ پیش نہیں کیا اور رائے عامہ کی تشکیل ضیاء الحق دور میں انتہائی غیر معیاری معلوم ہوتی ہے۔جو کالم نگار جمہوری دور میں جمہوریت کا دم

بھرتے تھے انہوں نے بھی اپنے قلم سے فوجی حکومت اور ان کے اقدامات کی تعریف کی اور اپنے موضوعات میں ان اقدامات پر خوب تحریر کیا۔ سابقہ حکومت پر مسلسل تنقید کی جاتی رہی اور فوجی حکومت کو قیمتی مشورہ سے بھی نوازا جاتا رہا۔ اس کے باوجود چند کالم نگاروں نے ان حالات میں بھی فوجی حکومت پر تنقید کی اور جمہوریت کی بحالی کے لئے رائے عامہ تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کیا اور ضیاء الحق کی حکومت اور ان کی پالیسیوں پر مسلسل کالم لکھے جو کہ تعداد میں انتہائی کم ہوتے تھے۔

جنرل پرویز مشرف کے مارشل لاء حکومت میں مختلف سیاسی کالم لکھے گئے۔ تجزیہ کردہ کالموں کے مطابق پرویز مشرف دور میں حکومت پالیسی مخالف زیادہ کالم لکھے گئے اور کالم نویسوں نے مارشل لاء دور حکومت کے باوجود بنا کسی دباؤ کے آزادانہ رائے کا اظہار کیا اور کھل کر حکومت مخالف کالم تحریر کیے۔ تجزیہ کے مطابق 57 فیصد حکومت مخالف سیاسی کالم تحریر کیے گئے اور حکومت کی حمایت میں 43 فیصد کالم لکھے گئے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کے دور میں فوجی حکومت کے باوجود صحافت کو آزادی حاصل تھی اور کالم نویسوں نے آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کیا جس کی وجہ سے صحافیوں کو مختلف موضوع پر کالم لکھنے کا موقع ملا۔ جنرل پرویز مشرف کے دور میں الیکٹرانک میڈیا کو بہت پھلنے پھولنے کا موقع ملا اور سوشل میڈیا کو بھی استحکام حاصل ہوا جس کی وجہ سے آزادئ صحافت پر پابندیاں لگانا انتہائی مشکل تھا، لہٰذا اس دور میں جہاں الیکٹرانک میڈیا کو آزادی حاصل تھی وہیں اخبارات پر پابندیاں بھی بہت کم لگائی گئیں۔ ان پابندیوں سے کالم نویسوں کو کوئی اثر نہیں پڑا جس کی وجہ سے کالم نویس آزادانہ تجزیہ پیش کر سکے اور رائے عامہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا اور وقتاً فوقتاً حکومت کی حمایت بھی جاری رہی۔

بے نظیر بھٹو کے جمہوری ادوار میں کالم نویسوں نے حکومت کی پالیسی کی حمایت میں 51 کالم لکھے جبکہ حکومت پالیسی مخالفت میں 91 کالم لکھے گئے۔ ان کالموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے نظیر بھٹو دور میں مختلف صحافتی پابندیوں کے باوجود کالم نویس اپنی رائے دینے میں آزاد تھے اور انہوں نے جمہوری اقدار کے تحت آزادانہ رائے تحریر کی اور جہاں محسوس کیا وہاں حکومت کی مخالفت بھی کی اور کالم نویس حکومت کی جانب سے کسی دباؤ میں آئے بغیر رائے سازی کرتے رہے اور اپنا بھرپور تجزیہ قاری کو فراہم کرتے رہے۔ نواز شریف ادوار میں روزنامہ جنگ کے کالم نویسوں نے حکومت کی حمایت میں 75 کالم لکھے جبکہ حکومت کی مخالفت میں 69 کالم لکھے گئے۔ اس دور میں کالم نویسوں نے جمہوری ادوار کا زبردست فائدہ اٹھایا اور روزنامہ جنگ اور دیگر اخبارات پر پابندیوں کے باوجود آزادانہ اور بے خوف تجزیہ پیش کیا اور حکومت کی کھل کر مخالفت کی اور رائے سازی میں اہم کردار ادا کیا۔ لہٰذا اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کالم نویسوں کو جنرل محمد ضیاء الحق

کے دور کے علاوہ سختی کا سامنا نہیں کرنا پڑا، بلکہ دوسرے مارشل لا یعنی جنرل پرویز مشرف کے دور میں صحافتی پابندیوں اور ایمرجنسی کے باوجود کالم نویسی آزادانہ کی گئی۔ اسی طرح جمہوری ادوار میں بھی کالم نویس اپنی رائے دینے پر آزاد تھے اور کالم نویسوں نے اپنی سوچ کے مطابق تجزیہ پیش کیا اور حکومتی پابندیاں اور سختی کالم نویسوں پر کوئی اثر نہ ڈال سکی اور اخبار کی پالیسی بھی کالم نویسوں کی رائے پر اثر انداز نہ ہوسکی اور کالم نویسوں کو کھل کر ہر دور میں اپنی رائے دینے کا موقع ملا۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنرل ضیاء الحق دور میں کالم نوسیوں نے محتاط رویہ اختیار کیا اور بہت سے سیاسی کالم نویس اپنے موضوع سے ہٹ کر لکھنے لگے اور بہت سے کالم نویسوں نے حکومت کی حمایت میں کالم لکھنے شروع کر دیئے اور مارشل لا حکومت کی حمایت میں رائے سازی کرتے رہے۔ ضیاء الحق کے دور کے بعد سے کالم نویسوں نے حالات سے لڑنا سیکھا اور آزادانہ حکومت کی پالیسوں کے خلاف نکتہ چینی کرتے رہے اور کسی قسم کے دباؤ کا شکار نہیں ہوئے۔ اس کے باوجود کہ اخبارات پر پابندیاں لگتی رہیں اور صحافی حکومت کے زیر عتاب آتے رہے مگر کالم نویس اپنی رائے کے مطابق تجزیہ پیش کرتے رہے۔ قارئین کو خبر کی تفصیلات اپنے تجزیہ کی صورت میں دیتے رہے اور حاصل ڈیٹا کے مطابق انہیں آزادانہ طور رائے سازی کی اجازت تھی اور اخبار کی پالیسی بھی کالم نویسوں پر اثر انداز نہ ہوسکی جبکہ جنگ اخبار کو ہر دور میں صحافتی پابندیوں کا سامنا تھا۔ اس کے باوجود روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ پر ضیاء الحق دور کے علاوہ جنرل پرویز مشرف، بے نظیر بھٹو اور نواز شریف ادوار میں زیادہ سیاسی کالم لکھے گئے اور ان میں حکومت مخالف تحریر زیادہ ہوتی تھی اور کالم نویس کسی قسم کے دباؤ کے بغیر سیاسی کالم نویسی کرتے تھے۔

کتابیات

1۔ آرار اؤروشن ''مجلّاتی صحافت کے اداراتی مسائل'' مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد 1989ء

2۔ فرخ سہیل ''ذوالفقار علی بھٹو کا قتل کیسے ہوا'' جمہوری پبلی کیشن 2011ء

3۔ احمد منیر ''جنرل پرویز مشرف جی ایچ کیو سے ایوانِ صدر تک'' نگارشات پبلی کیشن 2001ء

4۔ احمد منیر'' جنرل محمد یحییٰ خان (شخصیت و سیاسی کردار)'' نگارشات پبلشر 2001ء

5۔ احمد منیر'' بحرانوں کا دور'' تخلیقات پبلشر 2000ء

6۔ احمد منیر'' پاکستان میں انٹیلی جنس ایجنسیوں کا سیاسی کردار'' جہانگیر پبلی کیشن 1993ء

7۔ احمد خان توصیف'' آدھا پاکستان'' نگارشات پبلی کیشن 2005ء

8۔ احمد سید جعفر'' جمہوریت کی آزمائش''

9۔ اخوند اقبال ''بے نظیر حکومت کیا کھویا کیا پایا'' آکسفورڈ یونیورسٹی پریس 2002ء

10۔ ارشد مقبول ''جرنل بیتی'' ویل کم بک پورٹ 2014ء

11۔ ارشد مقبول پاکستان میں ناکام فوجی بغاوتیں'' فیکٹ پبلی کیشن

12۔ ''اصول صحافت'' شعبہ ابلاغ عامہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

13۔ انجم ظہیر احمد ''خود فریبی کا شکار امریکی حکمران'' تخلیقات پبلشر 2008

14۔ انجم وکیل'' سیاست دانوں کی قلابازیاں'' فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ 2001

15۔ انجم طاہر'' پاکستان تباہی کے دہانے پر'' خفیہ انٹیلی جنس پبلیکیشن 2004ء

16۔ بابر ظہیر احمد ''پارلیمنٹ سے بازار حسن تک'' ٹیپو برادرز 2000

17۔ بھٹو ذولفقار علی ''اگر مجھے قتل کیا گیا'' کلاسک پبلشر 2003ء

18۔ بھٹو بے نظیر ''ایک جنرل کب پسپا ہوتا ہے'' شاہد پبلشر اینڈ بک سیلر

19۔ بھٹو بے نظیر ''آمریت یا جمہوریت'' جہانگیر بک لمیٹڈ

20۔ جعفری عقیل عباس ''پاکستان کے سیاسی وڈیرے'' جہانگیر بک ڈپو لاہور 2007ء

21۔ جالندھری پروفیسر شفیق '' کالم نویسی'' علی اعجاز پرنٹر 1993

22۔ حامد رضا صدیقی '' پاکستانی سیاست (فوج، بیورکریسی اور سیاسی جماعتوں کا کردار'' بیکن بکس پبلشر ملتان 2002

23۔ حجازی ڈاکٹر مسکین علی '' فن ادارت اردو سائنس بورڈ اپر مال روڈ لاہور 2005ء

24۔ حسین مجاہد ''پاکستان ایک ناکام ریاست؟'' نگارشات پبلیکیشن 2009ء

25۔ حسن مہدی ''صحافت'' عزیز پبلشر اردو بازار لاہور 2001ء

26۔ خان محمد اصغر ''تاریخ سے کچھ نہیں سیکھا'' آکسفورڈ یونیورسٹی پریس 2005ء

27۔ خانم شازیہ سلطانہ ''عزیز آسان صحافت'' عزیز بک ڈپو اردو بازار لاہور 1993ء

28۔ خورشید ڈاکٹر عبد السلام ''صحافت پاک و ہند میں'' مکتبہ کارواں کارواں کچہری روڈ لاہور

29۔ خورشید ڈاکٹر عبد السلام ''فن صحافت'' مکتبہ کارواں کارواں کچہری روڈ لاہور 1986ء

30۔ ''ذرائع ابلاغ عامہ ایک جائزہ'' شعبہ ابلاغ عامہ جناح یونیورسٹی برائے خواتین 2004ء

31۔ رشید راؤ '' جو میں نے دیکھا'' جمہوری پبلیکیشن 2004ء

32۔ رشید مبین '' پاکستان زندہ رہے گا'' کہکشاں پبلشر 2005ء

33۔ زائرنگ لارنس ''بیسوی صدی میں پاکستان'' آکسفورڈ یونیورسٹی پریس 2003ء

34۔ ساگر طارق اسماعیل '' حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ'' سیونتھ اسکائی پبلیکیشنز لاہور 2009

35۔ ساگر طارق اسماعیل ''کارگل کرائسس'' ساگر پبلشر لاہور 1999

36۔ سالک صدیقی '' ایمرجنسی'' الفیصل ناشران بک سیلر 2003

37۔ شمس الدین پروفیسر ڈاکٹر ''ابلاغ عامہ کی نئی جہتیں'' مقتدرہ قومی اردو زبان۔ اسلام آباد پاکستان 2004ء

38۔ ظہیر احمد بابر ''پاکستان میں جمہوری حکومتیں (قیام سے انجام تک)'' فاتح پبلشرز 2001

39۔ فاروقی طاہر منصوری ''تاریخ پاکستان'' تخلیقات پبلشر 2005

40- کشمیری حفیظ ''یتیم اُمہ'' ویلکم بک پورٹ لمیٹڈ 2009ء

41- محمود ''آئین پاکستان تجزیہ وموازنہ'' جہانگر بک ڈپو 2008

42- مرتضیٰ انجم ''بےنظیر بھٹو ولادت سے شہادت تک'' دارالشر پبلی کیشن 2008ء

43- مشرف جنرل پرویز'' سب سے پہلے پاکستان'' فیروزسنز 2006ء

44- نظامی قیوم ''جنرل اور سیاست داں جہانگیر بک ڈپو لاہور 2006

45- نیازی ضمیر ''صحافت پابند سلاسل'' پاکستان اسٹڈی سینٹر جامعہ اردو 1985ء

46- نیازی کوثر'' اور لائن کٹ گئی'' جنگ پبلشر 2007ء

47- وڑائچ سہیل ''غدار کون'' ساگر پبلیکیشن 2006ء

48- وڑائچ سہیل ''جرنلوں کی سیاست'' ساگر پبلیشرز A-7 لوئر مال' داتا دربار روڈ لاہور 2005ء

49- روزنامہ جنگ کراچی 1977 سے 2007 تک

50- M. Asghar Khan "We have learnt nothing from History" Oxford University Press 2005

51- Allen McGrath "The Destruction of Pakistan's Democracy" Oxford University Press 1999

52- Safdar Mehmood "Pakistan Political Roots and Development 1947 to 1999" Oxford University Press 2003

53- Ravindran "Encyclopedia Dictionary of Journalism and Mass Communication UBS Publishers"2003

54- Allen MCGrath "Destruction of Pakistan 's Democracy" Oxford University Press 1999

55- Altaf Gauhar "Ayub Khan Pakistan's First Military Ruler" Oxford University Press 1996

56- Mubashir Hassan " Mirage of Power" Oxford University Press 2000

57- Rafi Raza "Zulfiqar Ali Bhutto and Pakistan 1967 to 1977" Oxford University Press 1997

58- LT. Gen Jahan Dad Khan "Pakistan Leadership Challenges"Oxford University Press 1999

59- Safdar Mehmood "Pakistan Political Roots and Development 1947 to 1999" Oxford University Press 1990

60- Lawarence Ziring "Pakistan in Twentieth Century" Oxford University Press 2000

61- K. M Arif "Khaki Shadows" Oxford University Press 2001

62- Muhammad Waseem "Democratization in Pakistan"Oxford University Press 2006

63- Tariq Rahman "Language and Politics in Pakistan" Oxford University Press

64- 1997Mirza M. Yousuf " Exploring Journalism" One Publisher

65- Syed Manzural Hasan "Pakistan politics in mirror of history" Karachi, Pakistan : Royal Book Co.,2009

66- Rafi Raza "Pakistan in perspective, 1947-1997 /Karachi, Pakistan : Oxford University Press 2004

67- Safdar Mahmood "Pakistan : political roots and development, 1947-1999 / Karachi, Pakistan Oxford University Press 2002

68- Hasan Askari Rizvi " The military & politics in Pakistan, 1947-1997 / Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2000

69- David Winterson " Press, politics and societyNew Delhi : Centrum Press 2010

70- Rajesh Kumar. "Media research and planning" New Delhi, India: DPS Publication. House 2010

71- Usha Srivastava "Globalisation, media culture and society" New Delhi : Kunal Books 2010

72- Zamir Niazi " The press in Chain - 2nd Edition Oxford University press 2010

73- Dheeraj Razdan " Law of press in Media" Cyber Tech Publications 2008